بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول الله ﷺ:

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُّفَقِّهْهُ فِيْ الدِّيْنِ.

(صحيح البخاري ١٦/١ رقم: ٧١، صحيح مسلم ٣٣٣/١ رقم: ١٠٣٧)

کتابُ النوازل

منتخب فتاویٰ: مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصورپوری

نائب مفتی واستاذ حدیث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

(جلدِ رابع)

بقیہ کتاب الصلوٰۃ

ترتيب وتحقيق:

(مفتی) محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی

ناشر

المركز العلمي للنشر والتحقيق

لال باغ مرادآباد

- نام کتاب : کتاب النوازل (جلد رابع)
- منتخب فتاویٰ : مولانا مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
- ترتیب وتحقیق : مفتی محمد ابراہیم قاسمی غازی آبادی
- کمپیوٹر کتابت : محمد اسجد قاسمی مظفر نگری
- ناشر : **المرکز العلمی للنشر والتحقیق، لال باغ مرادآباد**

09412635154 - 09058602750

- تقسیم کار : فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمٹیڈ دریا گنج دہلی

011-23289786 - 23289159

- اشاعتِ اول : ربیع الاول ۱۴۳۶ھ مطابق جنوری ۲۰۱۵ء
- صفحات : ۶۳۲
- قیمت : ۴۰۰/روپئے

ملنے کے پتے:

- مرکز نشر وتحقیق لال باغ مرادآباد
- کتب خانہ یحیوی محلّہ مفتی سہارن پور
- کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسائل کی پوچھ تاچھ

قَالَ اللّٰہُ تبَارَکَ وَتَعَالیٰ:

فَسْئَلُوْٓا أَھْلَ الذِّکْرِ إِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○

[الأنبیآء: ٧]

ترجمہ : پس پوچھ لو جانکار لوگوں سے اگر تم نہ جانتے ہو۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ.

(سنن أبي داؤد ٤٩/١ رقم: ٣٣٦، سنن ابن ماجة ٤٣/١ قم: ٥٧٢)

ترجمہ: عاجز (ناواقف) شخص کے لئے اطمینانِ قلب کا ذریعہ (معتبر اور جانکار لوگوں سے مسئلہ کے بارے میں) سوال کرلینا ہے۔

اجمالی فہرست

کتاب الصلوٰۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بقیہ کتاب الصلوٰۃ

نمازکے سنن ومستحبات ۳۳

مکروہاتِ نماز ۸۵

لاؤڈ اسپیکر پر نماز ۱۳۲

مفسداتِ نماز ۱۳۷

متعلقاتِ امامت

غلط خواں کی اِمامت ۲۵۲

بدعتی اور غلط عقیدہ شخص کی اِمامت ۲۶۷

فاسق کی اِمامت ۲۸۴

معذور شخص کی اِمامت ۳۵۰

اِمام کی تقرری، نیابت اور برطرفی سے متعلق مسائل ۳۶۵

جماعت کے مسائل

صف بندی کے مسائل ۴۲۴

اقتداء کے مسائل ۴۵۴

سترہ کے اَحکام ۴۶۴

متعلقاتِ مسبوق ۴۷۴

بناء واِعادہ کے مسائل ۴۹۰

جماعتِ ثانیہ سے متعلق مسائل ۴۹۸

قضا نمازیں ۵۲۱

وتر و تہجد

سنن ونوافل

نماز کے سنن ومستحبات

جس کا دل نماز میں نہ لگتا ہو وہ کیا کرے؟

سوال (۳۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی کا دل نماز واذکار وغیرہ میں نہ لگے تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ ایک شخص صوم وصلوٰۃ کا بہت پابند خوفِ خدا بھی اس کے دل میں تھا، اب اس کی یہ کیفیت ختم ہوگئی ہے، تو اس کو کیا عمل کرنا چاہئے؟ کوئی وظیفہ بتلا دیجئے یا کوئی مخصوص عمل؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آدمی کی دلی کیفیت ہر وقت یکساں نہیں رہتی کبھی شوق غالب رہتا ہے، اور کبھی انقباض کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، اس لئے جب عبادات کا شوق غالب ہو تو زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرے، اور جب انقباض وسستی کی کیفیت ہو تو جی لگا کر استغفار کیا کرے، اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے اُن سے توبہ کرے اور ہمت سے کام لے کر اپنے کسی بھی معمول کو ترک نہ ہونے دے، تو انشاء اللہ جلد ہی یہ کیفیت ختم ہوجائے گی۔

عن الأغر المزني وكانت له صحبة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إنه ليغان على قلبي، وإني لاستغفر الله في اليوم مائة مرة. الحديث (صحيح مسلم ٢/ ٣٤٦، سنن أبي داؤد ١/ ٢١٢)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن هذه القلوب تصدأ كما يصدأ الحديد إذا أصابه الماء، قيل يا رسول الله! وما جلاءها؟ قال: كثرة ذكر الموت وتلاوة القرآن. (فضائل الذكر، للشيخ زكريا رحمه الله)

قال قتاده: الخشوع في القلب: وهو الخوف، وغض البصر في الصلاة. والخشوع: هيئة في النفس يظهر منها في الجوارح سكون وتواضع. قال الزجاج: الخاشع الذي يُرى أثر الذل والخشوع عليه هٰذا هو الأصل...... الخشوع أن تخشع للّٰه في كل فرض افترض عليك. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱/ ۳۵۲)

عن أبي الدرداء رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أول شيء يرفع من هٰذه الأمة الخشوع حتى لا ترى فيها خاشعًا. (رواه الطبراني في الكبير، مجمع الزوائد ۲/ ۳۲٦، بحواله: الأحاديث المنتخبة: ۱۲۸ رقم: ٤۳۸۱)

فأصل الخشوع: هو خشوع القلب، وهو انكساره للّٰه، وخضوعه وسكونه عن التفاته إلى غير من هو بين يديه، فإذا خشعت القلب خشعت الجوارح كلها تبعاً لخشوعه ولهٰذا كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يقول في ركوعه: خشع لک سمعي وبصري ومخي وعظامي وما استقبل به قدمي. (فتح الباري لابن رجب / باب الخشوع في الصلاة ٦/ ۳٦۷ المكتبة الشاملة)

أما إقباله بقلبه فهو الخشوع وأما إقباله بوجهه فهو الخضوع. (شرح أبي داؤد للعيني / باب ما يقول الرجل إذا توضأ ۱/ ۳۹۳ المكتبة الشاملة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عبادت کرتے ہوئے نیند آنے کی وجہ؟

سوال (۳۹۲):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟ نیند نہ آنے کی ترکیب بتائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبادات میں سستی کی وجہ سے شیطان کے اثرات کی

بناء پرعموماً نیند آتی ہے،اس کا علاج یہ ہے کہ کامل خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھی جائے، نماز میں جس قدر خشوع ہوگا اسی قدر بیدار مغزی کی کیفیت برقرار رہے گی، حدیث میں آتا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی نماز میں جمائی تک نہیں آتی، یہ اس وجہ سے تھا کہ آپ کی نماز کامل خشوع وخضوع والی ہوتی تھی، بہر حال نماز میں سستی سے بچنا چاہئے، اور اگر بہت زیادہ تھکاوٹ یا بے خوابی کی وجہ سے نیند آتی ہے، تو وہ ایک فطری شئ ہے، اس کی نسبت شیطان کی طرف نہیں کی جاسکتی۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰه تعالی عنه قال: النعاس عند القتال أمنة من اللّٰه، والنعاس في الصلاة من الشيطان. (الدر المنثور في تفسير المأثور ۲/ ۱۵٦ بيروت، مجمع الزوائد ٦/ ۳۲۸، المعجم الكبير ۹/ ۲۸۸)

عن يزيد بن الأصم قال: ما تثاءب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في صلاة قط. (مصنف ابن أبي شيبة ۵/ ۳۱۷ رقم: ۸۰٦۵، فتح الباري ۱۰/ ٦۲۸)

عن أبي الدرداء رضي اللّٰه عنه قال: أحدثكم حديثاً سمعته من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: أعبد اللّٰه كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك. (رواه الطبراني فى الكبير، مجمع الزوائد ۲/ ۱٦۵، الأحاديث المنتخبة للشيخ الكاندهلويؒ ۱۲۷، رقم: ٤۲٦)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: سألت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الالتفات في الصلاة، قال: هو اختلاس يختلسه الشيطان من صلاة الرجل. (سنن الترمذي رقم: ۵۹۰، الأحاديث المنتخبة ۱۲۹ رقم: ٤٤۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/ ۷/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے بغیر نماز میں شریک ہونا؟

سوال (۳۹۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام نماز پڑھا رہا ہے، زید آکر تکبیرِ تحریمہ کے لئے ہاتھوں کو اٹھا کر بغیر ہاتھ باندھے ہوئے نماز میں شریک ہوگیا تو اسے جماعت یا رکعت ملی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حالتِ قیام میں ہاتھ باندھنا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں ہے؛ لہٰذا ہاتھ باندھے بغیر تکبیرِ تحریمہ کہنے سے زید کی نماز درست ہوجائے گی، اور وہ اس رکعت اور جماعت کا پانے والا ہوگا۔

عن وائل بن حجر في حديث طويل: …… ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرىٰ والرسغ والساعد. (سنن أبي داؤد، أبواب تفريع استفتاح الصلاة / باب رفع اليدين في الصلاة رقم: ۷۲۷، صحيح بن خزيمة رقم: ۴۷۸، صحيح ابن حبان رقم: ۱۸۶۰)

قال العلامة التهانوي: فيه دليل على سنية وضع اليدين في الصلاة. (إعلاء السنن / باب وضع اليدين تحت السرة ۱۷۹/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

فلو كبر قائماً فركع ولم يقف صح؛ لأن ما أتى به من القيام إلى أن يبلغ الركوع يكفيه. (درمختار مع الشامي ۱۳۱/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۸/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیرِ اُولیٰ کا مصداق کیا ہے؟

سوال (۳۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تکبیرِ اُولیٰ کا مصداق کیا ہے؟ کیا اللہ اکبر کہنا ہی تکبیر اُولیٰ ہے؟ یا رکوع سے پہلے تک کا پورا وقت تکبیرِ اُولیٰ کا مصداق ہے؟ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس شخص نے چالیس نمازیں تکبیر اُولیٰ کے ساتھ پڑھی تو اسے دو پروانے ملیں گے……الخ۔

تو اس حدیث کا مصداق کون شخص ہے؟ کیا صرف وہی شخص ہے جو امام کے ساتھ اللہ اکبر کہنے میں شریک رہا ہو، یا وہ بھی اس حدیث کا مصداق ہوسکتا ہے جس کی رکعت فوت نہ ہوئی ہو، اور وہ تکبیر تحریمہ اور رکوع سے پہلے کسی بھی وقت امام ساتھ مل گیا ہو؟ وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہٗ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت کس کوحاصل ہوگی؟اس بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ مقتدی کی تکبیر امام کی تکبیر کے بالکل ساتھ ساتھ ہونی چاہئے، جب کہ صاحبینؒ کے نزدیک امام کی تکبیرِ تحریمہ کے بعد نماز میں شامل ہونے والے مقتدی کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ تاہم صاحبینؒ کے نزدیک یہ فضیلت کب تک رہے گی؟ اس کی تشریح میں درج ذیل اقوال ہیں:

(۱) امام کے ثناء پڑھنے تک۔ (۲) امام کے آدھی سورۂ فاتحہ پڑھنے تک۔ (۳) پوری سورۂ فاتحہ پڑھنے تک۔ (۴) پہلی رکعت ملنے تک۔ اِن میں تیسرا قول مختار ہے، جب کہ چوتھے قول میں وسعت وسہولت زیادہ ہے۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت حاصل کرنا چاہے، اس پہلی رکعت میں جلد از جلد امام کے ساتھ شامل ہوجانا چاہئے۔

ویسنُّ مقارنة إحرام المقتدي لإحرام إمامه عند الإمام، لقوله عليه السلام: إذا كبّر فكبر، لأن إذا للوقت حقيقة، وعندهما بعد إحرام الإمام، جعلا الفاء للتعقيب. وفي حاشية الطحطاوي قوله: وعندهما بعد إحرام الإمام من غير فصل، فيصل ألف الله من المقتدي براء أكبر من الإمام، كذا في "القهستاني".

قال السرخسي: وباقي الأفعال على هٰذا الخلاف وأشار شيخ الإسلام إلى أن المقارنة فيها أفضل بالاتباع، قال بعضهم: والمختار للفتوىٰ في التحريمة أفضلية التعقيب، واختلف في إدراک فضل التحريمة على قولهما، فقيل إلى الثناء كما في الحقائق، وقيل إلى نصف الفاتحة كما في النظم، وقيل: في الفاتحة كلها وهو المختار كما في الحقائق، وقيل: إلى الركعة الأولى وهو

الصحيح، كما في المضمرات. (حاشية الطحطاوي على المراقي ۲۵۷-۲۵۸ أشرفية، ومثله في الشامية ۵۲٦/۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حضور ﷺ سے رفع یدین کتنی جگہ ثابت ہے؟

سوال (۳۹۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرنا سنت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس وقت رفع یدین کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین بالاتفاق مسنون ہے؛ البتہ اس کے علاوہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت مسنون ہے یا نہیں؟ اس بارے میں روایات مختلف ہیں، بعض سے رفع یدین کا ثبوت ہوتا ہے، جب کہ بعض سے اِن مواقع پر رفع یدین کی نفی ثابت ہوتی ہے، حنفیہ وغیرہ کے نزدیک وہ روایات زیادہ قابلِ ترجیح ہیں، جن میں ترکِ رفع یدین کا ثبوت ہے؛ لہٰذا تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ مواقع پر رفع یدین کرنا خلافِ سنت ہوگا۔

والجواب عن أحاديث الرفع أنها منسوخة بدليل ما روي عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه أنه قال: رفع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فرفعنا وترك فتركنا، على أن ترك الرفع عند تعارض الأخبار أولىٰ. (شرح أبي داؤد للعيني / باب في رفع اليدين ۳۰۳/۳ المكتبة الشاملة)

واعلم أن الآثار عن الصحابة والطرق عنه صلى اللّٰه عليه وسلم كثيرة جداً، والكلام فيها واسع من جهة الطحاوي وغيره، والقدر المتحقق بعد

ذٰلک کلہ ثبوت روایة کل من الأمرین عنه علیه الصلاة والسلام الرفع عند الرکوع، کما رواه الأئمة السنة في کتبهم عن ابن عمر وعدمه، کما رواه أبوداؤد وغیره عن ابن مسعود وغیره. (فتح القدیر / بیان شروط الصلاة ۱/۳۱۱ دار الفکر بیروت)

وما رواه منسوخ، فإنه: روي أنه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یرفع، ثم ترک ذلک بدلیل ما روي عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه أنه قال: رفع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فرفعنا وترک فترکنا. (بدائع الصنائع ۱/٤٨٥، نصب الرایة للزیلعي ۱/٤١٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۸/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں حضور علیہ السلام سے رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت عدمِ رفع یدین کا ثبوت

سوال (۳۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کوئی ایسی حدیث معتبر کتابوں میں موجود ہے جس میں یہ ثبوت ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین نماز میں یا نماز کے ہر ہر رکن میں نہ کیا ہو، یا آپ نے اس سے منع فرمایا ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شروع زمانہ میں نماز کی ہر نقل وحرکت کے ساتھ رفع یدین کا معمول تھا، حتیٰ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین فرماتے تھے؛ لیکن بعد میں بتدریج ہر ہر نقل وحرکت کے وقت رفع یدین سے منع کردیا گیا، چناں چہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرتے وقت صحابہ کے رفع یدین کرنے پر اظہارِ ناگواری بھی فرمایا ہے۔

البتہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ثبوت متفقہ روایات میں ہے؛ لہٰذا تحریمہ کی حد تک

ثبوت یقینی ہے، اور اس سے زائد میں نسخ کا بھی قوی امکان ہے، اس لئے حنفیہ اس مسئلہ میں یقینی صورت پر عمل کرنا اولیٰ فرماتے ہیں، تفصیل کے لئے تفصیلی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں، چند روایات درج ذیل ہیں۔

عن جابر بن سمرة رضي اللّٰه عنه قال: خرج علينا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصلاة. (صحيح مسلم ۱/۱۸۱ رقم: ۴۳۰، سنن أبي داؤد ۱/۱۴۳ رقم: ۱۰۰۰، سنن النسائي ۱/۱۳۳ رقم: ۱۱۸۵ مطبوعه أشرفي)

حدثنا اسحاق، حدثنا ابن إدريس قال: سمعت يزيد بن أبي زياد عن ابن أبي ليلى عن البراء رضي اللّٰه عنه قال: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رفع يديه حين استقبل الصلا ة، حتى رأيت إبهاميه قريبا من أذنيه ثم لم يرفعهما. (مسند أبي يعلى الموصلي ۲/۱۵۳ رقم: ۱۶۸۸، طحاوي شريف ۱/۱۳۲ رقم: ۱۳۱۳، سنن أبي داؤد ۱/۱۰۹ رقم: ۷۴۹)

عن علقمة عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود. (طحاوي شريف ۱/۱۳۲ جديد ۱/۲۹۰ رقم: ۱۳۱۶)

عن المغيرة قال: قلت لإبراهيم: حديث وائل أنه رأى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يرفع يديه إذا افتتح الصلاة، وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع، فقال: إن كان وائل رآه مرة يفعل ذلك فقد رآه عبد اللّٰه خمسين مرة لا يفعل ذلك. (طحاوي شريف ۱/۱۳۲ رقم: ۱۳۱۸)

عن علقمة قال: قال عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه: ألا أصلي بكم صلاة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة.

(سنن الترمذي ۵۹/۱ رقم: ۲۵۷، سنن أبي داؤد ۱۰۹/۱ رقم: ۷۴۸، طحاوي شریف ۱۳۲/۱، صحیح مسلم ۱۶۸/۱-۱۸۱ وغیره) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۳/۳۰ھ

حنفیہ رفعِ یدین کیوں نہیں کرتے؟

سوال (۳۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ نے رفع یدین کیوں نہیں کیا؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کرنے والے حنفی رفع یدین نہیں کرتے، کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا؟ حضور نے رفع یدین کو کب اور کس وقت منع فرمایا، کیا حضور کے زمانہ اور آپ کے خلفاء کے زمانہ میں یا تابعین وتبع تابعین وغیرہ کے زمانہ میں رفع یدین ہوتا تھا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ سے نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دیگر مواقع پر رفع یدین نہ فرمانے کا ثبوت صحیح روایات سے ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر حضرت وائلؓ نے آپ کو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا، تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اسی طرح حضرت امام طحاویؒ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، جب کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تھا؛ لیکن آپ کی وفات کے بعد رفع یدین کو ترک فرمادیا تھا؛ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین نہ کرنا ان کے

نزدیک نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

اِنہی روایات کی بنا پر حضراتِ حنفیہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت عدم رفع یدین پر عمل کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں ان کے دلائل مضبوط ہیں۔ تفصیلات مفصل کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ چند احادیث وآثار اور فقہی عبارات ذیل میں درج ہیں:

عن علقمة عن عبد اللّٰه ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: صليت خلف النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، وأبي بكر وعمر فلم يرفعوا يديهم إلا عند افتتاح الصلاة. (السنن الكبرى للبيهقي ٧٩/٢-٨٠ دار الكتب العلمية ٣٩٣/٢ رقم: ٢٥٨٦ دار الفكر بيروت)

عن عقلمة عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه كان يرفع يديه في أوّل تكبيرة ثم لا يعود. (طحاوي شريف ١٣٢/١ رقم: ١٣١٦)

عن علقمة قال: قال عبد اللّٰه ابن مسعود رضي اللّٰه عنه: ألا أصلي بكم صلاة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة.

(سنن الترمذي ٥٩/١ رقم: ٢٥٧، سنن أبي داؤد ١٠٩/١ رقم: ٧٤٨، سنن النسائي ١٢٠/١ رقم: ١٠٥٩)

قال أبوعيسىٰ حديث ابن مسعود حديث حسن، وبه يقول غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبي والتابعين، وهو قول سفيان وأهل الكوفة. (سنن الترمذي ٥٩/١، وصححه ابن جزم، بذل المجهود ٤١١/٤ مطبع لكهنؤ، ٥/٢ مطبع سهارن فور)

عن البراء بن عازب رضي اللّٰه عنهما قال: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم رفع يديه حين افتتح الصلاة، ثم لم يرفعهما حتى انصرف. وفي رواية: رفع يديه إلى قريب من أذنيه ثم لا يعود. (سنن أبي داؤد ١٠٩/١ رقم: ٧٤٩-٧٥٠، مسند أبي يعلى الموصلي ١٥٣/٢، رقم: ١٦٨٨، طحاوي شريف ١٣٢/١ رقم: ١٣١٣)

عن إبراهيم عن الأسود قال: رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه في أول تكبيرة، ثم لايعود، قال: ورأيت إبراهيم والشعبي يفعلان ذلک. (طحاوي شريف ١٣٣/١ رقم: ١٣٢٩)

عن عاصم بن كليب الجرمي عن أبيه قال: رأيت علي بن أبي طالب رضي اللّٰه عنه رفع يديه في التكبيرة الأولى من الصلاة المكتوبة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك. (الموطأ لإمام محمد ٩٢)

عن مجاهد قال: صلّيت خلف ابن عمر رضي اللّٰه عنه فلم يكن يرفع يديه إلا في التكبيرة الأولى من الصلاة، فهذا ابن عمر قد رأى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يرفع، ثمَّ قد ترك هو الرفع بعد النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فلا يكون ذلك إلا وقد ثبت عنده نسخ ما قد رأى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فعله وقامت الحجة عليه بذلك. (طحاوي شريف ١/١٣٣ رقم: ١٣٢٣)

عن المغيرة قال: قلت لابراهيم: حديث وائل أنه رأى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يرفع يديه إذا افتتح الصلاة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع، فقال: إن كان وائل رآه مرّة يفعل ذلك فقد رآه عبد اللّٰه خمسين مرّة لايفعل ذلك. (طحاوي شريف ١/١٣٢ رقم: ١٣١٨)

ولا يرفع يديه إلا في التكبيرة الأولىٰ (هدايه) وتحته في فتح القدير: وأخرج الدار قطني وابن عدي عن محمد بن جابر عن حماد بن سليمان عن إبراهيم عن علقمة عن عبد اللّٰه قال: صليت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأبي بكر وعمر رضي اللّٰه عنهما فلم يرفعوا أيديهم إلا عند افتتاح الصلاة. (هداية مع الفتح ١/٣٠٩-٣١١ بيروت، أخرجه الإمام البيهقي في سننه الكبرىٰ ٢/١١٣ جديد، ٢/٧٩ قديم رقم: ٢٥٣٤، وإسناده جيد كذا في الجوهر النقي، إعلاء السنن ٣/٧١ رقم: ٨٧١ دار الكتب العلمية بيورت)

ولا يسن مؤكداً رفع يديه إلا في سبع مواطن كما ورد ...... تكبيرة افتتاح وقنوت (درمختار) وفي الشامي: والوارد هو قوله صلى اللّٰه عليه وسلم لا ترفع الأيدي إلا في سبع مواطن، تكبيرة الافتتاح وتكبيرة القنوت وتكبيرات العيدين الخ. قال في الفتح القدير: والحديث غريب بهٰذا اللفظ. (شامي ٢/٢١٤ زكريا)

فلا يرفع يديه عند الركوع ولا عند الرفع منه لحديث أبي داؤد عن البراء قال: رأيت رسول اللّٰـه صلى اللّٰه عليه وسلم حين افتتح الصلاة ثم لم يرفعهما حتى انصرف. (البحر الرائق ۱/۳۲۳ کوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وترکی تیسری رکعت میں رفع یدین کا ثبوت؟

سوال (۳۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وتر میں دعاءِ قنوت پڑھنے کے لئے حضراتِ حنفیہ کا رفع یدین کرنا کس روایت سے ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وتر میں دعاءِ قنوت سے قبل رفع یدین کا بعض روایات سے ثبوت ملتا ہے، اسی پر حنفیہ کا عمل ہے۔

عن عبد الرحمن بن الأسود عن أبيه قال: كان عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه يقرأ في آخر ركعة من الوتر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة.

(المعجم الكبير للطبراني ۹/ ۳۸۳ رقم: ۹۴۲۵، رفع اليدين للبخاري رقم: ۹۱ المكتبة الشاملة)

فإذا فرغ من القراءة في الركعة الثالثة كبّرَ ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۳۴۰ رقم: ۲۶۰۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں ہاتھ باندھنے اور کھولنے کا حکم؟

سوال (۳۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں ہاتھ باندھنا یا ہاتھ کھلے رکھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں ہاتھ باندھنے یا چھوڑے رکھنے کے بارے میں روایات دونوں طرح کی ہیں، بعض سے باندھنے کا پتہ چلتا ہے، اور بعض سے چھوڑے رکھنے کی تائید ہوتی ہے، اور حنفیہ وغیرہ کے نزدیک ہاتھ باندھنے والی روایات راجح ہیں، اس لئے اسی پر عمل کیا جاتا ہے، چناں چہ خود پیغمبر علیہ السلام سے بھی متعدد صحیح روایات سے ہاتھ باندھنے کا ثبوت ملتا ہے۔

عن سهل بن سعد رضي الله عنه قال: كان الناس يؤمرون أن يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرىٰ في الصلاة. (صحيح البخاري، الأذان / باب وضع اليمنى على اليسرىٰ في الصلاة ١٠٢/١)

عن وائل بن حجر في حديث طويل: ...... ثم وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرىٰ والرسغ والساعد. (سنن أبي داؤد، أبواب تفريع استفتاح الصلاة / باب رفع اليدين في الصلاة رقم: ٧٢٧، صحيح ابن خزيمة رقم: ٤٧٨، صحيح ابن حبان رقم: ١٨٦٠)

قال العلامة التهانوي: فيه دليل على سنية وضع اليدين في الصلاة، وبيان كيفيته بأن يكون اليمين على الشمال لا عكسه، وهٰذا مما أجمعت الأئمة على سنيته. (إعلاء السنن / باب وضع اليدين تحت السرة ١٧٩/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن ربيعة رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤمّنا فيأخذ شماله بيمينه. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في وضع اليمين على الشمال في الصلاة ٥٩/١، سنن ابن ماجة، أبواب إقامة الصلاة والسنة فيها / باب وضع اليمين على الشمال في الصلاة ٥٩/١)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنا معاشر الأنبياء أمرنا بتعجيل فطرنا وتاخير سحورنا وأن نضع أيماننا على شمائلنا في الصلاة. (المعجم الكبير للطبراني ١٥٩/١)

رجاله رجال الصحيح، مجمع الزوائد. (إعلاء السنن ١٧٩/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

وعاشرها: وضع اليمين من اليدين على الشمال منهما. (حلبي كبير ۳۸۲، بدائع الصنائع ٤٦٥/١، خانية على الفتاوىٰ الهندية ٨٧/١، الفتاوىٰ الهندية ٧٣/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟

سوال (۴۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی حالت میں ہاتھ مبارک کہاں باندھتے تھے، ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھنا مسنون ہے۔ چند روایات وآثار ملاحظہ فرمائیں:

عن أبي جحفة أن عليًا رضي اللّٰه عنه قال: من السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة. (سنن أبي داؤد رقم: ٧٥٦، سنن الدار قطني ٢٨٩/١ رقم: ١٠٨٩)

عن الحجاج بن حسان قال: سمعت أبا مجلز أو سألته، قلت: كيف يضع؟ قال: يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلهما أسفل عن السرة. رواه ابن أبي شيبة ١٢٦/١، وقال العلامة ابن التركماني: ومذهب أبي مجلز الوضع أسفل السرة، حكاه عنه أبوعمر في التمهيد، وجاء ذٰلک عنه بسند جيد، ثم ساق هٰذا الإسناد وعلّقه أبوداؤد، فقال: قال أبو مجلز: تحت السرة. (إعلاء السنن ١٨٠/٢ - ١٨١ رقم: ٦٧٤ دار الكتب العلمية بيروت)

عن إبراهيم قال: يضع يمينه على شماله في الصلاة تحت السرة. (رواه ابن أبي شيبة **وإسناده حسن**، إعلاء السنن ١٨١/٢ رقم: ٦٧٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وحادي عشرها: كون ذٰلک الوضع تحت السرة للرجل. (حلبي كبير ٣٨٢،

الفتاویٰ الهندية ۷۳/۱، بدائع الصنائع ۴۶۵/۱، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۱۵۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۱۲/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ

رکوع میں امام کے ساتھ شرکت کرنے کے لئے تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو نہ باندھنا؟

سوال (۴۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نماز میں اس وقت آیا جب کہ امام حالت رکوع میں تھا، زید کو اندیشہ ہے کہ اگر تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نیت باندھتا ہوں، تو امام رکوع سے اٹھ جائے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں شامل ہونے والے کے لئے تکبیرِ تحریمہ کی نیت کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور بغیر باندھے اگر رکوع میں چلا گیا تو اس کی نماز صحیح ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد دونوں ہاتھوں کو باندھنا ضروری نہیں؛ لہٰذا تکبیرِ تحریمہ کہہ کر بغیر ہاتھ باندھے ہوئے رکوع میں چلے جانے سے نماز صحیح ہوگئی؛ لیکن حالت قیام میں پوری تکبیرِ تحریمہ کہنا شرط ہے، اس کے بغیر نماز شروع نہ ہوگی۔

(احسن الفتاویٰ ۲۸۷/۳)

لو أدرک الإمام راکعاً، فقال: اللّٰه في حال القیام ولم یفرغ من قوله أکبر، إلا وهو في الرکوع لا یصح شروعه؛ لأن الشرط وقوع التحریمة في محض القیام. (حلبي کبیر ۲۶۰ لاهور، شامي ۱۷۸/۲ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة ۵۳/۲ رقم: ۱۷۱۲ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۶۹/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴/۱۲/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں قیام کے دوران پیروں کی انگلیاں کس جانب ہوں؟

سوال (۴۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قیام میں پیروں کی انگلیاں کس جانب ہونی چاہئے اوراس کی دلیل کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آیتِ پاک ﴿**فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ**﴾ کے عموم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح چہرہ قبلہ رخ کرنا ضروری ہے اسی طرح سینہ اور پیر وغیرہ کو بھی قبلہ رخ رکھنا چاہئے۔ درج ذیل احادیث وآثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عن عبد اللّٰہ وهو عبد اللّٰہ بن عمر عن أبيه قال: من سنة الصلاة أن تنصب القدم اليمنى واستقباله بأصابعها القبلة والجلوس على اليسرىٰ. (سنن النسائي، التطبيق / باب الاستقبال بأطراف أصابع القدم القبلة رقم: ۱۱۵٤ دار الفكر بيروت)

ومنها أن يوجه أصابعه نحو القبلة، لما روي عن النبي صلى اللّٰہ عليه وسلم أنه قال: إذا سجد العبد سجد كل عضو منه، فليوجه من أعضائه إلى القبلة ما استطاع. (بدائع الصنائع، الصلاة / سنن الصلاة ۱/ ٤۹۳- ٤۹٤ زكريا)

من سنن الصلاة توجيه أصابع رجليه إلى القبلة. (شامي ۲/ ۲۱۱ زكريا)

ونصب الرجل اليمنىٰ موجهة أصابعها نحو القبلة في القعدتين للرجل. (حلبي كبير ۳۸۲)

ووجه أصابعه نحو القبلة. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۷۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دونوں قدموں کے درمیان چار اُنگل کا فاصلہ کس حدیث سے ثابت ہے؟

سوال (۴۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا یہ مسئلہ کسی حدیث سے ثابت ہے کہ نمازی کے دونوں قدموں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رہنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس سلسلہ میں کوئی حدیث صراحۃً نہیں ملی؛ البتہ خشوع کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء نے یہ حکم دیا ہے، اور اگر کسی کا بدن بھاری ہو تو اس کے لئے چار انگل کی کوئی قید نہیں ہے؛ بلکہ وہ اپنی سہولت کے اعتبار سے کھڑا ہوگا۔

قال العلامة الشامي: وينبغي أن يكون بينهما مقدار أربع أصابع اليد؛ لأنه أقرب إلى الخشوع. (الرد المحتار، باب صفة الصلاة / بحث القيام ۱/ ۴۴۴ کراچی)

ويسن تفريح القدمين في القيام قدر أربع أصابع؛ لأنه أقرب إلى الخشوع أما إذا كان به سمن فالأمر عليه سهل. (طحطاوي على المراقي ۲۱۲، الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۷۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲/ ۱/ ۱۴۱۴ھ

امام صاحب کا تعوذ، تسمیہ اور ثنا بہت جلدی پڑھنا؟

سوال (۴۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب کی نیت باندھنے کے بعد مقتدی حضرات جلدی جلدی ثناء پڑھتے ہیں، تو ثناء پوری نہیں ہوپاتی کہ امام صاحب کی الحمد شریف شروع ہوجاتی ہے، اس بات سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ امام صاحب یا تو ثناء پڑھتے ہی الحمد شریف شروع کردیتے ہیں اور تعوذ اور تسمیہ نہیں پڑھتے، یا ثناء پڑھتے ہی نہیں، اور تعوذ وبسملہ ہی صرف پڑھتے ہیں، کیا امام صاحب کا یہ طریقہ درست ہے؟ اور یہ طریقہ اختیار کرنا صحیح ہے یا غلط؟ اور مستقل عادت بنانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کوثناء اورتعوذ وبسملہ ٹھہرٹھہر کر پڑھنی چاہئے؛ تاکہ مقتدی حضرات بسہولت اپنی ثناء پوری کرسکیں، اس میں جلد بازی یا سرے سے ثناء کو چھوڑ دینا مناسب نہیں ہے۔

وفي المنية: يكره للإمام أن يعجلهم عن إكمال السنة، ونقل في الحلية عن عبد اللّٰه بن المبارك وإسحاق وإبراهيم والثوري: أنه يستحب للإمام أن يسبح خمس تسبيحات ليدرك من خلفه الثلاث. (شامي ۱۹۹/۲ زكريا)

يكره أن ينقص عن الثلاث وأن الزيادة مستحبة بعد أن يختم على وتر خمس أو سبع أو تسع ما لم يكن إماما. (شامي ۴۹۴/۱ كراچي، فتح القدير ۲۹۸/۱، البحرالرائق ۳۱۶/۱ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا؟

سوال (۴۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بعض مولانا کہتے ہیں کہ پڑھنا اچھا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ پڑھنا اچھا نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا حنفیہ کے نزدیک اگرچہ مسنون نہیں ہے؛ لیکن پڑھ لینا بہتر ہے۔

لا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقًا، ولو سرية، ولا تكره اتفاقاً (درمختار) وفي الشامي: ولهٰذا صرّح في الذخيرة والمجتبىٰ بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهراً كان حسناً عند أبي حنيفة، ورجّحه

المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي لشبهة الإختلاف في كونها آية من كل سورةٍ. (شامي ٤٩٠/١ كراچی، ١٩٢/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۷/۹/۱۵ھ

ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا؟

سوال (۴۰٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہر سورت پر بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق مسنون ہے، اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک سورت ملانے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے، اور بہرحال حنفیہ کے نزدیک نماز میں بسم اللہ آہستہ آواز سے پڑھنا ہی افضل ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يفتتح صلاته بـ "بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم". (سنن الترمذي، الصلاة / باب من رأى الجهر بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم ٥٧/١ رقم: ٢٤٥)

عن أنس بن مالك رضي اللّٰه عنه قال: صليت خلف النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وخلف أبي بكر وعمر وعثمان رضي اللّٰه عنهم فلم أسمع أحدا منهم يجهر بـ "بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم". رواه النسائي بإسناد حسن على شرط الصحيح، كذا في المنتقى. (سنن النسائي، الافتتاح / باب ترك الجهر بـ"بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم" رقم: ٩٠٤، إعلاء السنن ١٩٨/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

والثالث أنه لا يجهر بها في الصلاة عندنا، خلافاً للشافعي. (شامي ١٩٢/٢ زكريا)

ويقرأ بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم ويسر بها ...... ثم عن أبي حنيفة أنه لا يأتي بها في أول كل ركعة كالتعوذ وعنه أنه يأتي بها احتياطاً، وهو قولهما، وقال ابن الهمام:

ومقتضى هٰذا سنيتها مع السورة. (هداية مع الفتح ۲۹۱/۱-۲۹۳ بيروت، فتح القدير ۲۹۱/۱)

وسمّى سرا في أول كل ركعة (درمختار) وفي الشامية: وذكر في المصفّٰى: أن الفتوىٰ على قول أبي يوسف أنه يسمى في أول كل ركعة ويخفيها. وذكر في المحيط: المختار قول محمد وهو أن يسمي قبل الفاتحة وقبل كل سورة في كل ركعة. (شامي ۱۹۲/۲ زكريا، البحر الرائق ۳۰۳/۱ كوئٹه، حلبی كبير / صفة الصلاة ۳۰۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا؟

سوال (۴۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کی پہلی رکعت میں ثناء، اعوذ باللہ، بسم اللہ، الحمد شریف پھر کوئی سورت؛ لیکن دوسری رکعت میں جب کھڑے ہوتے ہیں، تو الحمد شریف سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا مسنون ہے یا کسی صحابی سے منقول ہے؟ چاہے نماز فرض ہو یا سنت؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں جب بھی سورۂ فاتحہ پڑھی جائے اس سے پہلے آہستہ آواز میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يفتتح صلاته بـ ''بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم''. (سنن الترمذي، الصلاة / باب من رأى الجهر بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم ۵۷/۱ رقم: ۲٤٥)

ثم يسمى أي يقرأ بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم، فيأتي بها أي التسمية في أول كل ركعة ...... أما الأول فميل الشيخ حافظ الدين النسفي في كتبه وقاضي خان وصاحب الخلاصة وكثير إلى أنها سنة ...... لما روي عن أبي هريرة رضي

اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا قرأتم الحمد للّٰه، فاقرؤا: ''بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم''. (حلبي كبير ٣٠٦)

قوله: وسمى سراً في كل ركعة، أي في ابتداء كل ركعة. (البحر الرائق ٣١٢/١، الفتاوى الهندية ٧٤/١)

وتسن التسمية أول كل ركعة قبل الفاتحة؛ لأنه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يفتتح صلاته بـ ''بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم''. (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي ٢٦٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۸/ ۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں سورۂ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا؟

سوال (۴۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھنا چاہئے یا نہیں، اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے، اور ہر رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يفتتح صلاته بـ ''بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم''. (سنن الترمذي، الصلاة / باب من رأى الجهر بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم ٥٧/١ رقم: ٢٤٥)

ويأتي بها في أول كل ركعة وهو قول أبي يوسفؒ، كذا في المحيط، وفي الحجة وعليه الفتوىٰ هٰكذا في التاترخانية، ولا يسمىٰ بين الفاتحة والسورة، هٰكذا

في الوقاية والنقاية وهو الصحيح، هٰكذا في البدائع والجوهرة. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۷٤)

وقال في الشامي تحته: ويسمى سراً في أول كل ركعة لا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقاً ولا تكره اتفاقاً (درمختار) ولهٰذا صرح في الذخيرة والمجتبىٰ بأنه إن سمىٰ بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهراً كان حسناً عند أبي حنيفةؒ، ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها اٰية من كل سورة، بحر. (شامي ۱/ ٤۹۰ كراچي، شامي ۲/ ۱۹۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/ ۳/ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کے بعد آہستہ آمین کہنا؟

سوال (۴۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کے بعد آمین آہستہ کہی جائے یا بلند آواز سے کہی جائے، شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کو آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بحوالہ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک امام کے ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہنے پر مقتدی کو آہستہ آمین کہنی چاہئے، یہی افضل ہے۔ بعض احادیث اور متعدد صحابہ کے آثار سے اسی کی تائید ہوتی ہے، اور جن بعض روایات میں جہراً آمین کہنے کا ذکر ہے وہ زیادہ سے زیادہ بیانِ جواز پر محمول ہے، اس پر اصرار کرنا صحیح نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا قال الإمام: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِيْن﴾ فقولوا: آمين، فإنه من وافق قوله قول الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه. (صحيح البخاري ۱/ ۱۰۸ رقم: ۷۸۲، صحيح مسلم ۱/ ۱۷٦)

قال العلامة ظفر أحمد العثماني: ويستفاد منه أن الإمام يخفي بها؛ لأن تأمين الآمام لو كان مشروعًا بالجهر لما علّق النبي صلى الله عليه وسلم تأمينهم بقوله ﴿وَلا الضَّآلِّيْنَ﴾ بل علّق بقوله: ''آمين''. (إعلاء السنن ٢٤٦/٢ دار الكتب العلمية بيروت)

أخرج الترمذي بسنده عن علقمة بن وائل عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ولاَ الضَّآلِّيْنَ﴾ فقال: آمين، وخفض بها صوته. (سنن الترمذي ٥٨/١ رقم: ٢٤٨، مسند أحمد ٣١٦/٤، مسند أبي داؤد الطيالسي ١٣٨، سنن الدار قطني ٣٣٤/١، المعجم الكبير للطبراني ٤٥/٢٢ رقم: ١١٢)

قال أبو عبد الله الحاكم: حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه. (المستدرك للحاكم أبي عبد الله ٢٣٢/٢)

عن أبي وائل قال: كان علي وابن مسعود رضي الله عنهما لا يجهران ببسم الله الرحمٰن الرحيم، ولا بالتعوذ ولا بآمين. (المعجم الكبير للطبراني ٢٦٣/٩)

عن أبي وائل قال: كان عمر وعلي رضي الله عنهما لا يجهران ببسم الله الرحمٰن الرحيم، ولا بالتعوذ ولا بالتأمين. (طحاوي شريف ٢٦٣/١ جديد)

روينا عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه: يخفي الإمام أربعاً: التعوذ، وبسم الله الرحمٰن الرحيم، وآمين، وربنا لك الحمد. (المحلّي بالآثار اندلسی ٢٨٠/٢)

عن علقمة والأسود كلاهما عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: يخفى الإمام ثلاثاً: الاستعاذة، وبسم الله الرحمن الرحيم، وآمين. (المحلي بالآثار ٢٨٠/٢، بحواله: مسئله آمين بالسر کا تحقیقی جائزہ ص: ٨ (مفتی شبیر أحمد القاسمي)

قال شيخ الإسلام أبوبكر المرغيناني: وإذا قال الإمام: ﴿ولاَ الضَّآلِّيْنَ﴾ قال: آمين. ويقولها المؤتم، قال: ويخفونها. (فتح القدير مع الهداية ٣٠١/١)

قـال الشيـخ بدر الدين العيني : أي يخفي الإمام والقوم جميعًا لفظة آمين.

(العناية شرح الهداية ١/٥ ٢١)

وقـال مـحـمد في الموطأ بعد تخريج حديث التأمين: وبهذا نأخذ، ينبغي إذا فرغ الإمام من أم الكتاب أن يؤمن الإمام ويؤمن من خلفه، ولا يجهر بذٰلک.

(الموطأ لإمام محمد ١٠٣/١)

وسننها ...... والتامين وكونهن سراً. (الدر المختار / مطلب سنن الصلاة ١٧٢/٢ زکريا)

وإذا فـرغ مـن الـفـاتـحة قـال ''آميـن'' والسنة فيه الإخفاء ويخفى الإمام والماموم. (الفتاوىٰ التاتارخانية ١٦٧/٢ رقم: ٢٠٣٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۵/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حنفی شخص کا مذہبِ شافعی پر عمل کرتے ہوئے زور سے آمین کہنا؟

سـوال (۴۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پہلے امام ابوحنیفہؒ کا ماننے والا تھا، اب وہ شخص امام شافعیؒ کا ماننے والا بنتا ہے اور لوگوں سے بھی کہتا ہے کہ ''ولا الضالین'' کے بعد آمین بلند آواز سے کہا کرو، تو کیا یہ درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی مقلد شخص کا اپنے امام کی تقلید چھوڑ کر کسی خاص مسئلہ میں دوسرے امام کی تقلید کرنا درست نہیں؛ لیکن اگر وہ شخص واقعۃً حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کا ماننے والا بن گیا ہے، اور سبھی مسائل میں اس نے ان کی تقلید کرلی ہے تو اس کے لئے امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے جہراً آمین کہنے کی اجازت ہے؛ لیکن وہ دیگر حنفیوں کو اس پر مجبور نہیں کرسکتا اور نہ حنفی لوگوں کو اس کی پیروی کرنی چاہئے؛ اس لئے کہ بلا کسی وجہ کے محض نفسانی خواہش پر عمل کرتے ہوئے اپنا مسلک چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

وإن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقاً. (الدر المختار ۱/۷۵ کراچی، درمختار ۱/۱۷۷ زکریا)

فالمقلد إذا عمل بحكم من مذهب لا يرجع عنه إلى آخر من مذهب آخر، وقال الشيخ المناوي في شرح الجامع: وعلى غير المجتهد أن يقلد مذهبا معينا، وفي شرح جمع الجوامع المحلي: والأصح أنه يجب على العامي وغيره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين. (خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد ۷-۵ بحواله: إيضاح المسالك ۳۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۱۴/۵/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حنفی مسجد میں غیر مقلد کا زور سے آمین کہنا ؟

سوال (۴۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ماننے والوں کی اگر مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اور کوئی غیر مقلد شخص بآواز بلند آمین کہے، اور آواز کھینچ کر وہ اتنی زور سے کہے کہ آواز مسجد کے باہر چلی جائے، تو کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح آمین کہنا کہ دیگر نمازیوں میں تشویش پیدا ہو جائے، شریعت کے حکم کے قطعاً خلاف ہے، اس کی بالکل اجازت نہیں ہے، جو لوگ عمل بالحدیث کے زعم میں ایسی حرکت کرتے ہیں، وہ ناسمجھ ہیں، ان کو حکمت سے سمجھانے کی ضرورت ہے کہ آمین دراصل ایک دعائیہ کلمہ ہے، اور قرآنی آیت: ﴿**اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً**﴾ کے بموجب دعا میں اخفاء ہی افضل ہے۔ اس قرآنی حکم کو نظر انداز کر کے آمین بالجہر پر اصرار کرنا کوئی دین داری کی بات نہیں ہے۔

عن علقمة بن وائل عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ قال آمين، وخفض بها صوته. (سنن الترمذي ۵۸/۱، المعجم الكبير ۴۵/۲۲ رقم: ۱۱۲)

وإذا قال الإمام ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ قال آمين ويقولها المؤتم – إلى قوله – ويخفونها أي الإمام والمقتدون، لما روينا من حديث ابن مسعود؛ ولأنه دعاء فيكون مبناه على الخفاء. (هداية ۱۰۵/۱، فتح القدير ۲۹۵/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رکوع اور سجدہ کی تسبیح نہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۴۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سجدہ یا رکوع میں اگر تسبیح نہ پڑھے تو سجدہ یا رکوع ادا ہوگا یا نہیں؟ مقتدی اور منفرد دونوں حالتوں کا حکم وضاحت کے ساتھ مطلوب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: رکوع اور سجدہ میں تسبیح پڑھنا مسنون ہے، اگر کسی وجہ سے نہیں پڑھ سکا تو نماز صحیح ہو جائے گی؛ البتہ بلاوجہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا ركع أحدكم فليقل ثلاث مراتٍ: "سبحان ربي العظيم" ثلاثاً، وذٰلک أدناه، فإذا سجد فليقل: "سبحان ربي الأعلى" ثلاثاً، وذٰلک أدناه. (سنن أبي داؤد، تفريع أبواب الركوع والسجود / باب مقدار الركوع والسجود رقم: ۸۸۶ دار الفكر بيروت)

ويسن تسبيحه أي الركوع ثلاثاً، ويسن تسبيحه أي السجود بأن يقول: سبحان ربي الأعلىٰ. (مراقي الفلاح ۱۴۴-۱۴۶، مراقي الفلاح ۹۷-۹۸ بيروت)

وسننها ...... التسبيح فيه أي الركوع ثلاثا، فلو تركه أو نقصه كره تنزيها.

(درمختار مع الشامي ۱۷۳/۲ زکریا، بهشتی زیور ۱۹/۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۷/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جو "سبحان ربی العظیم" نہ کہہ سکے اس کا "سبحان ربی الکریم" کہنا کیسا ہے؟

سوال (۴۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ملفوظاتِ فقیہ الامت قسط اول ۲۵ پر ہے کہ حضرت فقیہ الامتؒ نے ارشاد فرمایا کہ:

"حق تعالیٰ شانہ کے نام میں جو حرف ہے اگر کوئی شخص اس کے صحیح پڑھنے پر قادر نہ ہو، تو فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کے بجائے دوسرا اسم کہہ لے جو کہ اس کے ہم معنی ہو، مثلاً "عظیم" حق تعالیٰ شانہ کے اسماء میں سے ہے، اگر اس کو صحیح کہنے پر قادر نہ ہو تو "سبحان ربی الکریم" کہہ لے"۔

برائے کرم اس میں بھی قولِ فیصل سے نوازیں کہ یہ صرف ملفوظ ہی ہے یا اس کو فتویٰ کی حیثیت حاصل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت اقدس مفتی صاحب کا مذکورہ ملفوظ بعینہٖ فقہی عبارت کا ترجمہ ہے، عبارت ملاحظہ کیجئے:

السنة في تسبيح الركوع "سبحان ربي العظيم" إلا إن كان يحسن الظاء، فيبدل به الكريم لئلا يجري على لسانه العزيم، فتفسد به الصلاة كذا في شرح درر البحار، فليحفظ فإن العامة عنه الغافلون. (شامي ۱۹۸/۲ زکریا، ۴۹٤/۱ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۶/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رکوع کے بعد کلماتِ تحمید کون سے افضل ہیں؟

سوال (۴۱۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رکوع کے بعد تحمید میں **"ربنا لک الحمد"**، **"ربنا ولک الحمد"**، **"اللّٰهم ربنا لک الحمد"** اور **"اللّٰهم ربنا ولک الحمد"** ان چاروں میں کونسے کلمات پڑھنا افضل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اس بارے میں فقہاء کی عبارات مختلف ہیں، بدائع الصنائع میں علامہ کاسانیؒ نے **"ربنا لک الحمد"** کے کلمہ کو اشہر قرار دیا ہے، جب کہ علامہ حصکفیؒ نے درمختار میں **"اللّٰهم ربنا ولک الحمد"** کو افضل قرار دیا ہے، اور علامہ شامیؒ نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے، ان کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ سب سے افضل **"اللّٰهم ربنا ولک الحمد"** ہے، اس کے بعد **"اللّٰهم ربنا لک الحمد"** کا درجہ ہے، پھر **"ربنا ولک الحمد"** کا، اور اخیر میں **"ربنا لک الحمد"** کا درجہ ہے، بہرحال اس مسئلہ میں کافی توسع ہے۔

عن أبي موسیٰ الأشعري وأبي هريرة رضي اللّٰه عنهما أنه قال: إنما جعل الإمام إماماً ليؤتم به فلا تختلفوا عليه...... وإذا قال: "سمع اللّٰه لمن حمده" فقولوا ربنا لک الحمد. (أخرجه مالك في المؤطا، الصلاة / باب ما جاء في التأمين خلف الإمام ٨٨/١، مسند أحمد ٤٥٩/٢، صحيح البخاري، الأذان / باب فضل اللّٰهم ربنا لك الحمد رقم: ٧٩٦، صحيح مسلم، الصلاة / باب التسميع والتحميد رقم: ٤٠٩، سنن أبي داؤد، الصلاة / باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع رقم: ٨٤٨، سنن الترمذي، الصلاة رقم: ٢٦٧)

اختلف الأخبار في لفظ التحميد، في بعضها: "ربنا لک الحمد" وفي بعضها: "ربنا ولک الحمد" وفي بعضها: "اللّٰهم ربنا لک الحمد" والأشهر هو الأول. (بدائع الصنائع ٤٩١/١)

ويكتفي بالتحميد المؤتم، وأفضله "اللّٰهم ربنا ولک الحمد"، ثم حذف الواو، ثم حذف اللّٰهم فقط، وفي الشامية: ثم حذف أي مع إثبات الواو، وبقي رابعة وهي حذفهما، والأربعة في الأفضلية على هذا الترتيب كما أفاده بالعطف بثم. (شامي ۲/ ۲۰۱ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا تسمیع کے ساتھ تحمید کہنا؟

سوال (۴۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام کے لئے "سمع اللّٰہ لمن حمده" کے ساتھ تحمید کہنا کیسا ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب تحریر کریں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس بارے میں امام صاحبؒ سے مشہور روایت یہ ہے کہ امام صرف تسمیع اور مقتدی صرف تحمید کہے، اور صاحبینؒ کا مذہب یہ ہے کہ امام دونوں کو جمع کرے، امام صاحبؒ کی ایک روایت صاحبینؒ کے موافق ہے اور متأخرین احناف اور امام طحاویؒ وغیرہ نے جمع کی روایت کو ہی ترجیح دی ہے؛ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ امام "سمع الله لمن حمده" کے بعد "ربنا لک الحمد" بھی کہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا رفع رأسه من الركوع قال: "سمع اللّٰه لمن حمده، ربنا لک الحمد". (صحيح البخاري، الأذان / باب ما يقول الإمام إذا رفع رأسه من الركوع رقم: ۷۹۵، صحيح مسلم رقم: ۳۹۲)

فيجمع بين التسميع والتحميد لو كان إماماً هٰذا قولهما وهو رواية عن الإمام اختارها الحاوي القدسي وكان الفضلي والطحاوي وجماعة من

المتأخرين يميلون إلى الجمع. (المراقي مع الطحطاوي ١٥٤)

ثـم يـرفع رأسه من ركوعه مسمعاً ويكتفى به الإمام، وقالا : يضم التحميد سـراً. (درمـختـار) **وقـال الشـامـي: هو رواية عن الإمام أيضاً؛ وإليه مال الفضلي والـطـحـاوي وجماعة من المتأخرين. معراج عن الظهيرية. واختاره في الحاوي القدسي، ومشي عليه في نور الإيضاح، لكن المتون على قول الإمام.** (الدرالختار مع الشامي ٢٠١/٢ زكريا، بدائع الصنائع ٤٨٩/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا قومہ اور جلسہ میں اَذکار اور دعائیں پڑھنا؟

سـوال (۴۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث میں ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھا رہے تھے، مقتدی صحابہ میں سے کسی صحابی نے قومہ میں تحمید کے بعد ’’**حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا فيه**‘‘ پڑھی، نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ یہ کلمات کس نے پڑھے؟ تو ایک صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے پڑھے، آپ نے فرمایا کہ تیس سے زیادہ فرشتوں کو میں نے ان کلمات کی طرف سبقت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (بخاری شریف رقم:۷۹۹)

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اتنی دیر ٹھہرتے تھے کہ ہم لوگ کہتے تھے کہ آپ سجدہ کرنا بھول گئے۔ (بخاری شریف حدیث:۸۰۰)

ظاہر ہے کہ یہ جماعت کی نماز کا واقعہ ہے، تو اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ہونے کی حالت میں طویل قومہ فرمایا۔

چناں چہ حافظ ابن حجرؒ نے احادیث شریفہ اور آثار صحابہ سے قومہ میں پڑھی جانے والی طویل اور مختصر دعائیں نقل کرنے کے بعد علامہ نووی اور امام ابن دقیق العیدؒ کے حوالہ سے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ قومہ میں طویل اعتدال ہی راجح ہے۔

قال ابن دقيق العيد: هٰذا الحديث يدل على أن الاعتدال ركن طويل...... ومن ثم اختار النووي جواز تطويل الركن القصير بالذكر ...... وقال النووي: والأقوىٰ جواز الاطالة بالذكر. (فتح الباري ٣٦٨/٣ بيروت)

لہٰذا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا دعاؤں کا قومہ کے اندر پڑھنا امام اور مقتدی دونوں کے لئے جائز ہے یا صرف مقتدی کے لئے گنجائش ہے، اگر امام کے لئے ان کلمات کے پڑھنے سے رکن کے طویل ہونے کی بات کہی جائے گی، تو مذکورہ حدیث کا کیا جواب ہوگا؟ جس میں صحابہ کو گویا یہ گمان ہونے لگتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنا بھول گئے، احادیث وآثار اور فقہی جزئیات کی روشنی میں اس طرح جواب تحریر فرمائیں کہ تعارض بھی ختم ہوجائے اور بات بھی واضح ہوجائے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قومہ اور جلسہ میں طویل ذکر اور دعا کرنا امام اور منفرد دونوں کے لئے جائز ہے، یعنی ان دعاؤں کو پڑھنے سے نماز میں کسی طرح کی خرابی نہیں آتی؛ تاہم فقہاء احناف نے یہ صراحت فرمائی ہے کہ جماعت کی نماز میں چوں کہ ہر طرح کے لوگ شریک رہتے ہیں، اس لئے امام کے لئے اولیٰ یہی ہے کہ وہ قومہ اور جلسہ میں زائد ذکر ودعا نہ کرے؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے بعض مقتدیوں کو گرانی ہوسکتی ہے؛ تاہم اگر کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو، تو اس کے لئے ان مواقع میں طویل اذکار اور دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جماعت کی نماز میں عام طور پر تخفیف ہی کا معمول تھا؛ لیکن بعض مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کے لئے تطویل اختیار فرمائی۔

آپ نے سوال میں اس طرح کی جن روایات کا حوالہ دیا ہے، وہ خاص وقت یا بیانِ جواز ہی پر محمول ہیں، ورنہ عام طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہ تھا، اس لئے پیغمبر علیہ السلام کے عمل اور حضراتِ فقہاء کی صراحتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

قال أبو يوسف: سألت الإمام أيقول الرجل إذا رفع رأسه من الركوع والسجود: ''اللّٰهم اغفرلي''؟ قال: يقول: ''ربنا لک الحمد''، وسكت. ولقد أحسن في الجواب إذ لم ينه عن الاستغفار، نهر وغيره. أقول: بل فيه إشارة إلى أنه غير مكروه، إذ لو كان مكروهًا لنهىٰ عنه كما ينهي عن القراءة في الركوع والسجود، وعدم كونه مسنوناً لا ينافي الجواز كالتسمية بين الفاتحة والسورة؛ بل ينبغي أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدتين خروجاً من خلاف الإمام أحمد، لإبطاله الصلاة بتركه عامدًا ولم أر من صرّح بذٰلک عندنا، لكن صرّحوا باستحباب مراعاة الخلاف، واللّٰه أعلم. (شامي ٢١٢/٢-٢١٣ زكريا، ٥٠٥/١ كراچی)

على أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن حالة الانفراد، أو الجماعة والمامومون محصورون لا يتثقلون بذٰلک كما نص عليه الشافعية، ولا ضرر في التزامه، وإن لم يصرح به مشايخنا، فإن القواعد الشرعية لا تنبو عنه، كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقراءة كما ثبت في السنة. (شامي ٢١٣/٢ زكريا، ٥٠٦/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''سمع اللّٰه لمن حمده'' کی جگہ ''اللّٰه أكبر'' کہنا؟

سوال (۴۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے بحالتِ نماز ''سمع اللّٰه لمن حمده'' کی جگہ ''اللّٰه أكبر'' کہہ دیا اور

پھر ”سمع اللّٰہ لمن حمدہ“ بھی کہہ دیا، تو اس کی وجہ سے امام پر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اور نماز میں کچھ خرابی آئے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں بھول کر ایسا کرنے سے نہ تو نماز فاسد ہوئی، اور نہ ہی سجدۂ سہو لازم ہوا؛ اس لئے کہ سجدۂ سہو ترکِ واجب سے لازم ہوتا ہے، اور یہاں کوئی واجب ترک نہیں ہوا؛ کیوں کہ ”سمع اللّٰہ لمن حمدہ“ کہنا واجب نہیں؛ بلکہ صرف مسنون ہے۔

ولایجب السجود إلا بترک واجب – إلی قولہ – ولا یجب بترک التعوذ وتکبیرات الانتقال إلا في تکبیرۃ رکوع الرکعۃ الثانیۃ من صلوۃ العید.

(الفتاویٰ الهندیة ۱/۱۲٦) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

قومہ سے سجدے میں جاتے ہوئے گھٹنے پر ہاتھ رکھنا؟

سوال (۴۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قومہ سے سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ کہاں رکھے جائیں؟ گھٹنے پر رکھنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہ ہو تو کہاں رکھیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدے میں جانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سر اور سینہ کو جھکائے بغیر پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے، اس کے بعد سجدہ کرے، اور سجدہ میں جاتے وقت گھٹنے موڑنے سے پہلے سر اور سینہ کو جھکانا اور باقاعدہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا خلافِ سنت ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/۵۰)

لیکن اگر اولاً گھٹنے زمین پر ٹیکے، اس کے بعد سر جھکاتے وقت ہاتھ ران یا گھٹنے پر رکھے گئے تو یہ خلافِ سنت نہیں ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں ترتیب کے خلاف کوئی بات نہیں پائی جارہی ہے۔

ویسجد واضعاً رکبتیه أولاً لقربهما من الأرض، ثم یدیه إلا لعذر، ثم وجهه مقدماً أنفه لما مر (درمختار مع الشامي ۲/۲۰۲ زکریا)

ویخر للسجود قائماً مستویاً لا منحنیًا لئلا یزید رکوعاً آخر، یدل علیه ما في التاتارخانیة، لو صلی، فلما تکلم تذکر أنه ترک رکوعاً فإن کان صلی صلاة العلماء الاتقیاء أعاد، وإن صلی صلاة العوام فلا؛ لأن العالم التقي ینحط للسجود قائماً مستویاً والعامي ینحط منحنیاً وذٰلک رکوع؛ لأن قلیل الانحناء محسوب من الرکوع، تأمل. (شامي ۲/۲۰۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۵/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیرِ انتقالیہ اور سلام کا مسنون طریقہ

سوال (۴۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رکوع میں جانے کے بعد تکبیر ''اللہ اکبر'' کہنا، سجدہ میں جاکر ''اللہ اکبر'' کہنا کیسا ہے؟ سلام کعبہ کی طرف منہ کرکے ''السلام علیکم'' کہہ کر کندھے کی طرف ''ورحمۃ اللہ'' کہنا اور بائیں کندھے سے ہی دوسرا سلام شروع کردینا کیسا ہے؟ سلام کعبہ کو کرنا ہے یا فرشتوں یا مقتدیوں کو؟ یعنی پہلے دائیں کندھے کی طرف سر گھمانا پھر سلام کہنا ہے، اسی طرح بائیں کندھے کی طرف سر گھمانا ہے، پھر سلام کہنا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سنت یہ ہے کہ جس وقت سے انتقالِ رکن شروع ہو وہیں سے تکبیر شروع کی جائے اور اسے دوسرے رکن پر جاکر ختم کیا جائے۔ مثلاً: قیام سے جب

رکوع کا ارادہ ہو تو جھکنے سے پہلے تکبیر شروع ہو، اور جھکنے کے بعد تکبیر ختم ہو؛ لہٰذا کھڑے کھڑے پوری تکبیر کہنا یا رکوع میں جانے کے بعد پوری تکبیر کہنا خلافِ سنت ہوگا۔ اور سلام میں تفصیل یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ رہتے ہوئے سلام شروع کیا جائے اور لفظ ''علیکم'' اس وقت ادا کیا جائے جب دائیں طرف رخ ہو جائے، یہی صورت دوسرے سلام میں بھی اپنائی جائے، اس کے خلاف کرنا مناسب نہیں ہے، اگرچہ اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

لأن السنة أن يكون ابتداء الذكر عند ابتداء الانتقال وانتهائه عند انتهائه كما تقدم فمخالفة ذلک مخالفة للسنة فيكره. (حلبي كبير ٣٥٧)

فيشير عند النطق بالتسليمة للقبلة ويختمها بالتيامن عند النطق بالكاف والميم من ''عليكم'' حتى يرى من خلفه صفحة وجهه. (الفقه الإسلامي وأدلته ٥٧٨/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۵/۶/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تکبیراتِ انتقالیہ کی ابتداء اور انتہاء کہاں سے ہوگی؟

سوال (۴۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تکبیراتِ انتقالیہ کی ابتداء اور انتہاء کہاں سے ہوگی؟ مثلاً قومہ سے سجدے میں جانے والی تکبیر اقرب الی السجود ہو کر شروع کی جائے اور آدھی تکبیر کا تلفظ سجدہ کی حالت میں ہو، جس کی وجہ سے سجدہ کی تسبیحات میں تاخیر اور پیچھے مصلیان میں اقتدا میں خلفشار ہو کہ کچھ امام کی ہیئت کی اقتدا کریں اور کچھ آواز کی، تو یہ صحیح ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تکبیراتِ انتقالیہ کی ابتداء اور انتہاء کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ ہی تکبیرات شروع کر دی جائے

اور دوسرے رکن میں پہنچتے ہی تکبیر پوری کردی جائے؛ لہٰذا سجدہ میں جھکتے ہی تکبیر شروع کردی جائے اور پیشانی زمین پر رکھتے ہی تکبیر ختم کردی جائے۔

عن عبد اللّٰه ابن مسعود رضي اللّٰه عنه كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يكبر في كل خفض ورفع وقيام وقعود. وعن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يكبر وهو يهوي (وفي هامش) أي يهبط للسجود. (سنن الترمذي ٥٩/١)

ويبدأ بالتكبير حين يشرع في الهوى إلى السجود ويمده حتى يضع جبهته على الأرض. (نووی علی مسلم مکمل ٣٤٤، عمدة القاري ٦٦ ٨٠) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۳/۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام صاحب کا تکبیراتِ انتقالیہ کو مختصر کہنا؟

سوال (۴۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب امام ہیں، نماز میں تکبیراتِ انتقالیہ کو اصولِ تجوید کے مطابق مداصلی کی مقدار میں ادا کرتے ہیں، جس کی وجہ سے تکبیروں کی آواز مختصر ہوگئی ہے، یعنی قیام سے سجدہ کے لئے اور سجدہ سے قیام کے لئے تکبیرات اتنی نہیں کرتے جتنا کہ مروج ہے؛ بلکہ قعود سے سجدہ کے لئے اور سجدہ سے قعود کے لئے جیسے تکبیریں کہی جاتی ہیں اسی طرح سے کہتے ہیں، جیسا کہ یہ طریقہ حضرت والا مولانا ابرار الحق صاحبؒ کے یہاں معمول ہے اور حضرت اس کی تلقین بھی فرماتے ہیں، غور طلب امر یہ ہے کہ کیا امام کا ایسا کرنا صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو کیا اس پر مقتدی کا تنقید کرنا بجا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کے لئے تکبیراتِ انتقالیہ میں ''اللہ اکبر'' کے لام کو اتنا کھینچنا کہ ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہوجائے نہ صرف جائز؛ بلکہ افضل ہے، اور اس

میں مداصلی (ایک الف) کی تحدید نہیں ہے؛ بلکہ حسبِ ضرورت دو تین الف بھی کھینچ سکتے ہیں، اس بارے میں مفتاح الکمال (مؤلفہ: حضرت مولانا قاری محمد فتح صاحب پانی پتیؒ) اور کمال الفرقان حاشیہ جمال القرآن میں مد معنوی کی بحث کرتے ہوئے اللہ کے لام کو ۵؍الف تک کھینچنے کی اجازت دی ہے، نیز ملفوظاتِ فقیہ الامت ۲۲/۶ کے ایک ملفوظ سے بھی اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے، اور امام نوویؒ ''الاذکار'' میں تحریر فرماتے ہیں:

وأما باقي التكبرات فالمذهب الصحيح المختار استحباب مدها إلى أن يصل إلى الركن الذي بعدها، وقيل: لا تمد فلو مد ما لم يمد، أو ترك مد ما لم يمد، لم تبطل صلاته لكن فاتته الفضيلة. (الأذكار للنووي ١/ ٥٠)

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب کہ امام کی مختصر تکبیرات سے مقتدی حضرات مطمئن نہیں ہیں، تو امام صاحب کو چاہئے کہ وہ تکبیراتِ انتقالیہ میں کچھ مد کرلیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۸/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر تکبیراتِ انتقالیہ میں صرف لفظ ''اللہ'' کہا جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال (۴۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تکبیراتِ انتقالیہ میں اگر فقط لفظ ''اللہ'' کا تلفظ ہوا اور لفظ ''اکبر'' چھوڑ دیا جائے، تو کیا یہ انتقال کی تکبیر کہی جائے گی؟ نماز میں تکبیراتِ انتقالیہ میں ایسے تلفظ کی عادت بنالی جائے تو گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تکبیراتِ انتقالیہ سب کی سب مسنون ہیں، ان کے جز یا کل کے چھوٹ جانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

تكبيرة الانتقالات سنة أم واجبة؟ فقال قوم: هي سنة. (عمدة القاري ٦/ ٥٨)

ويسن جهر الإمام بالتكبير والتسميع والسلام كي يسمعه المأمومون الذين يصلون خلفه وهٰذا الجهر سنة باتفاق ثلاثة. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ١٤٥)

عن جابر ابن يزيد قال: صليت مع ابن عباس رضي الله عنهما بالبصرة ولم يكبر هٰذا التكبير بالرفع والخفض، قلت: المشهور هؤلاء التكبير في الخفض والرفع، وروايات هؤلاء محمولة على أنهم قد تركوه أحيانا بيانا للجواز أو الراوي لم يسمع ذلک لهم لخفاء الصوت. (عمدة القاري ٥٨/٦)

ويرون عن عثمان رضي اللّٰه عنه أنه كان لايتم التكبير وتأويل حديث كان لا يتم التكبير ...... أي جهر أي يخافت بآخر التكبير كما هو عادة بعض الأئمة. (المبسوط قديم ١٩/١)

وفيه إشارة إلى أن التكبير الذي ذكره كان قد ترک وأول من تركه عثمان حين كبر وضعف صوته. (حاشية صحيح البخاري ١٠٨/١)

تکبیراتِ انتقالیہ یعنی صرف لفظ ''اللہ'' کی عادت بنالینا اور ''اکبر'' کا تلفظ چھوڑ دینا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

يكره ترک الأذكار المسنونة يريد به الاستفتاح وتكبيرات الركوع والسجود. (الفتاویٰ التاتارخانية ١٩٩/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۴؍صفر ۱۴۳۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سجدہ سے قیام کی طرف جاتے ہوئے لفظ ''اللہ'' کو تین الف کے برابر کھینچنا؟

سوال (۴۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم جب قومہ سے سجدہ میں جاتے ہیں اور سجدہ سے قیام کے لئے آتے ہیں، تو تکبیر کہتے وقت لفظ ''اللہ'' کا لام تین الف کے برابر ہو جاتا ہے، ہمارے ذہن میں کتاب المسائل ۳۵۶ کی وہ عبارت ہے، جس میں لکھا ہے کہ تکبیرِ انتقالیہ پورے عمل کے اختتام تک باقی رکھیں، مگر ہمارے ایک

عالم حضرت محی السنہؒ کے حوالہ سے اس کو غلط بتاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ لفظ ''اللہ'' کو ایک الف سے زیادہ کھینچنے کی ممانعت تکبیراتِ انتقالیہ میں بھی ہے، کیا یہاں فقہاء اور قراء کا اختلاف ہے؟ نماز میں کس پر عمل کریں، کیا لفظ ''اللہ'' کے لام کو ایک الف سے زیادہ کھینچنے میں تکبیراتِ انتقالیہ پر کوئی اثر پڑے گا؟ جیسا بھی ہو فیصلہ فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لفظ ''اللہ'' کے مدِاصلی میں ایک الف کی تحدید قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے وقت ہے، اور غیر قرآن مثلاً اذان اور تکبیراتِ انتقالیہ میں اہل تجوید کے نزدیک ایک الف کی تحدید نہیں ہے؛ بلکہ حسبِ ضرورت پانچ الف تک مد کی گنجائش ہے؛ لہٰذا تکبیراتِ انتقالیہ میں اگر ایک دو الف کھینچ لیا جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ بلاضرورت زائد مد نہیں کرنا چاہئے۔ (مستفاد: کمال الفرقان شرح جمال القرآن ۱۴۹)

والحاصل أنه لايجوز الزيادة على مقدار خمس ألفات إجماعاً. (المسخ الفكرية شرح المقدمة الجزرية لملا علي القاري ٥٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کلمۂ شہادت پر انگلی اٹھانے کے بعد مٹھی برقرار رکھنا

سوال (۴۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قعدہ میں کلمہ شہادت کہتے وقت انگلی اٹھانے کے بعد مٹھی بند رکھی جائے یا کھول دینی چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قعدہ میں ''اشہد ان لا الٰہ'' کہتے وقت انگلی اٹھائی جائے گی، اور ''الا اللہ'' پر انگلی جھکا دی جائے گی، مگر حلقہ (مٹھی) کو اخیر نماز تک باقی رکھا جائے گا۔

أخرج مسلم بسنده إذا قعد يدعو ...... وأشار بإصبعه السبابة ووضع

إبهامه على إصبعه الوسطىٰ، ويُلقم كفه اليسرىٰ ركبته. (صحيح مسلم ۱/۲۱٦ رقم: ۵۷۹، سنن النسائي ۱/۱٤۲ رقم: ۱۲٦۹)

عن علي بن عبد الرحمن بن المعاوي قال: قلت لابن عمر: كيف كان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يصنع؟ قال: كان إذا جلس في الصلاة وضع كفه اليمنى على فخذه اليمنى وقبض أصابعه كلها، وأشار بإصبعه التي تلي الإبهام، ووضع كفه اليسرىٰ على فخذه اليسرىٰ. (سنن أبي داؤد، تفريع أبواب الركوع والسجود / باب الإشارة في التشهد رقم: ۹۸۷ دار الفكر بيروت)

الصحيح أنه يشير بمسبحته وحدها يرفعها عند النفي ويضعها عند الإثبات. (درمختار ۲/۲۱۸ زكريا)

ثم يستمر على ذٰلک؛ لأنه ثبت العقد عند ذٰلک بلا خلاف، ولم يوجد أمر بتغيره، فالأصل بقاء الشيء على ما هو عليه. (ملا علي قاري نقلاً عن التعليق الممجد، امداد الفتاویٰ ۱/۲۰۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۹/۷/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تشہد میں عقد وحلقہ کی ہیئت کب تک رکھیں؟

سوال (۴۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تشہد میں عقد وحلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھنے کا حکم سنت ہے یا مستحب یا واجب؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: قعدہ میں ''الا اللہ'' پر انگلی گرا کر اخیر نماز تک عقد وحلقہ کی صورت باقی رکھنا مسنون ہے، ابوداؤد ونسائی کی روایت سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے اس مسئلہ پر مفصل کلام کیا ہے، جو امداد الفتاویٰ ۱/۲۰۶ تا ۲۱۴ پر درج ہے، نیز ملا علی قاریؒ کی یہ عبارت اس مسئلہ پر صریح ہے، جسے علامہ رافعی نے نقل کیا ہے۔

والصحيح المختار عند جمهور أصحابنا أنه يضع كفيه على فخذيه ثم بوصوله إلى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والإبهام ويشير بالمسبحة رافعاً لها عند النفي واضعاً لها عند الإثبات، ثم يستمر على ذٰلک؛ لأنه ثبت العقد عند الإشارة بلا خلاف، ولم يوجد أمر بتغييره، والأصل بقاء الشيء على ما عليه واستصحابه إلى آخر الأمر. (تقريراتِ رافعی علی رد المحتار ۶۳/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تشہد میں شہادت کی انگلی اُٹھاتے وقت نگاہ کہاں رکھیں؟

سوال (۴۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فتاویٰ عبدالحی ۲۰۳ کے حوالہ سے زید کہتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد پڑھتے وقت نماز میں کلمہ شہادت پر انگلی اٹھانے اور اشارہ کرنے کے وقت نظر مبارک انگلی پر رکھتے تھے، کسی دوسری جانب نہیں دیکھتے تھے، جب کہ بیٹھنے کی حالت میں نگاہ گود میں دونوں رانوں کے بیچ میں رہنی چاہئے، ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قعدہ کی حالت میں نمازی کی نگاہ گود پر رہنی چاہئے، اور تشہد میں انگلی اٹھاتے وقت خصوصیت سے انگلی پر نظر رکھنے کا جو حکم ہے، وہ اس لئے ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ شہادت کی انگلی اٹھاتے وقت نظر آسمان کی طرف کرلیا کرتے تھے، تو اس عمل پر نکیر کرنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک انگلی سے تجاوز نہیں کرتی تھی، ورنہ تو قعدہ کی حالت میں انگلیاں اور گود سب ایک ہی جگہ پر رہتی ہے، ان میں کوئی تعارض نہیں۔

عن عامر بن عبد اللّٰه ابن الزبير عن أبيه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا قعد في التشهد وضع كفه اليسرى على فخذه اليسرى، وأشار بالسبابة لا يجاوز بصره إشارته. (سنن النسائي ۱۸۷/۱ رقم: ۱۲۷۱)

قوله: لايجاوز بصره إشارته أي بل كان يتبع بصره إشارته؛ لأنه الأدب الموافق ...... للخضوع، والمعنى لاينظر إلى السماء حين الإشارة إلى التوحيد كما هو عادة بعض العوام، بل ينظر إصبعه ولايجاوز بصره عنها. (إعلاء السنن ۱۱۲/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قعدۂ اخیرہ میں درود شریف کے بعد مسنون دعائیں پڑھنا؟

سوال (۴۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرض نماز میں امام کے پیچھے تشہد ودعائیں (ماثورہ) سے فراغت کے بعد سلام سے پہلے دیگر دعائیں مثلاً: ”رب زدنی علمًا“ وغیرہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قعدۂ اخیرہ میں درود شریف کے بعد قرآنِ کریم یا احادیث میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں ان کو پڑھ سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا فرغ أحدكم من التشهد الأخر فليتعوذ باللّٰه من أربع: من عذاب جهنم، و من عذاب القبر، و من فتنة المحيا و الممات، ومن شر المسيح الدجال. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب ما يقول بعد التشهد رقم: ۹۸۳، و مثله في صحيح مسلم ۲۱۷/۱)

ویدعو بالدعوات الماثورة أي المنقولة عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم الخ، ویدعو بما یشبه ألفاظ القرآن. (حلبي کبیر ۳۳۵ لاهور) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۵/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں سلام پھیرتے وقت چہرہ کب پھیریں؟

سوال (۴۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب نے ''البحر الرائق'' کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہا کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت لفظ ''السلام'' تک چہرہ کو نہ پھیرے؛ بلکہ ''علیکم'' پر رخ پھیرے، کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احقر کو یہ مسئلہ ''البحر الرائق'' میں نہیں ملا، عام کتابوں میں لفظ ''السلام'' کے ساتھ ہی امام اور منفرد کے لئے چہرہ دائیں بائیں پھیرنے کا حکم لکھا ہے؛ البتہ مقتدی کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ جب امام سلام پھیر چکے تو وہ بعد میں سلام پھیرے۔

ویحول في التسلیمة الأولیٰ وجهه عن یمینه حتی یری بیاض خده الأیمن، وفي التسلیمة الثانیة عن یساره حتی یری بیاض خده الأیسر، وفي القنیة: وهو الأصح. (الفتاویٰ الهندیة ۱/۷۶-۷۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۸/۸/۱۴۱۷ھ

سلام پھیرتے وقت چہرہ کب پھیریں؟

سوال (۴۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے اخیر میں جب سلام پھیرتے ہیں تو ''السلام علیکم'' کہنے کے بعد دائیں بائیں چہرہ پھریں، یا ''السلام علیکم'' کہنے کے ساتھ ساتھ چہرہ پھریں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ’’السلام علیکم‘‘ کہتے ہوئے دائیں بائیں چہرہ پھیرنا چاہئے۔

عن عبد اللّٰہ عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه کان یسلم عن یمینه وعن یساره ’’السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاته‘‘. (سنن الترمذي ٦٥/١، رقم: ٢٩٤)

ثم یسلم عن یمینه ویساره ...... قائلاً: ’’السلام علیکم ورحمة اللّٰہ‘‘ هو السنة. (درمختار مع الشامي ٢٤٠/٢ زکریا، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ١٨٨/٢ رقم: ٢٠٩٦ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١٤/٩/١٤٢٨ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کے دوسرے سلام کی آواز پہلے سے پست کرنا؟

سوال (٤٣٠): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نماز کا سلام پھیرنے کے وقت ایک طرف بلند آواز کرتے ہیں، اور دوسری جانب آہستہ آواز کرتے ہیں، غرض ہم نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ یہ عمل نماز کے سلام کے وقت کیسا ہے، یعنی سنت ہے یا پھر صرف ثابت ہے، یا بدعت ہے؟ تو کوئی جواب نہیں ملا، اس مسئلہ پر آپ توجہ فرماکر جواب عنایت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: فقہاء احناف نے صراحت کی ہے کہ نماز کے دوسرے سلام کی آواز پہلے سلام کے مقابلہ میں آہستہ ہونا سنت ہے، اور یہاں سنت ادب کے معنی میں ہے؛ اس لئے مناسب یہی ہے کہ نماز پڑھاتے ہوئے اس ادب کا خیال رکھا جائے۔

والسنة للإمام في السلام أن تکون التسلیمة الثانیة أخفض، أي أسفل من التسلیمة الأولی من الصوت، وهذا بناء علی أن السنة في حقه الجهر في أذکار

الانتقالات جميعها لأجل الإعلام بانتقاله من حال إلى حال، فكذا يسن له الجهر بالتسليم إلا أن التسليمة الأولى للانتقال فلابد من تمام الجهر بها كسائر أذكار الانتقالات بخلاف الثانية، فإنها للتسوية مع أن الأولى دالة على تعقيبها إياها فلا حاجة إلى زيادة الجهر بها. (حلبي كبير ٣٤٠، المحيط البرهاني ١٢٨/٢، طحطاوي ١٥٠، درمختار ٢١٣/٢ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۰/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا فرض نمازوں کے بعد قبلہ رو بیٹھے رہنا اور مقتدیوں کی طرف متوجہ نہ ہونا؟

سوال (۴۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے وہ نماز کے ختم ہونے کے بعد ہمیشہ قبلہ رو بیٹھا رہتا ہے، اس کا یہ عمل خلافِ سنت ہے یا نہیں؟ اگر کبھی کبھی قبلہ رو بیٹھے تو اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جن نمازں کے بعد سنتیں نہیں ہیں، جیسے فجر اور عصر، ان میں امام صاحب کو سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ سے ہٹ کر بیٹھے ہوئے تسبیحات پڑھنی چاہئیں، یہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے؛ لہٰذا مذکورہ امام صاحب کا سلام کے بعد مسلسل قبلہ رو بیٹھنے کا معمول بنالینا سنت کے خلاف اور مکروہ ہے، انہیں چاہئے کہ وہ دائیں یا بائیں یا مقتدیوں کی جانب رخ کر کے تسبیحات پڑھا کریں۔

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى صلاة أقبل علينا بوجه. (صحيح البخاري ١١٨/١)

عن قبيصة بن هلب عن أبيه رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله

علیه وسلم يؤمّنا فينصرف على جانبيه جميعاً على يمينه وعلى شماله. والعمل عليه عند أهل العلم أنه ينصرف على أي جانبيه شاء، وإن شاء عن يمينه وإن شاء عن يساره، وقد صح الأمران عن رسول الله صلى الله عليه وسلم. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في الإنصراف عن يمينه وعن يساره ٦٦/١)

وفي الباب حديث أنس رضي الله عنه رقم: (٧٠٨) وحديث ابن مسعود أخرجه البخاري رقم: (٨٥٢) ومسلم رقم: (٧٠٧) وأبو داؤد رقم: (١٠٤٢) والنسائي رقم: (١٣٦٠)

فإن كانت صلاة لا تصلي بعدها سنة، كالفجر والعصر، فإن شاء الإمام قام، وإن شاء قعد في مكانه يشتغل بالدعاء؛ لأنه لا تطوع بعد هاتين الصلاتين، فلا بأس بالقعود إلا أنه يكره المكث على هيئته مستقبل القبلة. (بدائع الصنائع ٣٩٣/١ زكريا)

وكذا يكره مكثه قاعداً في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لا تطوع بعدها كما في شرح المنية عن الخلاصة، والكراهة تنزيهية، كما دلت عليه عبارة الخانية. (شامي ٢٤٨/٢ زكريا)

وإن كان لا يتنفل بعدها يقعد مكانه، وإن شاء انحرف يميناً أو شمالاً وإن شاء استقبلهم بوجهه. (البحر الرائق / باب صفة الصلاة ٥٨٥/١ رشيدية، كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار ٢٣٣/١ دار المعرفة بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۷/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام فجر اور عصر میں کس طرف رُخ کر کے بیٹھے؟

سوال (۴۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ فجر اور عصر میں تسبیح کے لئے ایک ہی سمت کو مخصوص کر لینا اپنی نماز میں شیطان کو شریک کر لینا ہے۔ (ترمذی شریف)

ہمارے امام صاحب قریب ڈھائی تین سال سے لگا تار مقتدیوں کی طرف منہ کرکے ہی بیٹھتے ہیں، کبھی دکھن اتر، شمال جنوب کی طرف منہ کرکے نہیں بیٹھتے، افضل کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس روایت کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ کوئی آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ ایک ہی جانب رخ کرکے بیٹھنا ضروری ہے، اور اس کے خلاف کرنا غلط ہے؛ لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو؛ بلکہ حسبِ ضرورت کسی بھی جانب بیٹھتا ہو تو وہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہے، شریعت میں اس سلسلہ میں کوئی تحدید نہیں ہے، اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دائیں بائیں دونوں جانب بیٹھنا ثابت ہے۔

عن السدي قال سألت أنساً كيف أنصرف إذا صليت عن يميني أو يسارى؟ قال: أما أنا فأكثر ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينصرف عن يمينه.

(صحيح مسلم ۲۴۷/۲ رقم: ۷۰۸)

عن قبيصة بن هلب عن أبيه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤمنا فينصرف على جانبيه جميعاً على يمينه وعلى شماله. (سنن الترمذي ۴۰/۱ رقم: ۳۰۱)

وقال حسن، وصححه ابن عبد البر في الاستيعاب. (نيل الأوطار ۲۰۹/۲، بحواله: إعلاء السنن ۱۸۴/۳ رقم: ۹۰۳ دار الكتب العلمية بيروت)

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى صلاة أقبل علينا بوجهه. (صحيح البخاري ۱۱۸/۱ رقم: ۸۴۵)

عن على أنه قال: إذا كانت حاجته عن يمينه أخذ عن يمينه، وإن كانت عن يساره أخذ عن يساره، قال على القاري في شرحه: فقلت إذا كان المصلي له حاجة يتصرف إلى جانبه، واليمين أولى؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم يحب التيامن في كل شيء لاينصرف إلا عن يمينه، فمن اعتقد ذلک فقد تابع الشيطان فى اعتقاده حقية ماليس بحق عليه. (مرقاة المفاتيح ۳۵۲/۲ أشرفي)

ویستحب للامام بعد سلامه أن یتحول إلی یمین القبلة وهو الجانب المقابل إلی جهة یساره وجعل القبلة عن یساره، وهٰذا أولیٰ لما في مسلم کنا إذا صلینا خلف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أحببنا أن نکون من یمینه حتی یقبل علینا. (طحطاوي علی المراقي ۱۷۱، شامي ۲/ ۲۴۸ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فجر اور عصر بعد امام دائیں طرف منہ کرکے بیٹھے یا بائیں طرف؟

سوال (۴۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر اور عصر کی نماز کے بعد امام صاحب جب تسبیح پڑھتے ہیں، تو امام صاحب کو منہ کس طرف کرکے بیٹھنا چاہئے؟ دائیں طرف منہ کرے یا بائیں طرف منہ کرے یا بالکل عین مقتدیوں کے منہ کی طرف اپنا منہ کرے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بیٹھا کرتے تھے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن فرض نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے، اس میں اگر امام تسبیح کے لئے بیٹھے تو دائیں طرف منہ کرکے یا بائیں طرف منہ کرکے یا عین مقتدی کی طرف کرکے تینوں طرح بیٹھنے کا اختیار ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تینوں طریقے مروی ہیں؛ البتہ دائیں طرف منہ کرکے بیٹھنا افضل اور اولیٰ ہے۔

عن السدي قال: سألت أنساً کیف أنصرف إذا صلیت عن یمیني أو یساری؟ قال: أما أنا فأکثر ما رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ینصرف عن یمینه. (صحیح مسلم ۲/ ۲۴۷ رقم: ۷۰۸)

عن قبیصة بن هلب عن أبیه قال: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یؤمنا فینصرف علی جانبیه جمیعاً علی یمینه وعلی شماله. (سنن الترمذي ۱/ ۴۰ رقم: ۳۰۱)

عـن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا صلى صلاة أقبل علينا بوجهه. (صحيح البخاري ١١٨/١ رقم: ٨٤٥)

ويستحب للامام بعد سلامه أن يتحول إلى يمين القبلة وهو الجنب المقابل إلى جهة يساره وجعل القبلة عن يساره وهٰذا أولىٰ لما في مسلم كنا إذا صلينا خلف رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم أحببنا أن نكون من يمينه حتى يقبل علينا. (طحطاوي على المراقي ١٧١، شامي ٢٤٨/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سنت اور فرائض کے درمیان کون سا فصل مسقطِ ثواب ہے؟

سوال (۴۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سننِ قبلیہ اور سننِ بعدیہ اور فرض نماز میں کتنا فصل اور کون سا فصل مسقطِ سنن اور منقص ثواب ہے؟ بعض مرتبہ فرض پڑھ کر کافی دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہتے ہیں، چاہے دینی باتیں ہوں اس کے بعد سنت پڑھتے ہیں، کیا یہ تاخیر اور فصل منقص ثواب ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان میں فرض اور سنت کے درمیان اگر ادعیۂ ماثورہ یا اذکارِ مسنونہ میں اشتغال کی وجہ سے فصل ہو رہا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر آپسی بات چیت یا اور کسی خارجی عمل کی وجہ سے فصل ہو، تو اس کی وجہ سے سنت کے ثواب میں کمی آجائے گی، اس سے احتراز کرنا چاہئے، تاہم اجتماعی ضرورت سے کبھی کبھار سنت سے قبل وعظ ونصیحت کی وجہ سے معمولی فصل بھی ثواب میں مخل نہ ہوگا۔

عـن ثوبان رضي اللّٰه عنه قال: كان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم: إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثاً، وقال: اللّٰهم أنت السلام......الخ، قال الوليد:

قلت للأوزاعي: كيف الاستغفار؟ قال: يقول: استغفر الله استغفر الله. (صحيح مسلم / كتاب المساجد ۲۱۷/۱ رقم: ۵۹۱)

ولو تكلم بين السنة والفرض لايسقطها، ولكن ينقص ثوابها الخ. (التنوير مع الدر المختار / باب الوتر والنفل ۴۶۱/۲ زكريا)

قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال. (الدر المختار / باب صفة الصلاة ۲۴۷/۲ زكريا، كفايت المفتي ۲۷۳/۳، ۳۲۲/۳، فتاویٰ دارالعلوم ۲۱۱/۴) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب کی نماز میں پڑھی گئی سورتوں کا بعد نماز ترجمہ کرنا؟

سوال (۴۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں امام مغرب کی نماز میں جو سورتیں پڑھتے ہیں نماز اور دعا کے بعد ان کا ترجمہ کرتا ہے؛ حالانکہ مسبوق نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی امام کبھی کبھار کسی خاص موضوع پر توجہ دلانے کے لئے مغرب میں سنتوں سے پہلے بیان کرے، تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن روزانہ بلا ناغہ سنت سے پہلے پڑھی گئی سورتوں کے ترجمہ کا معمول بنالینا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ یہ عمل سنتوں اور نوافل کے بعد ہونا چاہئے؛ تاکہ مسبوقین کی نمازوں میں خلل نہ پڑے اور لوگوں پر جبر بھی نہ ہو، جو شخص خوش دلی سے شریک ہونا چاہے وہ بیٹھے اور جو نہ بیٹھنا چاہے وہ چلا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ جدید ۲۶۰/۵-۲۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۵/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض کے بعد جگہ بدل کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۳۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب فرض نماز ختم ہوتی ہے تو دعا کے بعد اکثر لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اپنی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ بقیہ نماز پڑھیں، کیا اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟ اور کیا عورت کو بھی ایسا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرض نماز کے بعد جگہ بدلنے کی حکمتیں شارحین حدیث اور فقہاء سے دو طرح منقول ہیں، ایک حکمت تو یہ ہے کہ اس کی وجہ سے متعدد جگہ سجدہ کرنے کا موقع ملے گا اور وہ جگہیں آخرت میں گواہ بنیں گی، اور دوسری حکمت یہ ہے کہ جماعت کی نماز میں بعد میں آنے والے شخص کو پتہ چل جائے کہ جماعت ختم ہوچکی ہے، اور سنتیں پڑھی جارہی ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں حکمتوں میں سے دوسری حکمت تو جماعت کے ساتھ خاص ہے، جب کہ پہلی حکمت عام ہے، اور اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اگر گھر میں نماز پڑھنے والا مرد یا عورت بھی اس کا اہتمام کرے، تو یہ پسندیدہ عمل ہوگا؛ لیکن گھر میں رہتے ہوئے اس کی اتنی تاکید نہیں ہے جتنی تاکید مسجد میں ہے، اور مسجد میں بھی مقتدیوں کے مقابلہ میں امام کے لئے یہ عمل زیادہ مؤکد ہے، اسے چاہئے کہ اگر پیچھے یا اِدھر اُدھر جگہ خالی ہو تو اپنا مصلیٰ چھوڑ کر دوسری جگہ سنتیں وغیرہ پڑھے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه عليه وسلم: أيعجز أحدكم أن يتقدم أو يتأخر أو عن يمينه أو عن شماله ...... في الصلاة، يعني في السبحة. (سنن أبي داؤد ١٤٤/١)

حاصل معنى الحديث أنه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أيعجز أحدكم إذا تم الفريضة وأراد أن يتطوع عن أن يتقدم من المكان الذي صلى فيه الفريضة، أو يتأخر عنه أو تحول عن يمينه أو عن شماله في أداء السبحة، أي التطوع

الـخ .وعـن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أنه كره للإمام أن يتنفل في المكان الذي أم فيـه، ولأن ذٰلک يـؤدي إلـى اشتبـاه الأمـر عـلـى الداخل، فينبغي أن يتنحى إزالةً لـلاشتبـاه أو استـكثـاراً مـن شهـوده على ما روي أن مكان المصلي يشهد له يوم **القيامة**. (بذل المجهود ٤/٥٨٣-٥٨٤)

ويكره للإمام التنفل في مكانه لا للمؤتم (درمختار) قوله: لا للمؤتم ومثله الـمنفرد، لما في شرح المنية عن الخلاصة: أما المقتدي والمنفرد فإنهما إن لبثا أو قـامـا إلـى التـطـوع فـي مـكانهما الذي صليا فيه المكتوبة جاز، والأحسن أن يتـطـوعـا فـي مـكـان آخـر، وقيـل: يستحب كسر الصفوف ليزول الإشتباه عن الـداخل المعاين للكل في الصلاة البعيد عن الإمام، وذكره في البدائع والذخيرة عن محمد، ونص في المحيط على أنه السنة كما في الحلية، وهٰذا معنى قوله في الـمـنية: والأحسـن أن يتطوعا فيمكان آخر. (الـدر الـمـختـار مع الشامي ٢/٢٤٨ زكريا، ١/٥٣١ دار الفكر بيروت، فتاویٰ دارالعلوم ٤/٢٣٠) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۰/۷/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مکروہاتِ نماز

کیا حضور ﷺ نے بغیر عمامہ اور ٹوپی کے نماز پڑھی ہے؟

سوال (۴۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر عمامہ اور ٹوپی کے نماز پڑھی ہے؟ اگر پڑھی ہے تو دلیل تحریر فرمائیں، یہاں پر شافعی المسلک کے لوگ حنفی المسلک کے لوگوں کو بہت بھڑ کاتے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صراحۃً کسی دلیل سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاٹوپی کے نماز ادا فرمائی ہے؛ البتہ ایک روایت جس میں یہ ذکر ہے کہ ''آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھی''۔ (بخاری شریف ۱/۵۴ حدیث: ۳۷۶) اس سے بعض لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر ٹوپی کے نماز ادا فرمائی؛ لیکن یہ استدلال تام نہیں ہے؛ اس لئے کہ حدیث میں ننگے سر ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے؛ لہٰذا یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ایک کپڑا ہی اتنا بڑا ہو جس سے سر سے پیر تک پورا بدن ڈھک گیا ہو، اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ واقعۃً اس وقت سر کھلا ہی ہوا تھا، پھر بھی اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بلاٹوپی ننگے سر نماز پڑھنا افضل ہے؛ کیوں کہ مذکورہ روایت کو صرف بیانِ جواز پر محمول کیا جاسکتا ہے، ورنہ اصل حکم یہی ہے کہ نماز کے وقت زیب وزینت اور آداب کا پورا خیال رکھا جائے، اور کوئی ایسی ہیئت اختیار نہ کی جائے جو وقار کے خلاف ہو، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الأعراف: ۳۱] (اے آدم کی اولاد تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت زینت اختیار کرو) اور بلاشبہ صلحاء کے عرف میں ننگے سر رہنا اَدب کے خلاف ہے۔

اسی بنا پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بکثرت ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں تعلیقاً حضرت حسن بصریؒ کا اثر منقول ہے:

وقال الحسن البصري: كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة.

(صحيح البخاري ١/ ٥٦)

وقد وصله عبد الرزاق عن هشام بن حسان عن الحسن، وهٰكذا رواه ابن أبي شيبة من طريقه. (فتح الباري ٢/ ٢٥٠ بيروت، المصنف لعبد الرزاق، الصلاة / باب السجود على العمامة رقم: ١٥٦٦)

اس لئے ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا ہی **افضل** واولیٰ کہا جائے گا اور بلا عذر قصداً اس کے خلاف کرنا مکروہ ہوگا، چناں چہ حنفیہ کی کتبِ فقہ میں ننگے سر نماز پڑھنے کی کراہت مذکور ہے۔

وكره صلاته حاسراً أي كاشفاً رأسه للتكاسل. (درمختار مع الشامي ١/ ٦٤١ كراچی، شامي ٢/ ٤٠٧ زكريا، هندية ١/ ١٠٦، مجمع الأنهر ١/ ١٢٤، الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ٢٠٢ رقم: ٢١٤٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/ ۱۲/ ۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ننگے سر نماز؟

سوال (۴۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ٹوپی، رومال وغیرہ سر پر رکھے بغیر نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی نماز ننگے سر پڑھ رہا ہے تو اس کے لئے ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے پر اصرار کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: بلا کسی عذر (بیماری سر پر چوٹ یا زخم وغیرہ) کے محض سستی اور غفلت کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، جو شخص ٹوپی وغیرہ اوڑھے بغیر نماز پڑھتا ہو اسے سر ڈھکنے کی تاکید کرنی چاہئے۔

عن هشام بن حسان عن الحسن قال: أدركنا القوم وهم يسجدون على عمائهم، ويسجد أحدهم ويديه في قميصه. (المصنف لعبد الرزاق، الصلاة / باب السجود على العمامة رقم: ١٥٦٦)

وكره صلوته حاسراً أي كاشفاً رأسه للتكاسل ولابأس به للتذلل. (درمختار مع الشامي ٤٠٧/٢ زكريا، هندية ١٠٦/١، مجمع الأنهر ١٢٤/١ بيروت)

ولا بأس به للتذلل. (شامي ٤٠٧/٢ زكريا)

وتكره الصلاة ...... مكشوف الرأس الظاهر أن الكراهة للتنزيه كما في البحر. (طحطاوي مع المراقي ٢٩٢، مجمع الأنهر ١٧٨/١ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۲/۱۴۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ننگے سر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ننگے سر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کے لئے نماز میں سر ڈھکنا اگر چہ لازم نہیں؛ لیکن بلا کسی عذر کے محض سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا خلافِ ادب اور مکروہ ہے۔

عن هشام بن حسان عن الحسن قال: أدركنا القوم وهم يسجدون على عمائهم، ويسجد أحدهم ويديه في قميصه. (المصنف لعبد الرزاق، الصلاة / باب السجود على العمامة رقم: ١٥٦٦)

وكره صلوته حاسراً أي كاشفاً رأسه للتكاسل ولابأس به للتذلل وأما لإهانة بها فكفر. (درمختار مع الشامي ٤٠٧/٢ زكريا، الفتاویٰ الهندية ١٠٦/١، مجمع الأنهر ١٢٤/١ بيروت، الفتاویٰ التاتارخانية ٢٠٢/٢ رقم: ٢١٤٧ زكريا)

وتكره الصلاة ...... مكشوف الرأس الظاهر أن الكراهة للتنزيه كما في البحر. (طحطاوي مع المراقي ٢٩٢، مجمع الأنهر ١٧٨/١ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ملاقات میں عام ٹوپی اوڑھنا اور ننگے سر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں یا بغیر نماز کے ٹوپی اوڑھنا سنت ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوپی استعمال فرمائی ہے یا نہیں؟ کیا آپ نے ننگے سر نماز پڑھی ہے؟ عمامہ تو آپ نے باندھا ہے، اور کیا ٹوپی والے اور بغیر ٹوپی والے شخص کی نماز میں فرق ہے یا برابر ثواب ملے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹوپی اوڑھنا مستحب ہے اور ہمارے علاقہ میں مسلمانوں کا شعار ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عمامہ اور ٹوپی اوڑھنے کا ثبوت ہے اور حالتِ احرام کے علاوہ ننگے سر نماز پڑھنے کی کہیں صراحت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۳۳۹)

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً بَيْضَاءَ. (مجمع الزوائد ١٢١/٥)

اور فقہاء نے محض لاپروائی میں ننگے سر نماز پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے۔

و(كره) صلاته حاسراً أي كاشفاً رأسه للتكاسل. (الدر المختار مع الشامي ٤٠٧/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۵/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

آدھی آستین کی قمیص پہن کر اور سر کھول کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کیا آدھی آستین کی قمیص پہن کر اور سر کھول کر نماز مکروہ ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کے لئے آدھی آستین اور سر کھول کر نماز پڑھنا بے ادبی اور مکروہ ہے۔

عن هشام بن حسان عن الحسن قال: أدركنا القوم وهم يسجدون على عمائمهم، ويسجد أحدهم ويديه في قميصه. (المصنف لعبد الرزاق، الصلاة / باب السجود على العمامة رقم: ١٥٦٦)

ولو صلى رافعا كميه إلى المرفقين كره. (الفتاوىٰ الهندية ١٠٦/١، فتح القدير ٤١٨/١ بيروت، نفع المفتي والسائل ٦٥، البحر الرائق ٢٤/٢ قاضي خان على هامش هندية ١٣٥/١)

وتكره الصلاة حاسرا رأسه. (الفتاوىٰ الهندية ١٠٦/١)

وكره صلاته حاسرا أي كاشفًا راسه للتكاسل. (شامي ٤٠٧/٢ زكريا، مجمع الأنهر ١٢٤/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیڑھی ٹوپی لگا کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز پڑھنے والا اور نماز پڑھانے والا بحالتِ نماز سر پر ٹوپی ٹیڑھی رکھتے ہیں، جس سے پیشانی کا کچھ حصہ چھپ جاتا ہے، اور بظاہر کبر کی بو معلوم ہوتی ہے، تو اس ہیئت میں نماز پڑھنا اور پڑھانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹوپی اس طرح اوڑھنا کہ جس سے سجدہ ٹوپی کے

کنارے پر ہو مکروہ ہے، نیز نماز میں ایسی ہیئت اختیار کرنا جو دیکھنے والے کو ناگوار معلوم ہو، یہ بھی خلافِ ادب ہے۔

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: إذا صلی أحدکم فلیحسر العمامة عن جبهته. وعن نافع قال: کان ابن عمر لا یسجد علی کور العمامة. (المصنف لابن أبي شیبة ۲/ ۰۰ رقم: ۲۷۵۶)

کما یکره تنزیهیا بکور عمامته. (شامي ۲/ ۲۰۵ زکریا)

ویکره له أن یسجد علی کور عمامته. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/ ۲۰۶ رقم: ۲۱۵۹ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۲/ ۱۰/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹوپی سے پیشانی کے بال کھول کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی آدمی ٹوپی اس طرح سر پر رکھتا ہے کہ پیشانی کے بال کھلے رہ جاتے ہیں، تو اس حالت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کا نماز میں پیشانی کے بالوں کو کھول کر ٹوپی اوپر کر کے نماز پڑھنے کی عادت بنالینا مناسب نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ ادب کے خلاف ہے؛ تاہم اگر اس حالت میں نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۴/ ۱۰۸)

وصلاته حاسراً أي کاشفاً رأسه للتکاسل ولا بأس به للتذلل، وفي الشامي: فیه إشارة إلی أن الأولیٰ أن لا یفعله، وفي التجنیس: من أنه یستحب له ذٰلک لأن مبنی الصلاة علی الخشوع. (شامي ۲/ ۴۰۷ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۱۰۶، مجمع الأنهر ۱/ ۱۲۴) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ
۲۸/ ۴/ ۱۴۲۳ھ

چٹائیوں کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل مساجد میں مصلیوں کے لئے جو چٹائی کی ٹوپیاں رکھی جاتی ہیں، ان کو پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نمازی بحالتِ نماز اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے، اور اللہ کے دربار میں ایسے لباس کے ساتھ حاضر ہونا ممنوع ہے، جس کے ساتھ معزز مجلس اور باعظمت مجمع میں حاضر ہونا ناگوار اور عیب محسوس ہوتا ہو، اور چوں کہ چٹائی کی ٹوپی پہن کر معزز مجمع اور تقریبات میں شرکت معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لئے ایسی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الأعراف: ۳۱]

عن نافع أن ابن عمر رضي اللّٰہ عنه كساه ثوبين وهو غلام قال: فدخل المسجد فوجده يصلي متوشحاً به في ثوب، فقال: أليس لک ثوبان تلبسهما؟ فقلت: بلى، فقال: أرأيت لو أني أرسلتک إلى وراء الدار لكنت لابسهما؟ قال: نعم، قال: فاللّٰہ أحق تتزين له أم الناس؟ قال نافع: فقلت: بل اللّٰہ. (المصنف لعبد الرزاق الصنعاني، الصلاة / باب ما يكفي الرجل من الثياب ۳۵۷/۱ المكتبة الشاملة)

والزينة: اللباس وهو ما يواري السوءة وما سوى ذٰلک من جيد البز والمتاع. وروى الطبراني بسند صحيح عن قتادة عن محمد بن سيرين: أن تميماً الداري رضي اللّٰہ عنه اشترىٰ رداء بألف وكان يصلي فيه. (تفسير ابن كثير مكمل ۵۲۰ دار السلام رياض)

كما في مراقي الفلاح، وتكره الصلاة في ثياب البذلة – إلى قوله – وقيل

ما لا يذهب به إلى الكبراء. ورای عمر رجلاً فعل ذٰلک، فقال: أرأيت لو كنت أرسلتک إلى بعض الناس أكنت تمر في ثيابک هٰذه، فقال: لا، فقال عمر رضي اللّٰه عنه: اللّٰه أحق أن تتزين له. (مراقي الفلاح ١٩٧ كراچی، الدر المختار مع الشامي ٦٤٠/١ كراچی، ٤٠٧/٢ زكريا، بدائع الصنائع ٥١٥/١ زكريا، امداد الفتاویٰ ٤٢٥/١، احسن الفتاویٰ ٤٣٧/٣، إيضاح المسائل ١٣٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پلاسٹک کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عموماً مساجد میں پلاسٹک کی ٹوپیاں رکھی رہتی ہیں، جو حضرات عمومی طور پر ننگے سر رہتے ہیں، وہ بوقت نماز مسجد آکر مسجد کی ٹوپی اوڑھ کر نماز ادا کر لیتے ہیں، ان مذکورہ بالا ٹوپیوں سے نماز ادا کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان ٹوپیوں سے نماز نہیں ہوتی، بعض کہتے ہیں کہ مکروہ ہوتی ہے، بعض کہتے ہیں کہ چٹائیاں بھی تو پلاسٹک کی ہیں، جن پر ساری نماز ادا کی جاتی ہے۔ براہِ کرم مسئلہ مذکورہ کو واضح فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پلاسٹک کی ٹوپیاں لوگوں کے پسندیدہ لباس میں شامل نہیں ہیں۔ اسی بنا پر باعزت مجامع میں ان کو اوڑھ کر جانا کوئی گوارہ نہیں کرتا؛ لہٰذا ایسا ناپسندیدہ طریقہ اختیار کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اچھے اور باوقار لباس میں نماز ادا کرنی چاہئے۔ اور رہ گئی یہ بات کہ چٹائیاں بھی پلاسٹک کی ہیں، تو یہ قیاس غلط ہے؛ اس لئے کہ چٹائیوں پر بیٹھنے کو کوئی ناپسند نہیں سمجھتا، اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں، اور کراہت کا مدار عرفی ناپسندیدگی پر ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴۳۷/۳)

وفي حديث......: قال ابن عمر حديث لنافع: لو أني أرسلتک إلى وراء

الـدار، لـكـنـت لابسهـما، قال نعم، قال: فاللّٰه أحق نتزين له أم الناس؟ قال نافع: فقلت: بل اللّٰه. (المصنف لعبد الرزاق الصنعاني / باب ما يكفي الرجل من الثياب ١/٥٧ ٣ المكتبة الشاملة)

وروي عـن الحسن السبط رضي اللّٰه عنه أنه كان إذا قام إلى الصلاة لبس أجود ثيابـه، فـقيـل لـه: يـا ابن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم! لم تلبس أجود ثيابك؟ فـقـال: إن الـلّٰه تعالىٰ جميل يحب الجمال فأتجمل لربي، وهو يقول: ﴿خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ﴾ فأحب أن ألبس أجمل ثيابي. (روح المعاني ٨/٩ ١٠)

وتـكـره الصلاة في ثياب البذلة. (مـراقـي الـفـلاح ١٩٧ كراچی، درمختار مع الشامي ٢/٤٠٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۷/ ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انتظامیہ کمیٹی کی طرف سے مساجد میں رکھی ہوئی ٹوپیوں کو اوڑھ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صاحبِ خیر حضرات کے تعاون ومساجد منتظمہ کمیٹی کی جانب سے مساجد میں نمازی حضرات کے لئے ٹوپیاں رکھوادی جاتی ہیں؛ تاکہ نمازی ننگے سر نماز پڑھنے سے محفوظ رہیں، کیا یہ ٹوپیاں اوڑھنے سے نماز میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے؟ ٹوپیاں رکھنے والے کیا کسی اجر وثواب کے مستحق ہوں گے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر انتظامیہ کمیٹی یا اصحابِ خیر کی طرف سے ایسی عمدہ صاف ستھری ٹوپیاں رکھوائی جائیں، جنہیں پہن کر آدمی باوقار مجلس میں جاتے ہوئے اپنی خفت محسوس نہ کرے، تو ایسی ٹوپیاں اوڑھ کر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں؛ لیکن آج کل ہوتا یہ ہے کہ مساجد میں چٹائی یا پلاسٹک کی بنی ہوئی ایسی ٹوپیاں رکھی جاتی ہیں، جنہیں اوڑھ کر کوئی معقول

شخص کسی پروقار مجلس میں جانا پسند نہیں کرتا، اور کثرتِ استعمال سے ان ٹوپیوں کی شکل گردوغبار اور مکھیوں کے بیٹھنے کی وجہ سے اور بگڑ جاتی ہے، اس لئے نماز جیسی مقدس عبادت میں ایسی مکروہ صورت ٹوپیوں کے استعمال کو فقہاء مکروہ قرار دیتے ہیں۔ (احسن الفتاوی ۳/۴۴۷)

وصلاته في ثياب بذلة ملبسها في بيته، قال في البحر: وفسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولا يذهب به إلى الأكابر، والظاهر أن الكراهة تنزيهية.

(درمختار مع الشامي ۲/۴۰۷ زكريا)

وتكره الصلاة في ثياب البذلة. (مراقي الفلاح ۱۹۷ كراچی، درمختار مع الشامي ۲/۴۰۷ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ پینٹ شرٹ پہن کر نماز نہیں ہوتی اور اگر کسی نے پڑھ لی، تو اس کو دوبارہ پڑھنی پڑے گی، تو دریافت طلب یہ ہے کہ پینٹ شرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پینٹ شرٹ پہن کر نماز درست ہوجاتی ہے؛ لیکن اس کا پہننا غیر قوموں کی مشابہت کی بنا پر مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۱۰۷ میرٹھ)

وعادم ساتر ولا يضرّ التصاقه وتشكله (درمختار) وفي الشامية: أي بالإلية ...... وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظا لا يرىٰ منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكل العضو فصار مرئيا فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر. (شامي ۱/۴۱۰ كراچی، شامي ۲/۸۴ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جینس اور ٹی شرٹ پہن کر نماز پڑھنا

سوال (۴۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جینس اور ٹی شرٹ پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کسی ہوئی جینس اور ٹی شرٹ پہن کر نماز پڑھنے سے گوکہ نماز بکراہت درست ہوجاتی ہے؛ لیکن ہمارے عرف میں یہ لباس صالحین کے لباس کے خلاف سمجھا جاتا ہے، اس لئے نماز یا خارجِ نماز میں ایسے لباس کا پہننا ناپسندیدہ ہے۔

عن جرير بن عبد الله رضي الله عنه قال: إِنَّ الرَجُلَ لَيَلْبَسُ وَهُوَ عَارٍ. يَعْنِي الثِّيَابَ الرِّقَاقَ. (اللباس و الزينة من السنة المطهرة ٥٨٠)

وعادم ساتر ولا يضر التصاقه وتشكله. (درمختار) وفي الشامي: أي بالإلية مثلاً ...... وعبارة شرح المنية: أما لو كان غليظاً لا يرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئياً فينبغي أن لا يمنع جواز الصلاة لحصول الستر. (شامي مع الدر المختار ٤١٠/١ كراچی، شامي ٨٤/٢ زكريا، كذا في البحر الرائق ٢٦٨/١ كوئٹه، ٤٦٧/١ رشيديه، تبيين الحقائق ٢٥٢/١ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۵/۲۹ھ

چست لباس پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چست لباس پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جیسا کہ آج کل نوجوان معاشرے میں ٹی شرٹ اور جینس پہننے کا ایک عام رواج ہوچکا ہے؟ تو ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا چست لباس پہننا جس سے اعضاء مستورہ کی ہیئت ظاہر ہو جائے، اگرچہ مکروہ اور بے حیائی کی دلیل ہے؛ تاہم اگر کپڑا اتنا دبیز ہو کہ اندر کی کھال نظر نہ آئے تو اس میں نماز پڑھنا درست ہے (لیکن کسی اجنبی شخص کے لئے ایسے چست لباس پہننے والی عورت کو کپڑے کے اوپر سے بھی دیکھنا جائز نہیں ہے)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: صنفان من أهل النار......ونساء كاسيات عاريات. (صحيح مسلم، اللباس والزينة / باب النساء الكاسيات العاريات ٢٠٥/٢)

قال الإمام النووي: معناه تلبس ثوبا رقيقا يصف لون بدنها. (شرح النووي على مسلم ٢٠٥/٢)

أما لو كان غليظاً لايرى منه لون البشرة إلا أنه التصق بالعضو وتشكل بشكله فصار شكل العضو مرئياً فينبغي أن لا يمنع جواز الصلوة لحصول الستر. قال: وانظر هل يحرم النظر إلى ذٰلک المتشكل مطلقاً أو حيث وجدت الشهوة؟ الخ والذي يظهر من كلامهم هناک هو الأول. (شامی ۷۷/۲ بیروت، ٨٤/٢ زكريا، شرح المنية ٢١٤، البحر الرائق ٤٦٧/١ رشيدية، ٢٦٨/١ كوئٹه، تبيين الحقائق ٢٥٢/١ بيروت)

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۵/۲۹ھ

کیا نماز میں کسی ہوئی پینٹ والے کی کمر کا کھل جانا مفسدِ صلوٰۃ ہے؟

سوال (۴۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دوران نماز اگر کسی نمازی کا کمر سے نیچے کا حصہ جو ستر میں آتا ہے، اگر رکوع میں جاتے

وقت برابر کھلتا رہے، جس پر برابر والے نمازی کی نظر پڑتی رہے، تو کیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی جس کا ستر کھلا ہے۔

(۲) اگر اس نماز کا اعادہ کیا جائے گا، تو کیا اس کے ساتھ پڑھی گئی سنت ونوافل کا بھی اعادہ کیا جائے گا؟ جب کہ اس نماز کو کئی دن گزر گئے، اگر یہ ستر کھلی نماز جماعت کی نماز تھی، تو اب اگر اعادہ کیا جاتا ہے تو کیا جمعہ کی نماز کا اعادہ کیا جائے گا؟ یا ظہر کی دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھی جائے گی؟ جب کہ خرابی تو دو رکعت والی نماز میں ہوئی ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) نماز میں ستر عورت کا مکمل اہتمام رکھنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ کوئی بھی حصۂ ستر نہ کھلنے پائے؛ تاہم تھوڑا بہت ستر کھلنے سے نماز کے فساد کا حکم نہیں لگایا جاتا۔ فساد اس وقت آتا ہے جب کہ کسی مستورہ عضو کا چوتھائی حصہ کھل جائے، اور آج کل کسی ہوئی پینٹوں کی وجہ سے جو پچھلا حصہ عموماً کھل جاتا ہے، وہ چوتھائی عضو کے برابر نہیں ہوتا، اس لئے ایسے لوگوں کی نمازوں میں کراہت تو ہوگی؛ لیکن انہیں فاسد اور واجب الاعادہ نہیں کہا جائے گا؛ البتہ بالفرض کسی شخص نے چوتھائی ستر کھلا رہنے کی حالت میں نماز پڑھ لی تو اس کی نماز فاسد ہوگی اور جو بھی فرض یا نفل نماز اس حالت میں پڑھی گئی ہے تو ان کا دہرانا ہوگا، اور اگر جمعہ کی نماز اس حالت میں پڑھی گئی ہے، تو اس کی جگہ پر بعد میں ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔

المصلي إذا انكشف ما بين سرته وعانته إن انكشف ربعه فسدت صلاته.

(الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۲/۲ رقم: ۱۵٤۳، شامي ۷٦/۲ زکریا، منحة الخالق علی البحر الرائق ٤٦٨/۱)

لو صلى مكشوف العورة يعني الفخذ ونحوه تؤمر بالإعادة. (حلبي کبیر ۲۱/٦)

لو فاتته الجمعة صلى الظهر في الوقت وبعد خروج الوقت يقضي بنية الظهر. (تبیین الحقائق ٥۳٤/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۶/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹائی باندھ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۵۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ٹائی (گلے میں لٹکانے والا کپڑا) باندھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹائی باندھنا عیسائیوں کا طریقہ ہے، اسے لگا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، مسلمان کو ایسی باتوں سے بہر حال احتراز کرنا لازم ہے۔

من شبہ نفسہ بالكفار مثلاً في اللباس أو غيره أو الفساق أو الفجار فهو منهم أبى في الإثم، قال الطيبي: وهذا عام في الخلق والخلق والشعار. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ٤٣١، بذل المجهود شرح سنن أبي داؤد ٤١/٥)

لكن كان ذلك شعارهم حينئذ وهم كفار ثم لما لم يصر الآن يختص بشعارهم زال ذلك المعنى فتزول الكراهة. (تكملة فتح الملهم ٩٣/٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کھیل کود اور رات میں استعمال ہونے والے کپڑوں میں نماز پڑھنا؟

سوال (۴۵۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سعودی عرب میں عام طور سے نوجوان سوتے وقت اور کھیلتے وقت پہنے جانے والے لباس میں نماز کے لئے آتے ہیں جو بالکل بے ڈھب قسم کے ہوتے ہیں، شرٹ کی آستین نہیں ہوتی، کمپنیوں کے اشتہار یا نمبر چھپے ہوتے ہیں، پینٹ اتنی ملائم کہ اعضاء کی حرکات نمایاں ہوتی ہیں اور چھوٹے اس قدر کہ گھٹنے سے متصل ہوتے ہیں، سر تو سب کے کھلے رہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ کیا شریعت میں نماز کے لئے لباس کے اہتمام کا حکم ہے؟ یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یا دو چادر میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے، یہ سب اہتمام نہیں تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ﴿يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الأعراف: ۳۱] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھتے وقت آدمی کو باوقار اور مہذب لباس استعمال کرنا چاہئے اور بے ہنگم اور بے ہودہ لباس پہن کر نماز پڑھنا حکم قرآنی کی نافرمانی اور بڑی بے ادبی کی بات ہے، اور جن روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مختصر لباس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے، وہ یا تو بیانِ جواز پر محمول ہے یا بروقت مکمل لباس کے عدم دستیابی پر مبنی ہے، قرآنی ہدایت کی موجودگی میں ایسی روایتوں کو بنیاد بنا کر بے ہنگم اور مختصر لباس میں نماز پڑھنے پر زور دینا نہایت غلط سوچ ہے، جس کو بدلنا ضروری ہے۔

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿يٰبَنِىْٓ آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الأعراف: ۳۱]

ولهذه الآية وما وردت في معناه من السنة يستحب التجمل عند الصلاة ولا سيما يوم الجمعة ويوم العيد (تفسير ابن كثير مكمل: ٥٢٠)

وأيضا فقوله: ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ﴾ أمر، والأمر للوجوب، فثبت أن أخذ الزينة واجب، وكل ما سوى اللبس فغير واجب، فوجب حمل الزينة على اللبس عملا بالنص بقدر الإمكان. (تفسير الفخر الرازي ٧/٦٤-٦٥)

والزينة: اللباس وهو ما يواري السوءة وما سوى ذٰلك من جيد البز والمتاع. وروى الطبراني بسند صحيح عن قتادة عن محمد بن سيرين: أن تميماً الداري رضي اللّٰه عنه اشترىٰ رداء بألف وكان يصلي فيه. (تفسير ابن كثير مكمل ٥٢٠ دار السلام رياض)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أنه سأل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عن الصلاة في الثوب الواحد، فقال أو لكلكم ثوبان؟ (صحيح البخاري ١/٥٢ رقم: ٣٥٨، صحيح مسلم ١/١٩٨)

حاصله أنه إذا صلى رجل في ثوب واحد ساتراً عورته يكفيه ذلک إذا لم يقدر على غيره، وهذا أمر متفق عليه، ولكن الأفضل لمن كان عنده سعة وقدرة أن يصلي في ثوبين، وأما صلاة النبي صلى الله عليه وسلم في ثوب واحد فكان تارة لعدم ثوب آخر وتارة لبيان الجواز، كما قال جابر: ليراني الجهال مثلكم.

(بذل المجهود ٥٥٨/٣، نووي على مسلم ٣٩٩/١، الفقه الإسلامي وأدلته ٨٢٠/١)

فصلاته في ثياب بذلة وفسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولا يذهب به إلى الأكابر. (الفتاویٰ الهندية ١٠٧/١، شامي ٦٤٠/١ كراچی، شامي ٤٠٧/٢ زكريا، مراقي الفلاح ١٩٧ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر واضح تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تصویر والا کپڑا پہننے سے نماز نہیں ہوتی ہے، اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تصویر میں آنکھ نہ بنی ہو تو بہرحال نماز ہو جائے گی۔ دراصل میرے سوئٹر پر ایک جانور کی بیرونی شکل (خاکہ) کڑھائی مشین سے بنا ہوا ہے، جس سے شباہۃً کوئی گھوڑا یا ہرن کچھ بھی سمجھا جاتا ہے، کوئی خاص واضح شکل نہیں ہے، تو اس کی اصلیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں ایسی غیر واضح تصویر کی وجہ سے نماز خراب نہ ہوگی۔

ويكره التصاوير في الثوب، والكراهة إذا كانت الصورة كبيرة، وتبدو للناظر من غير تكلف، فإذا كانت صغيرة أو ممحوة الرأس لا بأس به. (الفتاویٰ

التاتارخانية ٢/٢٠٣ رقم: ٢١٤٩ زكريا، البحر الرائق ٢/٢٧ زكريا، فتح القدير ١/٤١٥ دار الفكر بيروت، درمختار ٢/٤١٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۹/۵ھ

تصویر والی ٹی شرٹ پر قمیص پہن کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کی بنیان یا ٹی شرٹ وغیرہ میں جاندار کی تصویر ہو اور اس کے اوپر قمیص وغیرہ پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تصویر والے بنیان یا ٹی شرٹ پہننا جائز نہیں، اگر ان کی تصویریں ظاہراً نظر آرہی ہوں، تو ان کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ وہ تصویریں کسی طرح چھپالی جائیں تو نماز میں کراہت نہ ہوگی۔ (مستفاد جواہر الفقہ مطبع ادارہ تحقیقات دیوبند ۳/۲۳۷)

عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم صلى في خميصة لها أعلام فنظر إلى أعلامها نظرة، فلما انصرف قال: إذهبوا بخميصتي هذه إلى أبي جهم وأئتوني بأنبجانية، فإنها ألهتني آنفا عن صلاتي. (رواه البخاري ١/٥٤ رقم: ٣٧٣)

ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس، أو صرة، أوثوب آخر (درمختار) بأن كان فوق الثوب الذى فيه صورة ثوب ساتر له، فلا تكره الصلوة فيه لاستتارها بالثوب، (درمختار مع الشامى ٢/٤١٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۴/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تصویر اور فوٹو والے کمروں میں نماز پڑھنا اور تلاوت کرنا؟

سوال (۴۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: فوٹو گرافر اپنی دوکان میں جس میں چاروں طرف مردوں، عورتوں، کھلاڑیوں اور ہیروئن وغیرہ کے فوٹو لگے ہوتے ہیں، نماز پڑھ سکتا ہے؟ یا قرآن پاک کی تلاوت کرسکتا ہے؟ اور اس دوکان میں قرآن شریف رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جہاں ہر طرف تصویریں لگی ہوں وہاں نماز پڑھنا اور تلاوتِ قرآنِ کریم کرنا سخت مکروہ ہے۔

وأخرج البخاري عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: كان قرام لعائشة سترت به جانب بيتها، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: أميطي عنا قرامک هٰذا، فإنه لا تزال تصاويره تعرض في صلا تي. (صحيح البخاري ٥٤/١ رقم: ٣٧٤)

ويكره أن يصلي وبين يديه أو فوق رأسه أو على يمينه أو على يساره أو في ثوبه تصاوير الخ، وأشدها كراهة أن تكون أمام المصلي. (الفتاویٰ الهندية ١٠٧/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سینہ کا بٹن کھول کر نماز پڑھانا؟

سوال (۴۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نماز پڑھا رہے ہیں، اور سینہ کا بٹن کھلا ہوا ہے، تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خارجِ نماز بٹن کھلا رکھنا ثابت ہے۔

عن معاوية بن قرة عن أبيه رضي اللّٰه عنه قال: أتيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه

عليه وسلم في رهط من مزينة لِنُبَايِعَهُ وأن قميصه لمطلق أو قال زر قميصه مطلق.

(شمائل ترمذي ٥، سنن أبي داؤد ٢٠٨/٢)

تاہم نماز کی حالت میں اگر بٹن کھلے رہ جائیں تو نماز اگرچہ درست اور صحیح ہوجاتی ہے؛ لیکن بٹن کو بند ہی رکھنا چاہئے؛ کیوں کہ فقہاء نے کھلے رکھنے کو خلافِ اولیٰ لکھا ہے۔

وإن كان اختياراً لما هو خلاف الأولىٰ خصوصاً في الصلوات – إلى قوله – ولم يكن هٰذا من عامة أحواله ﷺ. (بذل المجهود ٤٠٧/١٦)

وفي الشامية: أنه لو أدخل يديه في كميه ولم يشد وسطه أو لم يزر إزاره فهو مسيئ. (شامي ٦٤٠/١ كراچي، شامی ٤٠٥/٢ زكريا، مراقي الفلاح ٢٠٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۵/۷ھ

کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کرتا یا شرٹ کی آستینوں کو اوپر موڑنا اور کھول کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آستینوں کو موڑ کر اور کہنیوں کو کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ تاہم اس طرح پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ نہیں ہے۔

ولو صلى رافعاً إلى المرفقين كره. (الفتاویٰ الهندية ٦٠١/١، طحطاوي على المراقي ٢٨٣، حلبي كبير ٣٤٩ لاهور، فتاویٰ قاضي خان ١٣٥/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۴/۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سردی میں ہاتھوں پر چادر لپیٹ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عبداللہ بوجہ موسم سرما سرد ہواؤں سے بچنے کے لئے گرم چادر جو کافی طویل اور عریض ہے، استعمال کرتا ہے، جس کو اوڑھنے کے بعد نماز ادا کرتے وقت ہاتھ چادر کے اندر رہتے ہیں، بوقت قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ تینں ہاتھ کی انگلیاں اور کلائیاں سب چھپی رہتی ہیں، زید کا کہنا یہ ہے کہ نماز ادا کرتے وقت عبداللہ کو ہاتھوں کی کلائیاں چادر سے باہر رکھنا ضروری ہے؛ تاکہ باہر سے نظر آتی رہیں، ورنہ نماز میں نقص پیدا ہوگا، چوں کہ آگرہ میں کثیر المسلک لوگ رہتے ہیں، ہم کو اہل سنت والجماعت کے امام حضرت نعمان بن ثابتؒ کے مسلک کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، اگراس سلسلہ میں کسی کتاب کا حوالہ دینا ممکن ہو، تو ضرور تحریر فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز پڑھتے وقت چادر سے ہاتھ باہر نکالنا ضروری نہیں ہے، ہاتھ نکالے بغیر بھی نماز بلاشبہ درست ہوجاتی ہے، اور زید کا یہ قول کہ کلائیاں نکالنا ضروری ہے بے اصل اور غلط ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم قدیم ۴؍۱۰۴)

اور چادر اوڑھنے کی یہ صورت اشتمال صماء میں داخل نہیں؛ کیوں کہ اشتمال صماء کی تعریف یہ ہے کہ سر سے پیر تک ایک ہی کپڑے میں لپیٹ لیا جائے جس میں آدمی بندھ کر رہ جاتا ہے، اور ستر کھلنے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے، اور زیر بحث صورت میں جب کہ ہاتھ پیر اپنی حرکت میں آزاد رہتے ہیں، اور ستر کھلنے کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہوتا، تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: نهى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم...... أن يشتمل الصمَّاء، وأن يحتبي الرجل في ثوب واحد. (صحيح البخاري، الصلاة / باب ما يستر من العورة ۱/۵۳ رقم: ۳٦۸)

نهى عن اللبسة الصماء وهي عند العرب تجليل الجسد كله بثوب واحد بلا رفع جانب يخرج منه اليد، والنهي عنه لأنه يجعل اللابس كالمغلول وسميت صماء؛ لأنها سدت المنافذ كلها كالصخرة الصماء التي ليس فيها خرق ولا

صدع. قال ابن الهمام: يكره اشتمال الصماء في الصلاة وهو أن يلف بثوب واحد وسائر جسده ولا يدع منفذ اليدين. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح ٤١٩/٤ كتاب اللباس)

إخراج الرجل كفيه من كميه عند التكبير للإمام لقربة من التواضع إلا لضرورة كبرد. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٢٣٤/١، درمختار مع الشامي، صفة الصلاة / آداب الصلاة ١٧٦/٢ زكريا، ٤٧٨/١ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۳/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پائچیں موڑ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر پائچیں موڑ کر نماز پڑھیں تو نماز نہیں ہوگی، یعنی کسی بھی طرح کی سلائی دِکھائی دے رہی ہو تو نماز نہیں ہوگی، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر پائجامہ یا پینٹ اتنی لمبی ہو کہ اس سے ٹخنے ڈھک جائیں تو مرد کے لئے خصوصاً نماز پڑھتے وقت ٹخنے کھولنا ضروری ہے، اور اس کے لئے اگرچہ پائچوں کو موڑنا پڑے، تب بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ کیوں کہ ٹخنے کو ڈھکنے کے مقابلہ میں پائچہ موڑنے کی کراہت اَہون ہے، اور یہ کہنا کہ پائچہ موڑنے سے نماز ہی نہیں ہوتی، صحیح نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري، اللباس / باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار رقم: ٥٧٨٧، مشكوٰة المصابيح ٣٧٣/٢)

عن أبي جحيفة رضي الله عنه قال: فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج في حلةٍ مشمرًا، فصلى ركعتين إلى العنزة. (صحيح بخاری، كتاب الصلاة / باب التشمر في الثياب رقم: ٥٧٨٦)

قال الحافظ ابن حجر: قال الإسماعيلي: وهٰذا هو التشمير، ويوخذ منه أن النهي عن كف الثياب في الصلاة محله في غير ذيل الإزار، ويحتمل أن تكون هٰذه الصورة وقعت اتفاقاً، فإنها كانت في حالة السفر، وهو محل التشمير. (فتح الباري ١٣/ ٣١٤ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۶/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کے وقت پینٹ کی مہری نیچے سے موڑنا؟

سوال (۴۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں اکثر پینٹ پہن کر نماز پڑھتا ہوں اور اپنی پینٹ کے پائینچے اوپر الٹے کر کے موڑ لیتا ہوں؛ تاکہ ٹخنے کھل جائیں، کیا اس وجہ سے میری نماز میں کوئی کمی واقع ہوگی یا میری نماز مکمل ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مردوں کے لئے ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا لنگی لٹکا کر پہننا نماز کے اندر اور نماز کے باہر دونوں حالتوں میں گناہِ کبیرہ ہے، اس لئے نماز کے اندر اور نماز کے باہر دونوں حالتوں میں ٹخنوں سے اوپر ہی لنگی یا پائجامہ رہنا چاہئے، ورنہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ حدیث شریف میں اس کی سخت وعید آئی ہے، اس لئے پائجامہ یا لنگی اگر اتنے لمبے پائینچے کے سل دیئے جائیں، تو اتنا کاٹ دینا چاہئے، یا نیچے سے موڑ دینا چاہئے، یہ حکم داخلِ صلوٰۃ اور خارجِ صلوٰۃ دونوں کے لئے یکساں ہے۔

عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا يكلمهم اللّٰه يوم القيامة: المنان الذي يعطى شيئاً إلا منه، المنفق بالحلف الفاجر، والمسبل إزاره. (صحيح مسلم ١/ ٧١)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري، اللباس / باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار رقم: ٥٧٨٧، مشکوٰة المصابيح ٣٧٣/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ١١/٨/١٤٢٧ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اسبالِ ازار سے بچنے کے لئے مہری نیچے سے موڑ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پینٹ یا شلوار پائجامہ وغیرہ کے نیچے سے مہری (پائجامہ وغیرہ کا ٹخنوں کی طرف والا حصہ) موڑ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بعض حضرات مکروہِ تحریمی کہہ کر نماز کے لوٹانے کا حکم کرتے ہیں اور مہری موڑ لینے کے مقابلہ میں اسبالِ ازار ہی کو بہتر سمجھتے ہیں۔ مہری موڑنے کو مکروہِ تحریمی اور اسبالِ ازار کو مکروہِ تنزیہی قرار دیتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلاعذر اسبالِ ازار مکروہِ تحریمی ہے اور مہری موڑ کر نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہِ تنزیہی ہے، اس لئے مکروہِ تحریمی سے بچنے کے لئے کراہتِ تنزیہی کو برداشت کیا جائے گا اور یہی حکم دیا جائے گا کہ مرد حضرات بہرحال ٹخنے کھول کر نماز پڑھیں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ما أسبل من الكعبين من الإزار في النار. (سنن النسائي، الزينة / باب إسبال الإزار رقم: ٥٣٣٥)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه بينما رجل يصلي مسبلا إزاره إذ قال له رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذهب فتوضأ – إلى قوله – وإن اللّٰه تعالىٰ لا يقبل صلاة رجل مسبل إزاره. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب الإسبال في الصلاة رقم: ٦٣٨)

ويستثنى من إسبال الإزار مطلقًا ما أسبله لضرورة كمن يكون بكعبيه جرح مثلاً يؤذيه الذباب مثلاً إن لم يستره بإزاره حيث لا يجد غيره. (فتح الباري ٣١٦/١٣ بيروت)

قاعده ۱۹:- إذا تعارض مفسدتان دوعى أعظمهما ضررا بإرتكاب أخفهما. (قواعد الفقه ٥٦)

كذا في الأشباه والنظائر تحت القاعدة الخامسة وفيها أيضا، ثم الأصل في جنس هٰذه المسائل أن من ابتلىٰ ببليتين وهما متساويان يأخذ بأيتهما شاء وإن اختلفا يختار أهونهما. (الأشباه ٢٦١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۲؍۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہن کر نماز پڑھانا؟

سوال (۴۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہن کر نماز پڑھانا جائز نہیں ہے، اور عمر کہتا ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کے لئے نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں ٹخنوں سے نیچے پائجامہ پہننا ناجائز ہے، اور یہ متکبرین کا شعار ہے، ایسے شخص کے لئے احادیثِ شریفہ میں سخت وعیدیں آئیں ہیں؛ لہٰذا ٹخنے سے نیچے پائجامہ پہن کر نماز پڑھانا مکروہ ہوگا، اس بارے میں عمر کا قول صحیح نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: بينما رجل يصلي مسبلا إزاره فقال له رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ''إذهب فتوضأ'' فقال له رجل: يا رسول اللّٰه! ما لک أمرته أن يتوضأ ثم سكت عنه؟ قال: إنه كان يصلي وهو مسبل إزاره، وإن اللّٰه لا يقبل صلاة رجل مسبل. (سنن أبي داؤد ٢/٥٦٥ رقم: ٤٠٨٦)

عن أبي هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا ينظر الله يوم القيامة إلى من جر إزاره بطراً. (بخارى شريف ٢/٨٦١)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري ٢/ ٨٦١)

تقصير الثياب سنة، وإسبال الإزار والقميص بدعة، ينبغي أن يكون الإزار فوق الكعبين إلى نصف الساق. (الفتاوىٰ الهندية ٥/ ٣٣، أحسن الفتاوىٰ ٣/ ٤٠٤، فتاوىٰ رحيميه ٧/ ٢٨١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پینٹ یا پائجامہ کی مہری موڑ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال (۴۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز یا نماز کے علاوہ پینٹ یا پاجامہ کو نیچے یا اوپر سے موڑ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ جب کہ مسلم شریف کی کوئی روایت جس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''میرے رب نے فرمایا سات ہڈیوں پر سجدہ کرو اور بالوں اور کپڑوں کو نہ موڑو'' اور کما قال سے کیا مراد ہے۔ بہت سے علماء نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھنے کو مکروہ تحریمی کہا ہے اور ایسی حالت میں پڑھی ہوئی نماز کو واجب الاعادہ کہا ہے۔ فقہ حنفی کی روشنی میں اس مسئلہ کا مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں۔ کپڑے موڑ کر نماز پرھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرد کے لئے نماز میں یا نماز سے باہر اپنے کپڑے کو ٹخنے سے نیچے لٹکانا ممنوع ہے۔ حدیث میں اسے قابلِ لعنت عمل کہا گیا ہے؛ لہٰذا نماز کی حالت میں بالخصوص کوئی ایسا لباس پینٹ یا پائجامہ پہننا جس سے ٹخنے ڈھک جائیں قطعاً ناجائز ہوگا، اور اگر بالفرض کسی نے ایسا لمبا کپڑا پہن رکھا ہے، تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ نیچے سے موڑ کر ٹخنے کھول لے؛ تاکہ گناہ سے بچ جائے، اور آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس میں کپڑے موڑنے کا مصداق آستین وغیرہ کا کپڑا موڑنا ہے، اس کا تعلق پائجامہ موڑنے سے نہیں؛ لہٰذا پائجامہ موڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔

عـن أبي هرهرة رضي الله عنه قال: قال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم: ما أسفل من الكعبين من الإزار في النار. (صحيح البخاري / كتاب اللباس ۲/ ۸٦۱)

عـن إبـن عبـاس رضـي اللّـه عنهما قال: أمر النبي صلى الله عليه سلم أن يسجد على سبعة أعظم و نهى أن يكف شعره أو ثيابه. (صحيح مسلم ۱/ ۱۹۳)

اتفق العلماء على النهي عن الصلاة وثوبه مشمر أو كمه أو نحوه أو رأسه معقوص أو مردود وشعره تحت عمامته أو نحو ذلک، فكل هذا منهى عنه باتفاق العلماء وهي كراهة تنزيهية، ولو صلى كذلک فقد أساء وصحت صلاته. (نووي على مسلم ۱/ ۱۹۳، فتح الملهم ۲/ ۹۷، المنهاج بشرح المسلم ۴۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۲۷/۲/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مسبلِ ازار شخص کی نماز واجب الاعادہ ہے؟

سوال (۴٦۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسبلِ ازار شخص کی نماز واجب الاعادہ ہے یانہیں؟ احسن الفتاوی میں کسی جگہ واجب الاعادہ لکھا ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلاعذر مسبلِ ازار کی نماز مکروہ ہے؛ لیکن واجب الاعادہ نہیں، احسن الفتاوی میں واجب الاعادہ ہونے کی صراحت ہمیں نہیں ملی، اگر آپ کو معلوم ہو تو حوالہ مع قید صفحہ تحریر کریں۔

عـن أبـي هريرة رضي الله عنه قال: بينما رجل يصلي مسبلا إزاره فقال له رسو ل الله صلى الله عليه و سلم: ''إذهب فتوضأ'' فقال له رجل: يا رسو ل الله! ما لک أمرته أن يتوضأ ثم سكت عنه؟ قال: إنه كان يصلي وهو مسبل إزاره، وإن

اللّٰہ لا یقبل صلاۃ رجل مسبل. (سنن أبي داؤد ۲/ ٥٦٥ رقم: ٤٠٨٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۷/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اسبالِ ازار کے مسئلہ کی تحقیق

سوال (۴۶۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احقر ندائے شاہی کے مضامین سے مستفید ہورہا تھا، جب کتاب المسائل کی باری آئی، تو مسبلِ ازار کے مسئلہ میں شش وپنج میں مبتلا ہوگیا، بعض شبہات درج ذیل ہیں، جواب دے کر شکر گذاری کا موقع دیں:

(۱) ندائے شاہی شوال المکرّم ۱۴۲۶ھ نومبر ۲۰۰۵ء کے فقہ وفتاوی کے سوال کے جواب میں مذکور ہے کہ: ٹخنہ ڈھک کر نماز پڑھنا مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۲/ ۳۸۵)

جب مطلقاً مکروہِ تحریمی ہے، تو شامی میں مذکور ہے: ''**کل صلوۃ أدیت مع کراھة التحریمة تجب إعادتها**''، اور دوسری جگہ صراحت ہے کہ: ''**أو ارتکب مکروھاً تحریماً لزمه وجوباً أن یعید في الوقت.** (شامي ۱/ ٤٨٦)'' اس لحاظ سے ٹخنہ ڈھک کر نماز پڑھنے والے کی نماز بھی واجب الاعادہ ہونی چاہئے؛ کیوں کہ شامی ہی میں ''**کل صلوۃ أدیت الخ**'' کو واجب اور غیر واجب کے ترک کرنے پر محمول کیا ہے، اور غیر واجب کے ترک کرنے پر نماز کے واجب الاعادہ ہونے کی ایک مثال بھی تائید میں پیش فرمائی ہے، جیسے کوئی تصویر دار لباس میں نماز پڑھے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی مصلی حامل صنم ہو۔

(۲) دیگر یہ کہ ضلع ناندیڑ کے بعض مساجد میں احقر نے یہ نوشتہ بورڈ دیکھا کہ ٹخنہ سے نیچے ازار لٹکا کر پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (سنن ابوداؤد ۲/ ۵۶۵)

احقر نے تلاش کیا تو وہ حدیث پاک ابوداؤد شریف کے **باب الإسبال في الصلاۃ** میں مل گئی: **لا یقبل صلوۃ رجل مسبل إزارہ أو کما قال علیه الصلوۃ والسلام،** نیز

ذیل میں یہ بھی تحریر تھی کہ پینٹ وغیرہ موڑ کر کے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، شاید حوالہ دیا گیا تھا شامی کا، اس سے احقر تذبذب میں پڑ گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے، پھر بڑے غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ شاید اس سے خلافِ دستور جس طریقہ سے اہل تہذیب لباس نہ پہنتے ہوں، اس طریقہ سے لباس پہن کر نماز پڑھنے کو فقہاء کرام نے مکروہ تحریمی لکھا ہے، وہ مراد ہو۔

(۳) چونکہ احقر کو یہ شبہ پیدا ہو رہا ہے کہ پائجامہ اور پینٹ کی مہری موڑنا خلافِ دستورِ عمل ہے، اہل تہذیب اس طرح نہیں پہنتے، اگر مہری موڑتے ہیں تو اس فقہی مسئلہ کے اعتبار سے مکروہِ تحریمی کا ارتکاب لازم آتا ہے، اور اگر ویسے ہی نماز پڑھی جائے تو مسبلِ ازار کے تحت وعید میں آکر اس صورت میں بھی مکروہِ تحریمی کا عمل لازم آتا ہے، عین ممکن ہے کہ احقر کے سمجھنے میں کوتاہی ہوئی ہو، بہر حال حضرت والا صحیح صورتِ حال سے روشناس فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مرد کے لئے ٹخنہ کھلا رکھنا ہر حالت میں ضروری ہے، اور ٹخنہ ڈھکنا ہر حالت میں مکروہ ہے، خواہ نماز ہو یا خارجِ نماز، اور یہ احکام لباس میں سے ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل ندائے شاہی میں شائع شدہ فتویٰ میں کر دی گئی ہے، اور فقہاء کا یہ اصول ”**کل صلاۃ أدیت مع الکراھۃ التحریمۃ تجب إعادتھا**“ عام نہیں ہے؛ بلکہ اس کا تعلق ان اعمال کے ترک سے ہے جو نماز کے ارکان سے تعلق رکھتے ہیں، اسی وجہ سے صاحبِ درمختار نے اس اصول کو واجباتِ نماز کی تشریح میں ذکر کیا ہے، اور علامہ شامیؒ کا یہ فرمانا کہ کراہتِ تحریمی کا تعلق ترکِ واجب اور غیر واجب سب سے ہے، اور اس کی مثال میں تصویر دار لباس پہن کر نماز کے واجب الاعادہ ہونے کو پیش کرنا محلِ نظر ہے؛ کیوں کہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ لباس کا تصویر سے خالی ہونا بجائے خود واجباتِ صلوٰۃ میں سے ہے، اس لئے اس مسئلہ پر ٹخنہ ڈھک کر نماز پڑھنے کو قیاس نہیں کیا جائے گا، اسی بحث پر جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے، علامہ رافعیؒ نے یہ نوٹ لگایا ہے:

قد یقال: إن ذلک لیس من واجبات اللباس؛ بل یقال: خلو المصلي عن

ثوب فيه صورة، أو عن حمله صنماً من واجبات الصلاة من السندي. (حاشية رافعي على رد المحتار ۲/ ٥٧)

(۲)اورحدیث میں جوفرمایا گیا کہ ٹخنہ ڈھک کرنماز پڑھنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی، اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ سرے سے نماز کا ثواب ہی نہیں ملتا؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کامل نماز کا ثواب حاصل نہیں ہوتا، گویا قبولیتِ کاملہ کی نفی ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: بينما رجل يصلي مسبلا إزاره فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''إذهب فتوضأ'' فقال له رجل: يا رسول الله! ما لک أمرته أن يتوضأ ثم سكت عنه؟ قال: إنه كان يصلي وهو مسبل إزاره، وإن الله لا يقبل صلاة رجل مسبل. (سنن أبي داؤد ۲/ ٥٦٥ رقم: ٤٠٨٦)

قال الشيخ السهارنفوري: إن الله لايقبل أي قبولاً كاملاً. (بذل المجهود ۳/ ٥٧١)

إن كون الإعادة بترک الواجب واجبة – إلى قوله – بأن مرادهم بالواجب والسنة التي تعاد بتركه ماكان من ماهية الصلوة وأجزائها. (شامي ۲/ ١٤٧ زكريا)

(۳)پینٹ کی مہری موڑنے کو اگرچہ لوگ معیوب سمجھتے ہیں، پھر بھی شریعت کے نزدیک یہ معیوب نہیں ہے؛ اس لئے کہ شریعت کے خلاف عرف کا کوئی اعتبار نہیں۔ خود نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ازار کو نیچے سے اٹھا کر رکھنے کی حالت میں نماز پڑھانا ثابت ہے، اس لئے اس ہیئت کو برا نہیں کہا جا سکتا۔

عن أبي جحيفة رضي الله عنه قال: فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج في حلةٍ مشمرًا، فصلى ركعتين إلى العنزة. (صحيح بخاری، كتاب الصلاة / باب التشمر في الثياب رقم: ٥٧٨٦)

قال الحافظ ابن حجر: قال الإسماعيلي: وهٰذا هو التشمير، ويوخذ منه أن النهي عن كف الثياب في الصلاة محله في غير ذيل الإزار، ويحتمل أن تكون

هٰذه الصورة وقعت اتفاقاً، فإنها كانت في حالة السفر، وهو محل التشمير. (فتح الباري ۳۱٤/۱۳ دار الكتب العلمية بيروت)

اور جن فقہی جزئیات میں ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، جنہیں لوگ اچھا نہ سمجھتے ہوں، تو اس سے مراد ایسا لباس ہے جو خلافِ شرع نہ ہو، پس اگر لباس شریعت کے صریح حکم کے خلاف ہو تو اس کو ہرگز استعمال نہیں کیا جائے گا، اور لوگوں کو اچھا یا برا لگنے کی پروا نہیں کی جائے گی؛ لہٰذا مہری موڑ کر ٹخنہ کھولنے اور اس حالت میں نماز پڑھنے کو مکروہِ تحریمی نہیں کہا جا سکتا ہے۔

إن العرف العام لا يعتبر إذا لزم منه ترک المنصوص. (شرع عقود رسم المفتي ۹۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۲۹ھ

دورانِ نماز دونوں ہاتھوں سے دامن ٹھیک کرنا اور اسے پھیلانا؟

سوال (۴۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عملِ کثیر یعنی نماز پڑھتے وقت کوئی شخص اپنے دامن کو ہر بار رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں سے درست کرے یا قعدہ میں بیٹھتے وقت دونوں ہاتھوں سے دامن گھٹنوں پر پھیلائے، تو کیا ایسے شخص کی نماز ہو جائے گی؟ اور یہ کام اگر امام کرے تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں رکوع سے اٹھتے ہوئے یا قعدہ میں دامن ٹھیک کرنے کی عادت مکروہ ہے اس سے احتراز کرنا چاہئے؛ لیکن اس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی؛ کیوں کہ یہ عمل کثیر نہیں کہا جاسکتا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: أمرنا ...... أن لا نكف ثوباً ولا شعراً. (صحیح البخاري ۱۱۲/۱ رقم: ۸۱۰)

وكره عبثه بثوبه وجسده. (درمختار مع الشامي، مكروهات الصلاة ٢/ ٤٠٦ زكريا)

وكذٰلك يكره له أن يكف ثوبه أو يرفعه لئلا يتترب. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/ ٢٠٢ رقم: ٢١٤٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز ہاتھ پیر کو حرکت دینا؟

سوال (۴۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نے سنا ہے کہ نماز میں ہاتھ پاؤں؛ بلکہ کسی عضو کو حرکت نہیں دینا چاہئے اور یہ کہ تین مرتبہ ہاتھ چھوڑ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں خشوع وخضوع اور سکون واطمینان مطلوب ہے، اس لئے پوری کوشش کرنی چاہئے کہ نماز شروع کرنے کے بعد نمازی کا کوئی عضو بلاوجہ حرکت نہ کرے؛ تاہم معمولی حرکت سے نماز نہیں ٹوٹتی؛ بلکہ نماز اس وقت فاسد ہوتی ہے جب کہ یہ حرکت اس قدر کثیر ہو کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، مثلاً ایک رکن میں مسلسل تین مرتبہ کھجالیا، اور سوال میں یہ جو لکھا گیا ہے کہ تین مرتبہ ہاتھ چھوڑ دینے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ عمل کثیر میں داخل نہیں ہے؛ تاہم یہ حرکت خلافِ ادب ہے۔

اعلم أن أصل الصلاة ثلاثة أشياء: أن يخضع للّٰه تعالىٰ بقلبه، ويذكر اللّٰه بلسانه، ويعظمه غاية التعظيم بجسده، فهٰذه الثلاثة أجمع الأمم على أنها من الصلاة. (حجة اللّٰه البالغة ٢/ ٣٠)

وأصل الصلاة ثلاثة أشياء: أن يخضع القلب عند ملاحضته جلال اللّٰه وعظمته ويعبر اللسان عن تلك العظمة وذلك الخضوع أفصح عبارة، وأن يؤدب الجوارح حسب ذٰلك الخضوع. (حجة اللّٰه البالغة ١/ ٥١٥)

قال في الحلية: وقد حكى إجماع العارفين عليه، وإن من لوازمه ظهور الذل، وغض الطرف، وخفض الصوت، وسكوت الأطراف. (شامي / مطلب في الخشوع ۲/۴۰۷ زكريا)

ويفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها ولا لإصلاحها، وفيه أقوال خمسة: أصحها مالا يشك الناظر في فاعله أنه ليس فيها. (درمختار) وفي الشامية: الثالث الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا فقليل. (درمختار مع الشامي ۲/۲۸۵ زكريا، طحطاوي على المراقي ۳۲۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۰/۷ھ

نماز میں پیر کا حرکت کرنا؟

سوال (۴۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نماز میں داہنا پیر ایک جگہ سے دوسری جگہ کھسک کر چلا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی؛ لیکن قصداً ایسا کرنا خلافِ ادب ہے۔

وإن حرك رجلاً واحدةً لا على الدوام لا تفسد صلاته. (الفتاویٰ الهندية ۱/۱۰۳، المحيط البرهاني / الفصل السادس عشر في التغني والألحان ۱/۳۹۶ المكتبة الشاملة، البناية شرح الهداية / الأكل والشرب في الصلاة ۲/۴۴۹ المكتبة الشاملة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کرنا؟

سوال (۴۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ندائے شاہی جون۲۰۰۲ء ربیع الاول ۱۴۲۳ھ عنوان کتاب المسائل کے تحت حضرت والا مدظلہ نے بحوالہ حلبی کبیر وعالمگیری سجدہ میں محض ناک زمین پر رکھنے کو سجدہ کے لئے کافی ہونا اور بغیر عذر کے صرف مکروہ ہونا تحریر فرمایا ہے؛ لیکن احقر آج تک بغیر عذر کے اختصار علی الانف کو نا درست ہی بتا تارہا، امید قوی ہے کہ حضرت والا عاجز کے مرقومہ ذیل حوالہ جات کے سلسلہ میں صحیح رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے:

(۱) حدیث نبوی میں صراحت مذکور ہے: ''**أمرت أن أسجد علی سبعة أعظم**'' نیز بخاری شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشانی اور ناک ہر دو کے رکھنے پر مواظبت کے الفاظ مذکور ہیں۔

(۲) طحطاوی اور مراقی الفلاح میں تصریح ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ پیشانی میں بدون عذر کے محض ناک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) نورالایضاح میں بھی تصریح ہے کہ محض ناک پر اقتصار کرنا صحیح قول نہیں ہے، مگر پیشانی میں عذر کے وقت۔

(۴) شرح وقایہ میں ہے کہ حضرات مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ والفتویٰ علی قولہما۔

(۵) حضراتِ صاحبین اور حضرت امام اعظمؒ کا بھی ایک قول یہی ہے کہ بدونِ عذر کے صرف ناک پر اکتفاء کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۶) مراقی الفلاح میں ہے: ''**إن الامام رجع إلیه**''۔

(۷) لغوی تحقیق سے بھی یہی پتہ چلتا ہے۔

"**الغرض مختار و مفتی به قول**" قوتِ دلائل کے سبب عاجز کے خیال میں یہی معلوم ہورہا ہے کہ بغیر عذر کے محض ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ معتبر نہ ہوگا، جیسا کہ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہ حضرات کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا بھی نہ ہوگا۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ندائے شاہی (جون۲۰۰۲ء) کے کتاب المسائل میں صرف ناک پر سجدہ درست ہونے سے متعلق جو مسئلہ لکھا گیا ہے اس میں واقعۃً احقر سے تسامح ہوا ہے، اس مسئلہ میں آنجناب کے محولہ تمام حوالہ جات نیز دیگر کتابیں دیکھ کر یہ بات منقح ہوئی کہ اصح اور فیصلہ کن رائے یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک زمین پر رکھنا واجب ہے (فرض نہیں ہے) اور بلا عذر صرف ناک پر اکتفاء کرنا مکروہِ تحریمی ہے، محقق العصر علامہ ابن الہمامؒ نے مسئلہ پر مکمل بحث کرکے اسی رائے کو حق اور حتمی قرار دیا ہے، جس سے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے قول میں تطبیق بھی ہوجاتی ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک کراہت سے کراہتِ تحریمی مراد ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک عدمِ جواز سے پیشانی اور ناک دونوں کا وجوب مراد ہے۔

قال العلامة ابن الهمام: فالحق أن مقتضاه ومقتضى المواظبة المذكورة الوجوب ولا يبعد أن يقول به أبو حنيفةؒ، وتحمل الكراهة المروية عنه على كراهة التحريم، وعلى هٰذا فجعل بعض المتأخرين الفتوىٰ على الرواية الأخرىٰ الموافقة لقولهما لم يوافقه دراية ولا القوى من الرواية. هٰذا. ولو حمل قولهما لا يجوز الاقتصار إلا من عذر على وجوب الجمع كان أحسن إذ يرتفع الخلاف بناءً على حملنا الكراهة عنه عليه من كراهة التحريم. (فتح القدير ۱/ ۳۰۴ دار الفكر بيروت، طحطاوي على المراقي ۱۲۵، وأيده العلامة الشامي في رد المحتار ۲/ ۲۰۳-۲۰۴ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۴/۲۳ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صرف پیشانی پر سجدہ کرنا؟

سوال (۴۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا ٹکنا ضروری ہے یا صرف پیشانی ٹکنے سے ہی سجدہ ادا ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صرف پیشانی ٹکنے سے بھی سجدہ صحیح ہوجاتا ہے، اگرچہ ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰہ أنه قال: إذا أمكن الرجل یدیه من رکبتیه، والأرض من جبهته، فقد أجزأہ. (المصنف لابن أبي شیبة ٤٥٣/٢ رقم: ٢٥٧٨)

وأما الاقتصار علی الجبهة فیصح مطلقاً بالاتفاق. (طحطاوی علی المراقي ١٢٥)

وإن وضع دون أنفه جاز سجودہ بالإجماع. (حلبي کبیر ٢٨٢)

ولو سجد علی الجبهة دون الأنف یجوز اتفاقا.. (الفتاویٰ التاتارخانیة ١٢٥/٢ رقم: ١٩٢٨ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۰/۵/۱۴۱۴ھ

نماز میں جمائی کا حکم؟

سوال (۴۷۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں جب جمائی آئے تو کس طرح روکنی چاہئے؟ قیام میں کیسے اور دیگر ارکان میں کیسے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں جمائی آئے تو اولاً ہونٹ بند کرکے اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے، اگر پھر بھی نہ رکے تو قیام کے حالت میں دایاں ہاتھ اور دیگر حالتوں میں بایاں ہاتھ منہ پر رکھ لینا چاہئے۔ دورانِ نماز بار بار جمائی لینا اور اس کو روکنے کی کوشش نہ کرنا مکروہ ہے۔

ولا یتثاءب في الصلاة ...... فإن غلب علیه التثاؤب جعل یدہ علی فیه؛ لما روي عن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه قال: إذا تثاءب أحدکم فلیکظم ما استطاع، فإن لم یستطع فلیضع یدہ علی فیه. (مسند أحمد ٤٢٨/٨، کذا في بدائع الصنائع ٥٠٦/١ زکریا)

ولهـا آداب مـنـه إمساك فمه عند التثاؤ ب و لو بأخذ شفتيه بسنه فإن لم يقدر غطاه بظهر يده اليسرىٰ، وقيل باليمنى لو قائما، وإلا فيسرا اه. (درمختار / باب صفة الصلاة ٢/١٧٦ زكريا، بدائع الصنائع ١/٥٠٦ زكريا، مراقي الفلاح ١/١٥١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز ریاح کو روکنا؟

سوال (۴۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے دوران ریاح خارج ہونے کا اندیشہ ہوتو کیا ایسے میں ہم ریاح روک سکتے ہیں؟ اور اگر ہم روک لیتے ہیں تو کیا نماز ہوجاتی ہے؟ تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر دورانِ نماز ریاح کے خروج کا سخت تقاضہ ہو کہ بے چینی ہوجائے، تو ایسی صورت میں نماز توڑ کر ریاح خارج کر کے ازسرِنو وضو کر کے اطمینان کے ساتھ نماز ادا کی جائے، اور اگر سخت تقاضہ نہ ہوتو ریاح روکنے میں کوئی حرج نہیں۔

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا صلاة بحضرة طعام ولا وهو يدافعه الأخبثان. (صحيح مسلم ١/٢٠٨ رقم: ٥٦٠، إعلاء السنن / باب كراهية الصلاة مع مدافعة الأخبثين ٥/١٣٢ دار الكتب العلمية بيروت)

يكره أن يدخل في الصلاة وقد أخذه غائط أو بول ...... والمراد نفي الكمال كما في نظائره وهو يقتضي الكراهة، وإن كان الاهتمام بالبول والغائط ليشغله أي يشغل قلبه عن الصلاة ويذهب خشوعه يقطعها أي يقطع الصلاة ليؤديها على وجه الكمال، هٰذا إذا كان في الوقت سعة، فإن خاف إن قطعها أن يخرج الوقت فلا يقطعها؛ لأن التفويت حرام، وهٰذه كراهة فلا يهرب من الكراهة إلى الحرام. (كبيري ٣٦٦ لاهور)

وكره صلاته مع مدافعة الأخبثين أو إحداهما، وتحته في الشامية: قال في الخزائن: سواء كان بعد شروعه أو قبله، فإن شغله قطعها إن لم يخف فوت الوقت وإن أتمها أثم ...... لأن ترك سنة الجماعة أولىٰ من الإتيان بالكراهة. (الدر المختار مع الرد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها / مطلب في الخشوع ۲/ ۴۰۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام محراب یا در میں کس طرح کھڑا ہو؟

سوال (۴۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مساجد میں امام صاحب محراب یا در کے اندر کھڑے ہوتے ہیں اور بعض میں باہر، اگر امام محراب یا در کے اندر کھڑے ہوجائیں، تو نماز مع الکراہت ہوگی یا بلا کراہت؟ محراب اور در میں کھڑے ہونے کا جو طریقہ شریعت کی روشنی میں درست ہو، تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کو در یا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا کہ قدم بھی باہر نہ ہو، مکروہ تنزیہی یعنی خلافِ اولیٰ ہے۔ امام کو در یا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا چاہئے کہ کم از کم قدم کی ایڑی باہر رہے۔

والأصح ما روي عن أبي حنيفة أنه قال: أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين. (شامي ۲/ ۴۱۴ زكريا)

عن علي رضي اللّٰه عنه أنه كره الصلاة في الطاق. (المصنف لابن أبي شيبة ۳/ ۵۰۷ رقم: ۴۷۲۷)

وفي الدر المختار في مكروهات الصلاة: قيام الإمام في المحراب لا سجوده فيه وقدماه خارجه؛ لأن العبرة للقدم مطلقاً وإن لم يشبه حال الإمام. وفي الشامي: اقتصر عليه في الهداية واختاره الإمام السرخسي، وقال: إنه الأوجه.

(شامي ٢/ ٤١٤ زكريا، مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ٣/ ٣٥٢، امداد الفتاویٰ ١/ ٤٢٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۵/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا محراب میں کھڑا ہونا؟

سوال (۴۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بکر امام کی محراب کے چار انگل اندر کھڑا ہوگیا، جب کہ جنوب وشمال کے مقتدی جو دونوں گوشوں میں تھے وہ امام صاحب کو دیکھ رہے تھے، تو اس صورت میں کوئی کراہت آئے گی یا نہیں؟ اگر کراہت آئے گی تو کس صورت میں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کا اس طرح محراب میں کھڑے ہونا کہ پیر بھی محراب کے اندر رہیں مکروہ تنزیہی ہے، اگرچہ دائیں بائیں کے نمازی اسے دیکھ رہے ہوں؛ البتہ اگر مسجد کی تنگی کی بناپر ضرورۃً ایسا کیا جائے، تو کوئی کراہت نہیں ہے۔

عن إسماعيل بن عبد الملک قال: رأيت أبا خالد الوالبي لا يقوم في الطاق يقوم قبل الطاق. (المصنف لابن أبي شيبة / باب الصلاة في الطاق ٣/ ٥٠٩ رقم: ٤٧٣٧)

عن علي رضي اللّٰه عنه أنه كره الصلاة في الطاق. (المصنف لابن أبي شيبة / باب الصلاة في الطاق ٣/ ٥٠٧ رقم: ٤٧٢٧)

ويكره قيام الإمام بجملة في المحراب لا قيامه خارجه وسجوده فيه ...... وإذا ضاق المكان فلا كراهة. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / فصل في المكروهات ١٩٨، شامي ٢/ ٤١٤ زكريا، شامي ١/ ٦٤٦ كراچی، مجمع الأنهر ١/ ١٢٥، البحر الرائق ٢/ ٢٥ كوئٹہ، امداد الفتاویٰ ١/ ٤٢٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۲/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا مصلیٰ کے برابر والے ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا؟

سوال (۴۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام بوقت جماعت کہاں کھڑا ہو؟ محراب میں یا محراب سے پیچھے کھڑا ہو، اگر محراب سے پیچھے کھڑا ہو تو قدم کہاں ہونا چاہئے؟ زید جو امام مسجد ہے، اگر عین محراب میں کھڑا ہوتا ہے تو یہ کیسا ہے؟ آج کل جو مسجدیں نئے ماڈل سے بن رہی ہیں، اس میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کشادہ بالا رادہ بناتے ہیں، اور امام کے کھڑے ہونے کی جگہ دو ستون پتلے پتلے لگاتے ہیں، ان ستونوں کے اندر امام کا کھڑا ہونا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محراب میں بالکل اندر کھڑے ہونا مکروہِ تنزیہی ہے، اگر قدم باہر ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے، یہی حکم مصلیٰ کے برابر والے ستونوں کا ہے۔

وكره ...... قيام الإمام في المحراب لا سجوده فيه وقدماه خارجه؛ لأنه العبرة للقدم. (درمختار ۲/۴۱٤)

قوله: إن علل بالتشبه قال الشامي: قيد للكراهة، وحاصله أنه صرح محمد في الجامع الصغير بالكراهة ولم يفصل، فاختلف المشائخ في سببها، فقيل: كونه يصير ممتازا عنهم في المكان؛ لأن المحراب في معنى بيت آخر وذٰلک صنيع في أهل الكتاب واقتصر عليه في الهداية، واختاره الإمام السرخسي، وقال: إنه الأوجه. (شامي ۲/٤١٤ زكريا)

والأصح ما روي عن الإمام أكره للإمام أن يقوم بين الساريتين أو سارية أو ناحية المسجد إلى سارية؛ لأنه خلاف عمل الأئمة. (النهر الفائق ١/٢٤٥ بيروت، بحواله حاشية: فتاوىٰ محموديه ١١/١٢٨ ميرٹھ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۱۱/۱۴۲۰ھ

امام کا مسجد کے دروں میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانا؟

سوال (۴۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر امام مسجد کے صحن میں کھڑا ہو، مثال کے طور پر شاہی مسجد کا جو بیچ والا دروازہ ہے، وہاں پر امام کھڑا ہو اور مقتدی مسجد کے آنگن میں، جیسا کہ پٹھانوں والی مسجد مرادآباد میں اکثر گرمی میں باہر نماز ہوتی ہے، تو اس طرح نماز ادا کی جائے، تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دروازہ کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے، جیسا کہ محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے، بالکل اندر کھڑا نہ ہو؛ بلکہ قدم باہر ہونے چاہئیں، اور یہی حکم در کا ہے، اگر قدم باہر ہیں تو بلا کراہت نماز صحیح ہوجائے گی۔

وعن أبي حنيفة أنه قال: أكره أن يقوم بين السارتين. (شامي ۵۶۸/۱ کراچی، فتح القدير ۳۵۶/۱ بيروت، امداد الفتاویٰ ۴۳۰/۱، فتاویٰ دارالعلوم ۳۵۲/۳)

ويكره قيام الإمام بجملته في المحراب لا قيامه خارجه وسجوده فيه.

(مراقي الفلاح / فصل في المكروهات ۵۵، الفتاویٰ الهندية ۱۰۸/۱ کوئٹہ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۳۶۱-۳۶۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱؍۱؍۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے دروں میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض حضرات مسجد کے دروں میں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟ کیا مسجد کے دروں کا شمار مسجد کی بنیاد میں نہیں ہوتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضراتِ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ایک در میں چند آدمی

کھڑے ہوسکتے ہیں کہ ان کی چھوٹی سی جماعت ہو جاتی ہے اور اس کی ضرورت بھی ہو، تو بظاہر ان میں کراہت نہ ہوگی؛ البتہ اکیلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۳/ ۳۴۳، امداد الفتاویٰ ۱/ ۴۲۰، درس ترمذی ۱/ ۴۸۷)

والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه؛ لأنه صف في حق كل فريق، وإن لم يكن طويلا وتخلل الأسطوانة بين الصف كتخلل متاع موضع أو كفرجة بين رجلين وذلک لا يمنع صحة الاقتداء ولا يوجب الكراهة. (المبسوط للإمام السرخسي ۳۵/۲ دار الفكر بيروت)

وقدمنا كراهية القيام في صف خلف صف فيه فرجة للنهي وكذا القيام منفرداً، وإن لم يجد فرجة. (درمختار مع الشامي، الصلاة / باب ما يفسد الصلاة، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة ۴۱۶/۲ زكريا، البحر الرائق ۳۵۲/۱، الفتاوىٰ الهندية ۸۸/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/ ۲/ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محراب اور دروں میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانے کی ممانعت کی علت

سوال (۴۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مسجدیں اس طرح بنی ہوئی ہیں کہ ان میں کئی کھم ہوتے ہیں، اندر کے درجہ میں دو صف پھر بیچ میں دیوار اور دروازے لگے ہوئے ہیں، پھر باہر کے درجہ میں دو صف، اس میں دو تین کھم کھڑے ہوئے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس طرح امام محراب میں اپنی ایڑی باہر نکال کر کھڑا ہوتا ہے، تو کیا باہر کے درجہ میں محراب والا حکم لگے گا، یعنی امام کو دروازے کی چوکھٹ کی سیدھ سے باہر اپنی ایڑی نکال کر کھڑا ہونا ہوگا یا اندر کے درجہ میں کھم کے بالکل بیچ میں کھڑا ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسئلہ کی اصل علت یہ ہے کہ اگر امام پوری طرح محراب کے اندر داخل ہوکر نماز پڑھاتا ہے، تو نمازیوں سے اس کی حالت مشتبہ رہتی ہے؛ لہٰذا حکم دیا

گیا ہے کہ امام کچھ باہر نکل کر نماز پڑھائے؛ تا کہ کوئی اشتباہ نہ رہے۔ بریں بنا محراب کے علاوہ دیگر دروں میں بھی اسی علت کا لحاظ رکھا جائے گا، یعنی اگر ایڑی نکالے بغیر اشتباہ دور نہ ہوتا ہو تو اندر در میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

عن إسماعيل بن عبد الملک قال: رأيت أبا خالد الوالبي لا يقوم في الطاق يقوم قبل الطاق. (المصنف لابن أبي شيبة / باب الصلاة في الطاق ۵۰۹/۳ رقم: ٤٧٣٧)

عن علي رضي اللّٰه عنه أنه كره الصلاة في الطاق. (المصنف لابن أبي شيبة / باب الصلاة في الطاق ۵۰۷/۳ رقم: ٤٧٢٧)

وقيام الإمام في المحراب مطلقاً وإن لم يشتبه حال الإمام إن علل بالتشبه، وإن بالاشتباه ولا اشتباه، فلا اشتباه في نفي الكراهة (درمختار) وتحته في الشامية: قوله: ''إن علل بالتشبه" قيد للكراهة.

وحاصله أنه صرح محمد في الجامع الصغير بالكراهة ولم يفصل؛ فاختلف المشايخ في سببها: فقيل كونه يصير ممتازاً عنهم في المكان؛ لأن المحراب في معنى بيت آخر، وذٰلک صنيع أهل الكتاب، واقتصر عليه في الهداية واختاره الإمام السرخسي، وقال: إنه الأوجه: وقيل: اشتباه حاله على من في يمينه ويساره. فعلى الأول يكره مطلقاً، وعلى الثاني لا يكره عند عدم الاشتباه. (الرد المحتار، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها / مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة ٤١٤/٢ زكريا)

والأصح ما روي عن أبي حنيفة أنه قال: أكره أن يقوم بين الساريتين أو في زاوية أو في ناحية المسجد أو إلى سارية؛ لأنه خلاف عمل الأمة، قال عليه الصلاة والسلام: توسطوا الإمام وسدوا الخلل. (شامي ۳۱۰/۲ زكريا، النهر الفائق / باب الإمامة ۲٤٥/۱ دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير / باب الإمامة ۳٥٦/۱ دار الفكر بيروت، امداد الفتاویٰ ٤۲۱/۱، كفايت المفتى ۳۸/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۴/۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ارکانِ نماز میں ادعیۂ ماثورہ کے ساتھ اردو میں دعا مانگنا؟

سوال (۴۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کو کبھی جماعت سے نماز نہیں ملتی، اپنے کمرہ پر تنہا ہی پڑھنا پڑتی ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا زید جب اپنی فرض نماز تنہا پڑھے، تو رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور قعدۂ اخیرہ میں عربی میں دعائیں مانگ سکتا ہے یا صرف قعدۂ اخیرہ میں سلام پھیرنے سے پہلے عربی میں دعائیں مانگی جاسکتی ہیں، یا صرف نفل اور سنت نمازوں کے کسی بھی رکن میں عربی میں دعائیں پڑھی اور مانگی جاسکتی ہیں؟ کیا نفل نمازوں کے کسی رکن میں اردو میں بھی دعاء مانگی جاسکتی ہے؟ اگر نہیں تو کیا اردو میں دعا مانگنے سے نماز فاسد ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تنہا نماز پڑھتے ہوئے رکوع سجدہ وغیرہ میں ادعیۂ ماثورہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، خواہ فرض نماز ہو یا سنن ونوافل، اور کسی بھی نماز میں غیر عربی میں دعا مانگنا مکروہِ تحریمی ہے، اس کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوجاتی ہے، اس لئے نماز کے اندر اردو یا کسی اور زبان میں دعا مانگنا جائز نہ ہوگا۔

وليس بينهما ذكر مسنون وكذا ليس بعد رفعه من الركوع دعاء وكذا لا يأتي في ركوعه وسجوده بغير التسبيح على المذهب، وما ورد محمول على النفل أي تهجداً وغيره، خزائن. وكتب في هامشه: فيه رد على الزيلعي حيث خصه بالتهجد ثم الحمل المذكور صرح به المشائخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرح به في الحلية في الوارد في القومة والجلسة، وقال: على أنه إن ثبت في المكتوبة فليكن حالة الإنفراد. (شامي، الصلاة / باب صفة الصلاة ۲/ ۲۱۳ زكريا)

قال الشوكاني: والحديث يدل على مشروعية الدعاء بهذه الكلمات في

القعدة بين السجدتين، وقال القاري: وهو محمول على التطوع عندنا. (بذل المجهود ٤/ ٢٩٢ سهارنفور)

وكره الدعاء بالعجمية؛ لأن عمر نهىٰ عن رطانة الأعاجم، وأما بقية أذكار الصلوٰة فلم أر من صرح فيها بالكراهة سوىٰ ما تقدم، ولا يبعد أن يكون الدعاء بالفارسية مكروهاً تحريماً في الصلوٰة وتنزيهاً خارجها. (شامي، صفة الصلاة / مطلب في الدعاء بغير العربية ٢/ ٢٣٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری منزل پر امام کی آواز پہنچانے کے لئے مسجد کی چھت میں سوراخ کرنا؟

سوال (۴۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسجد میں صحتِ جماعت کے لئے دوسری منزل پر پہلی یعنی نچلی منزل سے امام کی آواز پہنچنے کے لئے کچھ سوراخ چھت میں کھلا ہونا ضروری ہے، یا صرف مائک کی آواز کافی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسری منزل پر امام کی آواز پہنچانے کے لئے چھت میں سوراخ کرنا کوئی ضروری نہیں ہے؛ بلکہ مائک وغیرہ کے ذریعہ آواز پہنچانا کافی ہے۔ اور اگر سوراخ کردیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/ ۱۶۸ میرٹھ)

لأن سطح المسجد له حكم المسجد حتى يصح الإقتداء منه عن تحته. (هداية ١/ ١٠٣)

ولٰكن لا يشتبه عليه حال الإمام سماعا أو رؤية، فمن مشائخنا من قال: يمنع صحة الاقتداء ومنهم من قال: لا يمنع، وهو الصحيح. (الفتاوىٰ التاتارخانية

۲۶۲/۲ رقم: ۲۳۶۹ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۶/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بلا عذر مسجد کے پڑوسی کا گھر میں نماز پڑھنا؟

سوال (۴۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص فرض نماز بغیر جماعت کے گھر پر پڑھے اور مسجد میں نہ جائے اس کے لئے قرآن اور حدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ اور پڑھے لکھے آدمی ہیں، جب کہ مسجد ۲۵/ میٹر کے فاصلہ پر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مردوں کے لئے مسجد میں با جماعت نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، جس کی پابندی کرنا واجب ہے، جو شخص بغیر شرعی عذر کے گھر پر نماز پڑھنے کا معمول بنالے وہ تارک سنت اور گنہگار ہے، ایسے شخص کے بارے میں احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد. (المستدرك على الصحيحين ۳۷۳/۱)

یعنی مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی نماز ہی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ مسجد میں جا کر با جماعت نہ پڑھے۔

عن ابن بريدة عن أبيه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من سمع النداء فارغاً صحيحاً فلم يجب فلا صلاة له. (رواه الحاكم أبو عبد اللّٰه في المستدرك على الصحيحين ۳۷۲/۱ وقال: وهو صحيح على شرط الشيخين)

والجماعة سنة مؤكدة للرجال. (الدر المختار)

وفي الشامية: قال في شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب من أن تاركها بلاعذر يعزر وترد شهادته ويأثم الجيران بالسكوت عنه. (شامي ۲۸۷/۲ زكريا)

الجماعة سنة مؤكدة أي قريبة من الواجب، وإذا ترك واحد ضرب وحبس ولا يرخص لأحد تركها إلا لعذر. (مجمع الأنهر ۱۰۷/۱ دار إحياء التراث العربي، ۱۶۱/۱ مطبوعه فقيه الأمة، بدائع الصنائع ۳۸٤/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۴/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے فرش اور زینہ پر جوتے رکھ کر برابر میں نماز پڑھنا؟

سوال (۴۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض لوگ مسجدوں کے اندر فرش اور زینہ پر جوتا چپل رکھتے ہیں، اور نکلتے وقت بعض لوگ کھڑے کھڑے زور سے پٹختے ہیں، ان کا یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ اور جوتا چپل اندر فرش اور زینہ پر رکھتے ہیں، اس کی گرد اور مٹی فرش پر گرتی ہے، اور وضو کے بعد تر پیر میں وہ گرد لگتی ہے، تو آیا اس کی وجہ سے اس کے وضو اور نماز میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں اتنی زور سے جوتے پٹخنا کہ جس سے نمازیوں کو خلل ہو مکروہ ہے، لوگوں کو چاہئے کہ آہستہ سے جوتے رکھ کر پہنیں؛ تاکہ دیگر نمازیوں کو خلل نہ ہو، نیز اگر مسجد کے خارج حصہ میں کوئی ایسی جگہ ہو جہاں جوتے رکھے جاسکیں، تو جوتوں کا مسجد کے اندر لے جانا مناسب نہیں؛ البتہ اگر باہر محفوظ جگہ نہ ہو تو مسجد میں لے جانے میں مضائقہ نہیں؛ لیکن اس کا لحاظ رہے کہ مسجد نجاست میں ملوث نہ ہو؛ تاہم خشک جوتے رکھنے کی وجہ سے جو گرد وغبار فرش پر گرجائے اور کوئی ظاہری نجاست نہ ہو، تو اس فرش پر نماز پڑھنا درست ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۱۵۰/۳)

وينبغي لداخله تعاهد نعله وخفه وصلوته فيهما أفضل قلت: لكن إذا خشي تلويث فرش المسجد بها ينبغي عدمه وإن كانت طاهرة. (درمختار مع الشامي، مكروهات الصلاة، مطلب: في أحكام المسجد ٦٥٧/١ كراچی، ٤٢٩/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۲۵/۱۱/۱۴۲۲ھ

نماز فجر سے قبل مسجد میں زور زور سے تلاوت کرنا؟

سوال (۴۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مساجد میں فجر کی جماعت سے قبل لوگ اتنی زور زور سے تلاوت کرتے ہیں کہ سنت پڑھنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے؛ بلکہ بسا اوقات باہر سے آنے والے جنہیں جماعت کا وقت معلوم نہیں ہے، وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید جماعت ہوچکی ہے، اس لئے لوگ تلاوت میں مشغول ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں قرآنِ پاک کی تلاوت اتنی زور سے نہ کی جائے کہ نمازی تشویش میں مبتلا ہوجائیں۔

أخرج الترمذي وأبو داؤد بسندهما عن قتادة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأبي بكر:...... وفيه: قال لعمر: مررت بک وأنت تقرأ وأنت ترفع صوتک ...... قال: أخفض قليلاً. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في القراءة بالليل ١/١٠٠ رقم: ٤٤٦، سنن أبي داؤد، الصلاة / باب رفع لاصوت في صلاة الليل ١/١٨٨ رقم: ١٣٢٩)

عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن.

(شامي / كتاب الحظر والإباحة ٩/٥٠٣ زكريا)

لا يقرأ جهراً عند المشتغلين بالأعمال. (الفتاوىٰ الهندية ٥/٣١٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لاؤڈ اسپیکر پر نماز

لاؤڈ اسپیکر پر نماز؟

سوال (۴۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ امام کی عین آواز ہی بلند ہو کر لوگوں تک پہنچتی ہے؛ لہٰذا نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ بلاضرورت استعمال کرنا مناسب نہیں ہے؛ کیوں کہ ضرورت سے زیادہ آواز بلند کرنا مطلقاً خلافِ اولیٰ ہے۔

بأن الإمام إذا جهر فوق الحاجة، فقد أساء، والإسائة دون الكراهة، ولا توجب الإفساد. (شامي ۵۸۹/۱ کراچی، شامي ۳۳۷/۲ زکریا، آلاتِ جدیدہ ۵۹، فتاویٰ عثمانی ۵۵٤/۱، امداد الفتاویٰ ۸٤٠/۱-۸٤۷، جواهر الفقه ۹۹/۵-۱۰۲، فتاویٰ محمودیه ۱٦۳/۱۱ میرٹھ)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا؟

سوال (۴۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں مدارس میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کا استعمال اس کثرت سے

ہونے لگا کہ جماعت کی نمازوں میں اگرچہ جماعت جماعتِ کثیر نہ ہو، بلاضرورت بھی اس کو استعمال کرنے لگے ہیں، چند مساجد ایسی ہیں کہ ان میں صرف چار پانچ صف تک لوگ رہتے ہیں کہ امام کی آواز وہاں تک پہنچ جاتی ہے، اس کے باوجود آلہ مکبر الصوت استعمال کیا جاتا ہے، براہِ کرم اس کی وضاحت فرمادیں کہ اس کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اب یہ بات تسلیم کی جاچکی ہے کہ لاؤڈاسپیکر کی آواز بعینہٖ متکلم کی ہی آواز ہوتی ہے، اور یہ آلہ اس کو بلند کرکے دوسروں تک پہنچانے کا کام انجام دیتا ہے؛ لہٰذا لاؤڈاسپیکر سے نماز فاسد ہونے کا حکم تو نہیں دیا جاسکتا؛ البتہ فقہاء نے ایک دوسرا جزئیہ لکھا ہے کہ نماز میں ضرورت سے زیادہ جہر خلافِ اولیٰ ہے۔

وإذا جهر الإمام فوق حاجة الناس فقد أساء. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۷۲)

لہٰذا جہاں بھی یہ صورت پائی جائے گی کہ امام کی قرأت اور تکبیرات کی آواز بغیر لاؤڈاسپیکر کے اکثر مقتدیوں تک پہنچ سکے پھر بھی لاؤڈاسپیکر استعمال کیا جائے، تو یہ صورت مکروہ ہوگی، اور اس سے احتراز لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۶/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۲/۱۵ر مصلیوں کے لئے امام صاحب کا مائک پر نماز پڑھانا اور تعلیم کرنا؟

سوال (۴۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ میں ایک چھوٹی مسجد ہے، جس میں چھ صف ہیں، ہر ایک صف میں ۲۰ تا ۲۲ر مصلیان مسجد کی گنجائش ہے، نماز فجر میں جب مؤذن صاحب اقامت کہتے ہیں تو ۴ر تا ۶ر مصلیان رہتے ہیں، اور نماز فجر ختم ہونے تک ۱۲ر تا ۱۵ر مصلی نماز پڑھتے ہیں، ایک صف بھی مکمل نہیں ہوتی۔

الا ماشاءاللہ اگر کوئی جماعت آجائے تو پھر چند مصلی دوسری صف میں امام صاحب کے بالکل پیچھے نماز ادا کرتے ہیں، امام صاحب کی آواز اچھی ہے اور آسانی سے تین چار صف تک سنائی دیتی ہے؛ لیکن امام صاحب مائک لگا کر ہی نماز پڑھاتے ہیں، اور تعلیم بھی مائک کے ذریعہ کرتے ہیں۔ نماز فجر کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہیں، اور علماء حقانی کا کہنا ہے کہ اگر امام صاحب کا قعدۂ اخیرہ مل جانے کی امید ہو تو سنت ادا کر کے ہی نماز فرض میں شریک ہوں، مسجد چھوٹی ہونے کی وجہ سے امام صاحب کی آواز مائک کے ذریعہ تیز ہو جانے کی وجہ سے سنت ادا کرنے والوں کو مشکل ہو رہی ہے، اور جلدی میں سہو ہوتا ہے۔ فجر کی نماز کی دعا کے فوراً بعد امام صاحب مائک کے ذریعہ ہی تعلیم شروع کر دیتے ہیں، اور بعد میں آ کر فرض نماز فجر ادا کرنے والوں کو سخت دشواری پیش آتی ہے، ان حالات میں امام صاحب کا اس طرح مائک کا استعمال کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بہتر یہی ہے کہ امام صاحب مذکورہ مسجد میں مائک کے بغیر نماز پڑھایا کریں، اسی طرح نماز کے بعد کتاب کی تعلیم بھی مائک کے بغیر ہونی چاہئے، بےضرورت مائک کا استعمال خلافِ اولیٰ ہے، اس سے احتیاط لازم ہے۔

الإمام إذا جهر دون الحاجة، فقد أساء والإساءة دون الكراهة، ولا توجب الإفساد. (شامي ۲/۳۳۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا مائک پر نماز پڑھانا اور بہت زور سے آواز نکالنا؟

سوال (۴۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب ٹرسٹیان مسجد کے حکم سے مائک پر نماز پڑھاتے ہیں، اور امام اتنی زور سے آواز نکالتے ہیں کہ دس بارہ صفوں تک آواز جاتی ہے؛ لہٰذا یہ عمل کیسا ہے؟ اور اگر یہ عمل غلط ہے تو آپ

بتائیں کہ امام کو کتنی زور سے آواز نکالنا درست ہے یا سنت ہے؟ اس مسئلہ کا جواب کتاب یا روایت سے مرحمت فرمائیں؛ تاکہ امام صاحب مان جائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نمازی زیادہ ہوں اور دور تک آواز پہنچانے کی ضرورت ہو، تو لاؤڈ اسپیکر کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن نمازی مختصر ہوں تو بلا ضرورت مائک کا استعمال کرنا خلافِ اولیٰ ہے؛ لیکن اس سے نماز میں فساد نہیں آتا، اس لئے ضرورت کے وقت مائک کا استعمال شرعاً درست ہے۔

صرح في السراج: بأن الإمام إذا جهر فوق الحاجة فقد أساء، والإساءة دون الكراهة، فلا توجب الإفساد. (شامي ۳۳۷/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۰/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز گھنٹی بجنے پر پاس بیٹھنے والے کا موبائل بند کرنا؟

سوال (۴۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنا موبائل سامنے رکھ کر نماز پڑھ رہا ہے دوران نماز موبائل کی رنگ ہورہی ہے، تو کیا پاس بیٹھا آدمی (جو نماز نہیں پڑھ رہا ہے) اس موبائل کو بند کرسکتا ہے؟ کیا اس صورت میں بلا اجازت غیر کی ملکیت کو استعمال کرنے کا جرم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موبائل کی گھنٹی بجنے سے چوں کہ زید کی نماز میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے، اس لئے پاس میں بیٹھے ہوئے شخص کو موبائل بند کردینا بلاشبہ جائز ہے، یہ غیر کی ملکیت میں تصرف نہیں؛ بلکہ ایک طرح سے اس کے ساتھ ہمدردی اور تعاون ہے؛ تاکہ اس کی نماز میں خلل نہ پڑے۔

وإذا ذبح أضحية الغير ناويًا مالكها بغير أمره جاز، ولا ضمان عليه، وهذا استحسان لوجود الإذن دلالة كما في البدائع. (شامي ٤٧٨/٩ زكريا)

وبقي من المكروهات أشياء آخر ذكرها في النية، ونور الإيضاح وغيرهما منها الصلاة بحضرة ما يشغل البال، ويخل بالخشوع. (شامي ٤٢٥/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۱۰/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس موبائل کی اِسکرین پر ذی روح کی تصویر نمایاں ہو، اُسے سامنے رکھ کر نماز پڑھنا؟

سوال (۴۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنا موبائل سامنے رکھ نماز پڑھ رہا ہے، موبائل کا اسکرین سیور کوئی تصویر ہے، دوران نماز وہ اسکرین سیور والی تصویر موبائل پہ آ گئی، تو کیا اسے تصویر کے سامنے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موبائل کے اسکرین پر اگر ذی روح کی تصویر نمایاں ہے، تو اس صورت میں اس موبائل کو سامنے رکھ کر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے، مگر نماز درست ہوجائے گی۔

ولبس ثوب فيه تماثيل ذي روح، وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه أو بحذائه يمنة ويسرة، أو محل سجوده. (شامي ٤١٦/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۱۰/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مفسداتِ نماز

''اللہ اکبار'' کہنا مفسدِ صلوٰۃ ہے

سوال (۴۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص نماز میں ''اللہ اکبر'' کے بجائے ''اللہ اکبار'' کہے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دورانِ نماز تکبیر کہتے وقت ''اللہ اکبر'' کے بجائے ''اللہ اکبار'' کے الفاظ نکالے، تو اصح قول کے مطابق نماز فاسد ہوجائے گی، اور ایسے الفاظ اگر شروع میں نکالے تو نماز شروع ہی نہ ہوگی۔

وإن قال: ''اللّٰہ أکبار'' بإدخال ألف بین الباء والراء، لا یصیر شارعاً، وإن قال ذٰلک في خلال الصلاۃ تفسد صلا تہ، قیل: لأنہ إسم من أسماء الشیطان وقیل: لأنہ جمع کبر بالتحریک وھو الطبل، وقیل: یصیر شارعاً، ولا تفسد صلاتہ؛ لأنہ إشباع، والأول أصح. (حلبي کبیر ۲۵۹-۲۶۰، شامي ۱۷۹/۲ زکریا، الجوھرۃ النیرۃ ۷۳/۱، مجمع الأنھر ۹۱/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''آللہ اکبر'' یا ''اللہ آکبر'' کہنے کا حکم؟

سوال (۴۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کوئی شخص نماز میں ''آللہ اکبر'' یا ''اللہ آ کبر'' کہے، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص نے ناواقفیت میں یا جان بوجھ کر ''اللہ اکبر'' کے بجائے اللہ کے الف کو کھینچ کر ''آللہ اکبر'' کہا، تو نہ صرف یہ کہ نماز فاسد ہو جائے گی؛ بلکہ جان بوجھ کر کہنے کی صورت میں اس شخص کے کافر ہونے کا اندیشہ ہے، یہی حکم اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر ''اللہ آ کبر'' کہنے کا ہے۔

ولو أدخل المد في ألف لفظة ''اللّٰہ'' کما یدخل في قولہ تعالیٰ اللّٰہ آذن لکم، وشبہ تفسد صلاتہ إن حصل في أثنائها عند أکثر المشائخ، ولا یصیر شارعاً بہٖ في ابتدائها، ویکفر لو تعمدہ؛ لأنہ استفهام، ومقتضاہ الشک في کبریائہ تعالیٰ ......الخ، وعلی ھٰذا لو مد همزة أکبر الأصح أنها تفسد أیضاً.

(حلبي کبیر ۲٦۰، شامي ۱۷۹/۲ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة ۵۱/۲ رقم: ۱٦۹۸ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ٦۸/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''اللہ اکبر'' کو ''اَکبار'' پڑھنا؟

سوال (۴۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر امام نماز میں تکبیر ''اللہ اکبر'' کو ''اللہ اکبار'' پڑھے، تو کیا نماز میں فرق آئے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''اللہ اکبار'' پڑھنا ممنوع ہے، اور اس طرح قصداً پڑھنے سے نماز فاسد ہونے کا اندیشہ ہے، باقی اگر کبھی بے خیالی میں اس طرح لفظ زبان سے نکل جائے تو نماز کے فساد کا حکم نہ لگے گا۔

وكبـر بـلا مـد (كـنـز) قال ابن نجيم: قوله بلا مد، حذفه من غير تطويل، وحـاصـلـه: الإمسـاک عن إشباع الحركة والتعمق فيها والإضراب عن الهمزة المفرطة والمد الفاحش (البحر الرائق) وقال الشامي في هامشه: وإن كان المد في "أكبر"، وإن كـان فـي وسـطـه حتى صار أكبار لا يصير شارعًا، وإن قال في خلال الصلاة تـفـسـد، وفـي زلة القـاري: يصير شارعا لكن ينبغي أن يكون هذا مقيد بما إذا لم يقصد به المخالفة ...... قال الحلبي: فظاهره ترجيح عدم الفساد وعليه يتخرج صحة الشروع به. (منحة الخالق مع البحر الرائق ۱/ ۳۱٤ كراچی)

ولـو أدخـل المد في ألف لفظة اللّٰه أكبر كما يدخل في قوله تعالىٰ اللّٰه آذن لـكـم، وشبه تفسد صلاته إن حصل في أثنائها عند أكثر المشائخ ولا يصير شارعاً بـه في ابتـدائها ويكفر لو تعمده؛ لأنه استفهام، ومقتضاه الشک في كبريائه تعالىٰ ......الـخ، وعلى هٰذا لو مد همزة أكبر الأصح أنها تفسد أيضاً. (حلبي كبير ۲٦۰، شامي ۲/ ۱۷۹ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانية ۱/ ٤۳۹ قديم، ۲/ ۵۱ رقم: ۱٦۹۸ زكريا، الفتاویٰ الهندية ۱/ ٦۸)

ويـكـره لـلـمـؤذن أن يقول: اللّٰه آكبر ويطول ذٰلک. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۱٤۱ تحت رقم: ۱۹۷۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۱/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں سینہ قبلہ سے پھیرنا؟

سوال (۴۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کا دورانِ نماز سینہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز پڑھتے ہوئے اگر سینہ قبلہ سے پھیر لیا تو نماز فاسد

ہو جائے گی؛ لیکن دو حالتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، ایک یہ کہ نماز پڑھتے ہوئے حدث لاحق ہو جائے اور آدمی طہارت کے لئے صف چھوڑ کر جائے، دوسرے یہ کہ نماز خوف میں دورانِ نماز نقل وحرکت کرے کہ یہ دونوں حالتیں مفسد نماز نہیں ہیں۔

كما تدل عليه حديث عن علي بن طلق رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا فسا أحدكم في الصلاة فلينصرف فليتوضأ وليعد صلاته. (سنن أبي داؤد ١٤٤/١ رقم: ١٠٠٥)

وحديث عبد اللّٰه بن عمر قال: غزوت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قبل نجد فوازينا العدو فصاففنا لهم، فقام رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي لنا، فقامت طائفة معه، وأقبلت طائفة على العدوّ فركع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بمن معه وسجد سجدتين ثم انصرفوا مكان الطائفة التي لم تصل......الخ. (صحيح البخاري ١٢٨/١ رقم: ٩٤٢، صحيح مسلم ٢٧٨/١ رقم: ٨٣٩)

المصلي إذا حوّل وجهه عن القبلة إن حوّل صدره فسدت صلاته.

(الفتاویٰ التاتارخانية ٣٩/٢ رقم: ١٦٣٢)

يفسدها تحويل الصدر عن القبلة لتركه فرض التوجه إلا لسبق حدثٍ أو لاصطفاف حراسة بإزاء العدو في صلاة الخوف. (مراقي الفلاح ١٧٧، حلبي كبير ٤٥١ حاشية الطحطاوي ٣٢٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز قرآنِ پاک دیکھ کر پڑھنا؟

سوال (۴۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرض نماز میں دیکھ کر قرآنِ پاک پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص نماز کے دوران قرآنِ کریم ہاتھ میں لے کر دیکھ کر قرأت کرے، تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؛ اس لئے کہ یہ عملِ کثیر ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس میں نماز کے اندر خارجی چیز سے تلقی اور تعلم کی صورت پیش آتی ہے، جو ممنوع ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عن قال: نهانا أمير المؤمنين عمر رضي اللّٰه عن أن نؤم الناس في المصحف، ونهانا أن يؤمنا إلا المحتلم. (رواه ابن أبي داؤد، كذا في كنز العمال ٨/١٢٥، إعلاء السنن ٥/٦١ رقم: ١٤١٧ دار الكتب العلمية بيروت)

وفي حديث رفاعة ابن رافع أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم علم رجلاً الصلاة، فقال: إن كان معك قراٰن فاقرأ، وإلا فاحمد اللّٰه وكبره وهلله ثم اركع. (سنن أبي داؤد)

قال العلامة التهانوي: فيه دلالة على أن من كان معه قراٰن قرأ وإلا فإن عجز عن تعلمه وحفظه بقدر ما يجوز به الصلاة انتقل إلى الذكر ما دام عاجزاً ولم يقل أحد من الأئمة فيما علمنا بوجوب القراءة عليه من المصحف. (إعلاء السنن ٥/٦٠ رقم: ١٤١٥ دار الكتب العلمية بيروت)

وقراءة ما لا يحفظه من مصحف. (مراقي الفلاح) وفي الطحطاوي: ولأبي حنيفة في فسادها وجهان: أحدهما: أن حمل المصحف والنظر فيه وتقليب الأوراق عملٌ كثيرٌ الخ. والثاني: أنه تلقن من المصحف فصار كما لو تلقن من غيره وهو مناف للصلاة، وهٰذا يوجب التسوية بين المحمول وغيره فتفسد بكل حال وهو الصحيح، كذا في الكافي. (طحطاوي على المراقي ٢٣٦ أشرفي) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۶/۲/۲۳ھ

نماز کے دوران دیکھ کر ناظرہ قرآن پڑھنا؟

سوال (۴۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے دوران دیکھ کر ناظرہ قرآن پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تراویح یا دیگر نمازوں میں اگر نمازی قرآن کو دیکھ کر قرأت کرے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: نهانا أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه أن نؤمَّ الناس في المصحف ونهانا أن يؤمَّنا إلا المحتلم. (كنز العمال ۱۲۵/۸ رقم: ۲۲۸۳۲، إعلاء السنن ۶۱/۵ رقم: ۱۴۱۷)

وإن قرأ المصلي القرآن من المصحف أو من المحراب تفسد صلاتهٗ عند أبي حنيفة. (حلبی کبیر ۴۴۷ لاهور)

وإذا قرأ الإمام من المصحف فسدت صلاته عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه. (حلبي كبير ۴۴۷، هداية ۱۳۷/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہونے والے کا امام کو لقمہ دینا؟

سوال (۴۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز باجماعت ہورہی تھی، ایک شخص بنیتِ نفل امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوگیا، اسی دوران امام کو قرأت میں سہو ہوگیا، تو اس نفل پڑھنے والے نے امام کو لقمہ دیا اور امام نے قبول کرلیا، تو نماز میں کوئی فساد لازم آیا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ’’البحر الرائق‘‘ کی درج ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں نماز کا فساد لازم نہیں آیا۔

فالحاصل أن الصحيح من المذهب أن الفتح على إمامه لايوجب فساد صلاة أحد لا الفاتح ولا الآخذ مطلقاً في كل حال. (البحر الرائق ٢/٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۵ھ

مقتدی کا اپنے امام کے علاوہ دوسرے شخص کو لقمہ دینا؟

سوال (۴۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا نماز پڑھتے ہوئے اپنے امام کے علاوہ مقتدی کے لئے دوسرے کو لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے دوران مقتدی کے لئے اپنے امام کو لقمہ دینا تو جائز ہے؛ لیکن امام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو لقمہ دینا مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

(يفسد الصلاة) فتحه على غير إمامه. قال الشامي: لأنه تعلم وتعليم من غير حاجةٍ، وهو شامل لفتح المقتدي على مثله، وعلى المنفرد، وعلى غير المصلي وعلى إمام آخر. (شامي ٣٨١/٢ زكريا)

وفي الطحطاوي: ويفسدها فتحه أي المصلي على غير إمامه، سواء كان الغير في الصلاة أم لا. هٰذا إذا قصد تعليمه؛ لأنه يقع جواباً من غير ضرورة، فكان من كلام الناس. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٣٣٤ أشرفي، مجمع الأنهر ١١٩/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا غیر مقتدی سے لقمہ لینا؟

سوال (۴۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دورانِ نماز قرأت کی غلطی پر امام اگر خارج صلوٰۃ آدمی کا لقمہ قبول کرلے تو نماز کا کیا حکم ہوگا، کیا نماز باقی رہے گی؟ یا غیر مقتدی سے لقمہ لینے کی وجہ سے فاسد ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام قرأت کررہا تھا درمیان میں غلطی آئی، تو نماز میں شامل مقتدیوں کے علاوہ کسی اور شخص نے اس امام کو لقمہ دیا اور امام نے اس لقمہ کو قبول کرلیا، تو امام اور اس کے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

وكذا الأخذ. قال الشامي: أو أخذ الإمام بفتح من ليس في صلاته. (شامي ۳۸۱/۲ زكريا)

وتفسد بأخذ الإمام ممن ليس معه. (طحطاوي ۱۸۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

خارجِ صلوٰۃ شخص کی آواز پر تکبیر کہنے اور سننے والوں کی نماز کا حکم

سوال (۴۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز عصر کی پہلی رکعت میں امام ومقتدی حالتِ رکوع میں تھے کہ دوسری منزل سے آواز آئی کہ کوئی صاحبِ تکبیر زور سے کہہ دو اوپر آواز نہیں آرہی ہے، اس پر زید نے جو مستقل مقتدی ہے، اس نے یہ سوچ کر کہ لوگوں کی نماز خراب نہ ہو، ربنا لک الحمد سے تکبیر شروع کردی، نماز مکمل ہوگئی، اس پر بکر نے بلند آواز سے کہا کہ جن صاحب نے تکبیر کہی، ان کی نماز فاسد ہوگئی اور ساتھ ہی جن لوگوں نے اوپر نماز پڑھی ہے، ان کی بھی نماز فاسد ہوگئی۔

اس پر کافی بحث ومباحثہ ہوا، حضور والا سے استدعاء ہے کہ جواب تحریر فرمائیں، نماز فاسد

ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید نے یہ سمجھ کر درمیان نماز میں تکبیرات کہنی شروع کیں، تاکہ لوگوں کی نمازیں خراب نہ ہوں اور آواز دینے والے کے حکم کی محض تعمیل نہیں کی؛ بلکہ خود سوچ سمجھ کر یہ عمل کیا جیسا کہ سوال سے یہ واضح ہوتا ہے، تو اس صورت میں زید اور زید کی تکبیر کی پیروی کرنے والے نمازیوں میں سے کسی کی بھی نماز فاسد نہیں ہوئی۔

لو امتثل أمر غيره فقيل له: تقدم فتقدم، أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له فسدت؛ بل يمكث ساعة ثم يتقدم برأيه، وفي الشامي: مسجد كبير يجهر المؤذن فيه بالتكبيرات، فدخل فيه رجل أمر المؤذن أن يجهر بالتكبير وركع الإمام للحال فجهر المؤذن إن قصد جوابه فسدت صلاته. (شامي ٢/ ٣٨١ زكريا)

أرتج على الإمام قال في القنية: ففتح عليه من ليس في صلاته وتذكر، فإن أخذ في التلاوة قبل تمام الفتح لم تفسد، وإلا تفسد؛ لأن تذكره يضاف إلى الفتح ...... قال في القنية: ولو سمعه المؤتم ممن ليس في الصلاة ففتح به على إمامه يجب أن تبطل صلاة الكل؛ لأن التلقين من خارج. (الرد المحتار / مطلب: الواضع التي لايجب فيها رد السلام ١/ ٦٢٢ كراچی، كذا في الفتاویٰ الهندية ١/ ٩٩، الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ٢٢٦ رقم: ٢٢٣٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۳/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تین تسبیح کے بقدر سجدہ میں دونوں پیر زمین سے اٹھے رہے؟

سوال (۵۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نمازی کے سجدہ کی حالت میں دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں، تو کیا نماز باقی رہتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سجدہ کی حالت میں کچھ وقفہ (تین تسبیح سے کم وقت)

کے لئے پاؤں زمین سے اٹھ جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوتی، اور اگر تین تسبیح کے بقدر سجدہ میں پیر اٹھائے رکھے یا پورے سجدہ میں پاؤں اٹھے رہیں، تو نماز فاسد ہوجائے گی؛ کیوں کہ زمین پر پاؤں رکھے بغیر سجدہ کا تحقق ہی نہیں ہوگا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أمرت أن أسجد على سبعة أعظم ...... فعدَّ: وأطراف القدمين. (صحيح البخاري، الأذان / باب السجود على الأنف ۱/ ۱۱۲ رقم: ۸۰۴)

وفي شرح الملتقي: يفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة وإلا لم تجز. (درمختار مع الشامي ۲/ ۲۰٤ زكريا)

ووضع رؤوس القدمين حالة السجود فرض، وفي مختصر الكرخي: سجود رفع أصابع رجليه عن الأرض لا تجوز كذا في الخلاصة والبزازي. (شرح المنية حلبي كبير ۲۸۵، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۱۲٦ رقم: ۱۹۳۱ زكريا)

إنه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود. (شامي ۱/ ٤٤۷ كراچی، شامي ۲/ ۱۳۵ زكريا، فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۵۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۲/ ۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سجدہ کی حالت میں دونوں پیروں کی انگلیوں کا زمین سے اٹھ جانا

سوال (۵۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں سجدہ کی حالت میں دونوں پیر کی انگلیوں کا زمین سے اٹھ جانے سے کیا نماز فاسد ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سجدہ میں پیروں کی کسی انگلی کا زمین سے لگنا ضروری ہے، اگر سجدہ میں دونوں پیر زمین سے اس طرح اوپر اٹھ جائیں کہ دونوں میں سے کسی پیر کی انگلی کا

کوئی حصہ زمین سے نہیں لگا اور تین تسبیح کے بقدر یہی کیفیت رہی، تو ایسی صورت میں نماز درست نہ ہوگی، اور اگر انگلی زمین سے بلا عذر اٹھ جانے کے بعد فوراً زمین پر ٹیک دی جائیں، تو یہ حرکت اگرچہ مکروہ ہے؛ لیکن پھر بھی نماز ہو جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲/۲۰۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲/۳۱۶)

إنه لم يضع شيئاً من القدمين لم يصح السجود. (شامی ۲/۱۳۵ زکریا، هندیه ۱/۷۰)

ولو وضع أحدهما جاز مع الكراهة إن كان بغير عذر. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۷۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں ''سبحان ربی العجیم'' پڑھنے والے کی نماز کا حکم؟

سوال (۵۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' کی جگہ ''سبحان ربی العجیم'' پڑھتا ہے، نماز ہوگی یا نہیں؟ یا ''سبحان ربی الکریم'' پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''سبحان ربی العظیم'' کے بجائے ''سبحان ربی العجیم'' پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اس لئے جو لوگ صحیح نہ پڑھ سکیں ان کے لئے بہتر ہے کہ ''سبحان ربی الکریم'' پڑھا کریں؛ تاکہ ان کی نماز درست ہو۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا ركع أحدكم فليقل ثلاث مرات: ''سبحان ربي العظيم'' ثلاثاً......الخ.

(سنن أبي داؤد، الصلاة / باب مقدار الركوع والسجود رقم: ۸۸٦)

السنة في تسبيح الركوع ''سبحان ربي العظيم'' إلا إن كان لا يحسن الظاء فيبدل به الكريم لئلا يجري على لسانه العزيم فتفسد به الصلاة. (شامي

۱/ ٤٩٤ کراچی، شامي ۱۹۸/۲ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۳/ ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقتدی کا امام سے پہلے کوئی رکن ادا کرنا یا کسی رکن میں سوتے رہ جانا؟

سوال (۵۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مقتدی نے نماز کا کوئی رکن مثلاً رکوع وغیرہ امام سے پہلے ادا کرلیا اور اس رکن میں امام کے ساتھ شرکت نہیں پائی گئی، یا کسی رکن میں مقتدی سوتا رہ گیا اور وہ رکن چھوٹ گیا، تو ان دونوں صورتوں میں مقتدی کی نماز کا کیا حکم ہے؟ آیا بعد میں اس رکن کو دہرانے کی وجہ سے نماز درست ہوجائے گی یا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، پھر اس نے کوئی رکن مثلاً رکوع، امام سے پہلے اس طرح ادا کرلیا کہ ایک منٹ بھی امام کے ساتھ شرکت نہیں ہوسکی، اور پھر بعد میں اس رکن کو دہرایا بھی نہیں اور سلام پھیر دیا، تو اس شخص کی نماز فاسد ہوگئی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے کسی رکن مثلاً سجدہ میں سوتا رہ جائے، تو بعد میں اس رکن کا دہرانا لازم ہے، اگر دہرائے بغیر سلام پھیر دے گا تو نماز فاسد قرار پائے گی۔

عن أنس رضي الله عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم، فلما قضى الصلاة أقبل علينا بوجهه، فقال: يا أيها الناس! إني إمامكم فلا تسبقوني بالركوع ولا بالسجود ولا بالقيام ولا بالانصراف......الخ. (صحيح مسلم، الصلاة/ باب تحريم سبق الإمام ۱/ ۱۸۰ رقم: ٤٢٦)

ومسابقة المؤتم بركن لم يشاركه فيه إمامه. (درمختار ۲/ ۳۹۲ زکریا)

ویفسدها مسابقة المقتدي بركن لم یشارکه فیه إمامه، کما لو رکع ورفع رأسه قبل الإمام، ولم یعده معه أو بعده وسلم. (مراقي الفلاح ۱۸۵ کراچی)

وعدم إعادة رکنٍ أداه نائماً. (درمختار ۳۹۲/۲ زکریا)

ویفسدها عدم إعادة رکنٍ أداه نائماً؛ لأن شرط صحتهٖ أداؤہ مستیقظًا. (مراقي الفلاح ۱۸۶ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۳/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا تکبیر اور سلام کو اس قدر کھینچنا کہ مقتدی کی سانس امام سے پہلے ختم ہو جائے؟

سوال (۵۰۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام اگر تکبیر کو اتنا لمبا کھینچے کہ مقتدی کی سانس امام سے پہلے ٹوٹ جائے، تو مقتدی کی نماز ہو جائے گی؟ اور سلام پھیرتے وقت بھی سلام کو اتنا ہی لمبا کھینچے کہ مقتدی کی سانس ٹوٹ جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مقتدی کی تکبیرِ تحریمہ امام سے پہلے ختم ہوگئی تو اس کی نماز شروع نہیں ہوئی، اسے چاہئے کہ از سر نو تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اسی طرح اگر امام کے لفظ ''السلام'' سے قبل مقتدی نے قصداً یہ کلمہ ادا کرلیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنی ہوگی، اس لئے مذکورہ امام صاحب پر لازم ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ اور سلام میں ہرگز مد نہ کیا کریں؛ تاکہ مقتدیوں کی نمازیں خراب نہ ہوں۔ (تفصیل دیکھیں: فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۷-۴۷ میرٹھ، ۶/۶۱۲ ڈابھیل)

إنما یصیر شارعاً بالکل أي بمجموع اللّٰہ أکبر لا بقوله اللّٰہ فقط، فیقع الکل فرضاً، وإذا کان کذلک یکون قد أوقع فرض التکبیر قبل الإمام، وکل فرض أوقعه قبل الإمام فهو غیر معتبر ولا معتد به، فکان کأنه لم یکبر فلا یصح

شروعه. (حلبي كبير ٢٦٠، شامي ١٧٨/٢ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٣/٢ رقم: ١٧١٠ زكريا)

ولـو أتم التشهد بأن أسرع فيه وفرغ منه قبل إتمام إمامه فأتى بما يخرجه من الصلاة كسلام أو كلام أو قيام جاز، أي صحت صلاته لحصوله بعد تمام الأركان، وإنما يكره للمؤتم ذلك لتركه متابعة الإمام بلا عذر، فلو به فلا كراهة. (شامي ٥٢٥/١ كراچی، الفتاوىٰ الهندية ٧١/١، حاشية الطحطاوي ٣١١)

وتقضي قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عندنا وعند الشافعية.

(درمختار مع الشامي ١٦٢/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام صاحب کا دو مرتبہ رکوع کرنا؟

سوال (۵۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب نے ظہر کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں امام صاحب نے بھولے سے بغیر تکبیر کے رکوع کرلیا، یہ گمان کرتے ہوئے کہ تنہا نماز پڑھ رہے ہیں، پھر جب امام صاحب رکوع سے اٹھے تو ان کو یاد آیا کہ لوگ پیچھے ہیں، پھر امام تکبیر کہتے ہوئے دوبارہ رکوع میں گئے اور نماز کو بغیر سجدۂ سہو کے پوری کرلیا، گویا کہ امام صاحب کے دو رکوع ہوئے، ایک تو انہوں نے پہلے تنہا گمان کرکے کرلیا، پھر اٹھنے کے بعد ان کو مقتدیوں کا خیال آیا، تو پھر کیا۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اب اس کا کیا کرے یا سجدۂ سہو سے نماز صحیح ہوجاتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب نے چوں کہ دوسرا رکوع سہواً نہیں کیا؛ بلکہ بالقصد کیا ہے؛ لہٰذا یہ نماز فاسد ہوگئی، اس کی تلافی سجدۂ سہو سے بھی نہیں ہوسکتی تھی، اب یہ نماز قضا کی جائے۔

سهواً فلا سجود في العمد. (درمختار ۲/ ٥٤٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱۱/۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز ستر کھل جانا؟

سوال (۵۰۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کا نماز پڑھتے ہوئے ستر کھل جائے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ مثلاً ستر کا ایک چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ تھوڑی دیر کھلا رہ گیا اور پھر جلدی سے اس نے ڈھک لیا تو کیا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ کتنی مقدار ستر کھل جانے سے اور کتنی دیر تک کھلے رہنے سے فسادِ صلوٰۃ کا حکم لگے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر نماز پڑھتے ہوئے ستر (عضوِ مستور کا چوتھائی یا اس سے زیادہ حصہ تین تسبیح پڑھنے کی مدت کے بقدر) کھلا رہ گیا، تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر ستر کھلتے ہی فوراً ڈھک لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

ويمنع حتى انعقادها كشف ربع عضو قدر أداء ركن. (درمختار)

والحاصل أنه يمنع الصلاة في الابتداء ويرفعها في البقاء الخ. (شامي ۲/ ۸۱ زكريا)

والكثير يمنع لعدم الضرورة، واختلف في الحد الفاصل بين القليل والكثير، فقدر أبوحنيفة ومحمد الكثير بالربع، ولهما أن الشرع أقام الربع مقام الكل في كثير من المواضع، كما في حلق ربع الرأس في حق المحرم ومسح ربع الرأس، كذا هٰهنا، إذا الموضع موضع الاحتياط. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۰۷ زكريا)

ويفسدها ظهور عورة من سبقه الحدث في ظاهر الرواية، ولو اضطر إليه للطهارة، ككشف المرأة ذراعها للوضوء. (مراقي الفلاح ۱۸۱، حاشية الطحطاوي على

المراقي ۱ ۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدث کی بنا پر وضو کرنے والی عورت کا ستر کھل جانا

سوال (۵۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت کو نماز کے دوران حدث لاحق ہوگیا، جس کی وجہ سے وہ بنا کی نیت سے وضو کرنے گئی، اور دورانِ وضوا سے اپنی کہنیاں بھی کھولنی پڑیں، اور مسح کرتے وقت سر سے دوپٹہ بھی ہٹانا پڑا، تو اس ستر کے کھل جانے سے وضو کرنے کے بعد اس عورت کی نماز کی بنا درست ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں حنفیہ کی ظاہر الروایہ تو یہ ہے کہ وضو کرتے ہوئے ستر کھل جانے کی بنا پر اگرچہ مجبوراً ستر کھولا گیا ہو، پھر بھی مذکورہ عورت کی نماز ٹوٹ جائے گی، اور وضو کے بعد از سرِ نو پڑھنی ہوگی، بنا کرنا جائز نہ ہوگا؛ لیکن فتاویٰ قاضی خاں میں امام ابوعلی نسفیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر عورت وضو کرتے وقت اپنے اعضاء کھولنے پر مجبور ہو تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی؛ اس لئے کہ عورت کے لئے وضو ٹوٹنے کی صورت میں بنا کرنے کا جواز منصوص ہے، اور جب وہ وضو کرنے جائے گی تو اسے بہرحال اپنے اعضاء مستورہ کھولنے ہوں گے، اب اگر اُس کو اِس کے حق میں مفسد قرار دیا جائے تو بناء صلوٰۃ کی اجازت کے کوئی معنی ہی نہ رہیں گے؛ لہٰذا دلیل اور درایت کے اعتبار سے قاضی خاں کا نقل کردہ موقف اس مسئلہ میں راجح معلوم ہوتا ہے، گو کہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔

ویفسدها ظهور عورة من سبقه الحدث في ظاهر الرواية، ولو اضطر إليه للطهارة، ككشف المرأة ذراعها للوضوء. (مراقي الفلاح ۱۸۱، حاشية الطحطاوي على المراقي ۱ ۳۳)

قال في الخانية: قال الإمام أبو علي النسفي: إن لم يجد بداً من ذٰلک لم تفسد صلاته، وإلا بأن تمكن من الاستنجاء وغسل النجاسة تحت القميص فسدت، وكذا المرأة لها أن تكشف عورتها وأعضاء ها في الوضوء إذا لم تجد بدا من ذٰلک، وقال بعضهم: إذا كشف عورته في الوضوء لا يبني، وكذا المرأة والصحيح هو الأول؛ لأن جواز البناء للمرأة منصوص عليه مع أنها تكشف عورتها في الوضوء ظاهراً، قال نوح أفندي: وصحَّح الزيلعي الثاني: والاعتماد على تصحيح قاضي خان أولى؛ ولهٰذا اختاره المصنف: صاحب الدرر لكن في الفتح عن الزيلعي أن الفساد مطلقاً ظاهر المذهب. (شامي ۳۵۸/۲ زکریا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز عورت کا ایک چوتھائی ہاتھ کھل گیا

سوال (۵۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل کی عورتیں جو کرتا پہنتی ہیں اس کرتے کی آستین کہنیوں تک ہوتی ہے، گٹوں تک نہیں ہوتی، اور اپنے ہاتھوں کو دوپٹہ سے ڈھانک لیتی ہیں اور کبھی کبھی ہاتھ دوپٹہ سے باہر بھی نکل جاتا ہے، اور اسی حالت میں نماز پڑھ لیتی ہیں، حالاں کہ چوتھائی حصہ سے زیادہ ہاتھ دوپٹہ سے باہر نکل جاتا ہے، تو کیا نماز صحیح ہوگی یا باطل؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں اگر نماز پڑھنے والی عورت کا ایک چوتھائی کے بقدر ہاتھ تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے کے بقدر کھلا رہ گیا، تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ اس وقت ہے جب کہ ہاتھ خود بخود بلا ارادہ کھل جائے، اور اگر جان بوجھ کر کھولے گی تو فوراً نماز فاسد ہو جائے گی، اگرچہ تین مرتبہ تسبیح پڑھنے سے کم وقفہ ہو۔

ويمنع حتى انعقادها كشف ربع عضو قدر أداء ركن بلا صنعه، وفي الشامي: قوله بلا صنعه فلو به فسدت في الحال عندهم، قنيه. قال ح: أي وإن كان أقل من أداء ركن. (شامي ٤٠٨/١ كراچی، شامي ٨١/٢ زكريا، مراقي الفلاح ١٨١ حاشية الطحطاوي ٣٣١)

والكثير يمنع لعدم الضرورة، واختلف في الحد الفاصل بين القليل والكثير، فقدر أبوحنيفة ومحمد الكثير بالربع، ولهما أن الشرع أقام الربع مقام الكل في كثير من المواضع، كما في حلق ربع الرأس في حق المحرم ومسح ربع الرأس، كذا هٰهنا، إذا الموضع موضع الاحتياط. (بدائع الصنائع ٣٠٧/١ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ننگے شخص کو کپڑا میسر آ گیا؟

سوال (۵۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے کپڑا دستیاب نہ ہونے کی بنا پر ننگے ہونے کی حالت میں نماز شروع کی پھر اسے بقدرِ ستر کپڑا میسر آ گیا تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا اسی طرح نماز پوری کرے گا یا کپڑا پہن کر دوبارہ نماز پڑھے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص نے کپڑا دستیاب نہ ہونے کی بنا پر ننگے ہونے کی حالت میں نماز شروع کی، پھر اسے بقدرِ ستر کپڑا میسر آ گیا، تو اس کی نماز فاسد ہوگئی، اب کپڑا پہن کر دوبارہ نماز پڑھے۔

ووجدان العاري ساتراً يلزمه الصلاة فيه ووجود عار ساتراً تصح به الصلاة. (مراقي الفلاح ١٧٩)

كـمـا تبـطـل ...... ووجـود الـعـاري ساترًا تصح به الصلاة. (درمختار، باب الاستخلاف / مطلب: المسائل الإثنا عشرية ۲/ ۳٦۲ زكريا)

أو وجد عارٍ ثوبًا تجوز فيه الصلاة بأن لم تكن فيه نجاسة مانعة من الصلاة أو كانت فيه، وعنده ما يزيل به النجاسة. (البحر الرائق ۱/ ۳۷٤ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز قصداً حدث کرنا؟

سوال (۵۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز کے دوران جان بوجھ کر وضو توڑنے کی وجہ سے نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا اس پر بنا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر نماز کے اندر جان بوجھ کر وضو توڑا یا جنابت پیش آ گئی تو نماز فاسد ہو گئی۔ اب اس پر بنا نہیں ہو سکتی، بنا صرف اس وقت ہوتی ہے جب کہ بلا اِرادہ وضو ٹوٹا ہو۔

عن علي بن طلق رضی اللہ عنہ **قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا فسا أحدكم في الصلاة فلينصرف فليتوضأ وليعد صلاته.** (سنن أبي داؤد ۱/ ۱٤٤ رقم: ۱۰۰۵)

والـحـدث عـمـداً الـخ، والإغـمـاء والـجنون والجنابة. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۱۸۰، بدائع الصنائع ۱/ ۵۱۹)

وإذا أحدث في صلاته من بول أو غائط أو ريح أو رعاف متعمدًا فسدت صلاته. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ۲۳۹ رقم: ۲۲۸۵ زكريا)

ولـكـنـه إذا تـعمد بشيء من هٰذا انتقضت صلاته، وكان عليه أن يستقبل الصلاة إذا توضأ. (المبسوط للإمام محمد الشيباني / باب الحدث في الصلاة وما يقطعها ۱/ ۱٦۸

المكتبة الشاملة، بدائع الصنائع، الصلاة/ أما بيان ما يفسد الصلاة ۵۱٦/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں وضو ٹوٹنے کے بعد بلا عذر اپنی جگہ ٹھہرے رہنا؟

سوال (۵۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اگلی صف میں نماز با جماعت پڑھ رہا تھا، اچانک اس کو حدث لاحق ہوگیا؛ لیکن شرم وحیا اور نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے اس نے نماز نہیں توڑی، اور اسی طرح نماز پوری کرلی، یا نماز پوری تو نہیں کی؛ لیکن مقتدیوں کے سجدے میں جانے تک انتظار کرتا رہا، جب مقتدی سجدے میں چلے گئے اس کے بعد وہ نیت توڑ کر مسجد سے وضو کرنے کے لئے نکلا اور وضو کرکے دوبارہ جماعت میں شریک ہوگیا، تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا پھر وہ ایک رکن یعنی تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بقدر وہیں ٹھہرا رہا، تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی، ایسی صورت میں فوراً نماز موقوف کرکے وضو کے لئے جانا چاہئے؛ البتہ کوئی عذر درپیش ہو مثلاً بھیڑ بہت زیادہ ہے نکلنے کا موقع نہیں، یا نکسیر کا خون بہا چلا جارہا ہے یا اسی طرح کا کوئی اور عذر ہے تو تاخیر کے باوجود نماز باقی رہ جائے گی۔

عن علي بن طلق رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا فسا أحدكم في الصلاة فلينصرف فليتوضأ وليعد صلاته. (سنن أبي داؤد ۱۴۴/۱ رقم: ۱۰۰۵)

بقي من المفسدات. قال الشامي: قلت: ومنها أيضاً وقوفه بعد سبق الحدث قدر ركن. (شامي ۳۹۱/۲ زكريا)

ومكثه قدر أداء ركن بعد سبق الحدث مستيقظاً بلا عذر، فلو مكث لزحام أو لينقطع رعافه أو نوم رعف فيه متمكناً، فإنه يبني. (مراقي الفلاح ١٨٢ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲/۲۳ ۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں وضوٹوٹنے کے بعد قریبی پانی کو چھوڑ کر دور وضو کرنے جانا

سوال (۵۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کا نماز میں وضوٹوٹ جائے پھر وہ وضو کرنے کے لئے نہ جائے اور اپنی جگہ کھڑا رہے یا قریب میں وضو کا پانی موجود ہونے کے باوجود دور جگہ وضو کرنے کے لئے جائے، تو اس شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص کا نماز میں وضوٹوٹ گیا پھر وہ ایک رکن یعنی تین مرتبہ تسبیح پڑھنے کے بقدر وہیں ٹھہرا رہا، تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی، ایسی صورت میں فوراً نماز موقوف کرکے وضو کے لئے جانا چاہئے، اور اگر قریب میں وضو کا پانی موجود ہے، پھر وہ اس پانی کو چھوڑ کر اس سے دو صف آگے جان بوجھ کر بلاعذر تجاوز کر جائے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً وہ بھول جائے کہ قریب میں پانی ہے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے پانی کے مقام تک پہنچنا مشکل ہو وغیرہ، تو تجاوز کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بقي من المفسدات. قال الشامي: قلت ومنها أيضاً وقوفه بعد سبق الحدث قدر ركن. (شامي ٣٩١/٢ زكريا)

ومكثه قدر أداء ركن بعد سبق الحدث مستيقظاً بلا عذر، فلو مكث لزحام أو لينقطع رعافه أو نوم رعف فيه متمكناً، فإنه يبني. (مراقي الفلاح ١٨٢

کراچی، درر الحکام شرح غرر الأحکام / باب الحدث في الصلاۃ ۱/ ۹۸، الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۹۹ کوئٹہ)

ومجاوزته ماء قريباً بأكثر من صفين لغيره عامداً المراد أنه لا عذر له، فلو كان له عذر كأنّ كان المكان ضيقاً، أولا يتأتى له الوصول إليه، أو جاوزه ناسياً، أو لا حتياجه إلى الاستقاء من البئر فلا تفسد. (مراقي الفلاح ۱۸۲ کراچي، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / باب ما يفسد الصلاة ۱/ ۳۳۱ المكتبة الشاملة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدث کے شک یا بے وضو ہونے کے خیال سے مسجد یا صفوں سے باہر نکل گیا؟

سوال (۵۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کو نماز کے دوران یہ خیال آیا کہ تیرا وضو ٹوٹ گیا، یا اسے یہ خیال آیا کہ اس نے نماز ہی بغیر وضو کے شروع کی تھی، پھر وہ وضو کرنے کے لئے چل پڑا اور مسجد سے باہر نکل گیا یا صفوں کو تجاوز کر گیا، مسجد سے نکلنے یا صفوں کو پار کرنے کے بعد پتہ چلا کہ وضو نہیں ٹوٹا تھا اور باوضو نماز شروع کی تھی، تو اب اس شخص کی گذشتہ شروع کی ہوئی نماز کا کیا حکم ہے؟ آیا اس عمل کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی یا دوبارہ اسی سابقہ نماز پر بنا کرسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا اور نماز کے دوران اسے گمان ہوا کہ غالباً اس کا وضو ٹوٹ گیا ہے، چناں چہ وہ وضو کے لئے چل پڑا؛ تا آں کہ مسجد سے نکل گیا یا (مسجد سے باہر نماز کی صورت میں) صفوں سے نکل گیا، پھر اسے معلوم ہوا کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹا تھا، تو اس کی نماز فاسد ہوگئی؛ البتہ اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے یا صفوں کے تجاوز کرنے سے پہلے ہی پتہ چل گیا کہ اس کا وضو قائم ہے، تو وہ اپنی مابقیہ نماز پوری کرسکتا ہے از سر نو پڑھنے کی

ضرورت نہیں۔

اوراگر یہ خیال کیا کہ اس نے بے وضونماز شروع کی ہے، پھر وضو کرنے کے لئے چل پڑا، اورقبلہ سے منحرف ہوگیا، تو چاہے مسجد سے نہ نکلا ہوتب بھی اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

(وتفسد) خروجه من مسجد بظن حدث. قال الشامي: المراد مجاوزة الحد المتقدم، أعم من أن يكون في صحراء أو مسجد أو جبانة أو دار. (شامي ۳۵٦/۲ زكريا)

ويفسدها خروجه من المسجد بظن الحدث لوجود المنافي بغير عذر....... ويفسدها مجاوزته الصفوف أو سترته في غيره أي غير المسجد، وما هو في حكمه. (مراقي الفلاح ۱۸۲ كراچی)

لو ظن أنه افتتح بلا وضوءٍ......، فانصرف تفسد بالانحراف، وإن لم يخرج من المسجد. (شامي ۳۵٦/۲ زكريا، مراقي الفلاح ۱۸۳ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حدث کے بعد وضو کیلئے جاتے اور آتے ہوئے قرآن پڑھنا؟

سوال (۵۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کا نماز کے دوران وضوٹوٹ گیا، پھر وہ وضو کرنے کے لئے گیا اور اس نے آتے جاتے قرآنِ پاک کی تلاوت کی، تو کیا اس وضو سے سابقہ نماز پر بنا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص کا نماز کے دوران اتفاقاً وضوٹوٹ گیا پھر وہ وضو کرنے کے لئے گیا، تو اگر آنے اور جانے کے درمیان قرآنِ پاک کی تلاوت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؛ البتہ اگر تسبیح وغیرہ پڑھتا ہے تو فاسد نہ ہوگی؛ اس لئے کہ قرأتِ قرآن نماز کا

ایک رکن ہے جس کا حالتِ حدث میں دورانِ نماز ادا کرنا ممنوع اور مفسد ہے۔

بقي من المفسدات، قال الشامي قلت: منها أيضاً أداؤه ركناً مع حدثٍ أو مشيٍ. (شامي ٢/ ٣٩١ زكريا)

وقراء ته، لا تسبيحه في الأصح، أي قراء ة من سبقه الحدث حالة كونه ذاهباً أو عائدًا للوضوء وإتمام الصلاة، لف ونشر، لإتيانه بركن مع الحدث أو المشي. (مراقي الفلاح ١٨٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کو درمیانِ نماز قطرہ آ گیا؟

سوال (۵۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی امام کو نماز پڑھانے کی حالت میں قطرہ آجائے تو کیا کرے؟ نماز اسی طرح پڑھا دے یا طہارت ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر درمیان نماز یقینی طور پر قطرہ آ جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی، طہارت کے بعد پھر نماز پڑھی جائے۔

عن علي بن طلق رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا فسا أحدكم في الصلاة فلينصرف فليتوضأ وليعد صلا ته. (سنن أبي داؤد ١/ ١٤٤ رقم: ١٠٠٥)

وإذا أحدث في صلا ته من بول أو غائط أو ريح أو رعاف متعمدًا فسدت صلا ته. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/ ٢٣٩ رقم: ٢٢٨٥ زكريا)

ولـكنـه إذا تعمد بشيء من هٰذا انتقضت صلا ته، وكان عليه أن يستقبل

الصلاة إذا توضأ. (المبسوط للإمام محمد الشيباني / باب الحدث في الصلاة و ما يقطعها ١٦٨/١ المكتبة الشاملة، بدائع الصنائع، الصلاة/ أما بيان ما يفسد الصلاة ٥١٦/١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۴/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز موزوں پر مسح کی مدت پوری ہوگئی

سوال (۵۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے سفر کی حالت میں موزوں پر مسح کیا اور اسی طرح تین دن تک نماز پڑھتا رہا، نماز کے دوران اسے خیال آیا کہ موزوں پر مسح کی مدت پوری ہوگئی، تو اب وہ کیا کرے؟ آیا نماز توڑ دے یا نماز پوری کرے؟ اسی طرح نماز کے دوران کسی وجہ سے اگر موزہ پیر سے اتر گیا، تو کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نماز پڑھتے ہوئے موزوں پر مسح کی مدت پوری ہوگئی یا معمولی سی حرکت سے کوئی موزہ اتر گیا تو نماز فاسد ہوجائے گی (بشرطیکہ وہاں پانی دستیاب ہو اور تیمّم کے جواز کا کوئی عذر موجود نہ ہو)

وكذلك تمام مدة ماسح الخف وتقدم بيانها، وكذا نزعه إلى الخف ولو بعمل يسير. (مراقي الفلاح ١٧٩، حاشية الطحطاوي على المراقي ٣٢٧)

ومضي مدة مسحه إن وجد ماءً ولم يخف تلف رجله من برد وإلا فيمضي.

(در مختار ٣٦١/٢ زكريا، مجمع الأنهر ١١٥/١، البحر الرائق ٣٧٨/١ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تیمّم کرکے نماز پڑھنے والا دورانِ نماز پانی پر قادر ہوگیا؟

سوال (۵۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص پانی نہ ہونے کی وجہ سے یا معذور ہونے کی وجہ سے تیمّم کرکے نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک نماز ہی کے اندر ایک شخص پانی لے آیا، یا جس عذر کی وجہ سے تیمّم کیا تھا وہ عذر ختم ہوگیا اور بیماری ٹھیک ہوگئی، تو آیا تیمّم کے ذریعہ شروع کی گئی نماز پانی پر قادر ہونے کے باوجود باقی رہے گی یا ختم ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص نے پانی ناپید ہونے کی وجہ سے یا کسی عذر کی وجہ سے تیمّم کرکے نماز شروع کی تھی، اگر وہ نماز کے دوران پانی کے حصول پر قادر ہوگیا یا اس کا عذر زائل ہوگیا، تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور وضو کرکے از سر نو پڑھنی ہوگی۔

ویفسدها رؤیة متیمم الخ، ماءً قدر علی استعماله قبل قعوده قدر التشهد الخ أو کذا تبطل بزوال کل عذر أباح التیمم. (مراقي الفلاح ۱۲۰)

کما تبطل بقدرة المتیمم علی الماء. (درمختار ۲/۳٦۱ زکریا، حاشیة الطحطاوي علی المراقي ۳۲٦، البحر الرائق ۱/۳۷۳ کوئٹه) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳٦/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

زخم درست ہوکر پٹی کھل گئی؟

سوال (۵۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پیر میں زخم لگنے کی وجہ سے میں نے ڈاکٹر سے پٹی کرائی جس کی وجہ سے میں پٹی پر مسح کرکے نماز پڑھ رہا تھا، نماز کے دوران مجھے محسوس ہوا کہ میرا زخم خشک ہوگیا اور پٹی کھل کر نیچے گرگئی، تو کیا میری نماز باقی رہی یا پٹی کھل جانے کی وجہ سے ٹوٹ گئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نماز پڑھتے ہوئے زخم ٹھیک ہوگیا اور پٹی یا پھایا کھل

کرگر پڑا، تو نماز فاسد ہوگئی؛ اس لئے کہ پٹی پر مسح کرنے کا عذر زائل ہوگیا؛ البتہ اگر زخم ٹھیک ہوئے بغیر پٹی کھل جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

أو كـان ماسحاً على الجبيرة فسقطت عن برء. (هداية، باب الحدث في الصلاة ٦٠/١، العناية شرح الهداية / باب الحدث في الصلاة ٣٨٦/١، الجوهرة النيرة على مختصر القدوري / باب قضاء الفوائت ٦٦/١ المكتبة الشاملة، شرح أبي داؤد للعيني / باب الإمام يحدث بعد ما يرفع رأسه ١٣٧/٣ المكتبة الشاملة)

وسقوط الجبيرة عن برءٍ لظهور الحدث السابق (مراقي) قيد به؛ لأنها لو سقطت لا عن برءٍ لا تفسد. (طحطاوي على مراقي الفلاح ١٨٠ كراچی، شرح الوقاية ١٦٠/١، البحر الرائق ٣٧٥/١ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معذور شرعی کا عذر زائل ہوجانا؟

سوال (۵۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص خروجِ ریح کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ایک وضو سے پورے وقت میں نماز پڑھتا تھا، پھر نماز پڑھتے ہوئے اس کو پورے وقت میں ایک مرتبہ بھی یہ عارضہ پیش نہیں آیا، تو کیا پہلے وضو سے پڑھی گئیں ساری نمازیں اس کی ٹھیک ہوجائیں گی یا جب سے اس کی بیماری ٹھیک ہوئی ہے، اس کے بعد کی نمازیں نیا وضو کر کے دہرانی پڑیں گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی معذور شخص لگاتار حدث میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شرعی رخصت پر عمل کر رہا تھا (یعنی ایک ہی وضو سے پورے وقت میں نماز پڑھتا تھا) کہ نماز پڑھتے ہوئے اس کا عذر زائل ہوگیا، یعنی پورے وقت میں ایک مرتبہ بھی اس کو عذر پیش نہیں آیا، تو اس

کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور اسے نیا وضو کرکے نماز ادا کرنی ہوگی۔

وزوال عـذر المعذور بأن لم يعد في الوقت الثاني. (درمختار مع الشامي ۲/ ٣٦٣ زكريا، مراقي الفلاح ١٨٠، هداية ١/ ١٣٠، حاشية الطحطاوي على المراقي ١٨٠ كراچی، البحر الرائق ١/ ٣٧٥ کوئٹہ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اشارہ سے رکوع وسجدہ کرنے والے کو قدرت حاصل ہوگئی؟

سوال (۵۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص شدید کمزوری یا بیماری کی وجہ سے نماز کے رکوع سجدے، اشارے سے ادا کر رہا تھا کہ اللہ کے فضل سے اس کی بیماری ختم ہوگئی اور اسے نماز کے اندر رکوع وسجدہ کرنے کی قوت مل گئی، تو کیا یہ شخص اشارے سے ہی اپنی نماز پوری کرے گا یا ازسرِ نو صحیح لوگوں کی طرح رکوع سجدے کے ساتھ نماز پڑھے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی شخص نے کمزوری یا بیماری کی وجہ سے اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرلیا تھا، پھر وہ دورانِ نماز رکوع اور سجدہ کرنے پر قادر ہوگیا، تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اب ازسرِنو نماز پڑھے۔

وقدرة مؤم على الأركان. (درمختار ٢/ ٣٦٣ زكريا)

وقدرة المؤمي على الركوع والسجود لقوة باقيها (مراقي) وفي الطحطاوي: هٰذا يفيد أن القدرة حصلت بعد ركوع وسجود بالإيماء، فأما إذا حصلت قبل فعلهما أصلاً فلا بناء لضعيف على قوى فى ذٰلک فلا تفسد.

(طحطاوى ١٧٩، مجمع الأنهر ١/ ١١٥، حاشية الطحطاوي على المراقي ٣٢٧، البحر الرائق ١/ ٣٧٥

کوئٹہ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں عملِ کثیر کرنا؟

سوال (۵۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں عملِ کثیر کی مقدار کیا ہے؟ عملِ کثیر کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز پڑھتے ہوئے ایسی حرکت کی کہ دیکھنے والا یہ سمجھا کہ یہ شخص نماز کی حالت میں نہیں ہے، مثلاً ٹوپی اتار کر دونوں ہاتھوں سے سر کھجانے لگا یا اچھل کود کرنے لگا، تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور اگر معمولی حرکت کی، مثلاً ایک ہاتھ سے کھجا لیا یا دامن درست کرلیا یا ایک ہاتھ سے موبائل کا بٹن بند کردیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: استفتحت الباب ورسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي تطوعاً، والباب على القبلة، فمشى عن يمينه أو عن يساره، ففتح الباب ثم رجع إلى مصلاه. (سنن النسائي، السهو / باب المشي أمام القبلة خطئ يسيرة ۱۳۵/۱ رقم: ۱۲۰۲، سنن أبي داؤد، الصلاة / باب العمل في الصلاة رقم: ۹۲۲)

ويفسدها العمل الكثير لا القليل، والفاصل بينهما أن الكثير هو الذي لا يشك الناظر لفاعله أنه ليس في الصلاة، وإن اشتبه فهو قليل على الأصح. (مراقي الفلاح) وقال الطحطاوي: كذا في التبيين وهو قول العامة وهو المختار وهو الصواب كما في المضمرات. (طحطاوي ۱۷۷، حلبي كبير ٤٤١، بدائع الصنائع ۵۵۳/۱، حاشية الطحطاوي ۳۲۲)

كل عمل يقام باليدين عادة فهو كثير. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۳٤/۲ رقم: ۲۲۶۳

زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں مصافحہ کرنا؟

سوال (۵۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ کیا مصافحہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے دوران اگر کسی شخص سے مصافحہ کرلیا تو نماز فاسد ہوجائے گی؛ اس لئے کہ مصافحہ بھی کلام کرنے کے درجے میں۔

ورد السلام بالمصافحة؛ لأنه كلام معنى. (مراقي الفلاح ۱۷۷، حلبي كبير ٤٤٢، الفتاوىٰ الهندية ۹۸/۱، حاشية الطحطاوي ۳۲۲، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۳۸/۲ رقم: ۲۲٦۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز جیب سے موبائل نکال کر سوئچ بند کرنا؟

سوال (۵۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے نماز کے دوران جیب سے موبائل نکال کر نمبر دیکھ کر اس کا سوئچ آف کردیا تو اس کی نماز اس عمل کی وجہ سے باقی رہے گی یا ٹوٹ جائے گی؟ اور کیا اس پر عملِ کثیر کی تعریف صادق آتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جیب سے باقاعدہ موبائل نکال کر سوئچ بند کرنے کا

عمل مفسدِ صلوٰۃ ہے؛ کیوں کہ اسے دیکھ کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، اور ایسے عمل کو فقہی اصطلاح میں عملِ کثیر کہتے ہیں، جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

ویفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها ولا لإصلاحها، وفيه أقوال خمسة: أصحها ما لا يشك الناظر في فاعله أنه ليس فيها، وفي الشامية: الثالث: الحركات الثلاث المتوالية كثير وإلا فقليل. (درمختار مع الشامي ۲/ ۳۸۵ زكريا)

ويفسدها العمل الكثير لا القليل والفاصل بينهما أن الكثير هو الذي لا يشك الناظر لفاعله أنه ليس في الصلاة. (طحطاوي على مراقي الفلاح ۳۲۲، شامي ۲/ ۳۸۵ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز گھڑی میں دیکھ کر ٹائم سمجھنا؟

سوال (۵۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہاتھ میں بندھی ہوئی یا سامنے دیوار پر لگی ہوئی گھڑی پر نظر پڑ جانے اور ٹائم سمجھ لینے سے نماز میں کوئی نقص تو نہیں آتا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: گھڑی سے ٹائم سمجھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی؛ لیکن نماز کے دوران بالقصد گھڑی وغیرہ دیکھنا کراہت سے خالی نہیں ہے۔

ولا يفسدها نظره إلى مكتوب وفهمه لو مستفهماً وإن كره (درمختار) قوله: وإن كره أي لاشتغاله بما ليس من أعمال الصلاة، وأما لو وقع عليه نظره بلا قصد وفهمه فلا يكره. (الدر المختار مع الرد المحتار / باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ۲/ ۳۹۷ زكريا، ١/ ٦٣٤ كراچی)

إذا كان المكتوب على المحراب غير القرآن فنظر المصلي إلى ذٰلک وتأمل وفهم فعلى قول أبي يوسفؒ لا تفسد، وبه أخذ مشائخنا. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ١٠١، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/ ٢٢٨ رقم: ٢٢٤٦ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کے دوران کھانا پینا اور دانت میں اٹکی ہوئی چیز کو نگلنا؟

سوال (۵۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص نے دورانِ نماز کوئی معمولی سی چیز منہ میں ڈال کر چبائی یا دانت میں اٹکی ہوئی غذا منہ کے اندر سے پیٹ میں نگل لی، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز چبائے جانے والی یا نگلی جانے والی چیز کتنی مقدار میں مفسدِ صلوٰۃ ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز پڑھتے ہوئے اگر کوئی معمولی سے معمولی چیز بھی منہ میں ڈال کر نگل لی تو نماز فاسد ہو جائے گی، حتی کہ اگر دورانِ نماز منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور بارش یا شبنم کا کوئی قطرہ منہ میں گر کر نگل گیا، تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔

اگر دانت میں غذا اٹکی رہ گئی اور وہ چنے کے برابر ہے تو اس کے نگلنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر وہ چنے سے چھوٹی ہو مگر اتنی سخت ہو کہ اسے دانت سے چبانا پڑے تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر معمولی سی شئی ہو جو محض زبان پھیرنے سے تھوک کے ساتھ حلق میں چلی جائے تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

عن عطاء أنه قال: لا يأكل ولا يشرب وهو يصلي، فإن فعل أعاد. (المصنف لعبد الرزاق، المكروهات / باب الكلام في الصلاة ٢/ ٣٣٢ رقم: ٣٥٧٩، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/ ٢٣٥ رقم: ٢٢٧١ زكريا)

وكـذا أكله وشربه مطلقاً ولو سمسمة ناسياً (درمختار) ومثله ما أوقع في فيـه قطرة مطر فابتلعها. (شـامي ٢/ ٣٨٢ زكريا، مراقي الفلاح ١٧٧، البحر الرائق ٢/ ١١، بدائع الصنائع ١/ ٥٥٤، حاشية الطحطاوي ٣٢٣)

ويـفسـدهـا أكل ما بين أسنانه إن كان كثير وهو أي الكثير قدر الحمّصة ولو بعمل قليل لإمكان الاحتراز عنه، بخلاف القليل بعمل القليل؛ لأنه تبع لريقه وإن كان بعمل كثير فسد بالعمل. (مراقي الفلاح)

وقـال الـطـحطاوي: كان مضغه مرات. (طـحـطـاوي على المراقي ١٧٧، الفتاویٰ الهندية ١/ ١٠٢، بدائع الصنائع ١/ ٥٥٤، حاشية الطحطاوي ٣٢٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز پڑھتے ہوئے زور سے پھونک مارنا اور بلا عذر کھنکھارنا؟

سوال (۵۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے زور سے پھونک مارے جس میں ''اُف'' یا ''تف'' جیسی آواز نکل جائے یا کھانستے اور کھنکھارتے ہوئے کسی حرف کی آواز بن جائے، تو ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نماز پڑھتے ہوئے آواز سے پھونکا، یا اُف یا تف کی آواز منہ سے نکالی، تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

اگر کسی عذر کے بغیر کھنکھارا یا کھانسا اور اس سے کسی حرف کی آواز منہ سے نکل گئی، تو نماز فاسد ہوجائے گی (البتہ اگر بلغم آنے کی وجہ سے کھنکھارنا ناگزیر ہوجائے یا آواز اچھی کرنے کے لئے کھنکھارے یا بے اختیار کھانسی آجائے وغیرہ، تو نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی)

روی ابن أبي شيبة في مصنفه بإسناد صحيح عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه

أنه قال: **النفخ في الصلاة يقطع الصلاة.** (عمدة القاري ٧٢٦/٣)

وروى البيهقي بإسناد صحيح عنه: أنه كان يخشى أن يكون النفخ كلاماً. وأخرج سعيد بن منصور في سننه عنه بلفظ: النفخ في الصلاة كلام. (نيل الأوطار ٢٨١/٢-٢٩١، بحواله: إعلاء السنن ٥١/٥ دار الكتب العلمية بيروت)

والتافيف كنفخ التراب والتضجر. (مراقي الفلاح)

وفي الطحطاوي: والتافيف إذا كان مسموعاً، والتافيف أن يقول: "أُف" أو "تف" لنفخ التراب أو التضجر. (حاشية الطحطاوي على المراقي ٣٢٤، بدائع الصنائع ٥٣٩/١، الفتاوىٰ الهندية ١٠١/١)

ويفسدها التنحنح بلا عذر لما فيه من الحروف، وإن كان لعذر لمنعه البلغم من القراءة لا يفسد. (مراقي الفلاح)

وفي الطحطاوي: وكذا السعال يفسد إذا حصل به حروف بلا ضرورة. (حاشية الطحطاوي على المراقي ٣٢٤، درمختار ٣٧٦/٢)

وقال بعضهم: إن تنحنح لتحسين الصوت لا يفسد؛ لأن ذٰلک سعي في أداء الركن وهو القراءة على وصف الكمال. (بدائع الصنائع ٥٣٩/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں منہ کھول کر آواز سے جمائی لینا؟

سوال (۵۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بحالتِ نماز بآواز بلند منہ کھول کر جمائی لے، تو کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں جمائی نہیں لینی چاہئے، اگر خود بخود جمائی

آ جائے تو حتی الامکان منہ بند رکھنا چاہئے، اور اگر جمائی کے دوران خود بخود آواز نکل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی؛ لیکن اگر بالقصد آواز نکالے کہ اس سے حروف بن جائیں تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

عن أبي أمامة رضي الله عنه كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكره التثاؤب في الصلاة. (رواه الطبراني في الكبير، الجامع الصغير ١٠٢/٢)

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: التثاؤب في الصلاة من الشيطان، فإذا تثاءب أحدكم فليكظم ما استطاع. (سنن الترمذي ٤٩/١ رقم: ٣٧٠، إعلاء السنن ١٢٩/٥ رقم: ١٤٨٧-١٤٨٨ دار الكتب العلمية بيروت)

ويكره التثاؤب؛ لأنه من التكاسل والامتلاء، فإن غلبه فليكظم ما استطاع. (طحطاوي ١٩٤)

لأنه حينئذ كعطاس وسعال وجشاء وتثاؤب، وإن حصل به حروف للضرورة، وفي الشامية: لكن ينبغي تقييده بما إذا لم يتكلف إخراج حروف زائدة على ما تقتضيه طبيعة العاطس وغيره كما إذا قال في تثاؤبه ''هاه، هاه" مكررا لها، فإنه منهي عنه بالحديث. (الدر المختار مع الرد المحتار ٣٧٦/٣ زكريا، طحطاوي على مراقي الفلاح ١٩٤، الفتاویٰ الهندية ١٠١/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں رونا

سوال (۵۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں رونا کیسا ہے؟ مثلاً دنیاوی درد اور تکلیف میں رونا آ گیا، تو نماز صحیح ہوجائے گی یا نہیں؟ اور اگر آخرت کے ذکر کی وجہ سے رونا آئے، تو کیسا ہے؟ ہم نے سنا ہے کہ درد اور تکلیف کی وجہ سے رویا تو نماز فاسد ہوجائے گی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نماز میں درد یا تکلیف کی وجہ سے رونے کی آواز قصداً نکالی جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی؛ لیکن اگر سخت تکلیف کی وجہ سے بے اختیار آواز نکل گئی یا جنت وجہنم کے ذکر سے بے اختیار رونا آجائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

عن مطرف عن أبيه قال: رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي، وفي صدره أزيز كأزيز الرحى من البكاء. (سنن أبي داؤد ۱۳۰/۱ رقم: ۹۰٤، سنن النسائي ۱۳۵/۱ رقم: ۱۲۱۰، الأحاديث المنتخبة ۱۲۷ رقم: ٤۲۹)

والبكاء بصوت يحصل به حروف لوجع أو مصيبة قيد للأربعة إلا لمريض لا يملك نفسه عن إنين وتأوّه ...... لا لذكر جنة ونار. (درمختار مع الشامي ۳۷۷/۲-۳۷۸ زكريا)

ولو أن في صلاته أو تأوّه أو بكى فارتفع بكائه، وفي الخانية: فحصل له حروف فإن كان من ذكر الجنة أو النار فصلاته تامة، وإن كان من وجع أو مصيبة فسدت صلاته عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه، وعند أبي يوسف: إذا كان يمكنه الامتناع يقطع الصلاة وإذا كان لا يمكنه لا يقطع الصلاة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۲٤/۲ رقم: ۳۳۳۲ حاشية الطحطاوي ۱۷۸، باقيات فتاویٰ رشيدية ۱۷۵) ***فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم***

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

نماز میں رونا اور کراہنا؟

سوال (۵۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص دورانِ نماز درد کی شدت یا غم کی وجہ سے کراہنے یا رونے لگے، اور اس کے رونے میں آواز نکل گئی، تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے دوران تکلیف کی وجہ سے جان بوجھ کر کراہنا، یا غم کی وجہ سے قصداً رونا مفسد نماز ہے؛ البتہ اگر سخت تکلیف کی بنا پر بے اختیار آواز نکل جائے، یا جنت وجہنم کے تصور سے رقت طاری ہوجائے تو مفسد نہیں۔

عن عبد اللّٰہ الشخیر: رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلي بنا، وفي صدرہ أزیز – صوت القدر إذا غلت – کأزیز المرجل من البکاء. (رواہ أبوداؤد، الصلاۃ / باب البکاء في الصلاۃ رقم: ۹۰٤، سنن النسائي رقم: ۱۲۱۰، إعلاء السنن ۵/٤۹ رقم: ۱۳۹۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

والبکاء بصوت یحصل بہ حروف لوجع أو مصیبۃ قید الأربعۃ إلا لمریض لا یملک نفسہ عن أنین وتاؤہ الخ، لا لذکر جنۃ ونار. (درمختار ۲/۳۷۸)

ومحل الفساد بہ عند حصول الحروف إذا أمکنہ الامتناع عنہ، أما إذا لم یمکنہ الامتناع عنہ فلا تفسد بہ عند الکل. (حاشیۃ الطحطاوي علی المراقي ۳۲۵، عالمگیري ۱/۱۰۰، بدائع الصنائع ۱/٥٤٠) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں سلام کرنا اور جواب دینا

سوال (۵۳۰):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص دوران نماز کسی دوسرے کو سلام کردے یا خارجِ صلوٰۃ سلام کرنے والے کا جواب دے دے، تو ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اسی طرح اگر سلام کا جواب نہ دے کر صرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھادے تو نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟ اور یہ عملِ کثیر میں داخل ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز پڑھتے ہوئے کوئی شخص سامنے نظر آیا اور نمازی نے اسے زبان سے سلام کرلیا، تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اگرچہ بھول کر ہی سلام کیا ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نماز پڑھتے ہوئے سلام کا زبانی جواب دے دیا تو بھی اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؛ البتہ اگر ہاتھوں سے جواب دیا تو صرف کراہت لازم آئے گی نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر نماز کے دوران کسی شخص سے مصافحہ کرلیا تو بھی نماز فاسد ہوجائے گی؛ اس لئے کہ مصافحہ بھی کلام کرنے کے درجہ میں ہے۔

ومنها أي مفسدات الصلاة: الكلام عمداً أو سهواً، لما روي عن ابن مسعود رضي الله عنه فسلمت عليه فلم يرد علي، فأخذني ما قدم وما حدث، فلما سلّم قال: يا ابن أم عبد! إن الله تعالىٰ يحدث من أمره ما يشاء، وإن مما أحدث أن لا نتكلم في الصلاة. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب رد السلام في الصلاة رقم: ٩٢٤، بدائع الصنائع ٥٣٨/١ زكريا)

وإذا سلم إنسان على المصلي فرد السلام بالإشارة أو باليد أو بالرأس أو بالإصبع لا تفسد صلاته، فقد أخرج النسائي عن ابن عمر: دخل النبي صلى الله عليه وسلم مسجد قباء ليصلي فيه، فدخل عليه رجال يسلمون عليه، فسألت سعيداً وكان معه، كيف كان النبي صلى الله عليه وسلم يصنع إذا سلم عليه؟ قال: كان يستر بيده. (سنن النسائي، السهو / باب رد السلام بالإشارة في الصلاة ١٣٣/١ رقم: ١١٨٣، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٤١/٢ رقم: ٢٢٩٧ زكريا)

بخلاف السلام على إنسان الخ. فإنه يفسدها مطلقاً. (درمختار ٣٧٢/٢، ومثله في المراقي ١٧٦، بدائع الصنائع ٥٤٤/١، حاشية الطحطاوي ٣٢٢)

وردّ السلام ولو سهواً بلسانه لا بيده؛ بل يكره على المعتمد. (درمختار ٣٧٣/٢،

طحطاوي ۱۷٦، بدائع الصنائع ٥٤٤/١، حاشية الطحطاوي ٣٢٢)

ورد السلام بالمصافحة؛ لأنه كلام معنى. (مراقي الفلاح ۱۷۷، حلبي كبير ٤٤٢، الفتاوىٰ الهندية ٩٨/١، حاشية الطحطاوي ٣٢٢، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٣٨/٢ رقم: ٢٢٨٠ زكريا) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز چھینک آنے پر ''الحمد للہ'' کہنا؟

سوال (۵۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کو نماز میں چھینک آجائے اور اس نے ''الحمد للہ'' کہہ دیا تو کیا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر نماز میں کسی کو چھینک آجائے اور اس نے ''الحمد للہ'' کہہ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی؛ اس لئے کہ یہ کلمہ جواب کے لئے نہیں؛ بلکہ ثواب کے حصول کے لئے استعمال ہوا ہے۔

عن رفاعة بن رافع عن أبيه رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: صليت خلف النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فعطست فقلت: "الحمد للّٰه حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه مباركاً عليه كما يحب ربنا ويرضى''. فلما صلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم انصرف، فقال: "من المتكلم في الصلاة"؟ فلم يكلمه أحدٌ ثم قالها الثانية: ''من المتكلم في الصلاة؟" فقال رفاعة بن رافع بن عفراء رضي اللّٰه عنه: أنا يا رسول اللّٰه! قال: ''كيف قلت''؟ قال: قلت: ''الحمد للّٰه حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه مباركاً عليه كما يحب ربنا ويرضى'' فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ''والذي

نفسي بيده لقد ابتدرها بضعة وثلاثون ملكاً أيهم يصعد بها. (سنن أبي داؤد رقم: ۷۷۳، سنن الترمذي رقم: ٤٠٤، مسند لإمام أحمد رقم: ۱۹۰۱۸، سنن النسائى ۲۳۸ رقم: ۹۲۷ دار الفكر بيروت، فتح الباري ۳٦٤/۲ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو قال: الحمد لله فمن العاطس نفسه لا تفسد، وكذا من غيره إن أراد الثواب اتفاقاً. (حاشية الطحطاوي على المراقي ۳۲٥-۳۲٦، بدائع الصنائع ۱/ ٥٤١)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھینکنے والے کو ''یرحمک اللہ'' کہہ کر جواب دینا؟

سوال (۵۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کو نماز میں چھینک آئی اور اس نے ''الحمد للہ'' کہا، یا کسی خارجِ صلوٰۃ آدمی کو چھینک آئی، جس کے جواب میں نماز پڑھنے والے نے ''یرحمک اللہ'' کہا، تو اس جواب دینے اور چھینک آنے پر ''الحمد للہ'' کہنے کی وجہ سے نماز پڑھنے والے کی نماز باقی رہی یا ٹوٹ گئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر نماز میں کسی کو چھینک آجائے اور اس نے الحمد للہ کہہ دیا، تو نماز فاسد نہ ہوگی؛ اس لئے کہ یہ کلمہ جواب کے لئے نہیں؛ بلکہ ثواب کے حصول کے لئے استعمال ہوا ہے؛ البتہ نماز کے دوران کسی شخص کی چھینک کی آواز سن کر اگر جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہا تو نماز فاسد ہوگئی۔

عن معاوية بن الحكم السلمي قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فعطس رجل من القوم، فقلت: يرحمك الله، فرماني القوم بأبصارهم، فقلت: واثكل أمياه ما شأنكم تنظرون إليّ، فجعلوا يضربون بأيديهم على أفخاذهم، فعرضت أنهم يصمّتوني ...... فلما صلى رسول الله صلى الله عليه

وسلم قال: إن هٰذه الصلاة لا يحل فيها شيء من كلام الناس هٰذا. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب تشميت العاطس في الصلاة رقم: ۹۳۰)

ولو قال: الحمد لله فمن العاطس نفسه لا تفسد و كذا من غيره إن أراد الثواب اتفاقاً. (حاشية الطحطاوي على المراقي ۳۲۵-۳۲۶، بدائع الصنائع ۵۴۱/۱)

ويفسدها تشميت الخ، عاطس بير حمک الله. (مراقي الفلاح ۱۷۸، درمختار ۳۷۸/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز میں گفتگو کرنا اور دنیاوی ضرورت والے الفاظ سے دعاء مانگنا

سوال (۵۳۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دوران نماز اگر کسی شخص کی زبان سے کلام الناس کا کوئی جملہ نکل جائے، خواہ جان بوجھ کر نکالا ہو یا غلطی سے نکلا ہو، اسی طرح ماثور اور مسنون دعاؤں کے علاوہ ایسے الفاظ سے دعاء کی جن کے ذریعہ غیر اللہ سے مانگا جاتا ہے، تو ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اس کی نماز باقی رہے گی یا ٹوٹ جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز کے ارکان کی تکمیل سے قبل کوئی خارجی کلمہ زبان سے نکل گیا، خواہ غلطی سے ہو یا بھول سے، معنی دار ہو یا مہمل، بہرصورت نماز فاسد ہوجائے گی۔ اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے اگر ادعیۂ ماثورہ کے علاوہ دعا میں ایسے کلمات استعمال کئے، جن کا تعلق غیر اللہ سے بھی متصور ہو، تو اس سے بھی نماز فاسد ہوجائے گی، مثلاً یہ کہا کہ: ''اے اللہ! مجھے فلاں کپڑا پہنا دے یا میرا فلانی عورت سے نکاح کرادے'' وغیرہ۔

عن معاوية بن الحكم السلمي في حديث طويل: ثم قال النبي صلى الله

عليه وسلم: إن هٰذه الصلاة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هو التسبيح والتكبير وقراءة القراٰن. (صحيح مسلم ۱/۲۰۳ رقم: ۵۳۷)

قال العلامة التهانوي تحته: دل الحديث على أنه لا يجوز في الصلاة شيء من كلام الناس، فتفرع عليه أن الدعاء أيضاً إذا كان يشبه كلامهم لا يجوز، وهو قول أبي حنيفة وأصحابه وطاؤس وإبراهيم النخعي. (كذا في فتح الباري ۲/۲٦٦، إعلاء السنن ۳/۱۷۲ رقم: ۸۹۳ دار الكتب العلمية بيروت)

ويفسدها التكلم الخ، عمده وسهوه قبل قعوده قدر التشهد سيان، وسواء كان ناسيا أو نائماً أو جاهلا أو مخطئاً أو مكرهاً هو المختار. (درمختار مع الشامي ۲/۳۷۰ زكريا، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۱۷۵، بدائع الصنائع ۱/۵۱۸، شرح الوقاية ۱/۱٦۳، حاشية الطحطاوي ۳۲۱)

والدعاء بما يشبه كلامنا نحو: اللّٰهم ألبسني ثوب كذا أو أطعمني كذا أو أقض ديني أو أرزقني فلانة على الصحيح؛ لأنه يمكن تحصيله من العباد. (مراقي الفلاح)

وفي الطحطاوي: وذكر في البحر عن المرغيناني ضابطاً: فقال الحاصل أنه إذا دعا في الصلاة بما جاء عن القراٰن أو في الماثور لا تفسد صلاته، وإن لم يكن في القراٰن أو الماثور فإن استحال طلبه من العباد لا يفسد وإلَّا يفسد. (طحطاوي ۱۷٦، درمختار مع الشامي ۲/۳۷۷ زكريا، شرح الوقاية ۱/۱٦٤، حاشية الطحطاوي ۳۲۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کلماتِ ذکر کو نماز میں عام گفتگو کی جگہ استعمال کرنا؟

سوال (۵۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دورانِ نماز کسی شخص نے خوشی کی خبر سن کر ’’الحمد للہ‘‘ کہا، یا غم کی بات سن کر ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘

کے کلمات زبان سے نکل پڑے، یعنی اس نے کلماتِ ذکر اور آیتِ قرآنی کو بطور جواب کے یا بطور اظہار خوشی کے استعمال کیا، تو اس کی نماز اس عمل سے باقی رہی یا ٹوٹ گئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز پڑھتے ہوئے کسی شخص نے کوئی خوش کن خبر سنی پھر ''الحمدللہ'' کہہ دیا، یا غم کی بات سنی تو ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھ دیا، یا کسی مشرک کے سوال کے جواب میں ''لاالٰہ الا اللہ'' پڑھ دیا، تو نماز فاسد ہوگئی؛ اس لئے کہ یہ کلمات عام گفتگو کے معنی میں استعمال کئے گئے۔

عن زيد بن أرقم قال: كنا نتكلم في الصلاة، يكلم الرجل صاحبه وهو إلى جنبه في الصلاة حتى نزلت: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ فأمرنا بالسكوت ونهينا عن الكلام. (صحيح مسلم ۲۰٤/۱، إعلاء السنن ٦/٥ ۲ رقم: ۱۳۹۱ دار الكتب العلمية بيروت)

وجواب مستفهم عن نادٍ بلا اله إلا الله وخبر سوء بالاسترجاع وسار بالحمد لله. (نور الايضاح مع المراقي ۱۱۹ دار الكتب العلمية بيروت، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۲۱۸ رقم: ۲۲۱۲ زكريا، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / باب ما يفسد الصلاة جزء ۱ ص: ۳۲٥ المكتبة الشاملة، ص: ۱۷۸ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا مرد کے دائیں بائیں یا سامنے کھڑا ہونا؟

سوال (۵۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عورت کی محاذات سے نماز کے فاسد اور فاسد نہ ہونے کے بارے میں کیا تفصیل وشرائط ہیں؟ وضاحت کے ساتھ مدلل تحریر فرمائیں

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی مرد کسی عورت کے دائیں بائیں یا پیچھے اس کی

سیدھ میں نماز پڑھے اور وہاں درج ذیل شرائط پائی جائیں تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) وہ عورت مشتہاۃ ہو، یعنی ۹ رسال سے زیادہ عمر کی ہو، خواہ بڑھیا ہو یا محرم، سب کا حکم یہی ہے۔

(۲) مرد کی پنڈلی، ٹخنا یا بدن کا کوئی بھی عضو عورت کے کسی عضو کے بالمقابل پڑ رہا ہو۔

(۳) یہ سامنا کم از کم ایک رکن (تین تسبیح پڑھنے کے بقدر) تک برقرار رہا ہو۔

(۴) یہ اشتراک مطلق نماز میں پایا جائے، یعنی نماز جنازہ کا یہ حکم نہیں ہے۔

(۵) مرد وعورت دونوں ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہوں۔

(۶) مرد وعورت کے نماز پڑھنے کی جگہ سطح کے اعتبار سے برابر ہو، یعنی اگر سطح میں آدمی کے قد کے بقدر فرق ہو، تو محاذات کا حکم نہ ہوگا۔

(۷) دونوں کے درمیان ایک آدمی کے کھڑے ہونے کے بقدر فاصلہ نہ ہو۔

(۸) مرد نے اپنے قریب آکر کھڑی ہونے والی عورت کو وہاں نہ کھڑے ہونے کا اشارہ نہ کیا ہو، اگر اشارہ کیا پھر بھی عورت برابر میں کھڑی رہی، تو اب مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی؛ بلکہ عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۹) اور امام نے مرد کے برابر میں کھڑی ہوئی عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو۔

عن الحارث بن معاوية أنه ركب إلى عمر ابن الخطاب رضي الله عنه فسأله، قال: ربما كنت أنا والمرأة في بناء ضيق، فتحضر الصلاة، فإن صليت أنا وهي كانت بحذائي، فإن صليت أنا وهي كانت بحذائي، فإن صليت خلفي خرجت من البناء، قال: تستر بينک وبينها بثوب ثم تصلي بحذائک إن شئت.

(رواه أحمد، مجمع الزوائد ۷۶/۱، بحواله: إعلاء السنن ۲۳۶/٤ رقم: ۱۲۳٦ دار الكتب العلمية)

وشروط المحاذات: أولها، المشتهاة. ثانيها: أن يكون بالساق والكعب

علی ما ذکرہ. ثالثها: أن تکون فی أداء رکن أو قدرہ. رابعها: أن تکون فی صلاة مطلقة. خامسها: أن تکون فی صلاة مشترکة تحریمة. سادسها: اتحاد المکان. سابعها: عدم الحائل. ثامنها: عدم الإشارة إلیها بالتأخر. وتاسعها: أن یکون الإمام قد نوی إمامتها. (طحطاوی ۱۸۱، حاشیة الطحطاوی علی المراقی ۳۳۱)

وفی الخانیة: لو صلت المرأة علی الصفة والرجل أسفل منها بجنبها أو خلفها، إن کان یحاذي عضو من الرجل عضوا منها فسدت صلاته لوجود المحاذاة ببعض بدنها. (طحطاوی ۱۸۰، حاشیة الطحطاوي علی المراقي ۳۲۹) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ حرام میں عورت کے محاذات کا مسئلہ

سوال (۵۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آپ کی کتاب ''حجاجِ کرام کے لئے ضروری ہدایات ومعلومات'' کے ص: ۲۹/ پر ایک نہایت اہم مسئلہ کے تحت میں لکھا ہے کہ اگر آپ کے دائیں بائیں یا سامنے محاذات میں کوئی عورت نماز پڑھ رہی ہے، تو آپ کی نماز فاسد ہوجائے گی، جب کہ ''تحفۃ الحجاج'' مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند کے ص: ۲۸۲/ پر لکھا ہے کہ حرمین کے ائمہ عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کرتے؛ لہٰذا مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی، بے فکر جہاں موقع ملے کھڑے ہوجائیں، اس سلسلہ میں وضاحت اور فیصلہ مطلوب ہے، نیز کیا عورت کی نماز بہر صورت فاسد ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمیں تحفۃ الحجاج میں ذکر کردہ مسئلہ سے اتفاق نہیں ہے؛ اس لئے کہ مجمع کثیر کے وقت عورت کی نماز کے صحیح ہونے کے لئے امام کا اس کی امامت کی

نیت کرنا شرط نہیں ہے؛ لہٰذا امامت کی نیت کرنے یا نہ کرنے سے مسئلہ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا؛ البتہ ایک صورت ایسی ہے جس میں مرد کی نماز خراب نہ ہوگی؛ لیکن عورت اگر اپنی جگہ سے نہ ہٹے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، وہ صورت یہ ہے کہ مرد زبان سے یا اشارہ سے عورت کو مردوں کے درمیان کھڑے ہونے سے منع کرے، پھر بھی اگر وہ نہ مانے اور اپنی جگہ سے نہ ہٹے، تو اب عورت کی نماز فاسد ہوگی مرد کی نہیں ہوگی۔

فإن اقتداء هن به بلانية الإمامة غير صحيح، واستثنى بعضهم الجمعة والعيدين وهو الصحيح، كما في الخلاصة، وتحته في حاشية الحموي ''أقول: فلا تشترط فيهما في إقامة النساء لقلة الفتنة عند كثرة الجمع، وقال في السراج: وأما في الجمعة والعيدين، فأكثر المشايخ قالوا: لايصح اقتداء ها إلا أن ينوي إمامتها كسائر الصلوات. (الأشباه والنظائر مطبوعه إدارة النشر والإشاعة بدارالعلوم ديوبند ٣٥)

ومحاذاة المشتهاة في صلاة مطلقة مشتركة تحريمة في مكان متحد بلا حائل قدر ذراع أو فرجة تسع رجلا، ولم يشر إليها لتتأخر عنه، فإن لم تتأخر بإشارته فسدت صلاتها لا صلوته. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٣٢٩ مطبوعه ديو بند) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۸/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجدِ حرام (مکہ معظّمہ) میں نمازی احتیاط کیسے کریں؟

سوال (۵۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم نے سنا ہے کہ عورت کی محاذات سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؛ لیکن حرمین شریفین اور خصوصاً مسجدِ حرام میں محاذات کا مسئلہ اس کثرت سے پیش آتا ہے جس سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے، وہاں

اکثر مرد وعورت نماز پڑھتے ہوئے خلط ملط ہو جاتے ہیں، جیسا کہ حج کے زمانہ میں یہ چیز دیکھنے کو ملتی ہے، تو اس سلسلے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟ کیا وہاں بھی محاذات کی وجہ سے فسادِ صلوٰۃ کا حکم لگے گا؟ اور اس سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجدِ نبوی (مدینہ منورہ) میں تو مردوں اور عورتوں کے لئے نماز پڑھنے کی جگہیں الگ الگ ہیں؛ اس لئے وہاں مرد وعورت میں اختلاط ومحاذات کا مسئلہ اب پیش نہیں آتا؛ البتہ مسجدِ حرام (مکہ معظّمہ) میں اگرچہ عورتوں کی نماز کی جگہیں الگ بنی ہوئیں ہیں؛ لیکن مطاف میں اور حج کی بھیڑ کے زمانہ میں وہاں اکثر مرد وعورت نماز پڑھتے ہوئے خلط ملط ہوجاتے ہیں؛ اس لئے اس معاملہ میں احتیاط کی ضرورت ہے، عورتوں کو چاہئے کہ ہمیشہ مردوں سے الگ ہوکر ہی نماز پڑھیں، اگر موقع نہ ہو تو جماعت چھوڑ دیں اور بعد میں اپنی نماز الگ پڑھ لیں، اور مردوں کو چاہئے کہ:

(۱) نماز کی نیت باندھنے سے پہلے دائیں بائیں اور سامنے دیکھ لیں کہ کوئی عورت تو نہیں کھڑی ہے، اس کے بعد نیت باندھیں۔

(۲) اگر پہلے اطمینان کر کے نیت باندھ لی اور نماز کے درمیان کوئی بالغ عورت برابر میں آکر کھڑی ہونے لگے، تو اسے دورانِ نماز اشارہ سے روکنے کی کوشش کریں، اگر وہ اشارہ سے رک جائے تو فبہا، ورنہ اس اشارہ کرنے سے مرد کی ذمہ داری پوری ہو جائے گی، اب اگر وہ عورت برابر میں کھڑی ہوکر نماز پڑھنے بھی لگے پھر بھی مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی؛ بلکہ خود عورت کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

واستفيد من قوله: بعد ما شرع، إنها لو حضرت قبل شروعه ونوى إمامتها محاذيا لها، وقد أشار إليها بالتأخر تفسد صلاته، فالإشارة بالتأخر إنما تنفع إذا حضرت بعد الشروع ناوياً إمامتها. قال: والظاهر إن الإمام ليس بقيد،

أي فلو حاذت المقتدي بعد الشروع، وأشار إليها بالتأخر ولم تتأخر فسدت صلاتها دونه، وينبغي أن يعد هٰذا في الشروط. (شامي ۲/ ۳۲۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نااہل شخص کو نائب بنادینا؟

سوال (۵۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد کے امام صاحب کو نماز پڑھاتے ہوئے نقض وضو کا عارضہ پیش آگیا، جس کی وجہ سے امام صاحب ایک ایسے مقتدی کو نائب امام بناکر وضو کے لئے باہر نکلے، جو شخص بالکل ان پڑھ اور جاہل تھا، قرآن کا کوئی حرف اس کا ٹھیک نہیں تھا، ساتھ ساتھ وہ اچھی طرح رکوع سجدہ بھی نہیں کرسکتا تھا، تو کیا ایسے شخص کے پیچھے ہم لوگوں کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی امام نے دورانِ نماز عذر پیش آنے کی بناپر اپنا نائب کسی ایسے شخص کو بنادیا جو دیگر مقتدیوں کے لئے نااہل ہو، مثلاً بالکل امی یا معذور شرعی ہو، تو سب لوگوں کی نمازیں فاسد ہوجائیں گی۔

واستخلاف من لا يصلح إماماً كأمي ومعذور. (مراقي الفلاح ۱۸۰)

وتقديم القاري أميا. (درمختار ۲/ ۳٦۳ زكريا، مجمع الأنهر ۱/ ۱۱۵، البحر الرائق ۱/ ۳۷۵ كوئٹه) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صاحبِ ترتیب شخص کو فوت شدہ نماز یاد آگئی؟

سوال (۵۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: الحمد للہ میں ایک صاحبِ ترتیب آدمی ہوں، ایک دن کسی وجہ سے میری نماز قضا ہوگئی اور بھول کر میں نے وقتیہ نماز کی نیت باندھ لی، دوران نماز خیال آیا کہ میرے ذمہ قضا نماز باقی ہے، تو اب میں کیا کروں؟ کیا وقتیہ نماز پوری کروں یا نماز توڑ کر پہلے قضا پڑھوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر کوئی شخص صاحبِ ترتیب ہو (یعنی اس کے ذمہ کوئی نماز پہلے کی قضا نہ ہو) اور اس نے وقت میں گنجائش کے باوجود بھول کر وقتیہ نماز کی نیت باندھ لی ہو، پھر نماز کے دوران اسے یاد آجائے کہ اس پر تو پچھلی نماز بھی قضا ہے، تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ اب پہلے فوت شدہ نماز پڑھے اس کے بعد وقتیہ نماز ادا کرے۔

وتذكر فائتة لذى ترتيب. (نور الايضاح مع المراقي ١٧٩، حاشية الطحطاوي على المراقي ٣٢٨، درمختار مع الشامي ٣٦٣/٢ زكريا، البحر الرائق ٣٧٥/١ كوئٹه)

مگر یہ فساد موقوف ہے، اگر آئندہ ۵؍نمازوں کے وقت کے گذرنے کے اندر اس نے فوت شدہ نماز قضاء نہ کی، تو اس درمیان پڑھی جانے والی سب نمازیں درست ہوجائیں گی۔ اور اگر ۵؍نمازوں کے وقت کے اندر سابقہ فوت شدہ نماز قضا کرلی، تو بقیہ نمازیں نفل بن جائیں گی اور اسے بالترتیب سب نمازیں ادا کرنی ہوں گی۔

قال في المراقي: والفساد موقوف فإن صلى خمساً متذكراً لفائتة وقضاها قبل خروج وقت الخامسة بطل وصف ما صلاه قبلها وصار نفلاً وإن لم يقضها، حتى خرج وقت الخامسة صحت وارتفع فسادها، وفي الطحطاوي: لصيرورة الفائت ستاً بضميمة المتروكة أولا. (طحطاوي على المراقي ١٨٠، شامي ٥٢٤/٢، مجمع الانهر ١١٥/١، حاشية الطحطاوي على المراقي ٣٢٨) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض نماز فاسد ہونے کے بعد پڑھی گئی سنتوں کا حکم؟

سوال (۵۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نماز فاسد ہوگئی ہے تو اس فاسد شدہ نماز کے بعد پڑھی ہوئی ۲ر سنتوں کا حکم کیا ہے؟ آیا فرض نماز کے اعادہ کے ساتھ سنتوں کا اعادہ بھی لازم ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو نماز کسی واجب کے ترک کی وجہ سے فاسد ہوتی ہے وہ اگر چہ نقص کی وجہ سے واجب الاعادہ ہوتی ہے؛ لیکن نفسِ فرض اس نماز سے ادا ہو جاتا ہے، جیسا کہ فقہی عبارات سے واضح ہے، اور سنتیں فرض کے تابع ہوتی ہیں، بریں بناء جب نفسِ فرض ادا ہوگیا تو سنتوں کو بھی ادا مان لینا چاہئے، مگر اس جزو کی صراحت کہیں نہیں ملی؛ البتہ اگر نماز سرے سے باطل ہوگئی ہو، مثلاً بے وضوء نماز پڑھی گئی ہو تو ایسی صورت میں فرض کے ساتھ سنن بعدیہ کے دہرانے کی صراحت موجود ہے، پس مسئولہ صورت میں چوں کہ غلط قراءت کی وجہ سے نماز باطل نہیں ہوئی؛ بلکہ فاسد ہوئی ہے؛ اس لئے اصول کے اعتبار سے بعد میں پڑھی گئی سنتوں کو دوبارہ پڑھنا لازم نہ ہونا چاہئے (یہ فتویٰ اصول کی روشنی میں لکھا گیا ہے؛ اس لئے دیگر مفتیانِ کرام سے بھی رجوع کر لینا بہتر ہے)

والمختار أن المعادة لترك واجب نفل جابر، والفرض سقط بالأولىٰ؛ لأن الفرض لا يتكرر. (طحطاوي على المراقي ۲٤۸ أشرفيه)

فلأن المقصود من تكريرها ثانيا جبر نقصان الأولىٰ فرض ناقص، والثانية فرض كامل مثل الأولىٰ، ذاتا مع زيادة وصف الكمال. (شامي ۲/ ۵۲۲ زكريا)

وعلى هٰذا إذا صلى العشاء ثم توضأ وصلى السنة والوتر ثم تبين أنه صلى العشاء بغير طهارة فعنده يعيد العشاء والسنة. (هداية ۱/ ۱۵٦)

لو صلى العشاء بلا وضوء والوتر والسنة لا يعيد العشاء والسنة. (شامي

۵۲٦/۲ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۸/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز پڑھتے ہوئے وقت نکل گیا؟

سوال (۵۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز پڑھتے ہوئے اگر نماز کا وقت نکل جائے مثلاً فجر کی نماز میں سورج طلوع ہو جائے یا عصر کی نماز پڑھتے ہوئے غروب ہوجائے تو اب نماز کا کیا حکم ہے؟ آیا اسی طرح نماز پوری کریں یا وقت نکل جانے کی وجہ سے دوسرے وقت میں نماز قضا پڑھیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر فجر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج نکل آیا، یا عید کی نماز پڑھتے ہوئے زوالِ شمس ہوگیا، یا جمعہ پڑھنے کے دوران عصر کا وقت داخل ہوگیا وغیرہ، تو اس کی فرض نماز باقی نہ رہے گی؛ بلکہ دوبارہ پڑھنی ہوگی (البتہ اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے سورج غروب ہوگیا تو نمازِ عصر ادا سمجھی جائے گی)

عن عقبة بن عامر الجهني رضي اللّٰه عنه يقول: ثلاث ساعات كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهانا أن نصلي فيهن حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل الشمس، وحين تضيف الشمس للغروب حتى تغرب. (صحيح مسلم / باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها ۱/۲۷٦ رقم: ۸۳۱)

وطلوع الشمس في الفجر لطر والناقص على الكامل وزوالها أي الشمس في صلاة العيدين ودخول وقت العصر في الجمعة. (مراقي الفلاح ۱۸۰، حاشية الطحطاوي على المراقي ۳۲۸، البحر الرائق ۱/۳۷۵ كوئٹه)

وغروب إلا عصر يومه فلا يكره فعله لأدائه كما وجب بخلاف الفجر.

(درمختار مع الشامي ۲/ ۳۲، هداية ۱/ ۱۳۰، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۱٤رقم: ۱۵۱۷ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز پڑھتے ہوئے موت آ گئی؟

سوال (۵۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے موت آ جائے، تو کیا اس کی نماز زندگی کی آخری نماز شمار ہوگی یا اس سے نماز ساقط ہوجائے گی؟ اسی طرح نماز کے دوران اگر امام کا انتقال ہوجائے، تو کیا کوئی شخص نیابۃً اس نماز کو مکمل کراسکتا ہے؟ یا انتقال ہوتے ہی نماز فاسد ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز پڑھتے ہوئے اگر کسی کو موت آ جائے تو اس سے نماز ساقط ہوجائے گی، اور اگر امام نماز کے دوران انتقال کر جائے تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور انہیں از سرِ نو نماز پڑھنی ہوگی۔ مرنے والے کی نماز کا فدیہ لازم نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے نماز ساقط ہوچکی ہے۔

بقي من المفسدات: وموت (درمختار) أقول تظهر ثمرته في الأيام لو مات بعد القعدة الأخيرة بطلت صلاة المقتدين به، فيلزمهم استئنافها، الخ. ولا تظهر الثمرة في وجوب الكفارة فيما لو كان أوصى بكفارة صلاته؛ لأن المعتبر اٰخر الوقت وهو لم يكن في اٰخر الوقت من أهل الأداء فلا تجب عليه. (شامی ۲/ ۳۹۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۲/۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز جیب سے موبائل نکال کر گھنٹی بند کرنا

سوال (۵۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: نماز کے بارے میں موبائل میں گھنٹی بجی مصلی نے جیب سے نکال کر سوئچ بند کر کے جیب میں ڈال لیا نماز ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جیب سے باقاعدہ موبائل نکال کر سوئچ بند کرنے کا عمل مفسد صلوٰۃ ہے؛ کیوں کہ اسے دیکھ کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے اور ایسے عمل کو فقہی اصطلاح میں عمل کثیر کہتے ہیں جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر دوران نماز موبائل بند کرنے کی ضرورت ہو تو جیب سے نکالے بغیر بند کرنا چاہئے۔

ویفسد ها کل عمل کثیر لیس من أعمالها ولا لإصلاحها وفیه أقوال خمسة: أصحها ما لا یشک الناظر فی فاعله أنه لیس فیها.(در مختار) وفي الشامیة: الثالث: الحرکات الثلاثة المتوالیة کثیر وإلا فقلیل. (الشامي علی الدر المختار ۲۸۵/۲ زکریا)

إن کل عمل یشکک الناظر أنه لیس في الصلاة، فهو کثیر، وکل عمل یشتبه علی الناظر أنه لیس في الصلاة فهو قلیل الخ. (البحر الرائق ۱۱/۲ کراچی) **فقط** واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

دورانِ نماز جیب سے موبائل نکال کر نمبر دیکھنا؟

سوال (۵۴۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں جیب سے موبائل نکال کر باقاعدہ نمبر دیکھ کر موبائل جیب میں رکھ لیا تو نماز باقی رہی یا ٹوٹ گئی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دورانِ نماز گھنٹی بجنے پر جیب سے موبائل نکالنا اور نمبر

دیکھ کر بند کرنے کا عمل مفسد صلوٰۃ ہے؛ کیوں کہ اسے دیکھ کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے، اور ایسے عمل کو فقہی اصطلاح میں عملِ کثیر کہتے ہیں، جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

ویفسدها كل عمل كثير ليس من أعمالها و لا لإصلاحها، و فيه أقوال خمسة: أصحها ما لا يشك الناظر في فاعله أنه ليس فيها، و في الشامية: الثالث: الحركات الثلاثة المتوالية كثير و الإ فقليل. (الدر المختار مع الشامي ۲/۲۸۵ زكريا)

ويفسدها العمل الكثير لا القليل والفاصل بينهما، إن الكثير هو الذي لا يشك الناظر لفاعله أنه ليس في الصلاة. (طحطاوي على مراقي الفلاح ۳۲۲)

إن كل عمل يشكك الناظر أنه ليس في الصلاة، فهو كثير، و كل عمل يشتبه على الناظر أنه ليس في الصلاة فهو قليل الخ. (البحر الرائق ۲/۱۱ کراچی) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۲/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر نماز میں موبائل کی گھنٹی بجے تو کیا کریں؟

سوال (۵۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نمازی موبائل کی گھنٹی بند کئے بغیر اپنے پاس رکھ لے اور حالتِ نماز میں گھنٹی بجنے لگے، تو اس کے لئے نماز توڑ کر موبائل کو بند کرنا کیسا ہے؟ حالتِ نماز ہی میں عملِ قلیل کے ذریعہ موبائل بند کرسکتا ہے، یا بغیر بند کئے گھنٹی بجتے ہی رہنے دے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضروری ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے موبائل کی گھنٹی بند کردی جائے، اور اس کا خاص اہتمام رکھنے کی عادت ڈالی جائے، لیکن اگر اتفاق سے گھنٹی بند کرنا بھول گیا اور دوران نماز گھنٹی بجنے لگی تو عمل قلیل یعنی ایک ہاتھ کے ذریعے موبائل بند کردینا

چاہئے، اس سے نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی، موبائل بند کرنے کے لئے نماز کو توڑنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر موبائل بند نہیں کیا اور گھنٹی بجتی رہی تو نماز درست ہوجائے گی، لیکن مسلسل گھنٹی بجنے سے نماز کے خشوع وخضوع میں خلل آنے کا قوی اندیشہ ہے۔

وأشار بالأكل والشرب إلى أن كل عمل كثير فهو مفسد، واتفقوا على أن الكثير مفسد والقليل لا، لإمكان التحرز عن الكثير دون القليل. (البحر الرائق ۲/ ۱۱ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/ ۶/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوران نماز ایک ہاتھ سے موبائل بند کرنا

سوال (۵۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کے اس سائنسی ترقی یافتہ دور میں موبائل اتنے عام ہوگئے ہیں کہ تجارتی اداروں میں تو کیا؛ بلکہ ہر ایک مسجد میں اکثر نمازیوں کی جیب موبائل سے خالی نہیں ہوتی، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ موصوف خود تو نماز باجماعت کی ادائیگی میں مشغول ہیں؛ لیکن جیب میں رکھا موبائل رنگ ٹون (گھنٹی) کی شکل میں طرح طرح کے میوزک اور نغموں کی صدا بلند کررہا ہوتا ہے، جس کے سبب یقیناً نمازیوں کی توجہ نماز سے ہٹ کر موبائل کی گھنٹی کی طرف مرکوز ہوجاتی ہے؛ لہٰذا نماز کے خشوع وخضوع میں خلل واقع ہونا ظاہری بات ہے، اور یہ سب کچھ موبائل بٹن سہوا بند نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیا شریعت مطہرہ میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ نمازی عملِ کثیر کئے بغیر صرف ایک ہاتھ کے اشارہ سے اپنے موبائل کا سوئچ بند کردے؛ تاکہ دیگر نمازیوں کی نماز میں خلل واقع نہ ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً تو اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ نماز کیلئے مسجد میں داخل ہوتے وقت موبائل کو بند یا سائلنٹ کردیا جائے، اگر بند کرنا بھول جائے اور گھنٹی بجنے لگے تو

ایک ہاتھ سے جیب میں رکھے موبائل کا سوئچ بند کردینا چاہئے، یہ عمل کثیر نہیں ہے؛ بلکہ عمل قلیل ہے، جس کی ضرورت کے وقت نماز کے اندر گنجائش ہوتی ہے۔ اور موبائل میں عام گھنٹی کے بجائے گانا اور میوزک یا فحش کلمات وغیرہ فیڈ کرنا، جیسا کہ آج کل شوقین مزاجوں میں رواج ہوگیا ہے، قطعاً جائز نہیں ہے، اس لئے موبائل میں صرف سادی گھنٹی کی آواز رکھنی چاہئے۔ (مستفاد انوار رحمت ۱۲۳)

ولو رفع العمامة ووضعها على الأرض، أو رفعها من الأرض ووضعها على الرأس لا تفسد صلاته؛ لأنه يتم بيد واحدة من غير تكرار. (فتاویٰ قاضي خاں ۱۲۹/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۷/۱۴۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متعلقاتِ امامت

امامت کا حق دار کون ہے؟

سوال (۵۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید زمانہ ماضی میں امام تھا؛ لیکن اس کی امامت پر بعض مصلیان کو اشکال تھا، چوں کہ زید نہ تو حافظ ہے اور نہ عالم، اسی بنا پر بعض لوگوں کا قول تھا کہ امام کوئی حافظ یا عالم ہو؛ لہٰذا ماضی کی کابینہ والوں نے اس کو بعزت برطرف کر دیا، اور دوسرے امام کو عمل میں لے آئے؛ لیکن سابقہ کابینہ کسی مجبوری کے تحت مستعفی ہوگئی، اب پھر نئی کابینہ جو عمل میں آئی، تو اس نے اس امام کو پھر واپس لے لیا، اور دوسرے کو رخصت کر دیا، اس کی صورتِ حال یہ ہے کہ بعض لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں؛ لیکن اقلیت کی بنا پر وہ چپ چاپ بعد میں نماز پڑھتے ہیں، تو وضاحت فرمائیں کہ ایسے امام کو امامت کرانے کا نماز پڑھانے کا حق ہے یا نہیں؟ یا افضل واَولیٰ کون سی صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: امامت ہر اس دین دار شخص کی بلا کراہت درست ہے جو بقدرِ ضرورت قرآنِ کریم پڑھ سکتا ہو، اور نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہو؛ البتہ افضل یہ ہے کہ امام پورا عالم باعمل اور قاری ہو؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ امام میں کوئی شرعی قابلِ اعتراض بات نہیں ہے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک نہ کرنا چاہئے، اور اختلاف ختم کر دینا چاہئے۔

عن أبي مسعود الأنصاري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه، فإن كانوا في القراءة سواء، فأعلمهم بالسنة، فإن كانوا في السنة سواء فأقدمهم هجرة، فإن كانوا في الهجرة سواء

فـأقدمهم سلماً……. (صحيح مسلم، المساجد / باب من أحق بالإمامة ۲۳۶/۱ رقم: ۶۷۳، سنن الترمذي، الصلاة / باب من أحق بالإمامة ۵۵/۱ رقم: ۲۳۵)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة للقراءة، ثم الأورع. (الدر المختار مع الشامي ۵۵۷/۱ کراچی، الفتاویٰ الهندية ۸۳/۱، النهر الفائق ۶۰۸/۱، بدائع الصنائع للكاساني ۳۸۸/۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۷/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جامع مسجد کا امام کیسا ہونا چاہئے؟

سوال (۵۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جامع مسجد کا امام کس کو ہونا چاہئے؟ اور اس کے لئے شرعاً کیا کیا شرائط ہونے چاہئے؟ بالترتیب اجمالاً حدیث وفقہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام ایسا ہونا چاہئے جو مسائلِ دینیہ سے واقف ہو، بقدرِ ضرورت صحت کے ساتھ قرآن پڑھ سکتا ہو، نیز اس کے اعمال شریعت کے موافق ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۵/۶ ڈابھیل)

عن أبي مسعود الأنصاري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه، فإن كانوا في القراءة سواء، فأعلمهم بالسنة، فإن كانوا في السنة سواء فأقدمهم هجرة، فإن كانوا في الهجرة سواء فأقدمهم سلماً……. (صحيح مسلم، المساجد / باب من أحق بالإمامة ۲۳۶/۱ رقم: ۶۷۳، سنن الترمذي، الصلاة / باب من أحق بالإمامة ۵۵/۱ رقم: ۲۳۵)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة، فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة، ثم الأحسن تلاوة وتجويداً للقراءة، ثم الأورع: أي

الأكثر اتقاء للشبهات، والتقوى اتقاء المحرمات. (شامي ۲۹٤/۲ زكريا، كذا في البحر الرائق ٦۰۸/۱، النهر الفائق ٢٤۰/۱، بدائع الصنائع للكاساني ۳۸۸/۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پنج وقتہ نمازوں کا امام ہی جمعہ کی امامت کا بھی مستحق ہے

سوال (۵۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص عالم ہے جو کہ تقریباً ۱۹۹۱ء سے جامع مسجد میں نماز پڑھاتے چلے آرہے ہیں اور سبھی حضرات اقتداء بھی کرتے آرہے ہیں؛ لیکن کچھ آپسی لڑائی کی وجہ سے بروز جمعہ ۱۲/۲/۱۹۹۴ء کو ایک عالم اعلان کرتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ نماز غلطی کر کے پڑھاتے ہیں؛ لیکن لقمہ کوئی نہیں دیتا ہے، مگر جو عالم یہ کہتا ہے کہ نماز صحیح نہیں ہوتی، اس عالم کا حال یہ ہے کہ محلّہ میں جامع مسجد ہے، مؤذن پانچوں وقت مسجد میں اذان دیتا ہے، مؤذن کی آواز پورے محلّہ میں گونجتی ہے؛ لیکن کسی وقت بھی مسجد میں وہ عالم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے نہیں آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اب ایسی صورت میں جمعہ کی نماز کون پڑھائے اور پنج وقتہ نماز کون پڑھائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو عالم پنج وقتہ نماز مسجد میں پڑھاتا ہے اور اس کے عمل اور عقیدہ میں کوئی فساد بھی نہیں ہے، اسی طرح اس کی قرأت بھی درست ہے، تو وہی جمعہ کی امامت کا بھی مستحق ہے۔

الأولیٰ بالتقديم الأعلم بالسنة إذا كان يحسن قراء ة ما تجوز بها الصلاة، فإذا تساووا فأكثرهم قرآنا. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲٤۷/۲ رقم: ۲۳۱۸ زكريا)

والأحق بالأمامة الأعلم بأحكام الصلاة، ثم الأحسن تلاوة للقراء ة، ثم الأورع. (الدر المختار مع الشامي ۵۵۷/۱ كراچي، الفتاویٰ الهندية ۸۳/۱، النهر الفائق ٦۰۸/۱، بدائع الصنائع للكاساني ۳۸۸/۱ زكريا)

واعـلـم أن صـاحـب البيت و مثله إمام المسجد الراتب أولیٰ بالإمامة من غيـره مـطلقاً أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (الدر المختار مع الشامي ۲۹۷/۲ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۱۱/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرائض وواجبات یاد نہ ہونے والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال (۵۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی کو نماز کے فرائض وواجبات یاد نہ ہوں، تو کیا اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس شخص کو فرائض وسنن الگ الگ یاد نہ ہوں اس کے پیچھے اگرچہ نماز درست ہے؛ لیکن افضل یہ ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جسے نماز کے مسائل سے واقفیت ہو۔

عن ابن جريج عن عطاء قال: كان يقال يؤمهم أفقههم. (الأم للإمام الشافعي ۱۴۱/۱)

وعطاء من كبار التابعين فقوله: كان يقال حكاية عن قول الصحابة. (إعلاء السنن ۲۰۲/۴ رقم: ۱۱۸۵ دار الكتب العلمية بيروت)

والثاني من يعلم ذٰلک، ولكن لا يعلم ما فيه من الفرائض والسنن تجزيه. (الأشباه والنظائر ۷۱)

قوله: والأعلم أحق بالإمامة فسره في المضمرات: بأحكام الصلاة، وفي السراج الوهاج: بما يصلح الصلاة ويفسدها، وفي غاية البيان: بالفقه وأحكام الشريعة، والظاهر هو الأول، ولذا وقع في عبارة أكثرهم الأعلم بالسنة باعتبار أن أحكام الصلاة لم تستفد إلا من السنة، وأما الصلاة في الكتاب فمجملة.

(البحر الرائق ۳۴۷/۱ کوئٹہ، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۴۷/۱ رقم: ۲۳۱۸ زکریا)

والأحق بالإمامة ...... الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحة وفساداً. (درمختار مع الشامي ۲۹٤/۲ زکریا، الفتاویٰ الهندية ۸۳/۱، کذا في الدر الختار مع الشامي ۵۵۷/۱ کراچی، ۲۹٤/۲ زکریا، النهر الفائق ۲۰۸/۱، بدائع الصنائع للکاساني ۳۸۸/۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لمبی داڑھی والے اَن پڑھ کی امامت؟

سوال (۵۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا وہ اَن پڑھ جس کی لمبی داڑھی ہو نماز پڑھا سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ شخص نماز کی ضروریات مثلاً بقدر ضرورت قرأت وغیرہ کی صلاحیت رکھتا ہو، تو اس کا نماز پڑھانا درست ہے۔

الأولی بالإمامة أعلم بأحكام الصلاة ...... هذا إذا علم من القراءة قدر ما تقوم به سنة القراءة ولم يطعن في دينيه ...... ويجتنب الفواحش. (الفتاویٰ الهندية ۸۳/۱، کذا في الدر المختار مع الشامي ۵۵۷۱ کراچی، شامي ۲۹٤/۲ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۲/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرأتِ مسنونہ کے ترک پر اصرار کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص ترکِ قرأتِ مسنونہ پر عملاً اصرار کرتا ہو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص کی امامت تو جائز ہے، مگر ترکِ قرأتِ

مسنونہ پر اصرار نہ کرے۔

بقي الكلام بعد هذا في القدر المسنون، قال محمدؒ في الكتاب: القراءة في الصلاة في السفر يقرأ بفاتحة الكتاب وأي سورة شاء، وفي الحضر يقرأ في الفجر في الركعتين أربعين أو خمسين آية سوى فاتحة الكتاب وكذا في الظهر، والعصر والعشاء سواء، والقراءة فيهما على النصف من القراءة في الفجر والظهر، وفي المغرب يقرأ بقصار المفصل. وفي التهذيب: جدا، هٰذا هو المذكور في ظاهر الرواية. (الفتاوى التاتارخانية ٦١/٢ رقم: ١٧٤٥ زكريا، حلبي كبير ٣١٠، درمختار مع الشامي ٢٦١/٢ زكريا)

والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً (مجمع الأنهر) الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة. (درمختار مع الشامي ٥٥٧/١ كراچی، شامي ٢٩٤/٢ زكريا، النهر الفائق ٢٤٠/١، البحر الرائق ٦٠٨/١ رشيدية)

ترك السنة لايوجب فساداً ولاسهوا بل إساءة لو عامداً غير مستخف، وقالوا: الإساءة أدون من الكراهة. وحكى في الخلاصة أولاً خلافا: وقيل يأثم، وقيل لا. ثم قال: والمختار إن اعتاده أثم لا إن كان أحيانا وجزم به في الفيض. وكذا في المنية. قال شارحها: يأثم لا لنفس الترك؛ بل لأنه استخفاف وعدم مبالاة بسنة واظب عليها النبي صلى اللّٰه عليه وسلم. (درمختار مع الشامي ١٧١/٢ زكريا)

ويكره للإمام أن يعجّلهم عن إكمال السنة، ونقل في الحلية عن عبد اللّٰه بن المبارك وإسحٰق وإبراهيم والثوري أنه يستحب للإمام أن يسبح خمس تسبيحات ليدرك من خلفه الثلاث. (شامي، صفة الصلاة / مطلب في إطالة الركوع للجائي ١٩٩/٢ زكريا، البحر الرائق ٥٥١/١، النهر الفائق ٢١٤/١) ***فقط واللہ تعالیٰ اعلم***

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۲/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر ذمہ دارانہ طریقہ پر نماز پڑھانے والے کی امامت؟

سوال (۵۵۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں بڑی مسجد کی آراضی کم وبیش دو ایکڑ تھی، وہ گاؤں والوں کی لاعلمی، لاپرواہی اور غیر معروف طریقہ سے دورانِ چک بندی گذشتہ زمانہ میں مسجد کے امام صاحب کے نام آ گئی، ماشاءاللہ امام صاحب اپنی زندگی میں پابندی کے ساتھ نماز پڑھاتے رہے، امام صاحب کے انتقال کے بعد یہ زمین سرکاری طور پر امام مرحوم کے تینوں بیٹوں کے نام آ گئی، اور گاؤں والے یہ سوچتے ہوئے خاموش ہوگئے کہ امام صاحب پابندی کے ساتھ نماز پڑھاتے رہیں گے، امام صاحب کے انتقال کے بعد آج کل ان کے پوتے بڑی غیر ذمہ داری کے ساتھ نماز پڑھا رہے ہیں، یہاں تک کہ کبھی کبھی مہینوں تک باجماعت نماز نہیں ہوتی ہے، جس کی وجہ سے گاؤں والے سخت پریشان رہتے ہیں، مسجد کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کے ہوتے ہوئے ان کی امامت درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زمین پر غاصبانہ قبضہ کے بارے میں تو کوئی فیصلہ دوسرے فریق کے بیان کو سن کر ہی کیا جاسکتا ہے؛ البتہ اگر وہ امام امامت کی ذمہ داری صحیح طرح سے نہیں نبھاتا تو گاؤں والوں کو چاہئے کہ دوسرا ذمہ دار اور پرہیزگار امام مقرر کرلیں۔

ویکرہ تقلید الفاسق ویعزل بہ، قال الشامي: والمراد أنہ یستحق العزل.

(درمختار مع الشامي ۲/ ۲۸۲ زکریا)

وإن کان ہو أحق بہا منہم ولا فساد فیہ، ومع ہٰذا یکرہونہ لا یکرہ لہ التقدیم؛ لأن الجاہل والفاسق یکرہ العالم والصالح. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۲۴۴، ۳۰۱ أشرفي، البحر الرائق ۱/ ۳۴۸، شامي ۲/ ۲۹۷ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱/۶/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا پابندی کرنے میں کوتاہی کرنا؟

سوال (۵۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید تقریباً بارہ سال سے ایک مسجد کا امام ہے، شروع کے چند سال میں وقت کی پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھاتا رہا اور تنخواہ بھی مقرر نہیں تھی، اب تقریباً پانچ سال سے اوقات کی پابندی نہیں ہے، دیگر جماعتوں کے وقتوں میں بھی تاخیر ہوتی رہتی ہے، جس سے ہم لوگوں کی پریشانی آئے دن بڑھتی رہتی ہے، اور خصوصاً فجر کی نماز میں اکثر غیر حاضری رہتی ہے، جب کہ ان کی تنخواہ نئی کمیٹی کے ذریعہ ان کے کہنے کے مطابق دی جارہی ہے، **مذکورہ** صورتِ حال کی روشنی میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ امام صاحب کے فجر میں غیر حاضر رہنے سے جماعت کے ساتھیوں پر بھی غلط اثر پڑتا ہے، **مذکورہ** سوال کا جواب مدلل ومفصل عنایت فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کو بروقت نماز پڑھانے کا اہتمام رکھنا چاہئے؛ کیوں کہ یہ اس کی ذمہ داری ہے، جس کے عوض وہ تنخواہ لیتا ہے، اور خاص کر فجر کی نماز میں اکثر غیر حاضر رہنا **مذکورہ** امام کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے؛ تاہم اس کے پیچھے پڑھی جانے والی نمازیں بہرحال درست ہیں۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالی: ﴿يَاۤيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ﴾ [المائدۃ: ۱]

عن كثير بن عبد اللّٰه بن عوف المزني عن أبيه عن جده قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: المسلمون على شروطهم. (سنن الترمذي ۱/ ۲۵۱)

ويشترط في ذٰلک رضا العاقدين. (الفتاویٰ الهندية ٤/ ٤١١)

ليس له أن يمتنع عن العمل. (شرح المجلة، الإجارة ۱/ ۲۳۹ رقم: ٤٢٥)

الأجرة إنما تكون في مقابلة العمل. (شامي ٤/ ۳۰۷ زكريا)

ولو صلى خلف مبتدع وفاسق فهو محرز ثواب الجماعة. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۸٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رکوع، سجدہ اور قعدہ سنت کے مطابق نہ کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص بغیر عذر کے غفلت کی وجہ سے بحالتِ رکوع سر، کمر، سرین کو سیدھا برابر نہ رکھے، سجدہ میں کہنیوں کو ران سے خوب ملاکر سجدہ کرے اور قعدہ میں داہنا پاؤں سیدھا کھڑا نہ رکھ کر دونوں پاؤں کو ملاکر بیٹھے اور یہ ہمیشہ کی خصلت بن گئی ہو، تو ایسے شخص کی امامت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (جب کہ مقتدی میں اہل علم حضرات موجود ہوں)

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نماز کو سبھی سنتوں کے مطابق ادا کرنا چاہئے، سوال میں مذکور امام صاحب کو چاہئے کہ وہ کسی متبع سنت عالم سے اپنی نماز کی اصلاح کرائیں، اگر وہ فکرمندی کے ساتھ اصلاح کرلیں، تو ان کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔

ترک السنة لا يوجب فساداً ولا سهوا؛ بل إساءة لو عامداً غير مستخف، وقالوا: الإساءة أدون من الكراهة. (درمختار) وحكى في الخلاصة أولاً خلافا: وقيل يأثم، وقيل لا. ثم قال: والمختار إن اعتاده أثم لا إن كان أحيانا وجزم به في الفيض. وكذا في المنية. قال شارحها: يأثم لا لنفس الترك؛ بل لأنه استخفاف وعدم مبالاة بسنة واظب عليها النبي صلى الله عليه وسلم.

(درمختار مع الشامي / مطلب: في قولهم الإساءة دون الكراهة ۲/ ۱۷۱ زكريا)

ويكره للإمام أن يعجّلهم عن إكمال السنة، ونقل في الحلية عن عبد اللّٰه بن المبارك وإسحٰق وإبراهيم والثوري أنه يستحب للإمام أن يسبح

خمس تسبيحات ليدرك من خلفه الثلاث. (شامي، صفة الصلاة / مطلب في إطالة الركوع للجائي ۱۹۹/۲ زكريا، البحر الرائق ۵۵۱/۱، النهر الفائق ۲۱٤/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱/۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَذان سن کر مسجد نہ آنے والے کی جمعہ میں امامت کرنا؟

سوال (۵۵٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص کے کان میں مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور پھر مسجد میں نماز پڑھنے نہ آتا ہو، تو کیا ایسے شخص کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص اَذان سن کر بلا عذر مسجد میں نہ آئے اور جماعت کی نماز میں شریک نہ ہو، تو ایسا شخص دوسرے متقی اور پابند جماعت شخص کی موجودگی میں امامت کے لئے قابلِ ترجیح نہیں ہے۔ اور اگر وہ کسی معقول اور معتبر عذر کی وجہ سے جماعت میں شریک نہ ہوتا ہو تو اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: من سمع النداء فلم يجب فلا صلوة له إلا من عذر. (سنن ابن ماجة، كتاب المساجد والجماعات / باب التغليظ في التخلف عن الجماعة ۷۹۳، صحح ابن حبان ۲۵۳/۳ رقم: ٤۲۹ بيروت، المستدرك للحاكم ۲٤۵/۱، الترغيب والترهيب مكمل ۱۰۷ رقم: ٦۲۱)

الجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدي: أرادوا بالتاكيد الوجوب (درمختار) وفي شرح المنية: من أن تاركها يعزّر وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه. (درمختار مع الشامي ۵۵۲/۱ كراچی، ۲۸۷/۲ زكريا، حلبي كبير ۵۰۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گھر میں نماز پڑھنے والے کی امامت؟

سوال (۵۵۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید امام جمعہ ہے؛ لیکن پنج وقتہ نماز وہ مسجد میں باجماعت ادا نہیں کرتا؛ بلکہ اپنے گھر پر کبھی جماعت کے ساتھ اور کبھی تنہا ادا کرتا ہے، جو مسجد سے بالکل قریب ہے، کیا ایسی حالت میں زید کو امام جمعہ بنانا ٹھیک ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر زید بلا عذر شرعی ترکِ جماعت کا عادی ہے تو اس کو امام بنانا مکروہ ہے، بہتر یہ ہے کہ کسی دوسرے پابند جماعت آدمی کو حکمت کے ساتھ امام بنایا جائے؛ البتہ فتنہ سے بہر صورت احتراز لازم ہے۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: من سره أن يلقى اللّٰه تعالىٰ غداً مسلماً فليحافظ على هٰؤلاء الصلوات حيث ينادي بهن فإن اللّٰه شرع لنبيكم سنن الهدى وإنهن من سنن الهدىٰ، ولو أنكم صليتم في بيوتكم كما يصلي هٰذا المتخلف في بيته لتركتم سنة نبيكم، ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم.

(صحيح مسلم ٢٣٢/١ رقم: ٦٥٤، سنن أبي داؤد ٥٥٠، الترغيب والترهيب رقم: ٦٢٤)

وفي رواية: يصلون في بيوتهم ليست بهم علة فيكون الوعيد على ترك الجماعة بغير عذر. (مرقاة المفاتيح ٦٧/٢، البحر الرائق ٣٥٤/١)

ويكره تقليد الفاسق ويعزل به، قال الشامي: والمراد أنه يستحق العزل.

(درمختار مع الشامي ٢٨٢/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھوٹے گاؤں میں جمعہ نہ پڑھانے والے کی امامت؟

سوال (۵۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک گاؤں میں ایک مولانا صاحب ہیں جو پنج وقتہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور کئی سال سے اسی گاؤں میں ہی کبھی کبھی نماز بھی پڑھا دیا کرتے ہیں، مگر اس گاؤں میں نماز جمعہ نہیں پڑھتے ہیں، ظہر پڑھ لیا کرتے ہیں یا کسی شہر میں جاکر نمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں، جو حضرات نماز جمعہ اس گاؤں میں ادا کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان مولانا کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، تو ان مولانا صاحب کے پیچھے اگر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، تو جو اُن کے پیچھے نمازیں پڑھی گئی ہیں، کیا انہیں دہرانا پڑے گا، صحیح مسئلہ کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے چھوٹے موضع میں جمعہ کی نماز کا قیام فرض ہی نہیں ہے؛ لہٰذا جو امام صاحب وہاں نماز جمعہ نہیں پڑھتے وہ صحیح عمل پر ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلاکراہت درست ہے۔

واتفق فقهاء الأمصار على أن الجمعة مخصوصة بوضع لايجوز فعلها في غيره؛ لأنهم مجمعون على أن الجمعة لا تجوز في البوادي ومن أهل الأعراب، فقال أصحابنا : هي مخصوصة بالأمصار ولا تجوز في السواد. (أحكام القرآن ٣/٥ ٤٤)

لا تجوز في الصغيرة التي ليس فيها قاض ومنبر وخطيب، والظاهر أنه أريد به الكراهة ......، ألا ترى أن في الجواهر: لو صلوا في القرىٰ لزمهم أداء الظهر. (شامي ٧/٣ زكريا، شامي ١٣٨/٢ كراچی، الفتاویٰ الهندية ٧٢/١، البحر الرائق ١٤٠/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اللہ ورسول کے ذکر میں خلل پیدا کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۵۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر کہیں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو رہا ہو اور کوئی اس ذکر میں خلل پیدا کرے، جب کہ وہ شخص امام مسجد ہو، اور اس کے ساتھ چند لوگ ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو لوگوں کے کانوں تک نہ پہنچنے دیں، تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور جو امام کے ساتھی ہوں وہ کیا کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ دیکھا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ذکر سنت کے مطابق ہو رہا تھا یا نہیں؟ اگر مطابقِ سنت تھا تو اس کا روکنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بدعت کے طریقہ پر ہو رہا تھا تو پھر اس کا روکنا ضروری تھا، ایسا امام بدعت کو روکنے پر اجر کا مستحق ہوگا۔

البدعة : ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دينا قويماً وصراطاً مستقيماً. (شامي ۱/ ۵٦٠ كراچى، شامي ۲۹۹/۲ زكريا، البحر الرائق ۱/ ٦۱۱ رشيدية)

هل يكره رفع الصوت بالذكر والدعاء ؟ قبل : نعم: مما صح عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم جهراً، وقال لهم: ما أراكم الإ مبتدعين. (درمختار مع الشامي ۹/ ۵۷٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/ ۲/ ۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مدارس میں غیر شادی شدہ کی امامت؟

سوال (۵۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تراویح کے علاوہ دیگر نماز کی امامت اگر غیر شادی شدہ حافظ قاری یا عالم کرے، تو ایسی حالت میں اس کی اقتداء کرنی چاہئے یا جماعت چھوڑ کر الگ پڑھ لی جائے؟ امامت سے مراد وقتی

امامت ہو یا مستقل، میں نے اکثر شاہی، مظاہر العلوم، ناشر العلوم وغیرہ کے غیر شادی شدہ طلبہ کو امامت کرتے دیکھا ہے، کیا ان طلبہ کو مسئلہ کی جانکاری نہیں ہے؟ اگر نہیں تو کیوں وقتی طور پر؟ اگر نادانستگی میں کسی نے ان سے نماز پڑھانے کو کہہ دیا تو وہ معذرت کیوں نہیں کرتے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر شادی شدہ امام اگر امامت کا اہل ہو، تو اس کی امامت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً (مجمع الأنهر) الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة. (درمختار مع الشامي ۱/۵۵۷ كراچی، شامي ۲/۲۸۲ زكريا، النهر الفائق ۱/۲٤۰، البحر الرائق ۱/۶۰۸ رشيدية)

والعالم بالسنة أولى بالتقديم إذا كان يجتنب الفواحش الظاهرة، وإن كان غيره أورع منه. وفي فتاوىٰ الإرشاد: يجب أن يكون إمام القوم في الصلاة أفضلهم في العلم والورع والتقوىٰ والقراءة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۲٤۷ رقم: ۲۳۱۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر شادی کے امامت کرنا؟

سوال (۵۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید امام صاحب ہے، کچھ مقتدیوں کا کہنا ہے کہ زید اب عالم ہوگئے ہیں، بغیر شادی کے ہیں، تو اب زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا اب زید کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں ہے؛ لہٰذا اگر کوئی امام عالم صالح اور مسائل سے واقف ہو تو اس کی امامت بلاکراہت درست ہے، گو کہ وہ شادی شدہ نہ ہو۔

ویجب أن یکون إمام القوم في الصلاۃ أفضلهم في العلم والورع والتقویٰ والقراء ۃ والحسب والنسب والجمال وعلٰی هٰذا إجماع الأمة. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲۴۷/۲ رقم: ۲۳۱۹ زکریا)

وأولٰی الناس بالإمامة أعلمهم بالسنة …… ثم الأورع …… ثم أحسن خلقاً.

(مجمع الأنهر ۱۶۱/۱ بیروت، البحر الرائق ۳۴۷/۱ کوئٹه)

والأحق بالإمامة تقدیماً بل نصباً (مجمع الأنهر) الأعلم بأحکام الصلاۃ فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرۃ. (درمختار مع الشامي ۵۵۷/۱ کراچی، شامي ۲۹۴/۲ زکریا، النهر الفائق ۲۴۰/۱، البحر الرائق ۶۰۸/۱ رشیدیة)

ولم یطعن في دینه …… ویجتنب الفواحش. (الفتاویٰ الهندیة ۸۳/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱۱/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر شادی شدہ کو امامت سے ہٹانا؟

سوال (۵۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اس وجہ سے ہمارے گاؤں کے امام صاحب جن سے مقتدی خوش بھی تھے اور وہ مسجد کی بے حد خدمت بھی کرتے تھے، ان کو ہٹا دیا گیا ہے، کیا شرعی اعتبار سے یہ بات درست ہے کہ غیر شادی شدہ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اگر ہو جاتی ہو تو ان مفتی صاحب کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر شادی شدہ شخص اگر متقی ہو تو اس کے امام بنانے میں کوئی کراہت نہیں؛ لہٰذا محض شادی شدہ نہ ہونا امامت سے ہٹانے کی بنیاد نہیں بن سکتا؛ البتہ اگر کوئی معقول وجہ ہو، تو اس کو پیشِ نظر رکھا جا سکتا ہے، اور مذکورہ مفتی صاحب کے سامنے یقیناً کوئی ایسی وجہ رہی ہوگی جس کی وضاحت سوال نامہ میں نہیں کی گئی ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ مطبوعہ میرٹھ ۶۷/۱۰)

ويجب أن يكون إمام القوم في الصلاة أفضلهم في العلم والورع والتقویٰ والقراءة والحسب والنسب والجمال وعلٰی هٰذا إجماع الأمة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٤٧/٢ رقم: ٢٣١٩ زكريا)

وإن كان هو أحق بها منهم ولا فساد فيه ومع هٰذا يكرهونه لا يكره له التقديم؛ لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي / باب الإمامة ٢٤٤ مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۷/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی میں روپیہ اور سامان طلب کرنے والے کی امامت

سوال (۵٦۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکے نے اپنی شادی میں کچھ روپیہ اور سامان وغیرہ طلب کیا ہے، وہ روپیہ ان کو لینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: لڑکا اگر زبردستی سامان لینے کا مطالبہ کرے تو یہ قطعاً منع ہے، اور اس پر اصرار کرنے والے کی امامت بھی مکروہ ہے۔

ومن السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به. (شامي ٤٢٤/٦ كراچی، شامي ٦٠٧/٩ زكريا)

ولايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (الفتاویٰ الهندية ١٦٧/٢، البحر الرائق ٦٨/٢ رشيدية، شرح المجلة ٦٢/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۱۱/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کو مقتدیوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟

سوال (۵۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: طالبِ علم جب مدرسہ سے اپنی پڑھائی سے فارغ ہو چکا ہو تو اب اس کا کام بچوں کو تعلیم دینا ہونا چاہئے، اور ایک معلم کی حیثیت سے رہنا چاہئے، اگر وہ بجائے پڑھانے کے مسجد میں امامت کا کام انجام دینے لگے اور دنیا بھر کے جھوٹ بولے، ایسے مولوی کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اگر کسی مقتدی سے امام یہ کہے کہ آپ میرے پیچھے نماز نہ پڑھنا، اب وہ مقتدی اگر اسی امام کے پیچھے نماز پڑھے، تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدرسہ سے فارغ ہو کر تدریس وامامت دونوں کام حسبِ ضرورت انجام دئے جا سکتے ہیں، اور جو شخص امامت کے منصب پر فائز ہو، اسے خاص طور پر غلط باتوں اور نامناسب اعمال سے احتیاط کرنی چاہئے اور اپنے کسی طرزِ عمل سے کسی کو شکایت کا موقع نہ دینا چاہئے۔ مسئولہ صورت میں اس نے جس مقتدی سے نماز نہ پڑھنے کو کہا ہے، وہ اگر اس امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز بھی درست ہو جائے گی۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: صلوا خلف کل برّ وفاجر. (سنن الدار قطني رقم: ۱۷۶۸، السنن الکبریٰ للبیهقي رقم: ۶۸۳۲)

والأحق بالإمامة تقديماً بل نصباً (مجمع الأنهر) الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة. (درمختار مع الشامي ۵۵۷/۱ کراچی، شامي ۲۹۴/۲ زکریا، النهر الفائق ۲۴۰/۱، البحر الرائق ۶۰۸/۱ رشيدية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غصہ کرنے والے اور مسجد سے بھگانے والے کی امامت؟

سوال (۵۶۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب اکثر معمولی بات پر غصہ میں کسی بھی مقتدی کو کہہ دیتے ہیں کہ مسجد سے باہر نکل جاؤ، ان کے اس رویہ سے اب تک کئی مقتدی مسجد سے نماز باجماعت کے اعتبار سے باہر ہو چکے ہیں، ایسے حضرات بڑے ملال اور تکلیف سے اپنی نمازیں بغیر جماعت ادا کر رہے ہیں؛ لیکن احساس دلانے پر بھی امام صاحب کو کوئی احساس نہیں ہے، ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور امام صاحب کے لئے کیا لازم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ امام صاحب کو لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملنا چاہئے، اور کوئی ایسا کام نہ کرنا چاہئے جس سے مقتدی خواہ مخواہ ناراض ہو جائیں، اور خاص طور پر غصہ سے بچنا چاہئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کرنے سے منع فرمایا ہے؛ تاہم ایسے امام کی اقتداء میں نماز درست ہو جاتی ہے، اس لئے جو لوگ بلا جماعت نماز پڑھ رہے ہیں، ان کو چاہئے کہ وہ مسجد میں آکر ہی باجماعت نماز پڑھا کریں۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: علمني شيئاً ولا تكثر علي لعلي أعِيه، قال: لا تغضب فردد ذٰلک مراراً كل ذٰلک يقول لا تغضب. (سنن الترمذي / باب ما جاء في كثرة الغضب ۲/۲۲ رقم: ۲۰۲۰)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: ثلاثة على كثبان المسک أراه قال: يوم القيامة ...... ورجل أمّ قوماً وهم به راضون.

(مسند أحمد ۲/۲۶، سنن الترمذي رقم: ۱۹۸۶ وقال حديث حسن، المعجم الكبير للطبراني رقم: ۱۳۷٤۰)

وروى الطبراني في الصغير والأوسط بإسناد لا بأس به، ولفظه قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وثلاثة لايهولهم الفزع الأكبر، ولا ينالهم الحساب

وهـم عـلـى كثيب من مسك حتى يفرغ من حساب الخلائق: رجل قرأ القرآن ابتغاء وجه اللّٰه وأم به قوما وهم به راضون. (المعجم الصغير للطبراني رقم: ١١١٦، الترغيب والترهيب مكمل: ١١٦ رقم: ٦٩٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۰/۵/۱۴۱۴ھ

جس کی غلطیوں کی وجہ سے مقتدی ناراض ہوں اس کی امامت

سوال (۵۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پیش امام سے اگر دس پندرہ لوگ غلطیوں کی وجہ سے ناراض ہوکر مسجد چھوڑ دیں، اور کسی دوسری مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے لگیں، تو اس صورت میں کیا مسئلہ ہے؟ آیا امام کو امامت سے سبک دوش ہوجانا چاہئے؟ یا پھر امامت کے فرائض یوں ہی انجام دیتا رہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر واقعۃً امام کی غلطیوں کی وجہ سے اس کے مقتدی ناراض ہیں، تو اس صورت میں امام کی امامت مکروہِ تحریمی ہے، اسے یا تو غلطیوں سے باز آ کر مقتدیوں کو راضی کرنا چاہئے، ورنہ امامت چھوڑ دینا چاہئے۔

ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره له ذٰلك تحريماً. لحديث أبي داؤد: لا يقبل اللّٰه صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون. (درمختار مع الشامي ٥٥٩/١ كراچی، شامي ٢٩٨/٢ زكريا، وحديث أبي داؤد تحت رقم: ٥٩٣)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة ...... ثم الأحسن خلقاً. (الدر المختار مع الشامي ٥٥٧/١ كراچی، شامي ٢٩٤/٢ زكريا، بدائع الصنائع ٦٦٩/١ بيروت، النهر الفائق ٢٤٠/١، البحر الرائق ٦٠٨/١ رشيدية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۴/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس امام سے مقتدی ناراض ہوں؟

سوال (۵٦٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جب مقتدی امام سے ناراض ہوں تو امام کو امامت چھوڑ دینی چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی سببِ شرعی کی بنا پر مقتدی ناراض ہیں تو امام کو اپنی غلطی کی اصلاح کرنی چاہئے، اور اگر کوئی سببِ شرعی نہ ہو؛ بلکہ بلاوجہ مقتدی امام سے ناراض ہوں، تو ایسا امام قابل مذمت نہیں ہے۔

ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه، كره له ذٰلك تحريماً. لحديث أبي داؤد: لا يقبل اللّٰه صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون. (درمختار مع الشامي ۱/۵۵۹ کراچی، شامي ۲/۲۹۸ زکریا، وحديث أبي داؤد تحت رقم: ۵۹۳)

وإن كان هو أحق بها منهم ولا فساد فيه ومع هذا يكرهونه، لايكره له التقدم؛ لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۲۲٤، البحر الرائق ۱/۳٤۸، شامي ۲/۲۹۷ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۹/۴ھ

جس امام کی بدخلقی اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے اکثر لوگ ناراض ہوں اس کی امامت

سوال (۵٦٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں بڑی مسجد میں حافظ زید صاحب امام ہیں، ان کا بکر سے جھگڑا ہوگیا، اسی دن سے زید نے مسجد میں بالکل آنا ترک کردیا اور امامت ختم کردی، اسی درمیان جمعہ کی نماز تک بھی

نہیں ہوئی، اور لوگوں نے اپنی اپنی نماز ادا کی، اور پنج وقتہ جماعت کی نمازیں بھی نہیں ہورہی ہیں، لوگ انفرادی طور پر ایک عشرہ تک نمازیں پڑھتے رہے، ایک عشرہ کے بعد امام سابق نے مسجد میں آنا شروع کردیا، اور تنہا نماز پڑھتے رہے، تقریباً ایک مہینہ سے ایسا ہوتا رہا، علاوہ ازیں ماضی میں بھی کئی مرتبہ لوگوں سے جھگڑا کرتے رہے، اور نماز پڑھانا کافی عرصہ تک ترک کرتے رہے، اور بغیر راضی نامہ کئے نماز پڑھاتے رہے، البتہ درمیان میں عمر نماز پڑھاتے رہے؛ لیکن زید عمر کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں، اسی اثناء میں جماعت کی نمازیں ہوتی رہیں، مگر زید اپنی نماز الگ ادا کرتے رہے، جب کہ عمران کے پیچھے ہمیشہ نماز پڑھتے رہے ہیں، اس خیال سے تاکہ مسلمانوں میں آپسی اتفاق واتحاد اور جوڑ برقرار رہے، پھر اس کے بعد چند لوگوں نے زید کو نماز پڑھانے کے لئے تیار کیا، جب کہ عمر موجود نہیں تھے؛ بلکہ گاؤں کے دیگر اہم ذمہ دار حضرات بھی مسجد میں نہیں تھے، اس وقت گاؤں کے ایک اہم ذمہ دار شخص نے کہا کہ اب ہماری نماز سابق امام زید کے پیچھے بالکل نہیں ہوگی؛ کیوں کہ انہوں نے نماز پڑھانی کیوں چھوڑی؟ جب کہ جھگڑا مسجد سے متعلق بالکل بھی نہیں تھا، اسی طرح جھگڑوں میں جھوٹ کی پیروی اور پارٹی بندی فرقہ بندی میں حصہ کیوں لیتے ہیں؟ تو گویا کہ یہ امامت من مانی اور دھونس والی ہوئی، اس کے علاوہ نہ کوئی پابندی ہے؛ بلکہ لاپرواہی کے ساتھ نماز پڑھاتے ہیں، کسی وقت جماعت ہوتی ہے کسی وقت نہیں؟ علاوہ ازیں جن لوگوں سے جھگڑا ہوا اور آپس میں گالی گلوچ، مارپیٹ وغیرہ خوب جم کر ہوئی، ان سے ابھی تک کسی بھی طرح کوئی اعلانیہ معافی تلافی نہیں ہوئی۔

مزید برآں جن حضرات نے زید کے جھگڑا کرنے اور امام صاحب سے آپسی اَن بن ہوجانے کی وجہ سے مسجد میں بالکلیہ جانا ترک کردیا تھا، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا تھا، ان میں سے خصوصاً ان کے تاؤ صاحب بھی اس معاملہ میں شریک تھے، ان حضرات سے بھی کوئی علی الاعلان معافی تلافی اور راضی نامہ کئے بغیر نماز پڑھانا شروع کردیا، عمر جو زید کے مسجد چھوڑ دینے اور مسجد میں باجماعت نماز نہ ہونے کی وجہ سے نماز پڑھاتے تھے، وہ مصلیٰ پر سے بغیر کچھ کہے ہٹ

گئے؛ تاکہ مسلمانوں میں اختلاف بے جا نہ بڑھ جائے، اور فتنہ وفساد کی نوبت نہ آئے، اور دلوں میں پھوٹ نہ پڑجائے۔ مذکورہ سابق امام زید کا از روئے شرع امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور لوگوں کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس امام کی بد خلقی اور غیر ذمہ داری کی وجہ سے اکثر مقتدی اس سے ناراض ہوں، اس کا امامت کرنا مکروہ ہے؛ لہٰذا ایسے شخص کو خود ہی امامت سے دست بردار ہوجانا چاہئے؛ تاہم ان کی پڑھائی ہوئی نمازیں واجب الاعادہ نہیں ہیں، اور کسی مقتدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ میری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی۔

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقول: ثلاثة لا يقبل اللّٰه منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون. (سنن أبي داؤد ۱/ ۸۸)

لو أم قوماً وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذٰلك تحريماً. (درمختار مع الشامي ۲/ ۲۹۷ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

گاؤں کے ذمہ دار شخص کا تنہا نماز پڑھنا؟

سوال (۵۶۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں کے اہم ذمہ دار شخص کا غیر ذمہ دار امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے؟ کیوں کہ وہ مسجد میں تنہا نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ذمہ دار شخص کا مسجد میں آکر جماعت میں شریک نہ ہونا اور الگ سے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ مذکورہ امام کے پیچھے ہی باجماعت نماز پڑھنی چاہئے، امام کی غلطی کے باوجود اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز شرعاً درست ہوجاتی ہے۔

وإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: ''صلوا خلف كل بر وفاجر''. (تبين الحقائق ٢٤٦/١ بيروت، بدائع الصنائع ٦٦٦/١ بيروت) (**والحديث: أخرجه الدار قطني في سننه، الصلاة / باب صفة من تجوز الصلاة معه والصلاة عليه. رقم: ١٧٥٠، والبيهقي في سننه الكبرىٰ، الصلاة / باب الصلاة على من قتل نفسه رقم: ٦٨٣٢**)

قال المرغيناني: تجوز الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة. (الفتاوىٰ الهندية ٨٤/١)

وإن كان هو أحق بها منهم ولا فساد فيه ومع هذا يكرهونه، لايكره له التقدم؛ لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٢٢٤، البحر الرائق ٣٤٨/١، شامي ٢٩٧/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نمازیوں کے ساتھ ناروا برتاؤ کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب بازار کی مسجد کے امام ہیں، جو نہ حافظ ہیں، نہ عالم ہیں، ناظرہ خواں ہیں، مزاج کے اعتبار سے کچھ تیز ہیں، بعض مقتدیوں سے سختی سے مخاطب ہوتے ہیں، اور تحقیر آمیز لہجے سے بات کرتے ہیں، اور سب کے سامنے مسجد ہی میں اسی انداز سے بات کرتے ہیں، ایک شخص اذان پڑھنے کی خدمت فی سبیل اللہ انجام دیتا ہے، اس سے بھی سختی سے پیش آتے ہیں، کبھی تو وہ اذان کی خدمت چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز ادا کرنے لگتے ہیں، ایسے ہی رمضان میں افطار کے وقت مقتدیوں سے سختی سے بات کرتے ہیں اور تیز لہجے میں روک ٹوک کرنے لگتے ہیں، مسجد بازار میں ہے، اور مصلیان بھی بازار کے آتے ہیں، اس لئے اکثر مصلیان افطار کے بالکل قریب آتے ہیں، مثلاً اس طرح کہتے ہیں کہ اب آئے ہو، پہلے سے نہیں آیا جاتا، اِدھر بیٹھو اُدھر ہٹو، یہ سب الفاظ نہایت سختی سے کہتے ہیں، اسی طرح وہ امام صاحب مسجد میں کتاب سناتے ہیں، کتاب سنانے

کے دوران اس کی تشریح بھی کرتے ہیں، جس میں کبھی کبھی مسائل بھی بیان کرتے ہیں، اور گاہ بگاہ بعض مسائل غلط بھی بیان کردیتے ہیں، جس میں مقتدیوں سے الجھاؤ ہوا، علماء کرام کو درمیان میں ڈال کر مسئلہ کا تصفیہ ہوا، ان سب باتوں سے بہت سے مصلی ناخوش رہتے ہیں، کبھی کبھی بعض مصلی مسجد چھوڑ کر دوسری مسجد میں جاکر نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ اب ان تمام صورتوں میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کو منصبِ امامت پر رہنا کیسا ہے؟ اگر امام صاحب کو ہٹایا جائے تو ان کی توہین ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر صحیح ہے تو امام مذکور کا نمازیوں کے ساتھ یہ ناروا برتاؤ ہرگز مناسب نہیں ہے، اسے اپنی اصلاح کرنی لازم ہے، اگر اصلاح نہ ہو اور ان امام صاحب کی وجہ سے انتشار کا اندیشہ ہو، تو ایسے امام صاحب کو سبک دوش کردینا ہی بہتر ہے، اور اس میں ان کی کوئی توہین نہیں ہوگی۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر رضي اللّٰہ عنهما أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یقول: ثلاثة لا یقبل اللّٰہ منهم صلاة من تقدم قوماً وهم له کارهون.

(سنن أبي داؤد ۱/۸۸)

فإن تساووا فأرضؤهم عند القوم، وفي المختار: فأحسنهم خلقاً. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۲٤۷ رقم: ۲۳۱۸)

ولو أم قوماً وهم له کارهون إن الکراهة لفساد فیه ...... کره له ذٰلک تحریماً. (درمختار مع الشامي ۲/۲۹۷ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۱۰/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سخت مزاج اور نامناسب برتاؤ کرنے والے امام کے ساتھ متولی اور مصلیان کیا معاملہ کریں؟

سوال (۱۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مصلیوں کو نیز متولی کونا مناسب برتاؤ کرنے والے امام کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اگر مصلی کچھ کہیں تو انتشار ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نمازیوں کو اپنی طرف سے امام کے خلاف براہِ راست کوئی کارروائی کرنا مناسب نہیں ہے؛ بلکہ انہیں چاہئے کہ متولی اور انتظامیہ کمیٹی سے رابطہ کرکے اپنا موقف پیش کریں اور پھر انتظامیہ حسبِ صواب دید مناسب فیصلہ کرے۔

ولو أم قوماً وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه ...... كره له ذٰلك تحريماً. (درمختار مع الشامي ۲/۲۹۷ زكريا)

الباني أولى بنصب الإمام والمؤذن وولد الباني وعشيرته أولٰى من غيرهم بنى مسجداً في محلة ونصب الإمام والمؤذن فنازعه بعض أهل المحلة في العمارة فالباني أولٰى مطلقاً، وإن تنازعوا في نصب الإمام والمؤذن مع أهل المحلة إن كان ما اختاره أهل المحلة أولٰى من الذي اختاره الباني فما اختار أهل المحلة أولٰى، وإن كانا سواء فمنصوب الباني أولٰى. (الأشباه والنظائر ١٠٤، المحيط البرهاني ٩/١٣٩، البحر الرائق ٥/٢٣٢ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس شخص کی وجہ سے گاؤں میں فتنہ وفساد ہو اس کی امامت؟

سوال (۵۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس امام سے بستی میں شر اور فساد اور پارٹی بازی پیدا ہوجائے، آپس میں نفاق پیدا ہوجائے، ایسے شخص کی امامت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نماز میں کچھ مصلیان نے امام کے سامنے کھڑے ہوکر کہا کہ ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، اور نماز ان کی امامت میں نہیں

پڑھی، ایسی شکل میں کیا حکم ہے؟ امامت کرنا درست ہے یانہیں؟ امام سے گاؤں کے لوگوں نے کہا کہ آپ امامت کرنے نہیں آئے، ہم میں جھگڑا کرانے آئے ہیں؛ لیکن وہ نہیں مان رہے ہیں، ایسے حالات میں امام کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ امام کا مزاج فطری ہے، اس سے پہلے جہاں بھی امامت کی جھگڑا ہی کرایا، جو شخص لوگوں میں نفاق پیدا کرے اس کی امامت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گاؤں میں شر وفساد برپا ہونا، لوگوں کا ناراض ہونا، امام کے پیچھے کچھ لوگوں کا نماز نہ پڑھنا، یہ تمام چیزیں اگر امام میں کسی شرعی قباحت کی بنا پر ہوں تو پھر ایسے شخص کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے، ایسے امام پر لازم ہے کہ امامت سے علیحدہ ہوجائے یا اس قباحت کو دور کرلے، اور اگر ایسی بات نہیں ہے؛ بلکہ محض اغراض نفسانیہ کی بنا پر لوگ ایسا کررہے ہیں، تو وہ خود گنہگار ہیں، ان پر لازم ہے کہ اپنی حرکات سے باز آئیں اور امام کو راضی کریں، بہر حال جس شخص کی غلطی ہو اس کو تائب ہونا اور فتنہ وفساد سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/ ۲۷)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ثلاثة لا یقبل اللّٰه منهم صلوة: من تقدم قوماً وهو له کارهون. (سنن أبي داؤد رقم: ۵۹۳)

وقد قید ذٰلک (أي الکراهة) جماعة من أهل العلم بالکراهة الدینیة بسبب شرعي، فأما الکراهة لغیر الدین فلا عبرة بها. وقیدوه أیضاً بأن یکون الکارهون أکثر المأمومین، ولا اعتبار بکراهة الواحد ولا اثنین والثلاثة إذا کان المؤتمون جمعاً کثیرا. (بذل المجهود ۱/ ۳۳۱)

ولو أم قوماً وهم له کارهون، إن الکراهة لفساد فیه أو لأنهم أحق بالإمامة منه کره له ذٰلک تحریماً وإن هو أحق لا والکراهة علیهم. (شامي ۲/ ۲۹۸ زکریا، النهر الفائق ۱/ ۲۴۲، البحر الرائق ۱/ ۶۱۰)

في النصاب: من أبغض عالماً من غیر سبب ظاهر، خیف علیه الکفر، کذا

فـي الـخلاصة: ويخاف عليه الكفر إذا شتم عالماً أو فقيها من غير سبب. (الفتاویٰ الهندية ٢/ ٣٧٠، البحر الرائق ٥/ ٢٠٧)

وإن كـان هـو أحـق بهـا مـنهـم ولافساد فيه، ومع هٰذا يكرهونه لايكره له اتـفـاقـا؛ لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح. (مراقي الفلاح ٢٤٤، البحر الرائق ١/ ٣٤٨ كوئٹه، شامي ٢/ ٢٩٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/ ۱/ ۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گروپ بندی اور انتشار پھیلانے والے شخص کی امامت؟

سوال (۵۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ایسا محلّہ جو نہایت ہی پسماندہ تھا، وہاں کے چند فکرمند ساتھیوں نے مسجد کی بنیاد ڈالی، نمازوں کا اہتمام اور مکتب کی تعلیم ہونے لگی، اس مسجد میں ایک دوسرے امام کو عہدۂ امامت پر فائز کیا گیا، جو ایک طویل عرصہ سے امامت کررہے ہیں، اِدھر چند دنوں سے امام صاحب مسجد کے مصلیان میں گروپ بندی کررہے ہیں، جس کی وجہ سے اچھا خاصا فتنہ وانتشار پھیل رہا ہے، آپ برائے مہربانی فتنہ پرداز امام کی امامت کے متعلق وضاحت کیجئے کہ ایسے امام کو امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اسی محلّہ کے بنیادی مصلیان تقریباً ۳۰/ فیصد امام صاحب سے ناراض ہیں، نیز دوسری مساجد میں نماز ادا کررہے ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امامت کا منصب بہت عظیم ہے، امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ محلّہ کے مسلمانوں کو جوڑ کر رکھے اور ان میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہ ہونے دے، اور اگر کسی سے کوئی ناگوار بات پیش آ گئی ہو تو حکمتِ عملی سے معاملات کو درست کرلے، اور اپنے سے کسی کو بلاوجہ ناراض نہ رہنے دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے امام کی مذمت فرمائی ہے جس سے

اس کے مقتدی ناراض ہوں؛ لہٰذا سوال میں جن امام صاحب کے بارے میں دریافت کیا گیا ہے، انہیں اپنی اصلاح کر لینی چاہئے، نیز عوام کو بھی چاہئے کہ وہ بلا کسی شرعی وجہ کے امام کی تحقیر وتذلیل سے باز آئیں، اور دل سے اس کا احترام کریں، اور اس کے خلاف گروپ نہ بنائیں، اور معمولی باتوں کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک نہ کریں، اس سے مزید انتشار پیدا ہوگا۔

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ﴾ [النحل: ١٢٥]

وقال القرطبي: وأمر أن يدعوا إلى دين اللّٰه وشرعه بتلطف ولين دون خشونة وتعنيف. (قرطبي ١٠/٢٠٠ بيروت)

عن أبي الدرداء رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ألا أخبركم بأفضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة؟ قالوا: بلى! قال: صلاح ذات البين، فإن فساد ذات البين هي الحالقة. (سنن الترمذي/ باب فضل صلاح ذات البين رقم: ٢٥٠٩)

قال القرطبي: صلاح ذات البين يعنى ما بينكم من أ؛وال حتى تكون أطوال ألفة ومحبة واتفاق. (شرح الطيبي ٩/٢١٣)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ثلاثة لا يقبل اللّٰه لهم صلاة إمام قوم وهم له كارهون. (المعجم الكبير للطبراني ١١/٣٥٥، رقم: ١٢٢٧٥)

عن أبي هريرة رضي الله عنه **عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إياكم والظن؛ فإن الظن أكذب الحديث، ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا، وكونوا عباد اللّٰه إخوانا.** (صحيح البخاري ٢/٨٩٦ رقم: ٥٨٢٩ ف: ٦٠٦٤)

وأكثر العلماء على أن الظن القبيح بمن ظاهره الخير لا يجوز. (تفسير قرطبي ١٦/٢٣٢ بيروت)

والإمامة على الحقيقة إنما هي لله الحق جل جلاله وأصحاب هٰذه الأحوال إنما هي نوابه وخلفائه. (اتحاف السادة ۱۷۵/۳ بحواله حاشية: فتاویٰ محمودیه ۱۹٦/۱۰ میرٹھ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کی نامناسب حرکات کی وجہ سے دوسری مسجد میں نماز پڑھنا؟

سوال (۵۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مصلی قریبی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز ادا کرنے جائیں، تو اس قریبی مسجد کی حق تلفی تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معقول عذر کے بغیر دوسری مسجد میں نماز پڑھنے کا معمول نہیں بنانا چاہئے، ورنہ مسجد کی حق تلفی لازم آئے گی۔ اس لئے معمولی شکایات کی وجہ سے اپنی محلّہ والی مسجد کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۷۹/۱ میرٹھ)

وإن لم يكن لمسجد منزله مؤذن فإنه يذهب إليه ويؤذن فيه ويصلي، وإن كان واحداً؛ لان لمسجد منزله حقاً عليه فيؤدي حقه. (شامي ۳۷۳/۱ نعمانية، شامي ۵۵۵/۱ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا یہ کہنا کہ جس کے دل میں کدورت ہو اس کی نماز امام کے پیچھے نہیں ہوئی؟

سوال (۵۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ جس مقتدی کو امام سے کدورت ہو وہ اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے، اس کی نماز نہیں ہوگی، تو امام کا ایسی بات کہنا کیسا ہے؟ اور ایسی صورت میں مقتدی کی نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کی یہ بات صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حدیث میں اس کے برعکس ثابت ہے کہ جو شخص ناپسندیدگی کے باوجود نمازیوں کی زبردستی امامت کرے، تو اس امام کی نماز قبول نہ ہوگی۔

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضي اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول: ثلاثۃ لا یقبل اللّٰہ منہم صلاۃ من تقدم قوماً وہم لہ کارہون. (سنن أبي داؤد رقم: ۵۹۳)

قال الشوکاني تحت ہٰذا الحدیث: وأحادیث الباب یقوی بعضہا بعضا فینتہض للاستدلال بہا علی تحریم أن یکون الرجل إماماً لقوم یکرہونہ، ویدل علی التحریم نفي قبول الصلاۃ. (بذل المجہود شرح سنن أبي داؤد ۱/ ۳۳۱، سنن الترمذي ۱/ ۸۲، درمختار مع الشامي ۲/ ۲۹۸ زکریا، النہر الفائق ۱/ ۲۴۲، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیۃ ۲/ ۲۵۲ رقم: ۲۳۳۶ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقتدیوں کی کہا سنی پر امام نے کہا ”لعنت ہے ایسی امامت پر“

سوال (۵۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد کے مقتدیوں میں امام ومؤذن کے بارے میں کچھ کہا سنی ہوئی، جس پر امام نے کہا کہ ”لعنت ہے ایسی امامت پر“، پس کیا اب امام کو ان مقتدیوں کی امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بظاہر امام نے جو الفاظ کہے ہیں وہ امامت کی توہین پر نہیں؛ بلکہ مقتدیوں کے غلط معاملگی پر دال ہیں، ان الفاظ سے ان کی امامت پر کوئی اثر نہ پڑے گا، امامت درست اور نماز صحیح ہے۔

وإن كان هو أحق بها منهم ولافساد فيه، ومع هٰذا يكرهونه لايكره له اتفاقا؛ لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح. (مراقي الفلاح ٢٤٤، البحر الرائق ٣٤٨/١ كوئٹه، شامي ٢٩٧/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ

۱۴۱۴/۲/۱ھ

امام کے خلاف عیب جوئی کرنے والے کا امام کی اقتدا کرنا؟

سوال (۵۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا ایسے شخص کا اس امام کے پیچھے اقتداء کرنا درست ہے جنہیں دن رات امام کے خلاف عیب جوئی کرنے میں اور باتوں باتوں میں شور شرابہ مسجد میں ہنگامہ امام پر بری نظر ہی کرتے دیکھا جائے، جب کہ بغل کی دوسری مسجد میں بعافیت وسکون نماز ادا کرسکتے ہیں، ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام یا کسی بھی مسلمان کے خلاف خواہ مخواہ عیب جوئی حرام ہے؛ تاہم اگر کوئی شخص اپنے ناپسندیدہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہوجاتی ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلاَ تَجَسَّسُوْا﴾ [الحجرات: ۱۲]

عن معاوية رضي اللّٰه عنه قال: سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: إنک إن اتبعت عورات الناس أفسدتهم، أو كدت أن تفسدهم. (سنن أبي داؤد / باب في التجسس رقم: ٤٨٨٨، الأحاديث المنتخبة في الصفات الست رقم: ١٠٨٩)

وإن كان هو أحق بها منهم ولا فساد فيه، ومع هذا يكرهونه لا يكره له التقدم؛ لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٢٤٤، البحر الرائق ٢٤٨/١ كوئٹه، شامي ٣٩٧/٢ زكريا)

إن الصلاة خلفها أولىٰ من الإنفراد. (شامي ٣٠١/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۳؍۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام پر عیب لگانے والے کی نماز امام کے پیچھے درست ہوگی یا نہیں؟

سوال (۵۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص امام سے مطمئن نہیں ہے اور براہِ راست امام سے بولا کہ میں نے امام کو مستقل وضو بناتے ہوئے نہیں دیکھا ہے، کبھی کبھار دیکھا ہے، تو کیا امام دکھا کر وضو بنائے، تو ایسی صورت میں ایسے شخص کی نماز امام کے پیچھے ہوئی یا نہیں؟ ایک وہ شخص جو امام کے عیوب اور چڑھ نکالنے کے درپے رہتا ہے اور غلط وہم رکھتا ہے، تو ایسے شخص کی نماز اس امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کو لوگوں کے سامنے اور دکھا کر وضو کرنا ضروری نہیں ہے، اور جو شخص بھی ایسی بات کرے وہ غلطی پر ہے، اسے ایسا خیال دل سے نکال دینا چاہئے، نیز امام سے کینہ رکھنا اور خواہ مخواہ عیب لگانا گناہ ہے، پھر بھی ایسے لوگوں کی نماز مذکورہ امام کے پیچھے درست ہو جائے گی، واجب الاعادہ نہ ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾ [الحجرات: ١١]

قال الإمام ابن كثير تحت هذه الاية: ينهى سبحانه تعالىٰ عن السخرية بالناس، وهو احتقارهم والاستهزاء بهم ...... وهذا حرام، فإنه قد يكون المحتقَر أعظم قدراً عند اللّٰه، وأحب إليه من الساخر منه المحتقر له. (تفسير ابن كثير ٤/ ٢٧٠، مكمل: ١٢٥٠ دار السلام رياض)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث طويل ......: قال: الكبر بطر الحق، وغمط الناس. (صحيح مسلم رقم: ٩١، سنن الترمذي رقم: ١٩٩٩، الترغيب والترهيب رقم: ٤٤٢٠)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً وإن عمل الكبائر.

(سنن أبي داؤد ٣٤٣/٢ رقم: ٢٥٣٣)

وإن كان هو أحق بها منهم ولا فساد فيه ومع هذا يكرهونه لايكره له التقديم: لأن الجاهل والفاسق يكره العالم والصالح. (مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٢٤٤، البحر الرائق ٣٤٨/١، شامي ٢٩٧/٢ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۲/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت سے ملازمت کروانے والے کی امامت؟

سوال (۵۷۹):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حکومت نے مسلمانوں کو ملازمت کی لالچ دلاکر مسلم عورتوں کو بھی ملازمت کے میدان میں کھڑا کر دیا ہے، عورتوں نے بھی مردوں کی طرح ملازمت شروع کر دی ہے؛ لیکن عورتیں اپنے گھریلو کام کاج کو انجام دیتی ہوئی اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہوئے ڈیوٹی میں تاخیر اور غفلت کرتی رہتی ہیں، نیز چھوٹے بچوں کی وجہ سے اس ڈیوٹی میں یکسوئی بھی نہیں رہتی، تو کیا شوہر کو برسر روزگار رہوتے ہوئے بیوی سے ملازمت کروانا اور اس کی کمائی کو شوق سے کھانا شرعاً کیا حکم رکھتا

ہے؟ نیز اس ملازمت میں (آنگن باڑی) جس میں حلال کے ساتھ حرام مال کی بھی آمیزش ہو، تو ایسی ملازمت کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی عورت کے شوہر کی امامت درست ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر شوہر کی اجازت سے بیوی کوئی ایسی ملازمت کرے جس میں شریعت کی خلاف ورزی اور بے پردگی وغیرہ نہ ہوتی ہو، تو ایسی ملازمت حرام نہیں ہے، اور محض اس بنا پر اس کے شوہر کی امامت کو مکروہ قرار نہیں دیا جائے گا۔ اور آنگن باڑی (تعلیم بالغان کا سرکاری نظام) کی ملازمت کو مطلقاً ناجائز کہنا صحیح نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی﴾ [الاحزاب: ۳۳]

قال العلامة الألوسي تحتها: وما يجوز من الخروج ...... فإنما يجوز بشروط ...... وهٰذا لاينافي خروجهن للحج أو لما فيه مصلحة دينية مع التستر، وعدم الابتذال. (روح المعاني ۲۲/۶-۹ بيروت، ۲۲/۱۰ زكريا)

قوله: ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ﴾ قال مقاتل بن حيان: والتبرج أنها تلقى الخمار على رأسها ولا تشده، فيواري قلائدها وقرطها وعنقها، ويبدو ذٰلک كله منها وذٰلک التبرج. وقال: المرأة تخرج تمشي بين يدي الرجال، فذٰلک تبرج الجاهلية. (تفسير ابن كثير مكمل ۱۰۶۱ دار السلام رياض)

عن عبد اللّٰه رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي رقم: ۱۱۷۳، مسند بزار-البحر الذخار رقم: ۲۰۶۱، صحيح ابن خزيمة / باب اختيار صلاة المرأة في بيتها رقم: ۱۶۸۵، صحيح ابن حبان / ذكر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ۵۵۹۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کی بیوی سرکاری ملازمت کے لئے ہندوانہ لباس پہن کر جاتی ہو اس کی امامت

سوال (۵۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسا شخص جس کی اہلیہ سرکاری ملازمہ ہو، اور ڈیوٹی جاتے وقت ہندوانہ لباس اختیار کرتی ہو، اور اس کا شوہر اس پر سکوت اختیار کرتا ہو، تو ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ہندوانہ لباس سے اگر ساڑی مراد ہے، اگر وہ ساتر ہو اور غیر مسلم عورتوں کی خاص علامت نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے، اور ایسی ساڑی پہننے والی بیوی کے شوہر کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن اگر مذکورہ عورت بے پردہ ڈیوٹی پر جاتی ہو، یا غیر ساتر لباس پہنتی ہو اور مذکورہ امام اس پر نکیر نہ کرتا ہو تو اس کی امامت مکروہ ہوگی۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ [الاحزاب: ۳۳]

قال العلامة الألوسي تحتها: وما يجوز من الخروج كالخروج للحج وزيارة الوالدين، وعيادة المرضى، وتغريب الأموات من الأقارب ونحو ذٰلک، فإنما يجوز بشروط، فعلم أن المراد الأمر بالاستقرار الذي يحصل به وقارهن وامتيازهن على سائر النساء بأن يلازمن البيوت في أغلب أوقاتهن ولايكن خرّاجات ولاّجات طوّافات في الطرق والأسواق وبيوت الناس، وهٰذا لاينافي خروجهن للحج أو لما فيه مصلحة دينية مع التستر، وعدم الابتذال. (روح المعاني ۲۲/٦-۹ بيروت، ۲۲/۱۰ زكريا)

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد ۲/۵۵۸)

من تشبـه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار فهو منهم أي في الإثم قال الطيبي: وهٰذا عام في الخلق والخُلق والشعار. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح ٤/٤٣١، بذل المجهود ٥/٤١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کی بیوی اسکول میں پڑھانے جائے، اس کی امامت؟

سوال (۵۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک عالم دین ہے، مسجد میں امامت کرتا ہے اور ایک عربی مدرسہ میں مدرس ہے، زید کی بیوی نقاب پہن کر ایک اسکول میں پڑھانے جاتی ہے، تو زید کا اپنی بیوی کو اسکول میں پڑھانے بھیجنا شرعی رو سے صحیح ہے یا نہیں؟ اور زید کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر اسکول ایسا ہے جہاں سبھی عورتیں ہی پڑھاتی ہیں، مرد وغیرہ کا اختلاط نہیں ہے، نیز پڑھنے والی ساری کی ساری لڑکیاں ہیں، تو زید کی بیوی اسکول جاسکتی ہے اور اس کے پیچھے نماز بلا کراہت درست ہے، اور اگر مرد وعورت کا اختلاط ہے، تو اس صورت میں زید کی بیوی کا اسکول جانا جائز نہیں، زید کو اس سے روکنا ضروری ہے، اگر وہ نہیں روکتا ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

عن عبد اللّٰه رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان. (سنن الترمذي رقم: ١١٧٣، مسند بزار-البحر الذخار رقم: ٢٠٦١، صحيح ابن خزيمة / باب اختيار صلاة المرأة في بيتها رقم: ١٦٨٥، صحيح ابن حبان / ذكر الأخبار عما يجب على المرأة رقم: ٥٥٩٨)

ولا يأذن بالخروج إلى المجلس الذي يجتمع فيه الرجال والنساء. (بزازية على الفتاوىٰ الهندية ٤/١٥٧)

وتمكن منه وتركه بلا عذر أثم: وقد يتعين كما إذا كان في موضع لايعلم به إلا هو، ولايمكن من إذالته إلا هو، وكمن يرى زوجته أو ولده أو غلامه على منكر، قالوا: ولا يسقط عن المكاف لظنه أن لايفيد؛ بل يجب عليه فعله. (مرقاة المفاتيح ٣/٥، باب الأمر بالمعروف ممبئی)

كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين. (مراقي الفلاح ٢٤٥، شامي ٢/٢٩٩ زكريا، البحر الرائق ١/٣٤٩ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۷/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چندہ کرانے پر آدھی رقم لینے کی شرط لگانے والے کی امامت؟

سوال (۵۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص امامت کرتے ہیں اور باہر سے مدرسہ والے آئے ہیں، تو امام صاحب چندہ کرنے والے لوگوں سے طے کرتے ہیں کہ میں آدھی رقم لوں گا تب چندہ کرادوں گا، ایک مولانا باہر سے چندہ کرنے آئے ہیں وہ آدھی رقم امام صاحب کو دے دیتے ہیں، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کا چندہ کرانے پر آدھی رقم لینے کی شرط لگانا اجارہ فاسدہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اور اس شرط کے مطابق انہیں نہ تو رقم لینے کی اجازت ہے اور نہ سفیر کو دینے کی اجازت ہے، اور اس طرح ناجائز طریقہ پر رقم لینے والا امام لائق امامت نہیں۔

أما الفاسق فقد علّلوا كراهة تقديمه، بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (شامي ٢/٢٩٩ زكريا، شامي ١/٥٥٩ كراچی، حاشية الطحطاوي ٣٠٢، مجمع الأنهر ١/١٠٨ بيروت، حلبي كبير ٥١٣)

وتفسد الإجارة بجهالة المسمى كله أو بعضه ولو دفع غزلاً لآخر لينسجه بنصفه أو استاجر بغلا ليحمله طعامه ببعضه ...... فسدت في الكل؛ لأنه استأجره بجزء من عمله. (درمختار مع الشامي ٥٦/٦ كراچی، درمختار مع الشامي ٦٦/٩-٧٨ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٤٤٤/٤، مجمع الأنهر ٥٣٩/٣ بيروت)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة. ثم الأورع: أي الأكثر اتقاء للشبهات، والتقوى اتقاء المحرمات". (الدر المختار مع الشامي ٥٥٧/١ كراچی، شامي ٢٩٤/٢ زكريا، النهر الفائق ٢٤٠/١، البحر الرائق ٦٠٨/١ رشيدية)

ولم يطعن في دينه ...... ويجتنب الفواحش. (الفتاویٰ الهندية ٨٣/١، درمختار مع الشامي ٥٥٧/١ كراچی، شامي ٢٩٤/٢ زكريا، النهر الفائق ٦٠٨/١، بحواله حاشية: فتاوی محموديه ٣٦/٦-٣٥ ڈابھیل) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پیلیا جھاڑنے والے کی امامت؟

سوال (۵۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد روضہ میں امام صاحب کو امامت کرتے ہوئے ۱۷ سال گذر گئے جب سے ہی پیلیا جھاڑتے ہیں، اور علاج کرتے ہیں، بعد نماز فجر قرآنِ پاک کی آخری سورتیں پڑھ کر دم کرتے ہیں اور دوائی بھی دیتے ہیں، دوائی کے پیسے لیتے ہیں، جھاڑنے ودم کرنے کا کوئی پیسہ نہیں لیتے، اب دو چار نمازیوں کا کہنا ہے کہ اس صورت میں امامت جائز نہیں ہے، شرعی حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیگر منکرات سے بچتے ہوئے قرآنی آیات پڑھ کر

مریض پر دم کرنا فی نفسہٖ جائز ہے، اور جھاڑ پھونک اور دوا کے بدلہ میں پیسہ لینے میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے سوال میں مذکورامام صاحب کے اس طرزِ عمل پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے، ان کی امامت بلاشبہ جائز اور درست ہے۔

عن عوف بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: کنا نرقی في الجاهلية، فقلنا يارسول اللّٰہ! کيف تری في ذٰلک، فقال: أعرضوا علي رقاکم، لا بأس بالرقي مالم تکن شرکاً. (سنن أبي داؤد ۲/۲ ٥٤٢)

عن جابر رضي اللّٰہ عنہ يقول: لدغت رجلا منا عقرب، ونحن جلوس مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ عليہ وسلم فقال رجل: يا رسول اللّٰہ! أرقي، قال: من استطاع منکم أن ينفع أخاه فليفعل. (صحيح مسلم ۲/۲۲۳)

ومن استجعل جعلاً علی عمل يعمله لغيره من رقية أو غيرها، وإن کانت بقرآن أو علاج أو بما أشبه ذٰلک فذلک جائز، والاستعمال عليه حلال. (رسالة شفاء العليل وبل الغليل، رسائل ابن عابدين ١٥٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۶/۳/ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآنی آیات اوراَدعیۂ ماثورہ کے ذریعہ تعویذ کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد میں امام ہے، اور قرآنی آیات، ادعیہ ماثورہ کے ذریعہ تعویذات بھی کرتا ہے، تو ایسی صورت میں زید کی امامت صحیح ہے یا اس میں کچھ کراہت ہے، اگر ہے تو کون سے درجہ کی کراہت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنی آیات اوراَدعیۂ ماثورہ کے ذریعہ تعویذات

کرنے والے شخص کی امامت فی نفسہٖ درست ہے، بشرطیکہ وہ دیگر منکرات مثلاً اجنبی عورتوں سے تنہائی وغیرہ سے احتیاط کرتا ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ۲۵/۲۲۸ میرٹھ)

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه قال: نهی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الرقي ولي خال یرقي من العقرب فأتی النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم فذکر ذٰلک له، فقال: من استطاع منکم أن ینفع أخاه فلیفعل. (صحیح ابن حبان ۵/۵۷۰)

عن عوف بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: کنا نرقٰی في الجاهلیة، فقلنا یارسول اللّٰہ! کیف تری في ذٰلک، فقال: أعرضوا علي رقاکم، لا بأس بالرقي مالم تکن شرکاً. (سنن أبي داؤد ۲/۵۴۲، صحیح ابن حبان ۵/۴۷۱)

ولا بأس بالمعاذات إذا کتب فیها القرآن أو أسماء اللّٰہ تعالیٰ، وأما ما کان من القرآن أو شيء من الدعوات فلا بأس به. وعلی الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الآثار. (شامي ۹/۵۲۳ زکریا، البحر الرائق، کتاب الکراهیة / فصل في البیع ۸/۲۰۸ کوئٹه)

عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یعلّمهم من الفزع کلمات ...... وکان عبد اللّٰہ بن عمرو لعلمهن من عقل من بنیه ومن لم یعقل کتبه، فأعلقه علیه. (سنن أبي داؤد، الطب والرقی رقم: ۳۸۹۳، سنن الترمذي رقم: ۳۵۲۸، السنن الکبریٰ رقم: ۱۰۶۰۱، المستدرك للحاکم ۱/۵۴۸، مسند أحمد ۲/۱۸۱)

وفي الحدیث دلیل علی جواز کتابة التعاویذ والرقی وتعلیقها. (بذل المجهود شرح سنن أبي داؤد ۱۱/۶۲۲ مرکز الشیخ أبي الحسن الندوي جدّة) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

تعویذ پر اُجرت لینا اور تعویذ بنانے والے کے پیچھے نماز کا حکم؟

سوال (۵۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: تعویذ اور ڈورے کرنے والے عالم وحافظ کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور تعویذ پر اجرت لینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ اور جھاڑ پھونک پر اجرت لینا درست ہے، اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بھی درست ہے، بشرطیکہ وہ تعویذ وغیرہ میں شرکیہ الفاظ استعمال نہ کرتا ہو، اور کسی دوسرے محظور شرعی کا مرتکب نہ ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳/ ۲۰۸)

عن عوف بن مالک الأشجعي رضي اللّٰه عنه قال: كنا نرقي في الجاهلية فقلنا يا رسول اللّٰه! كيف ترى في ذٰلک؟ فقال: أعرضوا علي رقاكم، لا بأس بالرقي ما لم يكن فيه شرک. (مشكوٰة المصابيح / كتاب الطب والرقى ٣٨٨، مرقاة المفاتيح ٣٠٣/٨ تحت رقم: ٤٥٢٨ رشيدية)

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث طويل: من أين علمتم أنها رقية، أحسنتم اقتسموا واضربوا لي معكم بهم. (سنن أبي داؤد ٥٤٤/٢، صحيح البخاري ٨٥٤/٢)

وقال المحدث السهارنفوري تحته: وفي الحديث أعظم دليل على أنه يجوز الأجرة على الرقي والطب. (بذل المجهود ٢٢٧/١٦ بيروت)

لأن المتقدمين المانعين الاستيجار مطلقاً جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي؛ لأنها ليست عبادة محضة؛ بل من التداوى. (شامي ٤٨/٥ نعمانية، شامي ٧٨/٩، الفتاوىٰ الهندية ٤٥٠/٤)

ولم يطعن في دينه......ويجتنب الفواحش. (الفتاوىٰ الهندية ٨٣/١، شامي ٥٥٧/١ كراچی، ٢٩٤/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعویذ پیشہ لوگوں کی طرف رہنمائی کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام صاحب ہیں جو اِدھر اُدھر سے مریض لاتے ہیں اور تعویذ والے عالم صاحب سے تعویذ بنواتے ہیں، پھر تعویذ والے عالم صاحب سے حصہ لیتے ہیں، کیا یہ حصہ لینا درست ہے؟ اور ایسے دلال کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: امام کا اس طرح تعویذ کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا اس کے بلند مقام کے منافی ہے، اس لئے اسے اس طرح کی حرکتوں سے باز آنا چاہئے، باقی محض اس عمل کی وجہ سے اس کی امامت مکروہ نہ ہوگی۔

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه قال: ”من سلک مسالک الظن اتُّهِم“. ورواه الخرائطي في مكارم الأخلاق مرفوعاً بلفظ: ”من أقام نفسه مقام التهم فلا يلومن من أساء الظن به“. وروى الخطيب في المتفق والمفترق عن سعيد بن المسيب قال: وضع عمر بن الخطاب ثماني عشرة كلمة...... ”ومن عرض نفسه للتهمة فلا يلومنَّ من أساء الظن به“. (كشف الخفاء ۱/ ٤٤ رقم: ۸۸ بيروت)

والإمامة على الحقيقة إنما هي للّٰه تعالى الحق جل جلاله وأصحاب هذه الأحوال إنما هي نوابه وخلفائه. (إتحاف السادة ۳/ ۱۷٥ بحواله حاشية: فتاوى محموديه ۱۰/ ۲٤٥-۲٥٤)

وينبغي للإمام أن يحترز مواقع الاختلاف ما استطاع. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ۲٥۲ رقم: ۲۳۳۷ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ہدایا ملنے کی نیت سے خرچ کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۸۷):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی پیش امام اپنے مقتدیوں اور عوام کی تواضع پر اپنی تنخواہ اس نیت سے خرچ کرتا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے ہدایا ملیں گے، تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا اور ان کی خاطر مدارات کرنا اچھی بات ہے؛ لیکن ان سے بدلے کی امید نہ رکھنی چاہئے؛ تاہم ایسے شخص کی امامت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: **تهادوا تحابوا.** (السنن الكبرى للبيهقي ٤/٦ ٣٢ بيروت، شعب الإيمان رقم: ٨٥٦٨، مجمع الزوائد للهيثمي ١٤٦/٤، المعجم الأوسط للطبراني رقم: ٧٢٤٠) **قال السخاوي في المقاصد الحسنة: وهو حديث جيد.** (المقاصد السنة ١٩٤)

فالأعلم أحق بالإمامة ثم الأقرأ ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً.

(نورالإيضاح مع المراقي على هامش الطحطاوي ١٦٣) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶؍۴؍۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

چیئرمین کی حمایت میں بولنے والے کی امامت؟

سوال (۵۸۸):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید امام شہر ہے، یعنی عیدین کی نماز عیدگاہ میں پڑھاتا ہے، چیئرمینی کے الیکشن میں زید نے ایک چیئرمین کی حمایت میں تقریر کی، وہ چیئرمین ...... کی پارٹی سے کھڑا تھا، اور زید نے اسٹیج پر جھوٹ بھی نہیں بولا، آیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ واقعہ زید کی امامت درست ہے، کسی امیدوار کی حمایت کی وجہ سے امامت پر فرق نہیں پڑتا۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ [المائدة: ۲]

ولـم يطعن في دينه ...... ويجتنب الفواحش الظاهرة. (الفتاویٰ الهندية ۸۳/۱، كذا في الدر المختار مع الشامي ۵۵۷/۱ کراچی، والنهر الفائق ۲۰۸/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۹/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرط سے زائد ایام کی غیر حاضری کی وجہ سے وضع تنخواہ پر امام کو حق اعتراض نہیں

سوال (۵۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد کا امام ہے، مسجد کی ایک کمیٹی ہے جو کرایہ کے چند کمرے اور دیگر عوامی چندہ سے مسجد کی جملہ ضروریات کو پورا کرتی ہے، زید کو سال میں ایک ماہ کی تعطیل باتنخواہ ملتی ہے، اس کے علاوہ تعطیل پر تنخواہ کٹ جاتی ہے، حتی کہ گاہ بگاہ ایک یوم غیر حاضری نائب امام مقرر کردینے پر بھی تنخواہ کاٹ دی جاتی ہے۔ شامی جلد ثالث کتاب الوقف کی عبارت: "**إمام يترك الإمامة لزيارة أقربائه في الرساتيق أسبوعاً أو نحوه أو لمصيبة أو لاستراحة لا بأس به، ومثله عفو في العادة والشرع**" کا کیا مطلب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسئلہ کا مدار عرف اور شرط پر ہے، جب دلالۃً یا صراحۃً یہ شرط ٹھہر گئی کہ ایک ماہ سے زائد رخصت پر وضع تنخواہ ہوگی، تو زائد ایام کی غیر حاضری پر

وضع تنخواہ درست ہے، امام کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/ ۳۴۹)

اور شامی کی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے زمانہ کا عرف بیان کیا گیا ہے، ہمارے علاقہ میں ایسا عرف نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت امام کو سرکاری بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا، ہمارے یہاں یہ صورت نہیں ہے؛ بلکہ عوامی چندہ سے ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المسلون على شروطهم إلا شرطا حرم حلالاً أو أحل حراماً. (سنن الترمذي ۱/ ۲۵۱، سنن أبي داؤد / باب في الصلح رقم: ۳۵۹٤، سنن الدارقطني / كتاب البيوع رقم: ۲۸۹۰، المستدرك للحاكم أبي عبد الله / أما حديث أبي هريرة رقم: ۲۳۰۹)

المعروف بالعرف كالمشروط شرطاً. (قواعد الفقه ۱۲۵، شرح المجلة ۱/ ۳۷، الأشباه والنظائر ۱۵۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/ ۱۰/ ۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسری پارٹی کے چیئرمین کو ووٹ دینے کی قسم کھا کر پورا نہ کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الیکشن کے دور میں امام صاحب ایک پارٹی کے حامی تھے، اور بستی کے حضرات دوسری پارٹی کے حامی تھے، بستی کے حضرات اپنی پارٹی کے چیئرمین کو لے کر امام صاحب کے پاس آئے اور ووٹ کی فرمائش کی، امام صاحب نے اپنے اعتماد کو باقی رکھنے کے لئے قسم کھا کر کہا میں ووٹ تمہارے چیئرمین کو دوں گا، مگر انہوں نے ووٹ اپنی پارٹی کے چیئرمین کو ہی دیا، جیسا کہ ان کے اقرار سے پتہ چلتا ہے، اب بستی کے حضرات کہتے ہیں کہ ہم امام صاحب کے پیچھے نماز نہیں پڑھنا

چاہتے، جو اپنی قسم پر باقی نہ رہے؟ آپ بتلائیں کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: برتقدیر صحتِ واقعہ امام صاحب کو اپنی قسم پوری نہ کرنے پر کفارہ ادا کرنا چاہیے، کفارہ کی ادائیگی اور توبہ کے بعد ان کی امامت میں کوئی کراہت نہ ہوگی۔

قال تعالیٰ: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْا اَيْمَانَكُمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [المائدة: ۸۹]

أخرج البيهقي عن عبد اللّٰه قال: الأيمان أربعة: يمينان تكفران، ويمينان لا تكفران، فالرجل يحلف: واللّٰه لا يفعل كذا وكذا فيفعل، والرجل يقول: واللّٰه أفعل فلا يفعل، وأما اليمينان اللذان لا تكفران: فالرجل يحلف: ما فعلت كذا وكذا، وقد فعله، والرجل يحلف: لقد فعلت كذا وكذا ولم يفعله. (السنن الكبرىٰ للبيهقي، الأيمان / باب ما جاء في اليمين الغموس ۱۴/ ۴۷۱ رقم: ۲۰۴۴۶)

ومنعقدة: وهي حلفه على فعل أو ترک في المستقبل، وحكمها: وجوب الكفارة. (ملتقى الأبحر ۱ ۲۶۰-۲۶۱ بيروت، الفتاوىٰ الهندية ۲/ ۵۲، النهر الفائق ۳/ ۵۰-۴۹، شامي مع الدر المختار ۵/ ۴۷۸ زكريا)

وكفارته: تحرير رقبة أو إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم ...... وإن عجز عنها وقت الأداء صام ثلاثة أيام ولاءً. (شامي ۳/ ۷۲۵ كراچی، ۵/ ۵۰۲-۵۰۵ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ۲/ ۶۱، النهر الفائق ۳/ ۵۸ بيروت، بحواله حاشية: فتاوى محموديه ۲۰/ ۲۰۶- ۲۰۸ ميرٹھ)

فهٰذه خصال ثلاث في كفارة اليمين، أيها فعل الحانث أجزأ عنه بالإجماع، وقد بدأ بالأسهل، فالإطعام أسهل وأيسر من الكسوة، كما أن

الكسوة أيسر من العتق، فترقى فيها من الأدنى إلى الأعلىٰ، فإن لم يقدر المكلف علـى واحدة من هٰذه الخصال الثلاث كفر بصيام ثلاثة أيام، كما قال تعالىٰ: ﴿فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ﴾ (تفسير ابن كثير مكمل ٤٤٥ دار السلام للنشر والتوزيع الرياض)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولايجوز تاخيرها سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني ١٠٩/٢٨ بيروت، شرح النووي على مسلم ٣٥٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۱۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے اوقاف کا کرایہ وصول کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جو عالم دین ہے اور ایک مسجد میں منصبِ امامت پر بھی فائز ہے، ایک ادارے کا اہتمام بھی زید کے پاس ہے، زید نے ایک مسجد کے وقف جائیداد کا کرایہ وصول کیا جس مسجد سے زید کا کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں، زید نے وہ کرایہ کی رقم وصول کر کے مسجد میں کہیں خرچ بھی نہیں کی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں زید امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور زید کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟ اور زید کے لئے شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے ناحق خواہ مخواہ کرایہ وصول کر کے اچھا نہیں کیا ہے، اس پر لازم ہے کہ کرایہ کی پوری رقم مسجد میں جمع کرائے اور اپنے فعل سے توبہ کرے، توبہ کے بعد اس کی امامت بلا کراہت درست ہوگی۔

لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (درمختار مع الشامي ٢٩١/٩ زكريا، شامي ٣٠٠/٦ كراچی، قواعد الفقه ٢٧٠)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. (شامي ٦/١٠٦ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٢/١٦٧، البحر الرائق ٥/٤١)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ''التائب من الذنب كمن لا ذنب له''. (سنن ابن ماجة ٥/٢٦٩ رقم: ٤٢٥٠، مشكوٰة المصابيح ٢٠٦، مرقاة المفاتيح ٥/٢٦٩ رقم: ٢٣٦٣)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة. (روح المعاني ٢٨/١٥٩ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۴/۲۱ ۱۴۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت؟

سوال (۵۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد کے امام صاحب کالا خضاب لگاتے ہیں اور داڑھی کالی کرتے ہیں، بعض مقتدیوں کو اعتراض ہے، امام صاحب کہتے ہیں کہ میری بیوی جوان ہے، میرے بال نزلہ سے سفید ہوگئے ہیں وغیرہ۔ سیاہ خضاب لگانا حلال ہے یا حرام؟ سیاہ خضاب لگانے والے شخص کو مسجد میں امام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا کسی شرعی عذر کے سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے، اور جو شخص اپنی جوان بیوی کو خوش کرنے کے لئے سیاہ خضاب استعمال کرے، تو عام علماء نے اگرچہ اس کو بھی مکروہ کہا ہے، مگر حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت اس کے جواز کی مروی ہے؛ لہٰذا اس مقصد سے خضاب لگانے کو مکروہِ تحریمی نہیں کہہ سکتے، اور ایسے شخص کی امامت ناجائز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۵۸۹، امداد الفتاویٰ ۴/ ۲۰۶، فتاویٰ دار العلوم ۱۸/۳، کفایت المفتی ۱۷/۹، فتاویٰ رحیمیہ ۲۹۰/۶، احسن الفتاویٰ ۳۶۱/۸-۳۶۳)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: أتي بأبي قحافة إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوم الفتح كأن رأسه ثغامة بيضاء، فقال: غيروه وجنبوه السواد. (مسند أحمد رقم: ١٤٤٩٥، شرح مشكل الآثار رقم: ٣٦٨٤، المعجم الأوسط ٤٥٦٨، المعجم الكبير رقم: ٨٣٢٤)

قال النووي: يحرم خضابه بالسواد على الأصح، وقيل: يكره تنزيهاً، والمختار التحريم، لقوله عليه السلام: اجتنبوه السواد وهٰذا مذهبنا. (أوجز المسالك ٦/٣٣٤ يحيوية سهارنفور)

قال ابن عابدين: يكره بالسواد أي لغير الحرب. قال في الذخيرة: فمكروه وعليه عامة المشائخ. (شامي ٩/٦٠٥ زكريا، ومثله في الفتاوىٰ الهندية ٥/٣٥٩، فتاوىٰ قاضي خان ٣/٤١٢، فتاوىٰ بزازية ٦/٣٧٧، العرف الشذي على الترمذي ١/٣٠٥)

روي عن أبي يوسف أنه قال كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها. (شامي ٩/٦٠٥ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية ٥/٣٥٩، بذل المجهود ٦/٨٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۷/۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جوان لڑکوں کا سفید بالوں پر کالی مہندی لگانا اور نماز پڑھانا؟

سوال (۵۹۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دورِ حاضر میں عام طور سے ۲۰/سال سے ۳۰-۳۵/سال کے لڑکوں کے سر کے بال اور داڑھی کے بال پک کر سفید ہوجارہے ہیں، جب کہ عمر بال پکنے کی نہیں ہے، تو کیا اس عمر کے لڑکے کالی مہندی یا کالا خضاب استعمال کرسکتے ہیں؟ اگر استعمال کرسکتے ہیں تو امامت وغیرہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کالی مہندی یا کالا خضاب بلا کسی شرعی مصلحت وضرورت کے لگانا ممنوع ہے، اور وقت سے پہلے بال سفید ہوجانا کوئی شرعی ضرورت نہیں،

بلاضرورتِ شرعی خضاب لگانے والے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۲۱۳، کفایت المفتی ۹/۱۷۱، فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۱۲۳)

عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: أتي بأبي قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: غيروا هذا بشئ واجتنبوا السواد. (صحيح مسلم ۱۹۹/۲)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لايُريحون رائحة الجنة. (سنن أبي داؤد ۵۷۸/۲)

قال الحافظ في الفتح: أن المأذون في الصبغ مقيد بغير السواد لما أخرجه مسلم من حديث جابر رضي اللّٰه عنه وغيره ''واجتنبوا السواد'' الخ، وعن الحليمي أن الكراهة خاصة بالرجال دون النساء فيجوز ذلك للمرأة لأجل زوجها. (أوجز المسالك ۳۳۵/۶)

ومن فعل ذٰلک ليزين نفسه للنساء وليحبب نفسه إليهن فذٰلک مكروه. (الفتاویٰ الهندية ۳۵۹/۵، شامي ۱۷۱/۹ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۷/۱۱/۱۴۲۱ھ

بطور دوا ''گل'' کا استعمال کرنے والے کی امامت؟

سوال (۵۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے دانتوں میں درد کی شکایت رہتی تھی، جس کی بنا پر میں نے داڑھ کو بھی نکلوا دیا، تو مجھے بنگال کے ڈاکٹروں نے بتایا کہ دانتوں پر ''گل'' کیا کرو، گل تمباکو کا برادہ ہوتا ہے، جس کو ہم منجن کے طریقہ پر استعمال کرتے ہیں، نیز ہم ایک مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں، تو بعض لوگوں کو یہ اشکال ہے کہ تم گل کیوں کرتے ہو؟ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمیں گل کرنے سے کوئی نشہ

وغیرہ نہیں آتا ہے، تو کیا ہمارے لئے بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز گل کے استعمال کے بعد نماز پڑھنا اور امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورۃً اور دوا کے طور پر ''گل'' کا استعمال شرعاً درست ہے، گل کرنے کے بعد منہ کو خوب اچھی طرح صاف کرکے مسجد میں جایا کریں؛ تاکہ لوگوں کو اس کی بو سے تکلیف نہ ہو، ایسی صورت میں نماز پڑھانا اور امامت کرانا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۲/۲۴۲، امداد الفتاویٰ ۴/۱۱۴)

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: من أکل من هذه الشجرة المنتنة، فلا یقربن مسجدنا، فإن الملائکة تتأذی مما یتأذی منه الإنس. (صحیح البخاري رقم: ۸۵٤، صحیح مسلم رقم: ٥٦٤، سنن النسائي رقم: ۷۰۷، مسند أحمد ۳۷٤/۳، مشکوة المصابیح ۱/٦۸ رقم: ۷۰۷)

وأکل نحو ثوم، ویمنع منه، أي مما له رائحة کریهة قال العیني: علة النهي أذی الملائکة وأذی المسلمین. (شامي ۱/٦٦۱ کراچی، شامي ۲/٤۳٥ زکریا)

فیفهم منه حکم النباة الذي شاع في زماننا وهو الإباحة علی المختار. وفیه إشارة إلی عدم تسلیم إسکاره تفتیره وإضرائه. (درمختار مع الشامي ۱۰/٤٤ زکریا، شامي ٦/٤٦۰ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قدرت کے باوجود قرض ادا نہ کرنے والے کی امامت

سوال (۵۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خالد سے زید نے کسی کام کے حیلہ بہانہ سے ۸۰/ ہزار روپیہ لئے، خالد کے پاس اتنا روپیہ بھی نہیں تھا، اس نے گھر کا سامان وغیرہ بیچ کر دیا؛ لیکن زید نے روپیہ لے کر ابھی تک خالد کو واپس

نہیں کیا، جس کو کافی ٹائم گذر گیا اور واپس کرنے کا بھی وعدہ نہیں کرتا ہے، خالد بے چارہ لاچار ومجبور ہے، روتا پیٹتا ہے؛ لیکن زید کو کوئی احساس نہیں ہوتا ہے، اور زید وہاں سے اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا ہے، اور یہ بھی پتہ چلا ہے کہ دوسرے لوگوں سے بھی دھوکہ دے کر پیسہ لے لیتا ہے، اور زید ایک مسجد میں امامت کرتا ہے، مقتدیوں کو اس کا پتہ چل گیا کہ زید نے اس طریقہ سے روپیہ لے کر واپس نہیں دیا، تو ایسی صورت میں زید کو امام بنانا کیسا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ادائیگی کی قدرت کے باوجود قرض ادا نہ کرنا صریح ظلم ہے، ایسا بدمعاملہ شخص جب تک اپنا قرض ادا نہ کردے، اس وقت تک اس کی امامت مکروہ رہے گی۔ امام ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو پرہیزگار اور صحیح المعاملہ ہو۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مطل الغني ظلم. (صحيح البخاري رقم: ۲۳۸۷، صحيح مسلم رقم: ۱۵٦٤، سنن أبي داؤد رقم: ۳۳٤٥، سنن الترمذي رقم: ۱۳۰۸، سنن النسائي رقم: ٤٦۹۱، سنن ابن ماجة رقم: ۲٤۰۳، مشكوٰة المصابيح ۲۵۲/۱)

وروي أن معاذًا كان يدّان فأتى غرماءه إلى النبي صلى الله عليه وسلم فباع النبي صلى الله عليه وسلم ماله كله في دينه حتى قام معاذ بغير شيء.

(مشكوة المصابيح / باب الأفلاس والأنظار ۲۵۲/۱)

قال القاري في المرقاة: مطل الغني أي تاخيره أداء الدين من وقت إلى وقت، فإن المطل منع أداء ما يستحق أدائه وهو حرام من المتمكن ولو كان غنيا، ولكنه ليس متمكن جاز له التأخير إلى الإمكان ذكره النووي. (مرقاة المفاتيح ۱۰۷/٦ بيروت)

ويكره تقديم الفاسق كراهة تحريم. (صغيري ۲٦٤، حلبي كبير ۵۱۳، هداية ۱۲۲/۱، البحر الرائق ۳٤۹/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/٦/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صرف نمازِ جنازہ اور نکاح خوانی کو دین کی خدمت سمجھنے والے کی امامت

سوال (۵۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسے شخص کے بارے میں جو مسائل میں اچھی صلاحیت رکھنے کے باوجود کسی مدرسہ میں پڑھا کر دین کی اشاعت نہ کرتا ہو، کسی مسجد میں امامت کر کے وعظ ونصیحت کے ذریعہ قوم کی اصلاح نہ کرتا ہو، تبلیغی جماعت میں لگ کر لوگوں کو تبلیغ نہ کرتا ہو، صرف نماز جنازہ اور نکاح پڑھانے کو دین کی خدمت سمجھتا ہو، علماء کی مجلسوں سے اتفاق نہ کر کے اس میں شرکت نہ کرتا ہو، محلّہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کو روکنے کی کوشش نہ کرتا ہو، اور نہ دل سے برا سمجھتا ہو، بلکہ برائی کرنے والوں کو برائی کرنے کے لئے مثالیں دے کر اس برائی کی اہمیت گھٹاتا ہو، مثلاً عرس کے بارے میں مثال دیتا ہے کہ دیوبند میں بھی عرس ہوتا ہے، دہلی مرکز کے قریب بھی عرس ہوتا ہے، اگر عرس روکنا ہے تو پہلے وہاں کے عرس کو روکو، لوگوں کو بلا بلا کر ایک دوسرے کی برائی کرتا ہو، چغلی غیبت میں مبتلا ہو، علماء اور اماموں کی خامیوں کو تلاش کر کے ان کے خلاف فتوے منگا منگا کر جگہ جگہ چسپاں کر کے علماء اور اماموں کی توہین کرتا ہو؛ تاکہ قوم ان کو امامت سے ہٹادے اور ان سے تعلق ختم کر دے، اس نازیبا حرکت کو اماموں کی اصلاح کرنا سمجھتا ہو، جس کو خود اپنی اور اپنے خاندان کی اصلاح کی فکر نہ ہو، جس کے والد نے مزاروں پر حاجت مندوں کی درخواستیں لکھی ہوں، جس کے والد نے نگر پالیکا کی زمین کو غصب کر لیا ہو، جس کی بیوی بے پردہ میلوں میں قوالیاں سنتی ہو، جس کی اولاد یہود ونصاریٰ کے لباس میں ملبوس رہتی ہو، اور یہ شخص اپنے اہل خانہ کو یہ حرکتیں کرنے سے نہ روکتا ہو، خود اس شخص نے ایسا نکاح پڑھایا کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی، مہر بھی ادا کر دئے تھے، جہیز بھی واپس کر دیا، تقریباً ایک دو سال گزرنے کے بعد دو طلاق کا فتویٰ منگایا جس میں دوبارہ نکاح کرنے کی اجازت نکل آئی، حالاں کہ تین طلاق دی تھی، اور تین طلاق کی اطلاع خود اس شخص کو اور پورے محلّہ کو بھی تھی، پھر اس شخص نے تین طلاق کی اطلاع ہونے کے باوجود زید کا نکاح اس مطلقہ عورت سے پڑھا دیا جو بالکل غلط تھا، پانچ سو روپیہ لینے کے چکر میں ایسا کیا۔

(۱) تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

(۲) اس سے نکاح پڑھوانا درست ہے؟

(۳) کیا ایسا شخص ولی میت کے بعد نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار رہے یا محلّہ کا امام؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) سوال میں ذکر کردہ باتیں اگر درست ہیں، تو ایسے شخص کے مقابلہ میں دوسرے متقی شخص کا نماز پڑھانا زیادہ بہتر ہے۔

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة للقراءة، ثم الأورع، ثم الأحسن خلقاً، ثم الأحسن وجهًا، ثم الأشرف نسباً، فإن استووا يقرع أو الخيار إلى القوم. (شامي ۲۹۷/۲ زكريا، بدائع الصنائع ۶۶۹/۱ بيروت)

وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة. (حاشيه الطحطاوي على المراقي ۳۰۳، شامي ۲۹۸/۲ زكريا، شامي مع الدر ۵۵۹/۱ كراچی، مجمع الأنهر بيروت ۱۰۸/۱)

وأما الكراهة فمبينة على قلة رغبة الناس في الاقتداء بهؤلاء فيؤدي إلى تقليل الجماعة المطلوب تكثيرها تكثيراً للأجر. (البحر الرائق ۳۴۸/۱ كوئٹه)

ولو أم قوماً وهم له كارهون أن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذلک تحريماً لحديث أبي داؤد: لا يقبل الله صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون. (شامي مع الدرالختار ۵۵۹/۱ كراچی، شامي ۲۹۷/۲ زكريا، وحديث أبي داؤد تحت رقم: ۵۹۳)

(۲) نکاح پڑھانے کے سلسلہ میں فریقین کو اختیار رہے وہ جس سے چاہیں نکاح پڑھوا سکتے ہیں۔

ويندب ...... وكونه في مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد. (شامي ۶۷/۴ زكريا)

(۳) جنازہ کی امامت کا اصل حق دار ولی میت ہے؛ لیکن اگر محلّہ کا امام علم وتقویٰ میں ولی میت سے فضیلت رکھتا ہو، تو امام کو اولیت حاصل ہوگی، اور ہمارے علاقوں میں بہرحال ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔

وتقديم إمام الحي مندوب فقط بشرط أن يكون أفضل من الولي وإلا فالولي أولى كما في المجتبىٰ. (شامي مع الدر المختار ۳۲۲/۱ ٥ نعمانية، شامي ۳/ ۱۲۰ زكريا، طحطاوي على المراقي الفلاح / فصل: السلطان أحق بصلاته ٤٨٥، مجمع الأنهر ۲٦٩/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

قوله: ثم إمام الحي إلى الطائفة وهو إمام المسجد الخاص بالمحلة وإنما كان أولى؛ لأن الميت رضي بالصلاة خلفه في حال حياته، فينبغي أن يصلى عليه بعد وفاته. قال في شرح المنية: فعلى هٰذا لو علم أنه كان غير راض به حال حياته ينبغي أن لا يستحب تقديمه. أقول: وهٰذا أولىٰ لما يأتي من أن الأصل أن الحق للولي، وإنما قدم عليه الولاة وإمام الحى لما مر من التعليل وهو غير موجود هنا. (شامي ۳/ ۱۱۹-۱۲۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۶/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مسلم چور کو مارنے والے کی امامت؟

سوال (۵۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اپنے گھر میں سویا ہوا تھا، اچانک چور زید کے گھر میں داخل ہوگیا، زید کی آنکھ کھل گئی، اس نے چور کو گولی ماری جس سے چور نے موقع پر ہی دم توڑ دیا، چور غیر مسلم تھا، زید ایک مسجد کا امام بھی ہے، لوگوں کا کہنا ہے کہ امام قاتل ہے، اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے، جواب سے نوازیں کہ زید کی امامت درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیثِ شریفہ سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے مال کو چوری کرنے کے لئے اقدام کرے اور مالک اپنے مال کے بچاؤ میں چور کا مقابلہ کرے، تو اگر اس دفاع کے نتیجہ میں چور یا بدمعاش مارا جائے، تو مالک پر نہ تو کوئی گناہ ہوگا اور نہ ہی

قصاص ودیت واجب ہوگی؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر واقعہ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو زید پر شرعاً کوئی ضمان نہیں، اور اس کو قتلِ ناحق کا مرتکب قرار نہیں دیا جاسکتا، بریں بنا اس کی امامت درست ہے، اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: جاء رجل إلى رسول اللّٰه عليه وسلم فقال: يا رسول اللّٰه! أرأيت إن جاء رجل يريد أخذ مالي، قال: فلا تعطه مالک؟ قال: أرأيت إن قاتلني قال: قاتله، قال: أرأيت إن قتلني قال: فأنت شهيد، قال: أرأيت إن قتلته؟ قال: هو في النار. (صحيح مسلم ۱/۸۱)

ففيه جواز قتل القاصد لأخذ المال بغير حق، سواء كان المال قليلاً أو كثيراً لعموم الحديث، وهذا قول جماهير العلماء. (شرح نووي على مسلم ۱/۸۱)

للإنسان أن يدفع عن نفسه وماله ولا شيء عليه، فإنه إذا كان شهيداً إذا قتل في ذٰلک فلا قود عليه ولا دية إذا كان هو القاتل. (فتح الباري ۵/۱۰۶ رقم: ۲۴۸۰ دار الكتب العلمية بيروت، تحفة الأحوذى ۲/۳۱۵)

كما لو قصد أخذ ثيابه فدفعه حتى قتله لم يضمن. (شامي ۱۰/۱۹۷ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ حج ائمہ حرمین کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال (۵۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید حنفی عالم صحیح العقیدہ حج کرنے گیا اور اس نے وہاں کے ائمہ کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی، اسی دوران پانچ و چھ جمعہ بھی چھوٹے اور اپنی نمازیں وقت کے مطابق ادا کرتا رہا۔

زید کہتا ہے کہ وہاں کے ائمہ غیر مقلد ہیں اور رفع یدین بھی کرتے ہیں، نماز ظہر بارہ بج کر

دس منٹ پر پڑھتے ہیں، اور نماز عصر تین بج کر بیس منٹ پر پڑھتے ہیں، جب کہ حنفیوں کے نزدیک وقت بھی شروع نہیں ہوتا۔

زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اب زید کی اقتدا میں نمازیں ادا کرنا پنج گانہ ہو یا جمعہ وغیرہ، جائز ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرمین شریفین کے ائمہ مسلکِ حنبلی پر عمل کرنے والے ہیں، اور یہ مسلک بھی باجماعِ امت حق اور درست ہے۔

بریں بنا زید کا ائمہ حرمین شریفین کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، بجائے خود اس کی بدگمانی اور بدعقیدگی کی دلیل ہے، وہ مذکورہ ایام میں بلا عذر متواتر ترکِ جماعت اور ترکِ جمعہ پر سخت گنہگار ہے، اس پر توبہ کرنی لازم ہے، جب تک وہ توبہ نہیں کرے گا اس کی امامت مکروہ رہے گی۔

عن أبي الجعد الضمري رضي اللّٰه تعالیٰ عنه إن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من ترک ثلاث جمع تهاوناً بها طبع اللّٰه علی قلبه. (سنن أبي داؤد ۱۵۱/۱ رقم: ۱۰۵۲)

الجماعة سنة مؤکدة، أي قريبة من الواجب حتی لو ترکها أهل مصر لقوتلوا، وإذا ترک أحد ضرب وحبس، ولا یرخص لأحد ترکها إلا لعذر من المطر والطین والبرد الشدید، والظلمة الشدیدة. (مجمع الأنهر ۱۰۷/۱ دار إحیاء التراث العربي بیروت، کذا في الدر المختار مع الشامي ۵۵۲/۱ کراچی، شامي ۲۸۷/۲ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۸۲/۱، البحر الرائق ۶۰۲/۱ رشیدیة، ۳٤٤/۱ کوئٹه، الفتاوی التاتارخانیة ۲۸۰/۲ رقم: ۲٤۲۲ زکریا)

اور حرمین کے ائمہ نماز ظہر زوال کے بعد اول وقت پڑھتے ہیں، حنفیہ کے نزدیک اس وقت نماز پڑھنا منع نہیں ہے اور عصر کی نماز حرمین میں مثل اول پر ہوتی ہے، اس بارے میں امام ابوحنیفہ کی ایک روایت اور صاحبین کا مذہب اسی کے موافق ہے، اور بہت سے فقہاء احناف نے اس قول

کی تائید کی ہے؛ اس لئے حنفی شخص کو حرمین میں مثل اول پر نماز عصر پڑھنے کی اجازت ہے، محض اس بنیاد پر ترک جماعت کی رخصت نہیں دی جائے گی۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أمني جبرئيل عليه السلام عند البيت مرتين: فصلّٰى بي الظهر حين زالت الشمس، وصلّٰى بي العصر حين كان ظله مثله، فلما كان الغد صلى بي الظهر حين كان ظله مثله، وصلى بي العصر حين كان ظله مثليه. (سنن أبي داؤد ٥٦/١ رقم: ٣٩٣، سنن الترمذي ٣٨/١ رقم: ١٤٩)

(ووقت الظهر من زواله) أي ميل ذكاء عن كبد السماء إلى بلوغ الظل مثليه، وعنه مثله، وهو قولهما وزفر والأئمة الثلاثة، قال الإمام الطحاوي: وبه نأخذ. وفي غرر الأذكار وهو المأخوذ به، وفي البرهان: وهو الأظهر لبيان جبرئيل، وهو نص في الباب، وفي الفيض: وعليه عمل الناس اليوم، وبه يفتى، وفي الشامية: قوله (إلى بلوغ الظل مثليه) هذا ظاهر الرواية عن الإمام نهاية. وهو الصحيح. (تنوير الأبصار مع الدر المختار على الشامي ١٤/٢-١٥ زكريا)

وأول وقت العصر إذا خرج وقت الظهر على القولين، وآخر وقتها ما لم تغرب الشمس. (هداية ٨١/١، أحسن الفتاوى ١٤٤/٢-١٤٥، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة مكمل: ١٠٧ المكتبة العصرية بيروت)

وفي الحديث: كل بني اٰدم خطاء وخير الخطائين التوابون. (سنن الترمذي عن أنس مرفوعاً رقم: ٢٥٠١)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة......على الفور. (روح المعاني ١٥٩/٢٨ دار إحياء التراث العربي بيروت، شرح النوازل على مسلم ٣٥٤/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۱/۳/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا بالغ مرد بچوں کی امامت کرسکتا ہے؟

سوال (۵۹۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا بالغ مرد بچوں کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بالغ مقتدی نہ ہوں؛ بلکہ صرف بچے ہی بچے ہوں جو کہ سمجھ دار ہوں، تو ایسی صورت میں بالغ شخص ان کی امامت کرسکتا ہے، اور اس کو جماعت کا ثواب بھی حاصل ہوجائے گا۔

وتحصل فضيلة الجماعة بصلاته مع واحد (أي من الصبيان) إلا في الجمعة فلا تصح بثلاثة منهم. وإذا زاد على واحد فهي جماعة في غير جمعة، ولو كان معه صبي يعقل الصلاة كانت جماعة ولو فاتته الجماعة جمع بأهل في منزله. وفي جامع الجوامع: وإن كان واحدا، وفي الفتاوى العتابية: ينال ثواب **الجماعة**. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۲۸۰ رقم: ۲۴۲۳ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۶/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلط خواں کی امامت

موروثی غلط خواں امام کے بجائے نئے اچھے قاری کو امام بنانا بہتر ہے

سـوال (٦٠٠): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عالم پابندِ شریعت ہے جب کہ ایک صاحب خاندانی موروثی اعتبار سے امامت کرتا چلا آرہے ہیں، جب کہ یہ خاندانی امام نہ تو حافظ ہیں نہ عالم، اور قرآنِ پاک کے صحت الفاظ سے بھی معذور ہیں، یعنی صحیح کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے، اور تصحیح قرآنِ پاک کو اپنے لئے باعثِ عار سمجھتے ہیں، دونوں میں مستحق امامت کون ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں جو عالم دین، پابندِ شریعت ہے، اور صحیح قرآن پڑھنے والا ہے، وہی امامت کا زیادہ مستحق ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۷؍۴۳)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال لنا عليه السلام: يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءة. (صحيح مسلم ١/٢٣٦ رقم: ٦٧٣، سنن الترمذي ١/٥٥)

الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تجويداً وتلاوة للقراءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً ثم الأحسن وجهاً ثم الأشرف نسباً. (شامي ٢/٢٩٤-٢٩٥ زكريا، المحيط البرهاني / الفصل السادس في بيان من أحق بالإمامة ٢/١٧٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۰؍۳؍۱۴۲۱ھ

امامِ مسجد کی عدم موجودگی میں لحنِ جلی کرنے والے کا نماز پڑھانا؟

سوال (۶۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مسجد کا امام نہیں ہے دوسرا امام متعین ہے؛ لیکن زید امام صاحب کی غیر موجودگی میں نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ جاتا ہے، حالاں کہ حافظ موجود رہتے ہیں اور قرأت میں لحن جلی کرتا ہے، یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیتا ہے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کراہت کے ساتھ یا بغیر کراہت کے، جب کہ **صراط الذین** میں ذآل کی جگہ ضآد پڑھتا ہے اور **سمیعاً بصیراً** میں صآد کی جگہ ثا پڑھتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: برتقدیر صحتِ سوال زید جب کہ حروف کی ادائیگی پر پوری طرح قادر نہیں ہے، تو اسے صحیح قرآن پڑھنے والے حضرات کی موجودگی میں امامت کے لئے آگے نہ بڑھنا چاہئے، باقی مخارج میں قدرے تغیر کی وجہ سے اس کی پڑھائی گئی نمازوں پر فساد کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

الأحق بالإمامة الأعلم بأحکام الصلاة ثم الأحسن تجویداً وتلاوة للقراءة.

(درمختار مع الشامي ۲/ ۲۹٤ زکریا، طحطاوی علی المراقی ۱۸۷) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۱۵/۴/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلط خواں کا امامت پر اصرار کرنا؟

سوال (۶۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب مولوی وحافظ ہیں اور ایک مسجد کے امام ہیں؛ لیکن قرآنِ کریم کو قواعد ومخارج کے خلاف پڑھتے ہیں، زیادہ تر حرفوں کو مجہول پڑھتے ہیں، اور مختلف مقامات سے علماء قراء حضرات تشریف لاتے ہیں، ان کو پڑھنے اور نماز پڑھانے کو غلط بتایا ہے؛ لیکن امام صاحب کہتے

ہیں کہ میں درست پڑھتا ہوں اور غلط فتویٰ منگوا کر لوگوں کو دکھایا ہے کہ میری زبان میں لکنت ہے، جس کی وجہ سے حرفوں کو ادا کرنے سے معذور ہوں، مگر یہ بات غلط ہے، ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: امام ایسے شخص ہی کو بنانا چاہئے، جو قرآنِ کریم بہتر انداز میں پڑھتا ہو اور قواعد وتجوید کا لحاظ رکھتا ہو، اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرتا ہو، جو امام ان باتوں کا خیال نہ رکھے، اس کو امام بنانا بہتر نہیں؛ تاہم مسئولہ صورت میں اگر امام ایسی غلطی نہ کرتا ہو جس سے معنی میں فحش تبدیلی ہوجائے، تو اس کی ادا کردہ نمازیں درست ہیں، واجب الاعادہ نہیں ہیں۔

عن أبي مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال لنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه وأقدمهم قراءة. (صحيح مسلم ۱/۲۳٦ رقم: ٦۷۳، سنن الترمذي ۱/۵۵)

قال في الخانية والخلاصة: الأصل فيما إذا ذكر حرفاً مكان حرف وغير المعنى، إن أمكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد، وإلاَّ يمكن إلا بمشقةٍ، كالظاء مع الضاد المعجمتين، والصاد مع السين المهملتين، والطاء مع التاء. قال أكثرهم: لا تفسد. وفي خزانة الأكمل: قال القاضي أبو عاصم: إن تعمد ذٰلك تفسد. (شامي ۲/۳۹٦ زكريا، طحطاوي ۱۸٦)

الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة، وتجويداً للقراءة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً ثم الأحسن وجهاً ثم الأشرف نسباً. (تنوير الأبصار مع الشامي ۲/۲۹٤-۲۹۵ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فحش غلطی کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو امام باقاعدہ حافظ یا عالم نہ ہو یا ناظرہ خواں تو ہو، مگر قرآنِ پاک کو لحنِ جلی ولحنِ خفی کے ساتھ پڑھتا ہے، مثلاً ''الحمد'' کو ''الحمدوللہی'' پڑھتا ہے اور اختتام پر ''السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ'' کے بجائے ''السلام علیکم ورِحمۃُ اللّٰہ'' پڑھتا ہے، اس کے لئے امامت کرنا اور لوگوں کا اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح فحش غلطی کے ساتھ نماز پڑھنا ناجائز نہیں ہے، اور ایسے امام کو تصحیح کرنا لازم ہے، اگر تصحیح پر قادر نہ ہو تو دوسرے کسی صحیح پڑھنے والے کو امام مقرر کیا جائے، اور ایسے نااہل شخص کو امامت سے معزول کر دیا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۷/۳۹ ڈابھیل)

إذا اقتدیٰ أمي وقاريٌ بأميٍّ تفسد صلاةُ الكل للقدرة على القراءة بالاقتداء بالقاري، سواء علم به أو لا. (درمختار مع الشامي ٢/ ٣٤١ زكريا)

ما غير المعنى تغييراً يكون اعتقاده كفراً، يفسد في جميع ذٰلك. (شامي / مسائل زلة القاري ١/ ٦٣١ كراچی، الفتاویٰ الهندية ١/ ٧٩) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۲۰ھ

لحنِ جلی، رکوع، سجدے میں بے ڈھنگا پن اور لوگوں کو اُکسانے والے کی امامت؟

سوال (۶۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کے امام صاحب قرأت کرتے وقت سورۂ زلزال کو "اذا زولا زیلا" پڑھتے ہیں، اس

پر ان کو اکیلے میں احترام کے ساتھ سمجھایا گیا، اس کے چند روز بعد انہوں نے اس میں درستی کی تو خوشی ہوئی، اس کے چند روز بعد انہوں نے ویسا ہی پڑھا: ''زولا زیـــــلا''، پھر ان کو احترام کے ساتھ اکیلے میں کہا، تو چڑھ کر بولے کہ میں درست پڑھتا ہوں، تم سننے میں غلطی کرتے ہو، میں نے کہا امام صاحب میں بچہ تو نہیں ہوں، بہتر یہ ہوگا کہ آپ وہ سورت نہ پڑھیں، اس بات پر وہ چڑھ کر بولے اس لفظ کے معنی بدلتے ہیں کیا، تو میں نے کہا کہ میں عالم نہیں ہو، میں نے کہا کہ ''الحمد للہ'' کو ''الا اللہ'' پڑھیں، تو کیسا ہوگا؟ اس وقت وہ بہت چڑھ کر بولے، اس معاملہ کو مفتی کے سامنے پیش کر دو، اگر مفتی صاحب نے کہا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے، تو میں امامت چھوڑ دوں گا، اس کے بعد میں ان کی ہر ادا پر نظر رکھنے لگا، تو سمجھ میں آیا کہ قعدہ میں دونوں پیر بچھا کر بیٹھتے ہیں، چناں چہ میں نے ٹوکا تو یہ حرکت بند کر دی، مگر ملے ہوئے لفظوں کو الگ الگ پڑھنا ان کی عادت ہے۔ ''الم تر، الـم یـجـد، لا اقسـم'' ایسے بہت سے لفظوں کو الگ الگ پڑھنے کی عادت ہے، فجر کی نماز میں بڑی سورت پڑھتے ہیں؛ لیکن اٹھا اٹھا کر بڑی کرتے ہیں، فجر کی نماز میں دس سے گیارہ منٹ لگتے ہیں، وہی سورت دوسری مسجد میں امام صاحب معنی ومخرج کے ساتھ پڑھتے ہیں، تو چھ سے سات منٹ لگتے ہیں، فجر کی نماز میں ''سبحان ربی العظیم'' دس سے گیارہ مرتبہ ہوتی ہے، مگر سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' تین مرتبہ ہوتی ہے، عصر کی نماز کے رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' چھ سے سات مرتبہ پڑھا جاتا ہے؛ لیکن سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' تین ہی مرتبہ پڑھا جاتا ہے، ایسی بے ترتیبی سے نماز پڑھاتے ہیں۔

رمضان المبارک میں تراویح میں ختم قرآن کے بعد ''سورۂ رحمٰن'' پڑھی، دوسرے دن میں نے نماز بعد فرمائش کی کہ ''سورۂ یٰسین'' پڑھیں تو ''سورۂ یٰسین'' پڑھی، مؤذن صاحب نے ''سورۂ یٰسین'' میں دو جگہ لقمہ دیا، نماز بعد مؤذن صاحب پر گرم ہو گئے اور خفا ہو کر بولے کہ ''سورۂ یٰسین'' تم کو زبانی یاد ہے، پھر امام صاحب بولے کہ میں پڑھنے ہی والا تھا یعنی دوہرانے والا تھا کہ تم نے ٹوک دیا، امام صاحب بولے کہ تم نے لقمہ کیوں دیا تھا؟ مؤذن صاحب نے کہا: امام صاحب آپ آگے

بڑھ گئے تھے جب میں نے لقمہ دیا، اب وہ مؤذن صاحب مسجد کے کام سے ہٹ گئے، اگر وہ سلام کرتے ہیں تو امام صاحب سلام کا جواب نہیں دیتے۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ سلام کا جواب نہ دینے پر سخت وعید آئی ہے؛ بلکہ بعض علماء نے اس حرکت کو کفر کہا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنت اور نفل لمبی پڑھتے تھے، یہاں تک کہ پیروں میں ورم آ جاتا تھا، ہمارے امام صاحب بالکل اس کے الٹا کرتے ہیں، جماعت کی فرض نماز لمبی پڑھاتے ہیں، اور سنت اور نفل پڑھ کر سنت پر اکتفا کر لیتے ہیں، اور عشاء کی نماز میں نوافل چھوڑ دیتے ہیں، رکوع میں جاتے وقت سیدھا پیر سیدھا بازو ہلاتے ہیں، جس سے انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ جاتا ہے، یہاں کے رواج کے مطابق یعنی مالیگاؤں شہر کے مطابق رمضان کے مہینہ میں شب قدر میں چندہ ہوتا ہے، اس وقت ہمارے امام صاحب نوجوانوں کو اکساتے ہیں؛ تاکہ مجھ کو زیادہ رقم ملے، لوگوں سے بولتے ہیں کہ ذرا زیادہ لینا، حالاں کہ معقول رقم ملتی ہے، پھر بھی زیادہ کی تمنا کرتے ہیں، مالیگاؤں میں اور دوسرے علاقوں سے زیادہ رقم یعنی نذرانہ ہمارے امام صاحب پاتے ہیں، ہمارے امام صاحب کی ایک عادت ہے کہ جس شخص پر بھی ان کو شک ہوتا ہے کہ یہ میری مخالفت کرتا ہے، اس کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے ہیں، کسی کے پاس کچھ بات کسی کے پاس کچھ بات کرتے ہیں، یہ ان کی عادت سی بن گئی ہے۔ کیا قرآن وشریعت کی روشنی میں ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اور ایک خاص بات عرض کر دوں کہ کچھ مقتدی ان سے ناراض ہوکر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، میں اور وہ لوگ دوسری مسجد میں جاتے ہیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ''اذا زلزلت'' کی جگہ "اذا زولا زیلا'' پڑھنا لحنِ جلی ہے، اور لحن جلی کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا حرام ہے، اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؛ لہٰذا امام صاحب کو تصحیح کرنا لازم ہے۔

اور فرض نمازوں میں قرأتِ مسنونہ بہتر اور افضل ہے، عمداً مسنون قرأت ترک نہیں کرنی چاہئے۔ اور رکوع وسجدہ اندازسے برابر رکھیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہوتی تھی،

نماز اتنی لمبی نہیں کرنی چاہئے، جس کی وجہ سے مقتدیوں کو تکلیف پہنچے؛ بلکہ مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک طریقہ یہی ہے۔

نماز میں اگر انگوٹھا اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی اور نوافل نہ پڑھنے سے نہ گناہ ہوگا اور نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑ ہوگی، جب کہ مسجد میں نوافل نہ پڑھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام صاحب اپنے کمرہ میں بھی نماز نہ پڑھتے ہوں؛ اس لئے ایسی چیزوں پر اعتراض کرنا فضول اور بے فائدہ ہے، اس کے علاوہ مسلمان بھائی سے ناحق ترک کلام، دنیا کی لالچ کرنا، اور کسی کی ٹوہ میں رہنا، یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

اگر حسبِ تحریر سوال واقعۃً امام صاحب ایسے اعمال کے مرتکب ہیں، جس کی وجہ سے بعض مقتدی بھی ناراض ہیں، تو ان کو توبہ واستغفار کرکے ایسے کام ترک کرنے چاہئیں؛ اس لئے کہ امامت کا منصب بہت اونچا اور نازک ہے؛ البتہ مقتدیوں پر بھی لازم ہے کہ امام صاحب کے عیوب ڈھونڈھنے کی کوشش نہ کریں؛ بلکہ حتی الامکان پردہ پوشی سے کام لیں؛ تاکہ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں ان کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائیں۔

فإن لم يكن مثله في القرآن والمعنى بعيد متغير تغيراً فاحشاً يفسد أيضاً.

(شامي ۳۹۳/۲ زكريا)

وفي المواقف وشرحه أن للإمامة خلع الإمام وعزله بسبب يوجبه مثل أن يوجد منه ما يوجب اختلال أحوال المسلمين وانتكاس أمور الدين كما كان لهم نصبه وإقامته لانتظامها وإعلائها، وإن أدّى خلعه إلى فتنة احتمل أدنى المضرتين.

(شامي، كتاب الجهاد / باب البغاة، مطلب: فيما يستحق به الخليفة العزل ٢٦٤/٤ كراچی)

كانت صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم وركوعه وإذا رفع رأسه من الركوع وسجوده وما بين السجدتين قريباً من السواء. (صحيح مسلم ١٨٩/١)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والظن؛ فإن الظن أكذب الحديث، ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا

ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخوانا. (صحيح البخاري ۸۹٦/۲ رقم: ۵۸۲۹ ف: ٦۰٦٤)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة. (مشكوة المصابيح ٤۲۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/۴/۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلط خواں اور جھوٹ بول کر دوسرے کی تحقیر کرنے والے کی امامت؟

سوال (٦۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بھنڈی بازار کی نواب ایاز مسجد کے بڑے امام مولانا محمد یاسین صاحب جو کہ اپنے آپ کو عالم دین کہتے ہیں؛ لیکن قرآنِ کریم قواعد وتجوید کے خلاف پڑھتے ہیں، بعض مرتبہ یہ خیال حالتِ نماز میں پیدا ہوجاتا ہے کہ جماعت ترک کر کے منفرداً اپنی نماز ادا کرلیں، جس کی وجہ سے ہم مصلیان پریشان ہیں کہ امام کی اقتداء میں ادا کی جانے والی ہماری نمازوں کا کیا حال ہوگا؟ مزید یہ کہ امام صاحب کثرت سے جھوٹ بولتے ہیں، اور تعصّبانہ انداز میں بہار بنگال کے مسلمانوں کو حقیر وذلیل گردانتے ہیں، تو کیا ایسی صفات کے حامل امام کے پیچھے اقتداء کرنا ازروئے شرع جائز ہے؟ اگر اقتداء کی جائے تو ہماری نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام ایسا شخص ہونا بہتر ہے جو کم از کم ضروری مسائل سے واقف ہو، اور قرآن تجوید کے مطابق بہتر انداز میں پڑھتا ہو، اور اگر امام تجوید کے خلاف پڑھتا ہو تو اس کی غلطی کو دیکھا جائے گا کہ غلطی کس درجہ کی ہے؟ اگر معمولی درجہ کی ہے تو اس کی اقتداء میں کوئی حرج نہیں، نماز میں فساد اس وقت آئے گا جب کہ قرأت میں ایسی فحش غلطی ہو جس سے معنی بالکل بدل جائیں، اور اس کا فیصلہ قرأت سنے بغیر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

ومنها القراءة بالإلحان أن غير المعنى وإلا لا، أي وإن لم يغير المعنى فلا فساد. (شامي ۳۹۲/۲ زكريا)

إذا اقتدیٰ أمي وقاري بأمي تفسد صلاة الکل للقدرة علی القراءة بالاقتداء بالقاري. (درمختار مع الشامي، الإمامة / مطلب: المواضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم ۳٤۱/۲ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲٦/۱/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حروف کو صحیح ادا نہ کرنے والے کی امامت؟

سوال (٦۰٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک صاحب جو امامت بھی کرتے ہیں، حروف کو صحیح ادا نہیں کرتے، یعنی مخارج سے ادا نہیں کرتے، اور لا پرواہی سے کام لیتے ہیں، اور بعض اوقات ایسا بھی پایا ہے کہ جہاں الف نہیں ہے وہاں الف پڑھ دیا، اور جہاں الف ہے وہاں پر اس کو ادا نہیں کرتے، ایسی حالت میں ان کی امامت اور پڑھائی ہوئی نماز اور ان کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ کریم بہرحال صحیح پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے، بعض مرتبہ قرأت میں ایسی غلطیاں ہوجاتی ہیں، جن میں معنی کے اندر فحش تغیر کی وجہ سے نماز فاسد بھی ہوسکتی ہے، اگر مذکورہ امام صاحب ایسی غلطیوں کے عادی ہیں، تو ان کا قرآن کسی معتبر مفتی اور عالم کو سنوا کر حکم معلوم کریں یا متعین آیت میں غلطی لکھ کر بھیجیں؛ تاکہ حکم واضح ہوسکے۔

والقاعدة عند المتقدمین أن ما غیر المعنی تغییراً یکون اعتقاده کفراً، یفسد في جمیع ذٰلک، سواء کان في القرآن أو لا، وأما المتأخرون فاتفقوا علی أن الخطأ في الأعراب لا یفسد مطلقاً ولو اعتقاده کفراً، وإن کان الخطأ بإبدال حرف بحرف فإن أمکن الفصل بینهما بلا کلفة، فاتفقوا علی أنه مفسد، وإن لم یکن إلا بمشقة فأکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلوی. (شامي / مسائل زلة القاري ٦۳۱/۱ کراچی، الفتاویٰ الهندية ۷۹/۱، خانية / فصل في قراءة القران خطأ ۱۳۹/۱)

الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة، وتجويداً للقراء ـة ثم الأورع ثم الأسن ثم الأحسن خلقاً ثم الأحسن وجهاً ثم الأشرف نسباً. (تنوير الأبصار مع الشامي ۲/ ۲۹٤ – ۲۹٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱۰/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ض کو د، ش کو س پڑھنے والے کی امامت؟

سوال (٦۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو امام قرآنِ کریم کو صحیح مخارج کے ساتھ نہ پڑھے یعنی "ج" کی جگہ "ذ" اور "ش" کی جگہ "س"، "ض" کی جگہ "د" پڑھے، تو اس کی اقتدا کرنی چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دوسرے لوگ اس سے اچھا قرآن پڑھنے والے موجود ہوں، تو ایسے غلط خواں امام کی اقتدا نہ کی جائے۔

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال لنا عليه السلام: يؤم القوم أقرأهم لكتاب اللّٰه وأقدمهم قراءة. (صحيح مسلم ۱/ ۲۳٦ رقم: ٦۷۳، سنن الترمذي ۱/ ٥٥)

تصحيح الحروف أمر لازم لا بد منه، ولا تصير قراءة إلا بعد تصحيح الحروف. (الفتاویٰ التاتارخانية / فصل في القراءة ۱/ ٤٤۳ إدارة القرآن كراچی، كذا في الدر المختار مع الشامي / مطلب في الألثغ ۲/ ۳۲۸ زكريا)

الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة، وتجويداً للقراءة. (تنوير الأبصار مع الشامي ۲/ ۲۹٤ – ۲۹٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۱٦ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''ع'' کی جگہ ہمزہ اور س، ص، ض، ق، وغیرہ میں غلطی کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جامع مسجد کے امام صاحب جو اپنی نماز میں سورۂ فاتحہ کے اندر ''**عالمین**'' کو ''**آلمین**'' (ہمزہ اور لام جزم کے ساتھ) ''**نعبد**'' کو ''**نئبدوا**'' عین کی جگہ ہمزہ اور دال کے بعد واؤ مدہ کے ساتھ اور ''**نستعین**'' کو ''**نستاعین**''، اور ''**انعمت**'' کو ''**انئمتا**'' وغیرہ جیسی غلطیاں پڑھے، نیز الف کی جگہ عین عین کی جگہ ہمزہ، قاف کی جگہ کاف، سین کی جگہ صاد، شین کی جگہ کبھی سین کبھی صاد، نیز اعراب کی بھی غلطیاں ہوں، تو جب سورۂ فاتحہ کے اندر اس قدر غلطی ہو، تو ان کے قرآن کا کیا کہنا؟ جب کہ مقتدی میں تجوید کے ساتھ عمدہ قرآن پڑھنے والے کی پوری جماعت ہو (قراء حضرات امام صاحب کے غلط قرآن پڑھنے پر ناراض رہتے ہوں) تو ایسے شخص کی امامت کیا حکم ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر ہے کہ مذکورہ امام صاحب کی قرأت کسی جانکار قاری کو سنوائی جائے، اگر وہ قاری صاحب ان کی قرأت کو صریح طور پر غلط قرار دیں، تو امام صاحب پر اس کی اصلاح لازم ہے، اگر اصلاح کرلیں تو فبہا، ورنہ اس کی جگہ کسی صحیح پڑھنے والے کو امام مقرر کیا جائے۔

والقاعدة عند المتقدمين إن غير المعنى تغييراً يكون اعتقاده كفراً يفسد – إلى قوله – فإن لم يكن مثله في القرآن، والمعنى بعيد متغير تغيراً فاحشًا يفسد أيضا. (شامي ۲/ ۳۹۳ زكريا)

قال في الخانية والخلاصة، والأصل في ما إذا ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى إن أمكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد. (شامي ۲/ ۳۹٦ زكريا)

وإذا ترك الصحيح والتقويم والجهد ...... فسدت صلاتهم. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱/٤٧٩ قديم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

''ولا الظالین'' پڑھنے والے کی امامت؟

سوال (٦٠٩): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قرآنِ کریم کی سورۂ فاتحہ کا آخری جزء جسے کچھ قراء حضرات بطور ﴿ولا الضالین﴾ پڑھتے ہیں، اور کچھ ﴿ولا الظالین﴾ پڑھتے ہیں، اسی وجہ سے مسجد گلشن والی میں عوام کے اندر انتشار پیدا ہورہا ہے، کچھ کا قول ﴿ولا الضالین﴾ اور کچھ کا ﴿ولا الظالین﴾ ہے؛ لہٰذا جواب دے کر عوام کو گمراہی سے بچائیں؟

باسمہٖ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ضاد کا مخرج ایک مستقل مخرج ہے، جو ظا اور زاء سے الگ ہے؛ لہٰذا ہر امام کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ ضاد کو اس کے اصل مخرج سے نکال کر ﴿ولا الضالین﴾ پڑھا کرے، اور ضاد کے مخرج کو چھوڑ کر جان بوجھ کر ﴿ولا الظالین﴾ ظاء سے پڑھنا صحیح نہیں ہے، باقی اس معاملہ میں نزاع اور جھگڑا نہیں کرنا چاہئے؛ کیوں کہ اگر امام کہتا ہے کہ میں ﴿ولا الضالین﴾ ضاد کے مخرج سے پڑھتا ہوں اور سننے والوں کو اس کی آواز ظاء کے مشابہ معلوم ہوتی ہے، تب بھی نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

وإن كان الخطاء بإبدال حرف بحرف إن لم يكن الفصل إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء، فقد اختلفوا فأكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوىٰ. (حلبي كبير ٤٧٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا حرکات کو اس قدر کھینچنا کہ حروف بن جائیں؟

سوال (۶۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام مسجد عالم دین قرآنِ کریم کو لحن سے پڑھتا ہے، حرکات کو اس قدر بڑھا دیتا ہے کہ زبر سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واؤ کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، مثلاً: ''**الم تر کیفا فعلا، والم نشرح لکا صدرکا، من الجنتی**'' وغیرہ۔ ایسے شخص کی امامت درست ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ خود بھی عالم ہے اور درست کرنے پر قادر ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرأت قرآنِ کریم میں غلطی اور لحن سے حتی الامکان اجتناب ضروری ہے؛ اس لئے کہ اگر لحن سے معنی میں واضح تبدیلی آجائے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے، خاص کر امامت میں مزید احتیاط کی ضرورت ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں امام صاحب کو اپنی اغلاط کی تصحیح کرنی چاہئے اور تصحیح کے بغیر نماز نہ پڑھانی چاہئے۔

ومنها زيادة حرف إن زاد حرفاً فإن كان لا يغير المعنى لا تفسد صلاته عند عامة المشائخ ...... وإن غير المعنى ...... تفسد. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۸۰)

قال الإمام: إذا كان إمامه لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده ويطوف ......، لا ينبغي للقوم يقدموا في التراويح الخوشخوان، ولكن يقدموا الدُّرستخوان. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۱۱۶، حلبي الكبير ۴۰۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۷/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مجہول قرآن پڑھنے والے کی امامت؟

سوال (۶۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب قرآن مجہول پڑھتے ہیں جس میں کبھی کبھی لحن جلی کی بھی غلطی ہوجاتی ہے، کیا لحن

جلی پڑھنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآنِ کریم کو بالقصد مجہول پڑھنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے، اور اگر مجہول پڑھنے سے ایسی فحش غلطی ہوجائے کہ معنی بدل جائیں تو نماز بھی فاسد ہوجائے گی؛ اس لئے بہرحال قرآنِ کریم کو مجہول پڑھنے سے احتراز کرنا لازم ہے۔

إلا في حرف مد ولين إذا فحش وإلا لا. (درمختار) أي وإن لم يغير المعنى فلا فساد. (شامي ۳۹۳/۲ زكريا)

والقاعدة عند المتقدمين إن غير المعنى تغييراً يكون اعتقاده كفراً يفسد – إلى قوله – فإن لم يكن مثله في القرآن، والمعنى بعيد متغير تغيراً فاحشًا يفسد أيضا. (شامي ۳۹۳/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قرآنِ کریم کو گانے کی طرز میں پڑھنا اور رکوع سجدہ میں بے جا طوالت کرنا؟

سوال (۶۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد میں امام ہے، قرأت والی رکعتوں میں جب آواز کے ساتھ سورتیں پڑھتا ہے، تو گانے والوں کی طرح آواز بناتا ہے، صرف نحو تجوید زیر زبر تشدید کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا، اقتداء کرنے والوں کا قلب الجھتا ہے، فنِ قرأت سے خاطر خواہ مطلق شناسائی نہیں ہے، نیز جب رکوع وسجود میں جاتا ہے تو اتنی تاخیر کرتا ہے کہ مقتدی پریشان ہوجاتے ہیں، رکوع وسجود کی تسبیحات کو کم از کم اٹھارہ بار یا بیس بار کہنے پر اختتام کرتا ہے، ناتواں اور مریض قسم کے مقتدی سخت تکلیف میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور یہ انتظار کرتے ہیں کہ امام رکوع وسجود سے چھٹی کرے۔ مزید یہ کہ سانس اور ریاحی

مرض والا مقتدی ہیجان وپریشانی میں مبتلا ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں زید جب نماز کے لئے بحیثیت امام کھڑا ہوتا ہے، تو اس کے ٹخنے پائجامہ سے ڈھکے ہوتے ہیں، یعنی پائجامہ اتنا لمبا ہوتا ہے کہ ٹخنے پائجامہ سے ڈھک جاتے ہیں؛ لہٰذا ازروئے شرع بتلائیں کہ زید گنہ گار تو نہیں ہوا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قرآنِ کریم کو گانے کی آواز میں پڑھنا اور رکوع وسجدہ وغیرہ میں اتنی طوالت کرنا کہ مقتدی اُکتا جائیں، اسی طرح بحالتِ نماز پائجامہ ٹخنے سے نیچے رکھنا یہ سب امور ممنوع ہیں، اگر واقعۃً زید میں مذکورہ یہ صفات پائی جاتی ہیں تو وہ جب تک ان اُمور ممنوعہ سے باز نہ آجائے، اس وقت تک وہ لائق امامت نہیں ہے۔

عن حذيفة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقرؤا القراٰن بلحون العرب وأصواتها، وإياكم ولحون أهل العشق. (مشكوٰة المصابيح ١٩١/١)

يكره تحريماً تطويل الصلاة على القوم زائداً على قدر السنة في قراءة وأذكار. (درمختار ٥٦٤/١)

وإسبال الإزار والقميص بدعة. (الفتاوىٰ الهندية ٣٣٣/٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۱۲/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدعتی اور غلط عقیدہ شخص کی امامت

موجودہ قرآن کو اصلی قرآن نہ کہنے والے کی امامت؟

سوال (٦١٣): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد کے امام صاحب نے بیان میں کہا ہے کہ قرآنِ کریم اصل قرآن نہیں ہے، اصل قرآن تو لوح محفوظ میں ہے، ہمارے پاس جو قرآنِ کریم تیس پاروں کا ہے وہ اصل قرآن نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ تو اس کے نقوش ہیں اصل تو لوح محفوظ پر ہے، ایک مرتبہ اس شخص نے قرآن کے اوراق مہتر کی گاڑی میں ڈال دئے، اور پوچھنے پر کہنے لگے کہ یہ اصل قرآن نہیں ہے، تو کیا ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہمارے پاس جو قرآن ہے یہی اصل قرآن ہے، اور لوحِ محفوظ سے نازل شدہ ہے، اس کی توہین قطعاً حرام اور موجبِ کفر ہے، اگر سوال میں ذکر کردہ واقعہ درست ہے، تو مذکورہ شخص پر تجدید ایمان لازم ہے، اور ایسے شخص کی امامت توبہ کے بغیر درست نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۶۲۱، فتاوی رحیمیہ ۴/۳۵۵)

قال اللّٰہ تعالی: ﴿الٓمٓ . ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ﴾ [البقرة: ١]

قوله: لا ريب فيه: أي لا شک فيه قاله أبو الدرداء وابن عباس ومجاهد وسعيد بن جبير وأبو مالک ونافع مولى ابن عمر وعطاء وأبو العالية، وفي الكلام هنا: أن هٰذا الكتاب هو القراٰن لا شک فيه أنه نزل من عند اللّٰه كما قال تعالىٰ في السجدة: ﴿الٓمٓ. تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ [السجدة:

٢] (تفسیر ابن کثیر مکمل ٣٦ دار السلام ریاض)

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: المراء في القرآن كفر. (سنن أبي داؤد، كتاب السنة / باب النهي عن الجدال في القرآن ٦٣٢/٢ رقم: ٤٦٠٣، كذا في المسند للإمام أحمد بن حنبل ٢٨٦/٢ رقم: ٧٨٣٥)

إذا أنكر آية من القرآن، أو سخر بآية من القرآن ...... وفي الخزانة: أو عاب فقد كفر. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٩٠/٥ إدارة القرآن کراچی، الفتاویٰ التاتارخانية ٣١٥/٧ رقم: ١٠٥٧٦ زکریا، البحر الرائق ١٢٢/٥ کراچی)

وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة. (مراقي الفلاح ٣٠٢)

ثم إن كانت نية القائل ...... الوجه الذي كانت يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة، والرجوع عن ذلك، وتجويد النكاح بينه وبين أمرأته. (الفتاویٰ الهندية ٢٨٣/٢، الفتاویٰ التاتارخانية ٢٨٣/٢ إدارة القرآن کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی مسلمانوں کے خلاف کفریہ عقائد رکھنے والے بدعت پیشہ رضاخانی کو امام بنانا؟

سوال (۶۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سنی مسلمانوں میں ایک رضاخانی یا بریلوی فرقہ ہے، اس فرقہ کے لوگ اپنے فرقہ کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، حرمین شریفین تک کے ائمۂ کرام کو کافر قرار دے کر اپنے معتقدوں کو باجماعت ادائیگی نماز سے روکتے ہیں، ان کے احمد رضا خاں کا فتویٰ ہے کہ وہابیوں کو اگر مسلمان سمجھ کر ان سے رابطہ رکھا تو وہ شخص کافر ہوگا، اور اگر کافر جاننے کے باوجود رابطہ رکھا تو

فاسق ہوگا، وہابیوں کی مسجد کو مثل مندر قرار دیا ہے۔ ان کی مسجدوں میں اذان کے بعد مؤذن جو اضافی بول بولتا ہے، اس میں ہانکے پکارے کہتا ہے، ''اللّٰہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ونحن عباد محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' ایسے ان کے عقائد ہو چکے ہیں۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں درود؛ لیکن احمد رضا خاں پر کروڑوں درود بھیجتے ہیں، ان کی بعض مساجد پر بورڈ لگے ہیں، وہابی وغیرہ حضرات مسجد میں نہ آئیں، اگر کوئی نیا آدمی مسجد میں داخل ہوجائے تو اسے بری طرح سے مارتے ہیں، اور مسجد سے نکال دیتے ہیں، اگر کوئی شخص ان کی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے اقامت کے شروع میں کھڑا ہو جائے تو اسے مار پیٹ کر بٹھا دیتے یا مسجد سے باہر کر دیتے ہیں۔ صحیح العقیدہ شخص کی رؤیت ہلال کی گواہی کو معتبر قرار دیتے ہیں، قرآنِ مجید کی تعلیمات کے خلاف عقائد رکھتے ہیں، مثلاً سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع غیوب کا عالم مانتے ہیں۔ ﴿بَشَرٌ مِثْلُکُمْ﴾ کے الفاظ انہیں قابلِ اعتراض معلوم ہوتے ہیں، ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ﴾ کا مطلب آپ کا حاضر و ناظر ہونا قرار دیتے ہیں۔ ﴿ذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰہِ﴾ کے الفاظ سے اولیاء کرام کے عرس ان کے یوم ولادت، وفات قرار دیتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل قرار دیتے ہیں، کیا ان عقائد کے ائمہ کرام کی اقتداء میں صحیح العقیدہ کی نماز درست ہے؟ جب کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ''من وقر صاحب البدعة فقد أعان على هدم الإسلام''. أو كما قال عليه السلام۔ بدعتی کی توقیر ممنوع ہے، اور یہ حضرات بدعت کی حدود پار کر کے محرف قرآن بن چکے ہیں، اس کے باوجود ان کو امام بنا کر ان کی توقیر کرنا درست ہوسکتا ہے؟ بریلوی حضرات دیوبندیوں کی مساجد پر قابض ہوجاتے ہیں، پولیس کیس بن جاتا ہے، تو محکمہ پولیس سے کہتے ہیں کہ چوں کہ ہم رضا خانی دیوبندیوں کو کافر سمجھتے ہیں اس لئے ہماری نماز ان کی اقتداء میں نہیں ہوتی اور دیوبندی ہم رضا خانیوں کو مسلم ہی سمجھتے ہیں، اس لئے بریلوی امام کی اقتداء میں دیوبندیوں کی نماز ہوجاتی ہے؛ لہٰذا دیوبندی اور بریلوی تمام مساجد میں بریلوی امام ہی کو حق امامت ملنا چاہیئے؛ تا کہ دونوں فرقوں کے نمازیوں کی

نماز ادا ہو جائے، کیا ان کا یہ استدلال صحیح ہے؟ ان تمام امور کے پیش نظر واضح فرمایئے کہ شرعاً رضا خانی یا بریلوی امام کی اقتداء میں نماز درست ہو سکتی ہے؟ کیا ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنا چاہئے؟ کیا ان کو امامت کا منصب سونپنا جائز ہے؟ اس سلسلہ میں بالکل واضح اور دوٹوک حکم سے باخبر کیجئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کسی بھی بدعتی رضا خانی کو امامت کے منصب پر مقرر کرنا مکروہِ تحریمی ہے؛ لہٰذا پوری کوشش کرنی چاہئے کہ مساجد میں بدعتی امام ہرگز مقرر نہ ہوں؛ تاہم اگر صحیح العقیدہ شخص ایسے کسی بدعتی کے پیچھے کہیں مجبوراً نماز پڑھ لے تو شرعاً وہ نماز واجب الاعادہ نہ ہوگی، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بدعتی کی کراہت مرتفع ہو جائے گی؛ لہٰذا نزاع کی شکل میں دیوبندی حضرات کو کہہ دینا چاہئے کہ ہم مکروہ نماز پڑھنے پر راضی نہیں ہیں۔

فإن الإمام من يؤتم به في أمور الدين من طريق النبوة. (أحكام القرآن للجصاص ۹۷/۱)

وعن الحسن: ولا تجالس صاحب هوى، فيقذف في قلبك ما تتبعه عليه فتهلك أو تخالفه فيمرض قلبك. (الاعتصام ٦٥ بيروت)

عن يحيىٰ بن أبي كثير قال: إذا لقيت صاحب بدعة في طريق فخذ في طريق أخر. (الاعتصام للشاطبي ٦٦، بحواله حاشية: فتاوى محموديه ٥٧/٣ ڈابھیل)

ويكره إمامة ...... مبتدع أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول. (درمختار ٥٦٠/١ كراچی، شامي ٢٩٩/٢ زكريا)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة؛ لكن لاينال مثل ما ينال خلف تقي. كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية ٨٤/١، البحر الرائق ٣٤٨/١ كوئٹه، تبيين الحقائق ٣٤٦/١ رشيدية، بدائع الصنائع ٦٦٦/١ رشيدية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۱۱/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی لوگوں کو حضور ﷺ کا دشمن اور یزید کی طرح کہنے والے بریلوی امام کی امامت؟

سوال (٦١٥): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں دو مسجدیں ہیں، جن میں ایک مسجد میرے گھر کے بالکل قریب ہے، اس مسجد میں جو امام صاحب ہیں وہ رضا خانی ہیں، اور وہ دیوبندی حضرات کی ہر طرح برائی کرتے ہیں، یہ دیوبندی حضور کے پکے دشمن ہیں، اور یزید کی طرح ہیں؛ کیوں کہ یزید بھی تو مسلمان تھا، جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا، اس طرح کی باتیں وہ کرتے رہتے ہیں، اور میں بہت مدت سے اس مسجد میں نماز پڑھتا ہوں، میں نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے، اور بغیر جماعت نماز پڑھ کر اپنے گھر آ جاتا ہوں، مجھے مشورہ دیں کہ اب ایسے ماحول میں مجھے کیا کرنا چاہئے، میں اس کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیوبندی حضرات کو نعوذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن کہنا اور انہیں یزید جیسا بتانا، یہ ان حضرات کے اوپر صریح بہتان اور سراسر الزام تراشی ہے، اور کسی مسلمان پر الزام تراشی اور بہتان باندھنا کبیرہ گناہ ہے، ایسا شخص امامت کے لائق نہیں، اس لئے اہل محلّہ مل کر کسی صحیح العقیدہ صالح دین دار متقی امام کا انتظام کریں یا دوسری کوئی مسجد ہو، تو وہاں نماز پڑھ لیں، اور جب تک کوئی صحیح العقیدہ امام دستیاب نہ ہو یا کوئی متبادل مسجد نہ ہو تو پھر مجبوری میں اسی امام کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھتے رہیں، تنہا پڑھنے کے بجائے جماعت سے پڑھنا افضل ہے، بشرطیکہ اور کسی بڑے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خمس ليس لهن كفارة ...... وبهت للمؤمن. (مسند أحمد ٢/٣٦٢)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من قال في مؤمن ما ليس فيه أسكنه الله تعالىٰ رَدغَةَ الخَبالِ حتى يخرج مما قال. (سنن أبي داؤد رقم: ۳۵۹۷، المستدرك للحاكم ۹۹/٤، وقال: صحيح الإسناد، كذا في الترغيب والترهيب رقم: ٤٣١٦-٤٣١٧)

ويكره إمامة ...... المبتدع أي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لا بمعاندة بل بنوع شبهة. (الدر المختار مع الشامي / قبيل مطلب: البدعة خمسة أقسام ۲۹۹/۲ زكريا، البحر الرائق / باب الإمامة ۳٤۸/۱ كوئٹه)

وفي النهر عن المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة، قال في الشامية: أفاد أن الصلاة خلفها أولىٰ من الانفراد؛ لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع. (شامي ۵۲۵/۱ مصرى)

قال في البحر: وكره إمامة ...... المبتدع عند وجود غيرهم وإلا فلا كراهة. (البحر الرائق ۳٤۹/۱ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

علماءِ دیوبند کی شان میں گستاخی کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بریلوی مکتبِ فکر کے امام کے پیچھے جو علماء دیوبند کے بارے میں دشنام اندازی کرتا ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو، نماز پنج گانہ وجمعہ وعیدین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جمعہ کے بعد ظہر ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ بستی کے قرب وجوار میں کوئی دوسرے مسلک کی مسجد بھی نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر ہے کہ صحیح العقیدہ لوگ اپنی جمعہ وعیدین کی

جماعت علیحدہ قائم کریں، اور اگر اس کا نظم نہ ہوسکے، تو مجبوراً اسی بدعتی امام کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرلیں، ان کے لئے ظہر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: والصلاة واجبة عليكم خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر.

(جزء الحديث سنن أبي داؤد ٣٥٠)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة؛ لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقي. كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية ٨٤/١، درمختار مع الشامي ٥٦٢/١ كراچی، مستفاد: احسن الفتاویٰ ٢٩١/٣)

فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد، وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عن وجود غيرهم، وإلا فلا كراهة كما لا يخفى. (البحر الرائق ٦١١/١، النهر الفائق ٢٤٤/١، بحواله حاشية: فتاوی محموديه ١٧٤/٦ ڈابھیل) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۶/۸ھ

مسلمان کو کافر کہنا اور ایسے شخص کی امامت اور نکاح کا حکم؟

سوال (۶۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مدرسہ کے معلم ہیں، عالم ہیں، نکاح بھی پڑھاتے ہیں، ان کا اخلاق وکردار ایسا ہے کہ سڑک پر کسی نے ''السلام علیکم'' کہا، پر انہوں نے یہ کہتے ہوئے جواب نہ دیا کہ یہ کافر ہے، مصافحہ کرنا چاہا تو کہہ دیا کہ میں کافر سے مصافحہ نہیں کرتا، اسی کردار وفعل کی بنا پر ان پر مندرجہ ذیل فتویٰ لگا:

بصورتِ صدق سوال حامد سخت شدید گنہگار حق اللہ اور حق العباد میں گرفتار مستحق قہر قہار اگر بوجہ سب ودشنام کہا تو اشد کبیرہ کا مرتکب ہوا کہ کسی مسلمان کو سب ودشنام کافر کہنا سخت کبیرہ ہے، اور

اگر بوجہ اعتقاد کسی مسلمان کو کافر کہا تو کفر کہنے والے پر پلٹ آئے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے، ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلاضرور پڑے گی جسے کہا، اگر وہ کافر تھا جب تو خیر، ورنہ یہ کفر اسی قائل پر پلٹ آئے گا، اور مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا، پھر جب وہ بحکم حدیث کافر ہو گیا، تو اس کی اقامت درست ہونے کا کیا سوال؟ اس کی امامت قطعاً باطل ہے۔

اگر کوئی وجہ شرعی متولی میں نہ تھی، تو اس کو تولیت سے ہٹانا درست نہ تھا اور زید نے بے سبب اس کو ہٹایا غلط کیا، وہ توبہ کرے اور اس سے معافی بھی چاہے، یہ الزام تراشی و بہتان ناجائز گناہ ہے اس سبب سے وہ ضرور گنہگار ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

زید نے تین آدمیوں کے سامنے ایک غلط کام کرنے کا اقرار کیا اور حلف اٹھا کر کہا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، آئندہ نہیں ہوگی جب بات بہت سارے لوگوں کے سامنے آئی تو زید نے پھر حلفیہ کہا کہ میں نے کسی کے سامنے کوئی حلفیہ بیان نہ دیا نہ کوئی اقرار کیا اور یہ جھوٹا حلف اٹھالیا ہے۔

زید مسجد کے مکان میں رہتے ہیں مسجد کی بجلی استعمال کرتے ہیں ان کا کوئی کرایہ نہیں دیتے، کہتے ہیں یہ میرا حق ہے، مسجد سے دوسرے لوگوں کو بجلی دے دی ہے، اس کے عوض دودھ وغیرہ لیتے ہیں یہ تمام شرعی گناہ کر کے بھی اپنے آپ کو نیک و پارسا ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا حالت کی روشنی میں زید کا پڑھایا ہوا نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ اگر زید کا پڑھایا ہوا نکاح درست نہیں ہوا تو پھر کیا کرنا پڑے گا؟ شکریہ فقط

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں اگر زید نے محض سب وشتم کی بناء پر دوسرے شخص کو کافر کہا ہے، تو اس پر کفر کے احکام جاری نہ ہوں گے، نیز اس کا پڑھایا ہوا نکاح درست اور منعقد ہو جائے گا؛ البتہ اس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا گناہِ کبیرہ ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر.

(مشکوٰۃ المصابیح / باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ۴۱۱، فتاویٰ دارالعلوم ۲۴۸/۳)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيما امرء قال لأخيه كافر فقد باء بها، أحدهما إن كان كما قال، وإلا رجع عليه. (صحيح مسلم ٥٧/١)

وفي رواية قال عليه السلام: ومن دعا رجلاً بالكفر وليس كذٰلک إلا حار عليه. (صحيح مسلم ٥٧/١)

قال في النهر وفي الذخيرة: المختار للفتوىٰ أنه إن أراد الشتم ولا يعتقده كفراً لايكفر. (شامي ٦٩/٤ کراچی)

ويكره إمامة عبد ...... وفاسق؛ بل قال في شرح المنية: كراهة تقديمه كراهة تحريم. (رد المحتار / باب الإمامة ٥٤٢٣/١ کراچی)

ولو قال لمسلم أجنبي يا كافر أو لأجنبية يا كافرة! ولم يقل المخاطب شيئاً كان الفقيه أبوبكر الأعمش يقول: يكفر هٰذا القائل والمختار للفتوىٰ في جنس هٰذه المسائل أن القائل بمثل هٰذه المقالات إن كان أراد الشتم ولا يعتقده كافراً لا يكفر، وإن كان يعتقده كافراً فخاطبه بهٰذا بناءً على اعتقاده أنه كافر يكفر، كذا في الذخيرة. (الفتاوىٰ الهندية ٢٧٨/٢)

اور اگر واقعی اس نے کسی شخص مسلم کو کافر کہا ہے تو بوجہ فسق اس کی امامت مکروہ ہوگی تا آنکہ اپنے فعل سے توبہ نہ کرلے۔

وتكره إمامة الفاسق. (مجمع الأنهر ١٦٣/١ بيروت، شامي / مطلب: البدعة خمسة أقسام ٥٦١/١، البحر الرائق ٣٤٩/١ كوئٹه)

وكراهة تقديمه كراهة تحريم، كما في القنية. (حلبي كبير ٥١٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۰/۱۱/۲۶ھ

اہلِ بدعت کی مسجد میں بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا؟

سوال (۶۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر بدعتی کی مسجد میں بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو کیا حکم ہے، مثلاً مسجد میں کوئی اصلاحی جلسہ یا اجتماع یا علماء کی تقریر یا تعلیم وتبلیغ وگشت وغیرہ کرانا ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی دینی ضرورت سے مجبوراً کسی بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی، تو یہ نماز شرعاً ادا ہو جائے گی۔

ولو صلی خلف فاسق أو مبتدع ینال فضل الجماعة. (البحر الرائق ۱/ ۳۴۹)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۶/ ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدعتی امام کی وجہ سے مسجد کے بجائے مدرسہ میں صحیح العقیدہ کے پیچھے جمعہ پڑھنا

سوال (۶۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رامپور ہاٹ شہر کا ایک محلہ ہے، وہاں فی الحال کئی مساجد ہیں اور ایک مدرسہ بھی ہے، مدرسہ سے مسجد جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے دس بارہ منٹ کے راستہ پر ہے؛ لیکن مدرسہ والے اپنے مدرسہ ہی میں جمعہ کی نماز پڑھ لیتے ہیں، جس میں محلّہ کے لوگ بھی شریک ہوتے ہیں اور مدرسہ والے مسجد کے لئے الگ جگہ رکھے ہیں؛ لیکن ابھی مسجد کی تعمیر نہیں ہوئی ہے، جو مدرسہ سے متصل ہے، مدرسہ والوں کا اس مسجد میں نہ جانے کا خاص سبب یہ ہے کہ امام صاحب بدعتی ہیں، تو مدرسہ میں جمعہ کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور اگر اس مسجد میں امام صحیح العقیدہ ہو تو مدرسہ میں نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کے بدعتی ہونے کی وجہ سے مسجد چھوڑ کر مدرسہ میں صحیح العقیدہ امام کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے، جب مسجد میں صحیح عقیدہ کا امام آجائے تو مسجد میں ہی جمعہ پڑھا کریں۔

وتؤدی الجمعة في مصر واحد في مواضع كثيرةٍ. (الفتاوىٰ الهندية ١٤٥/١)

ولو صلى خلف مبتدعٍ أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقي. (الفتاوىٰ الهندية ٨٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱۱/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لوگوں کی آواز میں آواز ملا کر نعت خوانی کرنے والے کی امامت؟

سوال (٦٢٠): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسجد کا امام لوگوں کی آواز میں اپنی آواز ملا کر نعت خوانی کرتا ہے، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: التزام کے ساتھ اس طرح نعتیں پڑھنا ممنوع ہے، کیوں کہ یہ اس زمانہ میں اہلِ بدعت کا شعار بن گیا ہے، اگر امام اہلِ بدعت کی موافقت کرتے ہوئے اس پر اصرار کرتا ہے، تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم براً كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر.

(سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد / باب الغزو مع أئمة الجور ٣٤٣/٢ رقم: ٢٥٣٣)

إن عمل المولد بدعة لم يقل به ولم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم والخلفاء والأئمة. (كذا في الشرعة الالهية بحواله: راه سنت ١٦٤)

قد اتفق علماء المذاهب الأربعة بذم هٰذا العمل . (القول المعتمد بحواله: راه سنت ١٦٥، محمودیه ڈابھیل ٣/ ٢٤)

ویکره إمامة ...... مبتدع أي صاحب بدعة، وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول. (درمختار ١/ ٥٦٠)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة؛ لكن لاينال مثل ما ينال خلف تقي. كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية ١/ ٨٤، مستفاد: احسن الفتاویٰ ٣/ ٢٩١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کے بعد دعاء ثانی اور سلام پڑھنے والے کی امامت؟

سوال (۶۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو امام ہر نماز کے بعد دعا ثانی کرے اور بعد نماز جمعہ کھڑے ہوکر سلام پڑھے اور دعا مانگے، اس امام کی اقتدا کرنی چاہئے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں دعا اور سلام پڑھنے کا التزام بدعت ہے، اور اِن اَعمال پر اصرار کرنے والے امام کی امامت بسببِ بدعت مکروہ ہے، اور اگر دوسرے صحیح العقیدہ امام کی اقتداء کی جاسکتی ہے، تو بدعتی امام کی اقتداء ترک کردینی چاہئے۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هٰذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح البخاري / كتاب الصلح رقم: ٢٦٩٧)

ومنها: أي لم يوجد في الشريعة التزام الكيفيات والهيئات المعينة كالذكر بهيئة الاجتماع على صورة واحدة. (الاعتصام ١/ ١١٢)

الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة. (السعاية شرح شرح الوقاية / باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القراءة ٢٦٥/٢ سهيل اکیڈمي)

وكره إمامة العبد والإعرابي والمبتدع عند وجود غيرهم، وإلا فلا كراهة. (البحر الرائق ٣٤٩/١)

إن كراهة تقديم الفاسق والمبتدع كراهة تحريم. (منحة الخالق ٣٤٩/١، شامي ٥٦١/١ کراچی، شامي ٢٩٩/٢ زكريا، طحطاوي ٢٤٤/١، حلبي كبير ٥١٣، الفتاویٰ الهندية ٨٤/١) **فقط واللہ** تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۵/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کا کھانا کھانے والے کی امامت؟

سوال (۶۲۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ جو شخص میت کا کھانا کھاتا ہے، اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، کیا زید کا یہ قول صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مستحق شخص اگر ایسے کھانے میں اپنا حق سمجھے اور معلوم ہونے کے باوجود غریبوں کے لئے تیار شدہ مال کھائے، تو وہ لائقِ امامت نہیں ہے، اولاً اس لئے کہ ناحق مال کھا رہا ہے، دوسرے یہ کہ ایک بدعت کا معاون بن رہا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۱۵۸)

قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ، وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَیُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَیِّاٰتِکُمۡ﴾ [البقرة: ٢٧١]

وأما إصلاح أهل الميت طعاماً وجمع الناس عليه، فلم ينقل فيه شيء، وهو بدعة غير مستحب، وينبغي أن يكون التلبينة من أهم ذلک، لما ورد أنها تذهب الحزن. (المدخل لابن أمير الحاج ٢٨٨/٣، فتاوی محمودیه ٩٩/٣ ڈابھیل)

وتكـره إمـامة ...... الفاسق والمبتدع أي صاحب هوى لا يكفر به صاحبه حتى إذا كفر أنه لم تجز أصلاً. (مجمع الأنهر ١٦٣/١ دار الكتب العلمية بيروت، شامي، باب الإمامة / مطلب: البدعة خمسة أقسام ٥٦١/١ كراچی، البحر الرائق ٣٤٩/١ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۱ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعتِ اسلامی سے وابستہ شخص کی امامت؟

سوال (۶۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے محلّہ کی مسجد میں جماعتِ اسلامی کا ایک شخص امام ہے، جس پر علماء امت کا اتفاق ہے کہ یہ لوگ فاسق ہیں؛ کیوں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ذات ایسی نہیں جن پر تنقید نہ کی جاسکتی ہو، ایسی حالت میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ زید ایسے فاسق امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے؛ بلکہ وہ گھر میں پڑھتا ہے، تو کیا زید عند اللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جماعتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والے کے عقائد اگر اہلِ سنت والجماعت کے خلاف ہوں، تو اس کی امامت مکروہ ہے، باقی اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے تو نماز ادا ہوجائے گی، واجب الاعادہ نہ ہوگی؛ لہٰذا اگر کوئی امام میسر نہ ہو تو زید کو چاہئے کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھ لے، تنہا پڑھنے سے مسجد میں باجماعت فرض نماز پڑھنا افضل ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم، براً كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر.

(سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد / باب الغزو مع أئمة الجور ٣٤٣/٢ رقم: ٢٥٣٣)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة؛ لكن لاينال مثل ماينال خلف تقي. كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية ٨٤/١، مستفاد: احسن الفتاویٰ ٢٩١/٣)

وان تقدموا جاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر وفاجر. (تبيين الحقائق ١/ ٣٤٦، بدائع الصنائع ١/ ٦٦٦)

فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد، وينبغي أن يكون محل كراهة الاقتداء بهم عن وجود غيرهم، وإلا فلا كراهة كما لايخفى. (البحر الرائق ١/ ٦١١، النهر الفائق ١/ ٢٤٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۳ھ

غیر مقلدین کی اقتداء میں نماز پڑھنا؟

سوال (۶۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غیر مقلدین کے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غیر مقلدین میں سے جو شخص معتدل مزاج ہو، اور دیانت دارانہ طور پر کسی حدیث پر عمل کرنے کا معمول رکھتا ہو اور ائمہ اربعہ وسلفِ صالحین کے بارے میں بدزبانی نہ کرتا ہو، تو ایسے غیر مقلد کی اقتداء میں نماز درست ہے؛ لیکن جو شخص بدزبان اور فتین ہو، اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہوگی، اور بعض صورتوں میں فاسد بھی ہوسکتی ہے۔

وأما إذا علم منه أنه لا يحتاط في مواضع الخلاف فلا يصح الاقتداء به، سواء علم به على الأصح. (طحطاوي على المراقي ٢٩٢)

وذهب عامة مشائخنا إلى الجواز، إذا كان يحتاط في موضع الخلاف وإلا فلا، والمعنى أنه يجوز في المراعي بلا كراهة. (شامي ٢/ ٣٠٢ زكريا)

وبحث المحشي أنه وإن لم يدر شيئاً كره. (شامي ٢/ ٣٠٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۳/۲/۱۷ھ

غیر مقلد عالم کے پیچھے نماز پڑھنا؟

سوال (۶۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: غیر مقلد علماء کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر غیر مقلد متشدد نہ ہو اور مسائلِ طہارت میں احتیاط برتتا ہو، تو اس کے پیچھے ادا کی گئی نماز درست ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۲۸۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر مقلد عالم کو امامت کے لئے متعین کرنا؟

سوال (۶۲۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں اور محلّہ میں باضابطہ طور پر غیر مقلد عالم کو امامت کے لئے مقرر کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفی مقتدیوں کو اپنا امام حنفی ہی بنانا چاہئے، ان کے لئے غیر مقلد کو اپنا امام مقرر کرنا مناسب نہیں ہے؛ اس لئے کہ غیر مقلد امام ان کے مذہب کی رعایت نہ کرے گا۔

قال الشامي بحثاً: وإلا فالاقتداء بالموافق أفضل. (شامي ٥٦٣ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا؟

سوال (۶۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: سنی صاحبان ہمارے سلام کے جواب میں ''**لاحول ولا قوۃ**'' پڑھ دیتے ہیں، اور ہماری میت میں اور دیگر غمی وخوشی میں ہرگز نہیں آتے، اور ہماری کوئی بھی دعوت قبول نہیں کرتے، اور کسی بھی صورت میں ہمارے ساتھ میل جول رکھنا پسند نہیں کرتے، اب ہم لوگ کیا کریں؟ کیا ان لوگوں سے قطع تعلق کرنا اوران کے پیچھے نماز پڑھنا قرآن وحدیث کی روشنی میں درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دوسرا صحیح العقیدہ امام موجود ہو، تو بدعتی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے؛ تاہم اگر مجبوری میں اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہوجائے گی۔

ویکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم، وکذا المبتدع. (صغیري ٢٦٤)

ویکرہ تقدیم المبتدع أیضا؛ لأنہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو أشد من الفسق. (حلبي کبیر ٥١٤)

ویکرہ إمامة مبتدع، أي صاحب بدعة. (الدر المختار مع الشامي ٢/٢٩٨-٢٩٩ زکریا، فتاویٰ رشیدیة ٣٥٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۵/۱/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فاسق کی امامت

فاسق کوامام بنانا؟

سوال (۶۲۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر امام عالم ہو اور وہ اپنی جگہ اپنی موجودگی میں فسقیہ عمل کے کرنے والے کو امام بنائے، تو عالم پر کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے؛ کیوں کہ اس سے فاسق کی تعظیم لازم آتی ہے، جو شرعاً محمود نہیں ہے۔

وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانة شرعاً. (شامي ۱/ ٥٦٠ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۵/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اغلام بازی کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۲۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص امام ومفتی ہے، ہمیشہ اپنے مسکونہ قصبہ سے باہر رہا، لوگ اس کے کردار سے ناواقف تھے، اس کے اشارے پر اس کے کچھ عزیزوں نے کوشش کرکے ایک مدرسہ کا مہتمم اور عیدگاہ کا امام بنادیا، اس کے بارے میں کچھ دنوں کے بعد پورے طور پر اغلام بازی کا شہرہ ہوگیا اور خواص تو پہلے ہی سے اس کے اس فعل سے خوب واقف ہیں، اس بدفعلی کی وجہ سے کچھ ہنگامے بھی

اٹھتے رہے ہیں اور برابر چہ میگوئیاں ہوتی رہی ہیں، کئی لڑکوں نے اپنے اپنے واقعات بھی بیان کئے ہیں اور عدالت میں جا کر حلفی بیان دے کر حلف نامہ بھی تحریر کرادیا ہے اور عام محفلوں میں اپنی مظلومیت اور اس کی دست درازی اور ظلم کی داستان سناتے ہیں اور بعض طلبہ اپنی آپ بیتی اور بعض چشم دید واقعات سناتے ہیں۔

اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ کیا ایسا بے عمل شخص امامت کے لائق ہے؟ اور اس کو کسی ادارہ کا ذمہ دار اور مہتمم بنایا جاسکتا ہے؟ جب کہ یہ خطرہ بھی لاحق ہے کہ یہ اپنی بدفعلی اور بے عملی سے لڑکوں کو خراب کرے گا، اور اپنی خواہشِ نفسانی پوری کرانے کے لئے تمام ممکن تدابیر اختیار کرے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بشرطِ صحتِ واقعہ ایسا اغلام باز شخص شرعاً سخت گنہگار اور فاسق ہے، ایسے آدمی کو امام بنانا یا کوئی بھی باعظمت عہدہ دینا درست نہیں ہے؛ بلکہ معاشرہ کو اس قسم کی گندگی سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کی ہمت شکنی ضروری ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من وجد تموه يعمل عمل قوم لوط، فاقتلوا الفاعل والمفعول به. (سنن أبي داؤد رقم: ٤٤٦٢، سنن ترمذي رقم: ١٤٥٦، سنن ابن ماجه رقم: ٢٥٦١، شعب الإيمان للبيهقي رقم: ٥٣٨٦)

وفي رواية عنه مرفوعاً قال ......: لعن اللّٰه من عمل عمل قوم لوط قالها ثلاثاً في عمل قوم لوط. (صحيح ابن حبان رقم: ٤٤٠٠، شعب الإيمان للبيهقي رقم: ٥٣٧٣، الترغيب والترهيب مكمل ٥٢٤ رقم: ٣٦٨٨، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ٢١٩/٤ بيروت)

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (شامي ٥٦٠/١ كراچی، شامي ٢٨٩/٢ زكريا، البحر الرائق ٣٤٨/١، حلبي كبير ٥١٣ لاهور، طحطاوي ٣٤٥) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱/۱۱/۱۴۱۱ھ

لواطت کا الزام لگے ہوئے شخص کی امامت

سوال (٦۳۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عالم اور مفتی ایک مسجد کے امام تھے، وہاں ان کو لواطت کا الزام لگا کر نکال دیا گیا، ایک دولڑکوں نے خود اپنا معاملہ بیان کیا اور بھی متعدد لوگ اس مسجد کے اس بات کو کہتے ہیں، اگر چہ کوئی عینی شاہد نہیں ہے، مفتی صاحب موصوف اس کو صرف الزام بتاتے ہیں، مسجد سے علیحدہ ہونے کے بعد اب وہ حج کر کے آئے ہیں، اب ایک دوسری مسجد میں ان کو امام رکھ لیا گیا ہے، اب کچھ لوگ ان کی امامت کو غلط بتا کر ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھ رہے ہیں، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ لواطت ایسا فعل ہے کہ توبہ کے بعد بھی اس کی معافی نہیں؛ اس لئے دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا صرف کسی لڑکے کے یہ کہنے سے کہ مجھ سے یہ لواطت کا فعل کرایا ہے، یا لوگوں کے کہنے سے، جب کہ کسی نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ہے، مفتی صاحب موصوف کو موردِ الزام ٹھہرانا درست ہے؟

(۲) اگر مان بھی لیا جائے کہ ایسا ہوا ہے تو کیا توبہ کرنے اور حج کر لینے کے بعد وہ امامت کے قابل سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

(۳) کیا لواطت ایسا گناہ ہے کہ جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا، اگر ایسا نہیں ہے تو جو شخص اس بات کو کہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شرعی ثبوت کے بغیر کوئی بھی الزام کسی شخص پر لازم نہیں ہوسکتا، اس لئے مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؛ تاہم امام کو بھي احتیاط سے رہنا چاہئے؛ تاکہ کسی کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔

قال تعالیٰ: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ [الحجرات: ٦]

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ [الحجرات: ١٢]

وكـذلک سـوء الظن بالمسلمين الذين ظاهرهم العدالة محظور مزجوز عنه وهو من الظن المحظور المنهى عنه. (أحكام القرآن للجصاص ٣/٦ ٠٤)

أخـرج الـطبـرانـي بسنده: من ذكر امرءاً بشيء ليس فيه ليعيبه به حسبه اللّٰه في نار جهنم حتى يأتى بنفاذ ما قال فيه. (الزواجر عن اقتراف الكبائر لابن حجر المكي الهيثمي ٤١/٢ دار الفكر بيروت)

اوراگر بالفرض یہ واقعہ ہوا بھی تو سچی توبہ کرنے سے ہر گناہ معاف ہوجاتا ہے اور توبہ کے بعد ایسے شخص کی امامت میں کوئی حرج نہیں، اور توبہ کر لینے کے بعد مطعون کرنا کسی کے لئے جائز نہیں۔

عـن أنـس بـن مـالک رضـي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم: إذا تاب العبد من ذنوبه أنسى اللّٰه حفظته ذنوبه، وأنسى ذٰلک جوارحه ومعـالِمَه من الأرض حتى يلقى اللّٰه يوم القيامة وليس عليه شاهد من اللّٰه بذنب.

(رواه الأصبهاني في الترغيب رقم: ١ ٧٥، الترغيب والترهيب للمنذري رقم: ٧ ٤٧٢ بيت الأفكار الدولية)

عـن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تؤذوا المسلمين ولا تعيروهم. (صحيح ابن حبان ٧٥/١٣، الأحاديث المنتخبة في الصفات الست رقم: ١٠٩٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۷/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اِغلام بازی کر کے توبہ کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص حافظ قرآن اور بالغ ہے، اس کی عمر ۲۳؍ سال ہے، اس نے نابالغ بچے کے ساتھ غلط کام کیا اور چار آدمیوں کے سامنے سچی توبہ کی، تو اب وہ نماز پڑھانے کے لئے امامت کرسکتا ہے؟ اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر امام سے کوئی مقتدی ناراض ہو تو اس میں کیا کرنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکرکردہ عمل انتہائی قبیح، گندہ اور بدترین گناہ ہے، قرآن وحدیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے فعل کے مرتکب کوملعون فرمایاہے؛ اس لئے ہرگز ایسا عمل نہیں کرنا چاہئے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لعن اللّٰه من عمل عمل قوم لوط، قالها ثلاثاً في عمل قوم لوط. (صحیح ابن حبان رقم: ٤٤٠٠، شعب الإيمان للبيهقي رقم: ٥٣٧٣، الترغيب والترهيب مكمل ٥٢٤ رقم: ٣٦٨٨، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ٢١٩/٤ بيروت)

لیکن جب نفسانی شہوات سے مغلوب ہوکر ایسا کرلیا اور چندلوگوں کے سامنے ایسی سچی توبہ کرلی کہ آئندہ اس سے ایسا کام سرزد ہونے کی امید نہیں، تو اس کی امامت بلاکراہت جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ جب انسان صدق دل سے توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔

قال اللّٰه تعالى: ﴿فَإِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا﴾ [النساء، جزء آیت: ١٦]

عن أبي الدرداء رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كل ذنب عسى اللّٰه أن يغفر، إلا من مات مشركاً، أو من يقتل مؤمناً متعمداً. (مشکوٰۃ المصابیح / کتاب القصاص ٣٠٠)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال معاذ بن جبل يا رسول اللّٰه! ما التوبة النصوح؟ قال: أن يندم العبد على الذنب الذي أصاب فيعتذر إلى اللّٰه تعالىٰ، ثم لا يعود إليه كما لا يعود اللبن إلى الضرع. (روح المعاني [التحريم: ٩] ٢٨ ١٥٧ دار إحياء التراث العربي بيروت، كذا في شرح النووي على مسلم ٣٥٤/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۵/۴/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زانی کی امامت

سوال (۶۳۲): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مولوی یعقوب انصاری ایک مسجد میں پنج وقتہ نماز پڑھاتے ہیں، اور ایک مسجد میں نماز جمعہ وعیدین پڑھاتے ہیں، حافظ سراج الحسن صاحب بھی ایک مسجد میں پنج وقتہ نماز پڑھاتے ہیں، حافظ صاحب نے مولوی یعقوب کو مدرسہ عباسیہ میں دن دہاڑے ایک عورت سے زنا کرتے ہوئے دیکھا، اور مزید تین گواہ بھی موجود ہیں، مولوی مذکور نے معافی مانگ لی، تو کیا زنا کرنے والے کی امامت عندالشرع معتبر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زنا کا ثبوت زانی کے اقرار یا چار عینی ثقہ شاہدوں کی شہادت سے ہوتا ہے، بغیر اس کے ثبوت نہیں ہوتا؛ لہٰذا اگر مذکورہ شخص کے زنا کرنے پر شرعی ثبوت ہو، تو جب تک اس گندے فعل سے سچی توبہ نہ کرلے اس وقت تک اس کی امامت شرعاً مکروہِ تحریمی رہے گی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۶/۱۰۵ ڈابھیل)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً﴾ [النور: ٤٠]

أخرج مسلم عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن سعد بن عبادة رضي اللّٰه عنه قال: يا رسول اللّٰه! إن وجدت مع امرأتي رجلاً أمهّله حتى أتى بأربعة شهداء؟ قال نعم. (صحيح مسلم / كتاب اللعان ١/٤٩١ رقم: ١٤٩٨)

ويثبت شهادة أربعة رجال في مجلس واحد ...... بلفظ الزنا لا الوطء والجماع ...... وعدّلوا سراً وعلناً ...... ويثبت أيضاً بإقراره أربعاً في مجالسه: أي المقر الأربعة. (الدر المختار مع الشامي ٧/٤-٨-٩ كراچی، شامي ٦/٨-١٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٢/١٤٣، هداية ٢/٥٠٧)

وكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب إهانته شرعاً، فلا يعظم بتقديمه للإمامة. (مراقي الفلاح ٣٠٢)

بل مشى في شرح المنية على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم. (شامي ٥٦٠/١ كراچی، شامي ٢٩٩/٢ زكريا)

قوله: فاسق: من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلك. (شامي ٥٥٩/١ كراچی، شامي ٢٩٩/٢ زكريا، البحر الرائق ٣٤٨/١ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۳/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شادی شدہ غیرعورت سے ناجائز تعلقات کرنے والے کی امامت

سوال (۶۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد کے امام وخطیب تقریباً پچیس سالوں سے خدمت کرتے چلے آرہے تھے، یہ جید عالم حافظ ہیں، مقامی مدرسہ جہاں حفظ کے ساتھ حدیث کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں، اس میں مدرس کی خدمات بھی کرتے چلے آرہے ہیں، مقتدی سب ان سے اچھے تعلقات رکھتے ہوئے خوش تھے؛ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ چند ماہ پہلے ایک شادی شدہ غیرعورت کے ساتھ ان کے ناجائز تعلقات ہوگئے، جس کا انہوں نے اعتراف بھی کرلیا تھا، اس کی وجہ سے وہ مسجد کی انتظامیہ اور شہر کی اہلِ سنت والجماعت کے روبرو ہوکر مسجد کے عہدہ سے علیحدہ ہوتے ہوئے استعفیٰ نامہ بھی پیش کردیا تھا۔ مذکورہ حقائق کی روشنی میں براہ کرم درج ذیل سوالات کا شرعی طور پر جواب عنایت فرمائیں:

الف:- کیا دوبارہ اس امام صاحب کو مسجد کی امامت پر فائز کرسکتے ہیں یا نہیں؟

ب:- اخلاقی گراوٹ اور گناہِ کبیرہ کا اقبالِ جرم کئے ہوئے ان امام صاحب کے پیچھے نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

ج:- مقامی دینی مدرسہ میں کیا یہ امام صاحب بحیثیت مدرس خدمت انجام دے سکتے ہیں؟ مناسب ہے یانہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: توبہ واستغفار کے بعد مذکورہ امام صاحب کی امامت وتدریس سب بلاکراہت درست ہے؛ تاہم مقامی حالات اور مصالح کا فیصلہ انتظامیہ کے حضرات کریں، ہم اس بارے میں کوئی رائے نہیں دے سکتے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالی: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَأُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ، وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَحِیْمًا﴾ [الفرقان: ۷۰]

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ''التائب من الذنب کمن لا ذنب له''. (سنن ابن ماجة ٥/٢٦٩ رقم: ٤٢٥٠، مشکوٰۃ المصابیح ٢٠٦، مرقاۃ المفاتیح ٥/٢٦٩ رقم: ٢٣٦٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۲/۲۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رشتہ اور منگنی کے بعد نکاح سے پہلے ازدواجی زندگی گزارنے کا فتویٰ دینے والے کی امامت

سوال (۶۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عالم دین نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ لڑکا اور لڑکی کی منگنی یعنی رشتہ کی بات چیت ہوجانے پر دونوں کو نکاح کے بغیر ازدواجی زندگی گذارنے کا حق حاصل ہے، نکاح تو ایک فورملٹی ہے، کیا ایسے شخص کو امام بنایا جاسکتا ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب تک باقاعدہ شرعی اصول وضوابط کے مطابق نکاح

نہ ہو، محض منگنی ہونے سے لڑکے اورلڑکی کے درمیان رشتہ زوجیت ہرگز قائم نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا نکاح کے بغیر ان دونوں کے درمیان آپس میں تعلق قائم کرنا زنا اور حرام کاری ہے، اور جو اس حرام کام کو حلال کہے وہ شخص گمراہ ہے، ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم دیوبند ۳/۱۰۵)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم: من أفتی بفتيا غير ثبت فإنما إثمه علی من أفتاه. (سنن ابن ماجة رقم: ٥٣، سنن أبي داؤد رقم: ٣٦٥٧)

وفي الحديث الصحيح: حتی إذا لم يبق عالم اتخذ الناس رؤوساً جهالاً فسُئلوا فأفتوا بغير علم فضلّوا وأضلّوا. (جزء الحديث من صحيح البخاري رقم: ١٠٠، بحواله الأحاديث المنتخبة ١٥٢، رقم: ٥٢٠، نصير بك ڈپو)

وفي الدر المختار: وينعقد بإيجاب وقبول، وفي الشامية تحته: والحاصل: أن النكاح والبيع ونحوهما، وإن كانت توجد حسابا لا يجاب والقبول، لكن وصفها بكونها عقوداً مخصوصة بأركان وشرائط يترتب عليها أحكام، وتنتفی تلک العقود بانتفائها وجود شرعي زائد علی الحسی الخ. (درمختار مع الشامي ٤/٦٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھگا کرلے جائی گئی عورت کے بطن سے پیدا شدہ بچہ کی امامت

سوال (٦٣٥): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی گاؤں میں ایک شخص کے یہاں ایک آدمی نوکر تھا، رہتے رہتے اس شخص کی بیٹی سے اس نوکر کو محبت ہوگئی اور دونوں بھاگنے پر آمادہ ہوگئے، پھر نوکر بھگا کر اپنے گاؤں لے گیا، کافی عرصہ گذر گیا، لڑکی کے باپ نے بھی تلاش نہ کیا، پھر اس لڑکی کے لڑکا پیدا ہوا، اور پھر چار لڑکے ہوگئے،

جس میں سے ایک لڑکا حافظِ قرآن بھی ہے اور عالم ہونے والا ہے، تو اس حافظِ قرآن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ان دونوں لڑکا لڑکی نے نکاحِ شرعی کرلیا تھا، اس کے بعد اولاد پیدا ہوئی، تو یہ اولاد ثابت النسب ہے، اور اگر نکاح نہیں کیا تھا؛ بلکہ ویسے ہی ساتھ رہتے رہے، جس سے اولاد پیدا ہوگئی، تو ان کا نسب اگرچہ باپ سے ثابت نہیں ہوا؛ لیکن جس لڑکے نے قرآن کا حفظ کرلیا، اور وہ عالم بننے والا ہے، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے، ماں باپ کی بدعملی کی وجہ سے اس کی امامت کو مکروہ نہیں کہا جائے گا؛ تاہم اگر مذکورہ حالات کی وجہ سے لوگ ایسے امام کو ناپسند کرتے ہوں اور مسجد میں اس سے بہتر امامت کے لائق لوگ موجود ہوں، تو مناسب یہی ہے کہ وہ امامت نہ کرے۔

النكاح الصحيح وما هو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة. (الفتاویٰ الهندية ١/٥٣٦)

وولد الزنا إذ ليس له أب يربيه ويؤدبه ويعلّمه فيغلب عليه الجهل، أو لنفرة الناس عنه. (شامي ٢/٣٠١ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

منکوحۃ الغیر سے زنا سے پیدا شدہ لڑکے کا امامت کرنا؟

سوال (٦٣٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی بیوی سے بکر نے زنا کیا زید کی عدم موجودگی میں، اور زید کی بیوی کی ماہواری کے دن متعین تھے، مثلاً ہر مہینے کی تیس تاریخ سے اسے حیض آنا شروع ہوجاتا تھا؛ لیکن جب بکر نے زنا کیا تو اس کو متعینہ وقت پر حیض نہیں آیا، اور بعد میں بھی نہیں آیا، حیض آنے میں تاخیر کی وجہ سے عورت

مذکورہ نے بکر سے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا حمل میرے پیٹ میں ٹھہر گیا ہے، اتفاقاً ۲؍تاریخ کو اس کا شوہر گھر اپنے سفر سے لوٹ آیا اور اس نے اپنی بیوی سے وطی کی، اس کے بعد عورت نے اسے کل شام کو بتایا کہ آپ کا حمل میرے پیٹ میں ٹھہر گیا ہے؛ لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ اب اس بچے کو کسی دوائی کے ذریعہ پیٹ سے خارج کردوں، شوہر نے کہا کہ اس طرح کی بے وقوفی نہ کرو۔

الغرض عرض یہ ہے کہ اس عورت سے جو بچہ پیدا ہوگا، وہ کس کا شمار ہوگا، یعنی بکر کا یا زید کا؟ نیز وہ ولد الزنا ہوگا یا نہیں؟ اگر وہ ولد الزنا ہوگا تو پھر بڑے ہوکر علم دین حاصل کرکے وہ لڑکا امامت کی خدمت انجام دے، تو کیا اس کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟ بچے کو ولد الزنا ہونے کا علم ہو یا نہ ہو، بہرصورت امامت صحیح ہوگی یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید کی بیوی بکر سے زنا کرکے بدترین جرم کی مرتکب ہوئی ہے، حتی کہ اگر اسلامی حکومت میں اس کا یہ جرم ثابت ہوجاتا، تو اسے سنگسار کرکے جان سے ماردیا جاتا، اس لئے دونوں زناکاروں پر صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے؛ البتہ یہ بچہ زید ہی کا شمار ہوگا، بکر سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا، اور اسے ولد الزنا نہیں کہا جائے گا، اور بڑے ہوکر اس بچہ کے عالم دین ہونے اور امامت وغیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

قال تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنٰی، اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا. [الإسراء: ٣٢]

ما من ذنب بعد الشرک أعظم من نطفة وضعها رجل في رحم لا يحل له.

(تفسیر ابن کثیر ٣/٣٨ لاهور)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، ولايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني ٢٨/١٥٩ بيروت، شرح النووي على الصحيح لمسلم ٢/٣٥٤، رياض الصالحين ٢٥)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: كل

بـني آدم خطّاء، وخير الخطّائين التوابون. (سنن الترمذي رقم: ۲۵۰۱، سنن ابن ماجة رقم: ٤٢٥١، المستدرك للحاكم ٢٤٤/٤، الترغيب والترهيب رقم: ٤٧٢١)

وقوى وهو فراش المنكوحة ومعتدة الرجعي؛ فإنه فيه لا ينتفى إلا باللعان. (شامي ٢٤٥/٥ زكريا)

وولد الزنا هذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة. (درمختار) أي من هو أحق بالإمامة منهم ...... ولو عدمت أي علة الكراهة بأن كان الأعرابي أفضل من الحضري، والعبد من الحرّ، وولد الزنا من ولد الرشدة، والأعمى من البصير فالحكم بالضد ...... ولعل وجهه: أن تنفير الجماعة بتقديمه يزول إذا كان أفضل من غيره؛ بل التنفير يكون في تقديم غيره. (در مختار مع الشامي ٥٢٣/١ نعمانية، شامي ٢٩٩/٢ زكريا، فتاوى دارالعلوم ديوبند ٢٠٤/٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۱/۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شیعہ سنی کا نکاح پڑھانے والے کی امامت؟

سوال (۶۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عبداللہ مسجد کے امام ہیں انہوں نے شیعہ سنی کا ایک نکاح پڑھا دیا ہے، عبداللہ کو لوگ عالم اور امام سمجھ کر اس قسم کے نکاح کو جائز سمجھنے لگیں گے، تو آیا عبداللہ کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے، اگر عبداللہ اب توبہ کرے تو وہ نمازیں جو نکاح سے اب تک پڑھائی ہیں، ان کا کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبداللہ کا یہ عمل نہایت برا ہے؛ اس لئے کہ جو شیعہ فرقے کفریہ عقائد رکھتے ہیں اور ضروریاتِ دین کا انکار کرتے ہیں، ان سے مسلمانوں کا رشتہ مناکحت کرنا جائز نہیں ہے، اور جان بوجھ کر جس شخص نے یہ نکاح پڑھایا ہے، اس کا یہ عمل نہایت برا

اورفسقیہ کام ہے، اس لئے وہ اپنے اس فعل سے توبہ کرے، توبہ کے بعد اس کی امامت اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا، ورنہ کسی دوسرے امام کو مقرر کیا جائے اور جو نمازیں امام صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئی ہیں، ان کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۷/۷ میرٹھ)

ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر. (بدائع الصنائع ۲۷۱/۲ کراچی، الفتاویٰ الهندية ۲۸۲/۱، فتح القدير ۳۱۷/۳ دار الفكر بيروت)

وإسلامه أن يتبرأ عن الأديان سوى الإسلام أو عما انتقل إليه بعد نطقه بشهادتين. (الدر المختار مع الشامي ۳۶۱/۶ زكريا، البحر الرائق ۱۳۸/۵، مجمع الأنهر ۸۸۹/۲)

وبهٰذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في عليّ أو أن جبرئيل غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما إذا كان يفضل علياً أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر. (شامي ۱۳۵/٤ زكريا، الفتاویٰ الهندية ۲٦٤/۲، طحطاوي على الدر ٤۸۳/۲)

ويكره إمامة فاسق. (شامي مع الدر المختار ٥٦٠/۱ كراچی، شامي ۲۹٤/۲ زكريا) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۶/۴/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بینک سے سود لینے والے کے پیچھے نماز کا حکم

سوال (٦٣٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص بینک میں ۱۰/ ہزار روپیہ اس نیت سے جمع کرے کہ ۵/ سال میں ۲۰/ ہزار ہوجائے گا، تو اس آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی گواہی لینا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قصداً سود لینا موجبِ فسق ہے، جس کی وجہ سے امامت

مکروہ ہو جاتی ہے، اور ایسے شخص کی گواہی بھی قبول نہیں ہوتی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: ٢٧٥]

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا يا رسول اللّٰه! وما هن؟ قال: وأكل الربوا الخ. (صحيح البخاري رقم: ٢٧٦٦، صحيح مسلم رقم: ٨٩، سنن أبي داؤد رقم: ٢٨٧٤، الترغيب والترهيب رقم: ٢٨٦٤)

ويكره إمامة عبد – إلى قوله – وفاسق ...... وتكره خلف أمرد – إلى قوله – وآكل الربوا. (شامي ٢٩٨/٢-٢٩٩-٣٠١ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٨٥١)

إن إمامة الفاسق مكروهة تحريماً. (طحطاوي على المراقي ١٦٤ كراچی، حلبي كبير ٥١٣ لاهور)

ولا تقبل شهادة آكل الربوا المشهور بذٰلک المقيم عليه. (الفتاویٰ التاتارخانية ٤٢٧/١١ رقم: ١٦٥٠١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۹/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سودی قرض کو جائز کہنے والے کی امامت؟

سوال (٦٣٩): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی امام یہ کہے کہ سودی قرض کا لینا جائز ہے، خود اگر تم نہیں لیتے، لے کر مجھے دے دو، تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا ضرورت شدیدہ کے سودی قرض لینا حرام ہے اور جس امام کی یہ حالت ہو وہ امامت کے لائق نہیں، اس کو امامت سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے پابند شرع متقی شخص کو امام مقرر کرنا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: ٢٧٥]

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ [البقرة: ٢٧٨]

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: لعن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم آكل الربوا وموكله …… الخ. (صحيح مسلم رقم: ١٥٩٧، سنن أبي داؤد رقم: ٣٣٣٣، سنن الترمذي رقم: ١٢٠٦)

ويكره إمامة عبد – إلى قوله – وفاسق …… وتكره خلف أمرد – إلى قوله – وآكل الربوا. (شامي ٢٩٨/٢-٢٩٩-٣٠١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۱/۲/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سودی لین دین کرنے والے کو نائب امام بنانا؟

سوال (۶۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بیاجیوں (قسطیوں) سے بیاج پر روپیہ لیتا ہے، اور اپنے کاروبار میں لگاتا ہے، اور دوسروں کو بھی مشورہ دے کر بیاج پر روپیہ دلاتا ہے، عمر مسجد کا امام اور عالم دین ہے، اپنی عدم موجودگی میں مذکورہ شخص کو اپنا نائب بناتا ہے، اور مصلیٰ سونپتا ہے، نماز پڑھاتا ہے، عمر امام کا ایسے شخص کو اپنا نائب بنانا کیسا ہے؟ اور دونوں کے لئے کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص سودی لین دین میں ملوث ہو اس کو امام بنانا مکروہ ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں امام مسجد عمر کو اپنا نائب ایسے شخص کو نہیں بنانا چاہئے جو حرام کمائی میں مبتلا ہے، اگر جان بوجھ کر وہ ایسا کرے گا تو گنہگار رہے گا، اور مقتدیوں کو اسے ہٹانے کا حق ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶/۸۲-۷/۶۱، فتاویٰ رحیمیہ ۱/۱۷۵، احسن الفتاویٰ ۳/۲۸۸)

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: ٢٧٥]

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: کل قرض جرّ منفعة فهو ربا. (فیض القدیر ٩/٤٤٨٧ رقم: ٦٣٣٦)

ویکره إمامة عبد – إلی قوله – وفاسق ...... وتکره خلف أمرد – إلی قوله – واٰکل الربوا. (شامي ٢/٢٩٨-٢٩٩-٣٠١ زکریا)

ولو قدموا فاسقاً یأثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بأمور دینه وتساهله في الإتیان بلوازمه. (کبیري ٤٧٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹؍۱۰؍۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے روزگاری کا نام لیکر بینک سے قرض لینے والے کی امامت

سوال (۶۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام صاحب ہیں ان کی تنخواہ تقریباً دو ہزار روپیہ مہینہ ہے اور بے روزگاری کا نام لے کر بینک سے قرض لے رہے ہیں، اور یہی امام صاحب ہونٹ کے نیچے کی داڑھی کو بھی کاٹتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: سودی قرض بلا شدید ضرورت لینا حرام ہے اور ہونٹ کے نیچے کی داڑھی کاٹنا بدعت ہے؛ لہٰذا جس امام میں یہ برائیاں موجود ہوں اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے؛ تاوقتیکہ اس سے توبہ نہ کرلے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳؍۲۳۳، فتاویٰ احیاء العلوم ۳۱۴)

قال اللّٰه تعالی: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: ٢٧٥]

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: کل قرض جرّ منفعة فهو ربا. (فیض القدیر ٩/٤٤٨٧ رقم: ٦٣٣٦)

ویکره إمامة عبد – إلی قوله – وفاسق ...... وتکره خلف أمرد – إلی قوله – واٰکل الربوا. (شامي ٢/٢٩٨-٢٩٩-٣٠١ زکریا)

ونتف الفنيكين بدعة، وهما جانبا العنفقة وهي شعر الشفة السفلى.

(الفتاویٰ الهندية ٣٥٨/٥ كوئٹه، درمختار مع الشامي ٥٨٣/٩ زكريا، طحطاوي على مراقي الفلاح ٤٣١)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (شرح مسلم للإمام النووي ٣٥٤/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۷/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ڈاک خانہ سے ملنے والی زائد رقم کو حلال سمجھ کر استعمال کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی کچھ رقم ڈاک خانہ میں جمع کی جس پر پانچ سال کے بعد اضافی رقم حسب ضابطہ ملتی ہے، زید اس زائد رقم کو ڈاک خانہ سے وصول کر کے اپنے استعمال میں لاتا ہے اور کھاتا ہے، لوگوں کے ٹوکنے پر جواب دیتا ہے کہ یہ زائد رقم منافع ہے اور حلال وجائز ہے، اب سوال یہ ہے کہ ڈاک خانہ میں جمع شدہ پر جو اضافی رقم ملتی ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟ اس کو جائز بتلانے والے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے، اور اگر ایسا شخص امامت کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ڈاک خانہ سے ملنی والی مذکورہ زائد رقم یقیناً سود ہے، اور اس کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا بالکل جائز نہیں ہے، جو شخص اسے حلال کہے، وہ امامت کے لائق نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالی: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: ٢٧٥]

عن عبد الله حنظلة غسيل الملائكة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: درهم

ربوا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنية. (مشكوة المصابيح ٢٤٦)

من ملك بملك خبيث ولم يملكه الرد إلى المالك فسبيله التصدق على الفقراء. (معارف السنن ٣٤/١ أشرفية ديوبند)

والحاصل أن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه. (شامي / باب البيع الفاسد، مطلب: فيمن ورث مالا حراماً ٣٠١/٧ زكريا)

وتكره إمامة ...... وفاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني واكل الربوا. (شامي ٢٩٨/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱۰/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس امام کا کھانا بیاجی کاروبار کرنے والے کے یہاں سے آتا ہو اس کی امامت

سوال (۶۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص بیاجی کاروبار کرتا ہے یعنی سودی لین دین، اور اسی گھر سے امام صاحب کا کھانا آتا ہے، تو ایسے امام کے پیچھے جماعت درست ہے یا نہیں؟ یا کوئی کمی واقع ہوتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس آدمی کا سودی کاروبار غالب ہو اور حلال آمدنی زیادہ نہ ہو، تو اس کے یہاں کھانا پینا جائز نہیں، جو شخص اس بات کو جانتے ہوئے اس کے یہاں کھانا کھائے وہ امامت کا اہل نہیں؛ لیکن اگر لاعلمی میں اس کے یہاں کھانا کھالیا اور معلوم ہونے کے بعد توبہ کرلی، تو امامت میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۲۶/۱۰، فتاویٰ دارالعلوم ۱۱۳/۳)

قال اللّٰه تعالى: ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [البقرة: ٢٧٥]

قـال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كل قرض جرّ منفعة فهو ربا. (فيض القدير ٤٤٨٧/٩ رقم: ٦٣٣٦)

عـن عبـد اللّٰـه حـنظلة غسيل الملائكة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: درهم ربوا يأكله الرجل وهو يعلم أشد من ستة وثلاثين زنية. (مشكوة المصابيح ٢٤٦)

ويـكـره إمـامة عبد – إلى قوله – وفاسق ...... وتكره خلف أمرد – إلى قوله – وآكل الربوا. (شامي ٢٩٨/٢-٢٩٩-٣٠١ زكريا)

أهـدى إليه رجل شيئاً أو أضافه كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام إلا أن يجبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته رجل. (الفتاوىٰ الهندية ٣٤٢/٥، مجمع الأنهر ١٨٤/٤، بزازيه على هامش الفتاوىٰ الهندية ٣٦٠/٦)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم: التـائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سـنـن ابـن ماجة ٢٦٩/٥ رقم: ٤٢٥٠، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح رقم: ٢٣٦٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱۱/۲۳ھ

ناحق کسی کی زمین دبانے والے کی امامت؟

سوال (۶۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے عمرو کی زمین کا مالک بن کر بکر کو بیچ دیا؛ کیوں کہ اس وقت فوٹو وغیرہ کی اسکیم نہیں تھی، اسی لئے زید نے آسانی سے عمرو کی زمین بکر کو فروخت کردی، اور عمرو بے چارہ مقدمہ وغیرہ چلاکر

بھی اپنی زمین سے محروم ہوگیا؛ کیوں کہ اس کو داخل خارج ہونے تک پتہ ہی نہیں چلا کہ اس کی زمین کسی اور نے فروخت کردی ہے، اس لئے وہ غریب اپنی زمین سے محروم رہ گیا، تو آیا وہ زید جس نے چالاکی سے عمرو کا حق چھین کر بکر کو دیا ہے، تو اسی زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے، نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، مگر اس امام کی امامت مکروہ ہے؛ تا آں کہ وہ حق دار کا حق ادا نہ کردے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من ظلم قيد شبر من الأرض طوّقه من سبع أرضين. (صحيح البخاري رقم: ٢٤٥٣، صحيح مسلم رقم: ١٦١٢، الترغيب والترهيب رقم: ٢٨٩٥)

وحكمه أي الغصب الإثم لمن علم أنه مال الغير ورد العين قائمة والغرم هالكة. (درمختار مع الشامي ١٧٩/٦ كراچی، شامي ٢٦٣/٩، البحر الرائق ١٠٩/٨ كوئٹه، تبيين الحقائق ٢٢٢/٥)

صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الإفراد لكن لا ينال كما ينال خلف تقي. (شامي ٥٦٢/١ كراچی، شامي ٣٠١/٢ زكريا، البحر الرائق ٣٤٩/١ كوئٹه، قاضي خان ٩٢/١ كوئٹه، المحيط البرهاني ١٨٠/٢ بيروت)

فإن تقدموا جاز لقوله علیه السلام: صلوا خلف كل برّ وفاجر، ولو كان واحد من هؤلاء أفضل من الحاضرين بصفة توجب تقديمه كان أولىٰ. (مجمع الأنهر ١٠٨/١ دار إحياء التراث بيروت، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ٢٤٦ مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوسرے کا حق مارنے والے کے پیچھے عید کی نماز؟

سوال (۶۴۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص امام عیدین ہے، اس نے اپنے پڑوسی کے ساتھ زمین کے معاملہ میں جھگڑا کیا، بستی والوں نے کئی مرتبہ فیصلہ پڑوسی کے حق میں کیا؛ لیکن امامِ عیدین نے ان فیصلوں کو ٹھکرا کر پولیس کو رشوت دے کر پڑوسی کی زمین پر قبضہ کرلیا ہے، تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز عیدین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دوسرے کے حق کو مارنے والا شخص فاسق ہے، اس کو امام بنانا مکروہ ہے؛ تاہم اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز واجب الاعادہ نہیں ہے۔

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل مال امرء مسلم إلا بطيب نفس منه. (مسند أحمد ۷۲/۵، شعب الإيمان للبيهقي ۷٦۹/۲، مشكاة المصابيح ۲۵۵)

ويجب رد عين المغصوب لقوله عليه السلام: لايحل لأحدكم أن يأخذ مال أخيه لاعباً ولاجاداً وإن أخذه فليرده عليه. (الدر المختار مع الشامي ۲٦٦/۹ زكريا، البحر الرائق ۱۰۹/۸ كوئٹه، مجمع الأنهر ۷۸/٤ دارالكتب العلمية بيروت)

والحديث أخرجه الترمذي، الفتن / باب لا يحل لمسلم أن يروِّع مسلما ۳۹۲ رقم: ۲۱٦۰، وأبو داؤد في السنن، الأدب / باب من يأخذ الشيء على المزاح رقم: ۵۰۰۳، الفتح الرباني ۱٤۰/۱۵ رقم: ۱)

وحكمه أي الغصب الإثم لمن علم أنه مال الغير ورد العين قائمة والغرم هالكة. (درمختار مع الشامي ۱۷۹/٦ كراچی، شامي ۲٦۳/۹ زكريا، تبيين الحقائق / كتاب الغصب ۲۲۲/۵، البحر الرائق ۱۰۹/۸ كوئٹه)

كره إمامة الفاسق فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمام لكون الكراهة في الفاسق تحريمية ......، وإذا تعذر منعه ينتقل عنه إلى غير مسجده للجمعة وغيرها وإن لم يقم الجمعة إلا هو يصلي معه. (طحطاوي على المراقي ١٦٥، شامي ٥٦٠/١ كراچی، شامي ٢٩٩/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٨٥/١، خانية ٩٢/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۱/۱۵ھ

غیر مستحق ہوکر زکوٰۃ کا پیسہ کھانے والے کی امامت؟

سوال (۶۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جو صدقہ وزکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے، پھر بھی صدقہ وزکوٰۃ کا مال کھاتا ہے، تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اگر اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیر مستحق کے لئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں، جو شخص غیر مستحق ہونے کے باوجود زکوٰۃ وصول کرے، ایسے آدمی کو امام بنانا مکروہ ہے؛ تاہم جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں وہ واجب الاعادہ نہیں ہیں۔

قال الله تعالىٰ: ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن عطاء بن يسار أن رسول الله ﷺ قال: لا تحل الصدقة لغني. (سنن أبي داؤد ٢٣١ رقم: ١٦٣٥، سنن ابن ماجة ١٣٢/١ رقم: ١٨٤١، مسند أحمد ٥٦/٣ رقم: ١١٥٥٩)

وتجوز إمامة الأعرابي......، والفاسق......، إلا أنها تكره. (الفتاوىٰ الهندية ٨٥/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۲۳ھ

بکرا چُرا کر فروخت کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک امام نے بکرا چوری کر کے بیچ ڈالا اور قربانی کروادیا، وہ بکرا پکڑا گیا، تو امام نے چوری کا اقرار کرلیا اور معافی مانگ کر نماز پڑھانے لگا، کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں، اس صورت میں اس امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوری کرنا بہت بڑا گناہ ہے؛ لیکن اگر مذکورہ امام نے اپنے فعل سے توبہ کرلی ہے اور اصحابِ حق نے اپنا حق بھی معاف کردیا ہے، تو اس کی امامت بلاکراہت درست ہے۔

قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا، نَكَالاً مِنَ اللّٰهِ﴾ [المائدة: ۳۸]

السرقة: أخذ مال الغير على سبيل الخفية والاستسرار ابتداء وانتهاء.

(الفتاوى التاتارخانية ٦/٢٢٧ رقم: ٩٦٨٧ زكريا)

قال تعالیٰ: ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ [طٰہٰ: ۸۲]

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب اللّٰه عليه. (مشكوة المصابيح ٢٠٣ رقم: ٢٣٣٠، صحيح البخاري رقم: ٤١٤١، صحيح مسلم رقم: ٢٧٧٠، شرح الفقه الأكبر ١٥٨) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۲/۳/۴ھ

مسجد میں قرآن ہاتھ میں لیکر جھوٹی قسم کھانے والے کی امامت؟

سوال (۶۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کا لڑکا جس کی عمر ۱۰/ سال ہے، میدان میں کرکٹ کھیل رہا تھا، بغل میں عمر کا باغ تھا، باغ میں آم گرا، زید کا لڑکا بیٹ لے کر آم اٹھانے کے لئے دوڑا، اسی دوران عمر کا لڑکا جس کی عمر

۹؍سال ہے، وہ بھی آم اٹھانے کے لئے دوڑا، زید کےلڑکے کا بیٹ عمر کےلڑکے کے دانت میں لگا، جس سے عمر کےلڑکے کے دانت سے خون نکلنے لگا، عمر زید کے گھر پر اپنے لڑکے کو لے کر شکایت کرنے آیا، تب عمر کےلڑکے کا دانت لگا ہوا تھا، اس پر زید نے عمر سے کہا کہ چلو ہم تمہارے بچے کا علاج کروا دیں گے، اور ہمارے لڑکے کو پکڑ لاؤ، اس پر عمر زید کے لڑکے کو بازار میں دوڑاتے ہوئے لائے، اور زید کی دوکان سے ہوتے ہوئے زید کے گھر کے اندر تک گھس گئے، زید اس وقت اپنی دوکان پر نہیں تھا، اپنے گھر میں تھا، اس بات پر زید اور عمر میں تکرار ہونے لگی اور ہاتھا پائی بھی ہوئی، پھر لوگوں نے معاملہ کو رفع دفع کرا دیا، اس پر عمر اپنے گھر چلا گیا اور گھر اپنے لڑکے کا دانت توڑ کر زید کو پھنسانے کے لئے تھانے پر چلا گیا، جھوٹے مقدمہ میں رپورٹ درج کرا دی کہ زید اور اس کے بڑے لڑکے جس کی عمر ۲۰؍سال ہے، ہمارے لڑکے کا دانت توڑا ہے، داروغہ کے سامنے بات رکھی گئی کہ زید اور اس کے بڑے لڑکے نے عمر کے لڑکے کا دانت نہیں توڑا ہے، اس پر عمر نے کہا کہ ان دونوں نے ہی ہمارے لڑکے کا دانت توڑا ہے، اس پر داروغہ نے کہا کہ آپس میں صلح کرلو، اس سے اچھی بات کوئی نہیں ہے؛ لیکن مر نے سب کی باتوں کو ٹھکرا دیا، اور اپنے غرور کے سامنے کسی کی بات پر توجہ نہ کی۔ اس پر کچھ لوگوں نے جو کہ اس وقت تھانے پر موجود تھے، عمر سے کہا کہ آپ قسم کھالیں گے کہ زید اور اس کے بڑے لڑکے جس کی عمر ۲۰؍سال ہے؛ نے تمہارے لڑکے کا دانت توڑا ہے، اس پر عمر جھوٹی قسم کھانے کے لئے تیار ہو گیا، داروغہ نے ایک مسلمان سپاہی کو بلا کر سب کے ساتھ جامع مسجد بھیج دیا، عمر نے مسجد میں آ کر ممبر کے سامنے ہاتھ میں کلام پاک اٹھا کر کئی لوگوں کے سامنے جھوٹی قسم کھالی کہ زید اور اس کے بڑے لڑکے نے ہمارے لڑکے کا دانت توڑا ہے، عمر مسجد کا امام ہے، اور اسکول میں بچوں کو پڑھاتا ہے، تو کیا عمر کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے؟ جس نے کلام پاک کی جھوٹی قسم کھائی ہے، نیز کلام پاک اور مسجد کی بے ادبی کی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جھوٹی قسم کھانا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے،

برتقدیرِ صحت سوال اگر امام مسجد نے قصداً جھوٹی قسم کھائی ہے، تو جب تک وہ سچی توبہ نہ کرلے اس کی امامت مکروہ رہے گی۔

قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: من حلف على يمين مصبورة كاذبا فليتبوأ بوجهه مقعده من النار. (سنن أبي داؤد ٤٦٢/٢)

من الكبائر: الإشراک باللّٰه وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس، المراد به من يرتكب الكبائر، وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعاً. (شامي ٢٩٨/٢-٢٩٩ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲/۸/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جھوٹ بولنے اور مذاق کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ایک مولوی امامت بھی کرتا ہے اور جھوٹ بھی بولتا ہے، اور چھوٹے ہوں یا بڑے، سب سے الٹا سیدھا مزاق بھی کرتا ہے، اور امامت کا کام بھی انجام دیتا ہے، تو ایسے امام کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا ایسی صورت میں وہ نماز پڑھانے کے لائق ہے؟ کیا اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: امام کو ایسے اعمال سے باز آنا چاہئے، جب تک وہ باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے اس وقت تک اس کی نماز مکروہ رہے گی۔

ويكره خلف نمام ومراء ومتصنع وفاسق. وفي الشامية: والنمام من ينقل الكلام بين الناس على جهة الفساد وهي من الكبائر ويحرم على الناس قبولها. والمرائي من يقصد أن يراه الناس سواء تكلف تحسين الطاعات أولا.

والمتصنع من يتكلف تحسينا فهو أخص مما قبله. (شامي ۲/۳۰۲ زكريا)

وإذا ثبت أن اسم الإمامة يتناول ماذكرناه، فالأنبياء عليهم السلام في أعلى رتبة الإمامة، ثم الخلفاء الراشدون بعد ذلك، ثم العلماء والقضاه العدول ومن الزم اللّٰه تعالٰى الاقتداء بهم، ثم الإمامة في الصلاة ونحوها. (أحكام القرآن أبي بكر الجصاص الرازي ۱/۵۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۴/۱/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جھوٹ کا اعتراف کر کے معافی مانگنے والے مؤذن کے پیچھے نماز

سوال (۶۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام اور ایک مؤذن ہیں، مؤذن بھی جماعت کی نماز پڑھانے کی خاص اہلیت رکھتے ہیں، ایک دن امام صاحب کسی خاص مجبوری کی وجہ سے فجر کی نماز پڑھانے کے لئے نہ اٹھ سکے اور مؤذن صاحب فجر کی نماز پڑھانے کے لئے تیار ہوئے، کسی مقتدی نے مؤذن صاحب سے معلوم کیا کہ امام صاحب کہاں ہیں؟ تو مؤذن صاحب نے جواب دیا کہ امام صاحب کل باہر گئے ہیں اور ابھی تک نہیں آئے ہیں، حالاں کہ امام صاحب اپنے حجرے میں موجود تھے، کچھ نمازیوں میں چرچا چلی کہ مؤذن صاحب نے جھوٹ بولا ہے، ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، اس لئے مؤذن صاحب نے تمام لوگوں کے سامنے توبہ کی اور اسی جگہ اسی وقت معافی مانگی، کیا ایسے مؤذن صاحب کے پیچھے مقتدیوں کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ ہے؛ لیکن صورتِ مسئولہ میں جب مؤذن صاحب نے جھوٹ کا اعتراف کر کے لوگوں کے سامنے معافی مانگی، تو ایسے مؤذن صاحب کے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہوجائے گی۔ (فتاوی دارالعلوم ۳/۲۴۶)

قال تعالیٰ: ﴿فَنَجْعَلْ لَعْنَةُ اللّٰهُ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾ [ال عمران: ٦١]

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

...... **وإياكم والكذب؛ فإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار، وما يزال العبد يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذابا.** (سنن أبي داؤد والترمذي وصححه، الزواجر عن اقتراف الكبائر لابن حجر المكي الهيشمي ۳۲۲/۲)

قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: ﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ [طه: ٨٢]

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إن العبد إذا اعترف ثم تاب تاب الله عليه. (مشكوة المصابيح ۲۰۳/۱ رقم: ۲۳۳۰، صحيح البخاري رقم: ٤١٤١، صحيح مسلم رقم: ۲۷۷۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۵/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی مدرسہ کی جھوٹی تصدیق لے کر چندہ کرنے والے کی امامت

سوال (۶۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مدرسہ کا شیخ الحدیث ہے اور وہ کسی معتمد شخص سے کسی مدرسہ سے متعلق جھوٹی تصدیق لے کر چندہ کرتا ہے، یا کسی اور سے چندہ کرا رہا ہے، جھوٹی تصدیق لینے کی وجہ سے زید شیخ صاحب کی ثقاہت میں فرق آئے گا یا نہیں؟ اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے اس کو فاسق کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اور وہ جھوٹ یہ ہے کہ ایک مدرسہ کے متعلق یہ کہہ کر تصدیق لی ہے کہ اس میں سو بچے کھانے والے ہیں، حالاں کہ اس مدرسہ میں ایک بچہ بھی کھانے والا نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جان بوجھ کر مدرسہ کی جھوٹی تصدیق کرنے یا جھوٹی

تصدیق لے کر چندہ کرنے کی وجہ سے مذکورہ شخص کی ثقاہت یقیناً مجروح ہوگی، وہ توبہ نہ کرے اور اپنے عمل سے باز نہ آئے، تو بوجہ فسق اس کی امامت مکروہِ تحریمی کہلائے گی۔

مستفاد: عن سفيان بن أسيد الحضرمي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: كبرت خيانة أن تحدث أخاك حديثا هو لک مصدق وأنت له كاذب. (مسند أحمد ٤/١٨٣، الترغيب والترهيب رقم: ٤٤٦١)

والعدالة مكلة في الشخص تحمله على ملازمة التقوى والمروة والمراد بالتقوى اجتناب الاعمال السيّئة من الشرک والفسق والبدعة. أما العدالة فوجوه الطعن المتعلقة بها خمس الأول: الكذب. (مقدمة مشكوة المصابيح ٥)

ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق، قوله: فاسق من الفسق وهو الخروج عن الاستقامة. (شامي ٢/٢٩٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۴/۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جھوٹ بولنے اور پارٹی بندی وخلفشار کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مسجد میں امامت کرتا ہے، اپنے مفاد کے لئے چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر جھوٹ بولتا ہے، اور اپنی عزت حوصلہ افزائی کے لئے کمیٹی کے مسلمانوں کو آپس میں خلفشار ولڑانے کی کوشش کرتا ہے، اور گڈ بندی و پارٹی بندی کرانے کی کوشش کرتا ہے، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟ اور ایسے امام کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، آپ حضرات کی نوازش ہوگی، تا کہ سبھی مسلمانوں کی نماز درست ہوسکے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی مسلمان کے لئے بلا کسی شرعی ثبوت کے دوسرے

مسلمان کو جھوٹا یا فتنہ پرور قرار دینا جائز نہیں، البتہ اگر واقعۃً کسی امام کا مذکورہ گناہوں میں مبتلا ہونے کا ثبوت ہوجائے، تو جب تک وہ امام سچی توبہ نہ کرلے اس کو امام بنانا مکروہ ہوگا؛ تاہم اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازیں ادا ہوجائیں گی۔

عن ابي الدرداء رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ...... فإن فساد ذات البين هي الحالقة. (سنن الترمذي / باب في فضل صلاح ذات البين رقم: ٢٥٠٩)

ويكره إمامة عبد وأعرابي وفاسق (درمختار) فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الإنفراد، قوله: فاسق من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وأكل الربا ونحو ذلك. (درمختار مع رد المحتار ٢٩٨/٢ زكريا، شامي ٥٥٩/١ كراچی، حلبي كبير ٥١٣، البحر الرائق ٦١٠/١ رشيدية، حاشية الطحطاوي ٣٠٣، عزيز الفتاوى ٩٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جعلی سند حاصل کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام صاحب باہر سے کاپی دے کر کے دسویں سے پاس ہوئے، تو چالا کی کر کے دسویں پاس ہوئے، تو اس کی امامت کیسی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دھاندلی سے سند حاصل کرنا ممنوع ہے؛ لہٰذا جب تک سچی توبہ نہ کرلے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۴/۱۴۷)

قال تعالىٰ: ﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ [طه: ٨٢]

عـن عـائشة رضـي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من غشنا فليس منا. (رواه البزار في كشف الاستار ١٢٥٦، والطبراني في الكبير والصغير ٢٦١/١، مسند أحمد بن حنبل ٥٠/٢، سنن أبي داؤد ١٣١/٢)

وعـن قيس بن أبي غرزة ﷺ قـال: ...... مـن غش المسلمين فليس منهم. رواه الطبراني في الكبير ورواته ثقات. (الترغيب والترهيب مكمل ٤٤٠ رقم: ٢٧٤٣)

عـن عـائشة رضـي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه. (مشكوة المصابيح ٢٠٣ رقم: ٢٣٣٠، صحيح البخاري رقم: ٤١٤١، صحيح مسلم رقم: ٢٧٧٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۷/۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اسکول میں تقرری کے لئے افسران کو رشوت دینے والے کی امامت؟

سوال (۶۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک عالم دین شخص ہے، مسجد میں امامت کرتا ہے، اور مدرسہ میں بچوں کو پڑھاتا ہے، اور کرایہ کے مکان میں رہتا ہے، زید کی آمدنی مسجد اور مدرسہ سے اتنی نہیں ہے کہ اس سے گھر کی تمام ضروریات پوری ہوسکیں، گھر میں زید کی بیوی پڑھی لکھی ہے جو پردہ میں جاکر ایک اسکول میں چھوٹے بچوں اور بچیوں کو پڑھاتی ہے۔ اسکول میں پڑھانے جانے کے متعلق مختلف مکاتب سے استفتاء کیا تھا، جس میں اجازت دی گئی تھی۔

اس وقت دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے اپنی بیوی کے لئے جو یہ جگہ حاصل کی ہے اس کے عوض میں زید کو اسکول کے افسران کو کچھ رقم بھی دینی پڑی، اگر زید یہ رقم نہیں دیتا تو یہ جگہ اسے حاصل نہ ہوتی، سرکاری نوکری میں اپنا جائز حق حاصل کرنے کے لئے اگر افسران کو کچھ رقم دینی پڑے، تو یہ دینا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہے تو پھر زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: استحقاق اور اہلیت کے باوجود اگر رشوت لئے بغیر اسکول کے افسران تقرر کرنے میں پس وپیش کررہے تھے اور اس حق تلفی سے بچنے کے لئے مجبوراً رشوت دینی پڑتی ہے، تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، اس سے زید کی امامت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

دفع المال للسلطان الجائر لدفع الظلم عن نفسه وماله ولاستخراج حق له ليس برشوة يعني في حق الدافع. (شامي ٤٢٣/٦ كراچی، شامي ٦٠٧/٩ زكريا)

ومن كان له حق مضيع له يجد طريقة للوصول إليه إلا بالرشوة، أو وقع عليه ظلم، فلم يستطع دفعه عنه إلا بالرشوة، فالأفضل له أن يصبر حتى يسر اللّٰه له أفضل السبل لرفع الظلم ونيل الحق، فإن سلك سبيل الرشوة من أجل ذٰلک، فالإثم على الآخذ المرتشي، وليس عليه إثم الراشي في هذه الحالة ما دام قد جرب كل الوسائل الأخرى، فلم تأت بجدوىٰ وما دام يرفع عن نفسه ظلماً أو يأخذ حقاً له دون عدوان على حقوق الأٰخرين. (الحلال والحرام في الإسلام، في العلاقات الاجتماعية، الرشوة لرفع الظلم ٢٧٢، مصطفى البابي الحلبي مصر، بحواله حاشية: فتاوىٰ محموديه ٤٦٤/١٨ ڈابھيل، وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء / الفصل الأول: ٢٤٨/٧ رشيدية، وكذا في أحكام القرآن (البقرة :١٨٨) ٤٣٣/٢ دارالكتب العربي بيروت، وكذا فيإعلاء السنن، كتاب الاقضاء / باب الرشوة ٦١/١٥ كراچي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی امانت میں خیانت کرنے والے کی امامت

سوال (٦٥٥): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب کے پاس مسجد کی آمد ورفت کا حساب متولی صاحب کی اجازت سے رہتا تھا،

جب ان سے حساب لیا گیا تو تقریباً ۲۵؍ ہزار روپیہ کی رقم امام صاحب کے قلم سے مسجد کی بقایا نکل رہی ہے، جب ان سے رقم طلب کی جاتی ہے تو امام صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ سب خرچ ہوگئی، خرچ کی تفصیل کچھ نہیں بتلاتے؛ لیکن آمد ورفت کے جو اندراجات انہوں نے اپنے ہاتھ سے کئے ہیں، اس حساب سے مذکورہ رقم ان کی طرف نکل رہی ہے، اس کی وجہ سے مقتدیوں میں انتشار ہوگیا، کچھ لوگوں نے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا بند کردیا ہے، تو اس صورت میں مذکورہ امام کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کو مسجد کا حساب دینا چاہئے یا اگر ان کے لکھنے میں کوئی بھول چوک ہوئی ہو یا امانت ضائع ہونے کی بات ہو تو اس کی نشان دہی کرنی چاہئے، ورنہ ان پر خیانت کا الزام آئے گا جو موجبِ فسق ہے، اور ان کی امامت مکروہ ہوجائے گی۔

عن أنس رضي اللّٰه عنه قال: ما خطبن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إلا قال: لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له. (مسند أحمد ۱۳۵/۳، صحيح ابن حبان ۱۹۴)

قال المناوي تحت هذا الحديث: أي لا إيمان كامل فالأمانة لمن الإيمان وهي منه بمنزلة القلب من البدن والأمانة الجوارح السبع ...... فمن ضيع جزءاً منها سقم إيمانه وضعف بقدره، فإن صنع الكل خرج عن حماية الإيمان. (فيض القدير للامام المناوي ۴۷۰/۶ تحت رقم: ۹۷۰۵ بيروت)

قال عليه السلام: أدّ الأمانة إلى من ائتمنک ولا تخف من خانک. (فيض القدير ۴۲۶/۱ رقم: ۳۰۸، مسند أحمد ۴۹/۶ رقم: ۴، ۲۰۱۷۲/۵ بيروت)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: آية المنافق ثلاث: وإذا أؤتمن خان. (صحيح البخاري ۱۰/۱)

ويكره إمامة عبد وفاسق؛ بل قال في شرح المنية: كراهة تقديمه كراهة

تحریم. (شامي ۲۹۸/۲ زکریا، شامي ۵۶۰/۱ کراچی، الفتاویٰ الهندیة ۸۵/۱، حلبی کبیر ۵۱۳ لاهور، طحطاوي ۲٤٤ مصری) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے امور میں ناجائز مداخلت کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلّہ بیابانی شیر اچل پور کی مسجد بیابانی کی انتظامیہ کمیٹی تشکیل دی گئی اور اس میں یہ طے پایا کہ فی الحال مسجد کی انتظامیہ کو رجسٹرڈ نہیں کروانا ہے؛ لیکن ......صاحب نے مشورہ کے خلاف کیا، انتظامیہ سے کچھ لوگوں کو بہکا کر ٹرسٹ کرنے کی کوشش کی، جس کا علم ہونے پر ان سے باز پرس کی گئی، اور بالآخر ایک تنازعہ کھڑا ہوگیا، بات پولیس تھانے تک پہنچی، وہاں اس شخص نے معترضین پر یہ بہتان لگایا کہ یہ لوگ تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، اور یہ مسجد میں تبلیغی جماعت کو لانا چاہتے ہیں، جب کہ ایسی کوئی بات بالکل نہیں تھی۔ لوگ اس شخص کے خلاف مشورہ پر عمل کرنے اور مسجد کی انتظامیہ اور جماعت کے ساتھ دھوکہ کرنے کی وجہ سے ان سے پوچھ رہے تھے، اسی بناپر محلّہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے ایک مطالبہ ان سے کیا کہ وہ مسجد میں نماز کی امامت سے دست بردار ہوجائیں، اب ان صاحب نے باقاعدہ یہ مہم چلائی کہ یہ سارے لوگ تبلیغ والے ہیں، اور مجھے مصلیٰ سے ہٹانا چاہتے ہیں، اس طرح اس شخص نے محلّہ میں جب نفاق کا ماحول برپا کردیا، تب محض ملت کو مزید پھوٹ سے محفوظ رکھنے کی خاطر باقاعدہ نماز کی ادائیگی کرنے والے حضرات کی ایک تعداد اس مسجد سے الگ ہوگئی اور مجبوراً دیگر مساجد میں نمازیں ادا کررہی ہے۔ تو کیا فرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے تعلق سے جس نے مسجد کے مصلیٰ کو اپنی میراث بنایا، اور جس کا قول یہ ہے کہ چاہے خون کی ندیاں بہہ جائیں میں مصلیٰ نہیں چھوڑوں گا، مجھے کوئی امامت سے نہیں ہٹا سکتا، اگر پولیس مداخلت کرے اور کہے تو میں چھوڑ دوں گا، مسجد کے جائز متولی کو جاکر ورغلایا گیا، ان کا تعلق

بریلوی مکتبِ فکر سے ہے، ان سے کہا گیا کہ تم اپنے خسر کو سمجھاؤ کہ وہ میرا ساتھ دیں، ورنہ تمہاری بیوی کے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ نماز جنازہ کے موقع پر اس شخص یعنی شبیر علی نے یہ کہا کہ جو شخص فوت ہوا ہے اس کے اعمال کا چوں کہ مجھے علم نہیں ہے، اس لئے میں اس کے لئے دعاءِ مغفرت کیوں کروں؟ اور نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ بریلوی مکتبِ فکر کے حامل......صاحب جب مسجد میں نماز کے لئے آنے لگے، تو ان سے کہا کہ دیکھو آپ صرف نماز ادا کرو، مصلیٰ پر جانے کی کوشش مت کرنا۔ تقریباً ۵؍ سال سے مسجد میں محض اسی شخص کی وجہ سے کوئی معتکف ہونے کو تیار نہیں، لوگوں کا مطالبہ ہے کہ......صاحب اگر مصلیٰ سے ہٹ جائے تو وہ معتکف ہوں گے؛ کیوں کہ ٹرسٹ کے تعلق سے کیس جاری ہے، یہ صاحب مسجد کی آمدنی وکلاء کو دے رہے ہیں، حساب و کتاب کا مطالبہ کرنے پر کہتے ہیں کہ میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں جو حساب دوں۔ یہ صاحب لوگوں سے کہتے ہیں کہ پانی کا بل ادا کیا جا رہا ہے؛ لیکن یہ بھانڈا اس وقت پھوٹا جب کہ پانی کا بل گیارہ ہزار روپئے سے کچھ زیادہ بل کے آفس سے مسجد کے نام آیا، براہِ کرم بتایئے کہ ایسے شخص کی امامت صحیح ہے؟ کیا ایسے شخص کو مسجد کی انتظامیہ کا ذمہ دار بنایا جاسکتا ہے؟ کیا ایسا شخص اس بات کا مستحق ہے کہ ملت کے افراد اس سے ربط رکھیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعات اگر صحیح ہیں، تو ایسا شخص امامت اور مسجد کی ذمہ داری انجام دینے کے لائق نہیں ہے، اسے اپنے معاملات درست کرلینے چاہئے۔

الأولى بالإمامة أعلمهم بأحكام الصلاة ...... هٰذا إذا علم من القراءة قدرما تقدم به سنة القراءة ...... ولم يطعنه في دينه ...... ويجتنب الفواحش الظاهرة. (الفتاوىٰ الهندية ۱/۸۳، درمختار مع الشامي ۱/۵۵۷ کراچی، شامي ۲/۲۹٤ زکریا، النهر الفائق / باب الإمامة ۱/۲۰۸ رشيدية) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۹/۱۴۱۹ھ

تاش بازی اور ٹی وی دیکھنے والے کی اَذان واِمامت؟

سوال (۶۵۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مؤذن اور امام تاش اور ٹی وی دیکھتے ہیں، اُن کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ٹیلی ویژن میں فحش پروگرام دیکھنے والے اور تاش کھیلنے والے شخص کو امام ومؤذن بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۲۸۸)

أما التلفزيون والفديو فلا شك في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات وما إلى ذٰلك من أسباب الفسق. (تكملة فتح الملهم ٤/١٦٤ كراچی)

واستماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام، لقوله عليه السلام: استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر أي بالنعمة. (شامي ٩/٥٠٤ زكريا، شامي ٦/٣٤٩ كراچی، الفتاویٰ الهندية ٥/٣٥٢، هداية ٤/٤٥٥، البحر الرائق ٨/٢٠٤، بزازية ٦/٣٥٩)

ويكره إمامة عبد وفاسق؛ بل قال في شرح المنية: كراهة تقديمه كراهة تحريم. (شامي ١/٥٢٣ كراچی، شامي ٢/٢٩٨ زكريا، صغيري ٢٦٤، حلبي كبير ٥١٣، هداية ١/١٢٢، البحر الرائق ١/٣٤٩ كوئٹه، فتاوی دار العلوم ٣/١٤٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غلط خواں اور TV دیکھنے والے امام کی وجہ سے دوسری مسجد میں نماز ادا کرنا؟

سوال (۶۵۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہماری مسجد جو گھر سے قریب ہے، اس میں جو امام حافظ صاحب ہیں وہ تجوید سے بالکل ناواقف ہیں، جس کی وجہ سے قرآن پڑھنے میں بہت غلطی کرتے ہیں، اور ٹیلی ویژن دیکھنے کے بہت شوقین ہیں، عشاء کے بعد اپنے مقتدیوں کے ہمراہ ''ٹی وی'' پروگرام دس گیارہ بجے تک (جہاں پر غیر محرم عورتیں بھی ہوتی ہیں) دیکھتے ہیں، منع کرنے سے بھی باز نہیں آتے، امام صاحب کی ان حرکتوں کی وجہ سے کچھ نمازی ناراض ہیں، اور دوسری مسجدوں میں نماز کے لئے جانے لگے ہیں، میں بھی قریب ہی ایک دوسری مسجد میں جس کے امام صاحب ماشاءاللہ ان عیوب سے پاک ہیں، وہاں پر نماز پڑھ رہا ہوں، کیا اس حالت میں محلّہ کی مسجد چھوڑنے کا مجھ پر کچھ گناہ تو نہیں، ان امام صاحب کو ایسے مقتدیوں کی حمایت حاصل ہے، جو ان کے ساتھ ٹی وی دیکھتے ہیں، اسی وجہ سے امام صاحب کو مسجد سے علیحدہ کرنا بھی محال ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال میں ذکرکردہ واقعہ اگر صحیح ہے تو مسئولہ صورت میں امام کی اقتداء چھوڑ کر دوسری قریبی مسجد میں نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ بلکہ ایسا کرنا افضل ہے۔

أما التلفزيون والفديو فلا شك في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات وما إلى ذٰلك من أسباب الفسق. (تكملة فتح الملهم ١٦٤/٤ كراچی)

واستماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام، لقوله عليه السلام: استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر أي بالنعمة. (شامي ٥٠٤/٩ زكريا، شامي ٣٤٩/٦ كراچی، الفتاویٰ الهندية ٣٥٢/٥، هداية ٤٥٥/٤، البحر الرائق ٢٠٤/٨، بزازية ٣٥٩/٦)

ويكره إمامة عبد وفاسق؛ بل قال في شرح المنية: كراهة تقديمه كراهة

تحریم. (شامي ۱/ ۵۲۳ کراچی، شامي ۲/ ۲۹۸ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۸۵، صغیري ۲٦٤، حلبي کبیر ۵۱۳، هدایة ۱/ ۱۲۲، البحر الرائق ۱/ ۳٤۹ کوئٹه، فتاوی دارالعلوم ۳/ ۱٤۵)

فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل. (شامي ۱/ ۵۵۹ کراچي، شامي ۲/ ۲۹۸ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

TV پر کرکٹ میچ دیکھنے والے کی امامت؟

سوال (٦۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی امام کا ٹیلی ویژن پر اس طرح کا پروگرام دیکھنا جائز ہے کہ کرکٹ میچ آرہا ہو اور درمیان میں ناچ گانے کا پروگرام بھی آجاتا ہو اور امام بیٹھا ہی رہے، تو کیا شریعت میں ایسے امام کا یہ جواز پیش کرنا کہ یہ کرکٹ کا میچ ہے، کوئی غلط کام نہیں اور ناچ گانے کی طرف میری توجہ نہیں ہے، میرا مقصد صرف کرکٹ میچ ٹیلی ویژن پر بچشم خود دیکھنا ہے، تو ایسے امام کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ٹیلی ویژن پر کرکٹ میچ دیکھنا جائز نہیں؛ کیوں کہ اس کا کوئی بھی پروگرام غیر شرعی امور سے خالی نہیں ہوتا، ایسے امام کو اپنے فعل سے باز آنا چاہئے، ورنہ اس کی امامت مکروہ ہوگی۔

أما التلفزيون والفديو فلا شك في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات وما إلى ذٰلك من أسباب الفسق. (تکملة فتح الملهم ٤/ ۱٦٤ کراچی)

واستماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام، لقوله عليه السلام: استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر

أي بـالـنعمة. (شامي ٩/ ٥٠٤ زكريا، شامي ٦/ ٣٤٩ كراچی، الفتاویٰ الهندية ٥/ ٢٥٢، هداية ٤/ ٤٥٥، البحر الرائق ٨/ ٢٠٤، بزازية ٦/ ٣٥٩)

ويكره إمامة عبد وفاسق؛ بل قال في شرح المنية: كراهة تقديمه كراهة تحريم. (شامي ١/ ٥٢٣ كراچی، شامي ٢/ ٢٩٨ زكريا، صغيري ٢٦٤، حلبي كبير ٥١٣، هداية ١/ ١٢٢، البحر الرائق ١/ ٣٤٩ كوئٹه، فتاوى دارالعلوم ٣/ ١٤٥)

لأنه نوع لعب يصد عن ذكر الله وعن الجمع والجماعات فيكون حراماً لقوله عليه السلام ما الهاک عن ذکر الله فهو ميسر. (هداية ٤/ ٤٥٩) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۴/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ٹیلی ویژن پر ٹیپو سلطان سیریل دیکھنے والے کی امامت؟

سوال (٦٦٠): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک عالم دین ۱۴/ سال سے ایک مسجد میں فریضۂ امامت انجام دیتا ہے، گذشتہ سے پیوستہ جمعہ میں جمعہ سے پیشتر جو بیان ہوتا ہے، اس میں امام صاحب نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بدعات وخرافات، عرس اور صندل وغیرہ عنوانات پر تفصیل سے روشنی ڈالی، بدعات کے عاشقین میں سے کچھ کو برا سا لگ گیا مگر بول نہ سکے، دریں اثناء امام صاحب جو ۱۴/ سال سے امامت کرتے ہیں، کبھی کسی خرافاتی کاموں سے کوئی لگاؤ رکھا ہی نہیں مگر ٹیلی ویژن پر ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پر جو سنیچر کو دس بجے شب میں سیریل دکھایا جاتا ہے، اس کو دیکھا، معلوم کرنے پر انہوں نے فرمایا کہ یہ سیریل خالص تاریخی ہے اس لئے اس کے ٹی وی پر دیکھنے میں مجھے کوئی خرابی تو نہیں معلوم ہوتی، باقی ٹی وی کے اور پروگراموں سے کبھی کوئی لگاؤ اور شوق نہیں رکھتے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ٹیپو سلطان سیریل دیکھنے سے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت ہے؟ مبتدعین کا کہنا یہ ہے کہ امام صاحب تو ٹیپو سلطان دیکھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، کہاں تک درست ہے؟ جواب باصواب دے کر عنداللہ اجر جزیل حاصل کریں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: آج کل ٹیلی ویژن پر جو ٹیپو سلطان سیریل دکھائی جا رہا ہے، اس کے بارے میں ہمیں مصدقہ طور پر یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ انتہائی لغو اور غیر شرعی باتوں پر مشتمل ہے، مرد وعورت کے مابین بوس وکنار اور عشقیہ حرکات کے سین اس میں فلمائے گئے ہیں، پھر اس میں نامحرموں کو دیکھنا اور میوزک سننا تو بہر حال لازم آتا ہے اور ٹیلی ویژن چوں کہ خود آلۂ لہو ولعب ہے، اس لئے اس کا دیکھنا ویسے بھی جائز نہیں، تو جب اس میں ایسے محرمات دکھائے اور سنائے جائیں، تو اس کی حرمت مزید بڑھ جاتی ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ٹیپو سلطان سیریل ٹیلی ویژن پر دیکھ کر مزید گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے، اس کو اپنے فعل سے توبہ اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا عزم کرنا چاہئے۔ بغیر توبہ کے اس کی امامت مکروہ قرار پائے گی؛ لیکن جو نمازیں اس کے پیچھے قبل توبہ ادا کی گئی ہیں وہ صحیح ہوگئیں، ان کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: في حديث طويل ...... : فزنا العين النظر. وفي رواية عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه مرفوعاً قال: فالعينان زناهما النظر. (صحيح البخاري رقم: ٦٢٤٣، صحيح مسلم رقم: ٢٦٥٧، إعلاء السنن ١٧/ ٤٢٠ رقم: ٥٧٠٣ دار الكتب العلمية بيروت)

أما التلفزيون والفديو فلا شک في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات وما إلى ذٰلک من أسباب الفسق. (تکملة فتح الملهم کراچی ٤/ ١٦٤)

واستماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام، لقوله عليه السلام: استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر أي بالنعمة. (شامي ٩/ ٥٠٤ زكريا، شامي ٦/ ٣٤٩ کراچی، الفتاوىٰ الهندية ٥/ ٣٥٢، هداية ٤/ ٤٥٥، البحر الرائق ٨/ ٢٠٤ کوئٹه، بزازية ٦/ ٣٥٩ کوئٹه)

مرتكب الكبيرة فاسق. (نبراس شرح شرح عقائد ۲۲۸)

ويكره إمامة عبد وفاسق؛ بل قال في شرح المنية: كراهة تقديمه كراهة تحريم. (شامي ۱/۵۲۳ کراچی، شامي ۲/۲۹۸ زکریا، الفتاویٰ الهندية ۱/۸۵، صغيري ۲٦٤، حلبي كبير ۵۱۳، هداية ۱/۱۲۲، البحر الرائق ۱/۳٤۹ کوئٹه، فتاوی دارالعلوم ۳/۱٤۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۳/۲/۱۴۱۱ھ

ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ چلانے والے کی امامت؟

سوال (٦٦١): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام اپنے لئے ریڈیو ٹیپ ریکارڈ بجانا جائز کہتا ہے، اور زید جو کہ جاہل ہے، اس سے کہتا ہے کہ یہ سب چیزیں حرام ہیں، اور امام دلیل میں یہ پیش کرتا ہے کہ میں تو ریڈیو سے خبریں، تلاوتِ قرآن، اذان ونماز کا پروگرام اور چاند کی خبریں وغیرہ سنتا ہوں، اگر یہ سب پروگرام سننا ریڈیو پر غلط ہوتا تو مفتیانِ کرام اور حفاظِ قرآن اور اذان کا پروگرام نہ ہوتا، یہ تمام حضرات اس میں شرکت نہیں کرتے، اور ٹیپ ریکارڈ میں علماء کا پروگرام نہ بھرا جاتا، علماء کرام اس میں اپنی آوازیں ہرگز ٹیپ نہ کرتے، بالذات ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو غلط نہیں ہے؛ بلکہ اس کا استعمال غلط کرنا صحیح نہیں ہے، اور صحیح استعمال کرنا صحیح ہے، اور تم صرف گانا سنتے ہو، دین کی باتیں بند کر کے غلط پروگرام سنتے ہو، اس لئے تمہارے لئے حرام ہے، اور میرے لئے جائز ہے، تو شریعت میں اس کی کیا وضاحت اور فیصلہ ہے؟ کیا امام کا کہنا غلط ہے یا زید کا، زید کی دلیل یہ ہے کہ اگر ٹیپ ریکارڈ ریڈیو کا استعمال صحیح ہوتا تو بزرگانِ دین بکثرت اس کا استعمال کرتے؛ لیکن ایسا نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ریڈیو ٹیپ ریکارڈ پر تعلیم وہدایت کے مقصد سے قرآنِ کریم کی تلاوت، تفسیر، دینی مضامین، تقریر، حالاتِ حاضرہ پر صحیح تبصرہ، ان امور کا سننا جائز ہے،

اس کے برخلاف ریڈیو وغیرہ پر گانا بجانا فحش ڈرامے اور مکالمے وغیرہ سننا ناجائز وحرام ہیں؛ لہٰذا جو امام ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کا جائز استعمال کرتا ہے اس کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۵۲۲/۱۹، میرٹھ ۳۲۲/۲۹)

عن الأوزاعي يقول: نجتنب من قول أهل الحجاز خمساً: استماع الملاهي...... الخ. (السنن الكبرىٰ للبيهقي / باب ما تجوز به شهادة أهل الهواء رقم: ۲۰۹۲۰)

وليكن أول ما يعتقدون من أدبك بعض الملاهي التي بدؤها من الشيطان وعاقبتها سخط الرحمن، فإنه بلغني عن الثقات من حملة العلم أن حضور العازف واستماع الأغاني واللهج بهما ينبت النفاق في القلب. (ذم الملاهي لابن أبي الدنيا / باب في المخنثين ۱/۵۰ رقم: ٤۹ المكتبة الشاملة)

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً شرط اجتنابه للفواحش الظاهرة ...... ثم الأورع أي الأكثر اتقاء للشبهات والتقوىٰ اتقاء المحرمات.

(درمختار مع الشامي ۲۹٤/۲ زكريا، طحطاوي على مراقي يالفلاح ۲٤۲، البحر الرائق ۳٤۷/۱ كوئٹه)

قال: استماع الملاهي كالضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام: استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق. (درمختار مع الشامي ۳٤۹/٦ كراچی، شامي ۵۰٤/۹ زكريا، بزازية على الفتاوىٰ الهندية ۳۵۹/٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۷/۴/۱۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کشتی کے پروگرام میں شرکت کرنے والے کی امامت؟

سوال (٦٦٢): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی امام کا کشتی کے پروگرام میں جاکر کشتی دیکھنا جائز ہے، اور اگر دیکھ لیا تو اس امام کے بارے میں شریعت میں کیا حکم ہے؟ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کشتی کا دنگل دیکھنا درست نہیں؛ کیوں کہ کشتی میں لڑنے والے لوگ ستر چھپانے کا اہتمام نہیں کرتے اور اگر اتفاقیہ دیکھ لیا تو بھی اپنے فعل سے توبہ کرے، توبہ کے بعد اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے۔

عن علی کرم اللّٰہ وجهه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا تبرز فخذک ولا تنظر فخذ حي ولا میت. (سنن أبي داؤد رقم: ۳۱۴۰، سنن ابن ماجة: ۱۴۶۰، المسند للإمام أحمد ۱۴۶/۱)

عن جرهد أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: أما علمت أن الفخد عورة.

(سنن أبي داؤد رقم: ۴۰۱۴، سنن ترمذي رقم: ۲۷۹۵)

وعن الحسن مرسلاً قال: بلغني أن رسول اللّٰہ صلی علیه وسلم قال: لعن اللّٰہ الناظر والمنظور إلیه. (شعب الإیمان للبیهقي ۱۶۲/۶، رقم: ۷۷۸۸)

واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصي واجبة، سواء کانت المعصیة صغیرة أو کبیرة. (شرح النووي علی مسلم ۳۵۴/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفر لہ ۱۴۱۷/۴/۱۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نس بندی کے لئے آپریشن کرانے والے کی امامت

سوال (۶۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نس بندی کے لئے آپریشن کرنے یا کرانے والے کی امامت کیسی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نس بندی کا آپریشن جس سے آدمی کی قوتِ تولید ختم ہوجاتی ہے، شریعت میں جائز نہیں ہے؛ لہٰذا ایسا عمل برضاء ورغبت کرانے والے کی امامت بوجہ

فسق مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶/۲۳۴ ڈابھیل)

خصاء بني آدم حرام بالاتفاق. (الفتاویٰ الهندية ٥/٣٥٧)

ويكره إمامة عبد ...... وفاسق. (درمختار) فإن أمكن الصلاة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الإنفراد، قوله: فاسق: من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وأكل الربا ونحو ذلك. (شامي ١/٥٥٩ كراچی، شامي ٢/٢٩٨-٣٠١ زكريا، البحر الرائق ١/٣٤٨ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۱۰/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نس بندی کردئے گئے شخص کی امامت؟

سوال (۶۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس کی نس بندی کردی گئی ہو اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اپنی خوشی سے نس بندی کرانے والے کی امامت مکروہ ہے، اسے چاہئے کہ توبہ واستغفار کرے، اور نس بندی کھلوالے؛ تاکہ اس کی امامت میں کراہت نہ رہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۴/۳۵۱)

خصاء بني آدم حرام بالاتفاق. (الفتاویٰ الهندية ٥/٣٥٧)

ويكره إمامة عبد وفاسق؛ بل قال في شرح المنية: كراهة تقديمه كراهة تحريم. (شامي ١/٥٢٣ كراچی، شامي ٢/٢٩٨ زكريا، الفتاویٰ الهندية ١/٨٥، صغيري ٢٦٤، حلبي كبير ٥١٣، هداية ١/١٢٢، البحر الرائق ١/٣٤٩ كوئٹه، فتاوی دارالعلوم ٣/١٤٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر محرم عورتوں میں بیٹھنے والے کی امامت؟

سوال (٦٦٥): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو امام غیر محرم عورتوں میں بیٹھتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، پھر وہ توبہ کرلے، تو کیا اب بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امام صاحب نے واقعۃً اپنے مذکورہ غلط عمل سے سچی توبہ کرلی ہے، تو ان کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز اور درست ہے۔

قال تعالی: ﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ [طه: ٨٢]

وينبغي للإمام أن يحترز عن ملامسة النساء و مخالطتهن. (الفتاویٰ التاتارخانية ٢٥٢/٢ رقم: ٢٣٣٧ زكريا)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إن العبد إذا اعترف ثم تاب تاب اللّٰه عليه. (مشكوة المصابيح ٢٠٣/١ رقم: ٢٣٣٠، صحيح البخاري رقم: ٤١٤١، صحيح مسلم رقم: ٢٧٧٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۹/۷/۲۳ ۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نامحرم عورتوں کے ساتھ اختلاط کرکے تعویذ کا پیشہ کرنے والے کی امامت

سوال (٦٦٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جامع مسجد کے امام صاحب ایک مدت سے چلے آرہے ہیں، اب سے تقریباً ۵؍سال قبل تعویذات وجھاڑ پھونک کرنے کا کام بغیر کسی معاوضہ کے کیا کرتے تھے، آگے چل کر جب جھاڑ پھونک کرانے والیوں کی زیادتی ہوئی، تو امام صاحب کی جانب سے ٹال مٹول شروع ہوگئی، جس کا منفی الفاظ میں یہ مطلب تھا کہ اب ہدیہ ونذرانہ پیش کرو، تو تعویذ یا پانی پر یا سر اور سینہ پر پھونک

لگوا سکتے ہو، بالآخر یہی ہونے لگا، رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اب حضرت کی فیس ڈنکے کی چوٹ پر پچپن روپیہ ہے، اور بیرونی مریضوں کا خصوصاً جمعرات کے دن اژدہام رہتا ہے، اور بستی کی وہ غریب وامیر عورتیں جن سے مقررہ فیس یا تو مطلقاً نہ ملنے کی توقع ہو یا ہر مرتبہ نہ دے سکتی ہوں، ان سے صبح کو ملنا شام کو آنا ٹال مٹول سے شفاخانہ کے چکر لگواتے ہیں، اور کبھی بے وقتی کا بہانہ کر کے ڈانٹ ڈپٹ اور پھٹکار بھی لگاتے ہیں کہ تمہیں بھی اسی وقت آنا تھا، جب کہ اسی وقت میں محرم ونامحرم مقامی وبیرونی ہدیہ پیش کرنے والی عورتوں کا ہاتھ اور مزاج بڑے پیار سے دیکھا جاتا ہے، موصوف امام نے اس کام کے لئے ایک کمرہ متعین کر رکھا ہے، فرصت نہ ملنے کی وجہ سے تعویذات لکھنے کا کام گھر کی عورتوں کے سپرد ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ کام صرف پیشے کے طور پر ہو رہا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کی امامت کرنا کیسا ہے؟ اس کی امامت میں نماز پڑھنا کہاں تک جائز ہے؟ ان ذمہ دارانِ مسجد کے لئے کیا حکم ہے جو اس کے باوجود امام کی طرفداری کرتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نامحرم تعویذ لینے والی عورتوں سے بے پردہ ملنا اور نامحرم ہدیہ پیش کرنے والی عورتوں کا ہدیہ لینا اور ہاتھ دیکھنا اور مزاج پرسی کرنا ناجائز اور حرام ہے، اور ان چیزوں سے پرہیز نہ کرنے والا امام فاسق اور فاجر ہے، اور ایسے شخص کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔

عن عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إياكم والدخول على النساء. (صحيح مسلم رقم: ۲۱۷۲)

الخلوة بالأجنبية حرام. (درمختار مع الشامي ۳۶۸/۶ کراچی)

وأما الفاسق فقد علّلوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته إلى أن قال: فهو كالمبتدع

تکـره إمامته بکل حال بل في شرح المنية على أن کراهة تقديمه کراهة تحريم لما ذکرنا. (شامي ۲/۲۹۹ زکريا)

نیز امام صاحب کی ان حرکات سے جب مقتدی حضرات ناراض ہوں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہ کرتے ہوں، تو انہیں امامت نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے باوجود جو لوگ امام موصوف کے طرف دار ہیں، وہ گنہگار رہیں۔

ولـو أم قوماً وهم له کارهون إن الکراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منـه کـره لـه ذٰلک تـحريماً لحديث أبي داؤد: لا يقبل اللّٰه صلاة من تقدم قوماً وهم له کارهون، وإن هو أحق لا والکراهة عليهم. (بذل المجهود ۴/۲۱۲، درمختار مع الشامي ۲/۲۹۷ زکريا، سنن أبي داؤد رقم: ۵۹۳)

لـو قـدمـوا فـاسـقاً يأثمون بناءً على أن کراهة تقديمه کراهة تحريم لعدم اعتـنـائه بأمور دينه وتساهله في الاتيان بلوازمه. (کبيري ۴۷۹، فتاویٰ رحيميه ۱/۱۶۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۵/۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تعویذ گنڈوں کے بہانے غیر محرموں کے جسم کو ٹٹولنے والے کی امامت

سـوال (۶۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مولوی یعقوب تعویذ گنڈوں کا کام کرتے ہیں، تعویذوں کا پیسہ لینا اور غیر محرم عورتوں کے جسم کو ٹٹولنا بنظر شہوت کیسا ہے؟ فال کھولنا، شرکیہ اعمال کرنا کرانا کیسا ہے؟ ایسے مولوی کی اقتداء کیسی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعویذ کا پیسہ مناسب طریقہ پر لینا تو درست ہوسکتا ہے۔ مگر غیر محرموں سے اختلاط وغیرہ ہرگز درست نہیں ہے، تعویذ گنڈوں کے بہانے غیر عورتوں سے میل جول رکھنے والا شخص فاسق ہے، امامت کے قابل نہیں ہے۔

ولا بأس بالمعوذات إذا كتب فيها القرآن أو أسماء اللّٰه تعالیٰ. (الدرالمختار مع الشامي ٣٦٣/٦ كراچی، شامي ٥٢٣/٩ زكريا، البحر الرائق ٢٠٨/٨ كوئٹه)

وأما حديث رهط الذين رقوا لديغا بالفاتحة وأخذوا جعلاً، فسألوا النبي عليه السلام فقال: أحق ما أخذتم عليه أجراً كتاب اللّٰه. (تنقيح الفتاوی الحامدية ١٣/٢ مصر، بحواله حاشيه: فتاوی محموديه ١٠١/١٧ ڈابھیل)

عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم: ألا لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثها الشيطان. (سنن الترمذي رقم: ١١٧١، وقال حديث حسن صحيح غريب، إعلاء السنن ٤١٧/١٧ رقم: ٥٧٠١ دار الكتب العلمية بيروت)

الخلوة بالأجنبية حرام. (الدر المختار مع الشامي ٣٦٨/٦ كراچی)

ويكره إمامة فاسق، من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر، والزاني، وآكل الربا ونحو ذٰلک. (شامي ٥٦٠/١ كراچی، شامي ٢٩٨/٢ زكريا، هداية ١٢٢/١، مجمع الأنهر ١٠٨/١، قاضي خان ٩١/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۳/۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مریضہ عورتوں کے بدن کو دیکھنے اور چھونے والے کی امامت؟

سوال (٦٦٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم محلّہ اصالت پورہ احاطہ والی مسجد کے نمازی لوگ ہیں، ہماری مسجد کے امام صاحب بازار میں ڈاکٹری کی دوکان کرتے ہیں، ان کے پاس مریضہ عورتیں بھی آتی ہیں، وہ ان کے بدن پر آلہ بھی لگاتے ہیں اور انجکشن بھی لگاتے ہیں، اور امام صاحب جوان بھی ہیں، نمازی لوگ ان کے اس فعل سے ان کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے، شریعتِ اسلامیہ کا جو حکم ہو آپ تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ڈاکٹر اور طبیب کے لئے شرعاً اس کی اجازت ہے کہ وہ

بقدرِضرورت عورت یا مرد کے پردہ کی جگہوں کو دیکھے یا ہاتھ لگائے؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ وہ حتی الامکان اپنی آنکھوں کو بند رکھے اور ضرورت کے علاوہ ہاتھ نہ لگائے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ایسے امام صاحب کی امامت مکروہ نہیں ہوگی، ہاں اگر کوئی اور شکایت ہو تو حکم دوسرا ہوگا۔

عن عقبة بن عامر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والدخول على النساء......الخ. (صحيح مسلم رقم: ٢١٧٢، إعلاء السنن ٤١٦/١٧ رقم: ٥٧٠٠ دار الكتب العلمية بيروت)

أخرج ابن أبي شيبة عن سلمة بن وهرام قال: سألت المرأة يكون بها الجرح كيف يداويها الطبيب؟ قال: يجيب موضع الجرح من الثوب ثم يداويها الطبيب.

(المصنف لابن أبي شيبة / الطب ١٥٦/١٢ رقم: ٢٤١٩٩، مصنف عبد الرزاق ٢٦٠/٩ رقم: ١٧١٤٣

ويحرم النظر إلى العورة إلا عند الضرورة كالطبيب. (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر ١٩٩/٤، تبيين الحقائق ٣٨/٧ بيروت، الفتاوى السراجية ٣)

ويجوز النظر إلى الفرج للخاتن وللقابلة وللطبيب عند المعالجة ويغض بصره ما استطاع. كذا في السراجية. (الفتاویٰ الهندية ٣٣٠/٥، الفتاویٰ التاتارخانية ٩٨/١٨ رقم: ٢٨١٦٣ زكريا)

كره إمامة الفاسق فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمام لكون الكراهة في الفاسق تحريمية ......، وإذا تعذر منعه ينتقل عنه إلى غير مسجده للجمعة وغيرها وإن لم يقم الجمعة إلا هو يصلي معه. (طحطاوي على المراقي ١٦٥، شامي ٥٦٠/١ كراچی، شامي ٢٩٩/٢ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٨٥/١، خانية ٩٢/١)

ثم النظر إلى الحرة الأجنبية قد يصير مرخصا عند الضرورة لما عرف أن مواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع. (الفتاویٰ التاتارخانية ٩٦/١٨ رقم: ٢٨١٥٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۰/۱۳ھ

غیر عالم امام کا کتاب کی تشریح کرنا اور مسئلہ بتانا؟

سوال (۶۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب موصوف کو جو کہ عالم نہیں ہیں، کتاب کی تشریح کرنا اور مسئلہ بیان کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسائلِ شرعیہ میں مذکورہ غیر عالم امام کو رائے زنی کا حق نہیں ہے، اسے چاہئے کہ وہ کسی معتبر کتاب سے پڑھ کر مسائل سنا دیا کرے، اپنی جانب سے تشریح نہ کرے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ...... ومن أفتى بفتيا بغير علم كان إثم ذٰلک على من أفتاه. (مسند أحمد ۳۶۵/۲ رقم: ۸۵۵۸)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أفتى بفتيا غير ثبت فإنما إثمه على من أفتاه. (سنن ابن ماجة رقم: ۵۳، سنن أبي داؤد رقم: ۳۶۵۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۰/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بار بار گناہ کر کے بار بار توبہ کرنے والے کی امامت؟

سوال (۶۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب اپنے فسق سے توبہ کر لیتے ہیں؛ لیکن کچھ دنوں کے بعد پھر مبتلائے فسق ہو جاتے ہیں، پھر توبہ کر لیتے ہیں، کچھ دنوں بعد پھر مرتکب فسق ہو جاتے ہیں، ان کی توبہ قابل اعتبار ہوگی یا نہیں؟ مسجد کے ذمہ داران کو معزول نہ کریں اور انہیں کے پیچھے نماز پڑھتے رہیں، تو ان کی نمازوں میں کراہت آئے گی یا نہیں؟ جب کہ امام صاحب کا قول یہ ہے کہ میں ہر مرتبہ صدق دل سے توبہ کرتا ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ عزم ہو، مسئولہ صورت میں مذکورہ امام کا بار بار اسی گناہ میں مبتلا ہو جانا اس بات پر دلیل ہے کہ ان کو توبہ پر پختگی نصیب نہیں ہے، اس لئے انہیں اولاً اپنی توبہ کا جائزہ لینا چاہئے، اور بہر حال شرعی مسئلہ یہی ہے کہ جب آدمی صدق دل سے توبہ کرے، تو اس کی امامت مکروہ نہیں رہتی۔

ولم يطعنه في دينه – ويجتنب الفواحش الظاهرة. (الفتاویٰ الهندية ۱/۸۳، درمختار ۲/۲۹٤ زكريا، شامي ۱/۵۵۷ كراچی)

عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: التوبة النصوح أن يتوب العبد من الذنب، ثم لايعود إليه أبداً. (شعب الإيمان ۵/۳۸۷ رقم: ۷۰۳۵ بيروت)

فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا يتعلق بحق أدمي فلها ثلاثة شروط، أحدها أن يقلع عن المعصية، والثاني: أن يندم على فعلها، والثالث: أن يعزم أن لايعود إليها أبدا، فإن فقد أحد الثلاثة لم تصح، وأن يبرأ من حق صاحبها.

(رياض الصالحين / باب التوبة ۲٤–۲۵، شرح الفقه الأكبر / بحث التوبة ۱۵۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک امام کے حالات اور ان کی امامت کا حکم

سوال (۱۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ایک شخص اپنے آپ کو عالم دین کہتے ہیں اور مسجد کے امام بھی ہیں، ان کا عمل یہ ہے کہ اگر کسی مقتدی سے کوئی غلطی ہو جائے تو ان کو بہت سخت الفاظ کہتے ہیں، اور حرامی جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مقتدی اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔

(۲) امام صاحب دوسرے کو کافر، بد مذہب اور بد دین کہتے ہیں اور مسجد میں اسی کافر، اسی

بد مذہب، بددین کا روپیہ لگا ہوا ہے، یہاں تک کہ لینٹر اور پنکھے بھی لگے ہوئے ہیں، تو ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کے لئے ایسی مسجد میں امامت کرنا کیسا ہے؟

(۳) ایک شخص امام بھی ہے اس کے ساتھ ساتھ حکمت کا کام بھی کرتے ہیں، جس کے اندر مرد کے علاج کے ساتھ ساتھ عورتوں کا بھی علاج کرتے ہیں؛ لیکن حکمت کے اندر کچھ غلط شبہ بھی ہے؛ بلکہ حقیقت بتاتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ ان کا غلط معاملہ ہے، تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

(۴) مسجد میں جس فرش کے اوپر نماز پڑھتے ہیں، اسی پر بیٹھ کر حقہ پینا کیسا ہے؟

(۵) ایک شخص امام ہے اور گاؤں کے لوگ سب رشتہ دار ہیں، یہ امام صاحب اپنے آپ کو سنی مسلمان کہلاتے اور دوسرے کو دیوبندی کہتے ہیں، اگر دیوبندی کی طرف کسی کا انتقال ہو جائے، تو نہ خود ان کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں، اور نہ اوروں کو شریک ہونے دیتے ہیں، تو کیا جنازہ کی نماز میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں ذکر کردہ احوال وواقعات صحیح اور مبنی بر واقعہ ہیں، تو ایسے شخص کو امام بنانا ممنوع ہے، امام ایسے شخص کو بنانا چاہئے جو صاحبِ ورع وتقویٰ ہو، ہر طرح کے اخلاقی امراض سے پاک اور بدعت سے دور ہو؛ تاہم اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازیں ادا ہوگئی ہیں، ان کا دہرانا لازم نہیں ہے۔

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة، ثم الأورع: أي الأكثر اتقاء للشبهات، والتقوى اتقاء المحرمات. (الدر المختار مع الشامي ۱/۵۵۷ کراچی، شامي ۲/۲۹٤ زکریا، النهر الفائق ۱/۲٤۰، البحر الرائق ۱/٦۰۸ رشيدية)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة؛ لكن لا ينال

مثل ما ینال خلف تقي، وتجوز إمامة الفاسق إلا أنها تکره. (الفتاویٰ الهندیة ۱/۸٤-۸٥، شامي ۱/۵۲۳ کراچی، شامي ۲/۳۰۱ زکریا، طحطاوي علی المراقي ۲٤٤ مصری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۲/۶ھ

ایک اور امام کے حالات اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

سوال (۶۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) ایک شخص جو سود پر روپیہ لے کر کاروبار کرتا ہے جب کہ اس کے دوسرے ذرائع بھی موجود ہیں، تو اس کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) ایسا امام جس سے دین دار طبقہ ناراض ہے اور اس کو ناپسند کرتا ہے، اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

(۳) وہ امام جو محض بدگمانی کر کے علماء کی تذلیل وتضحیک کرتا ہے، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۴) کیا ایسے امام کی اقتداء کرنا درست ہے جو کذاب اور مفتری ہے؟

(۵) کیا ایسے امام کی اقتداء کرنا درست ہے جو غلط سلط مسائل بتائے اور اس پر ڈٹا رہے، اور یہ پوچھنے پر کہ یہ مسئلہ کہاں ہے، یہ کہے کہ کتابوں سے کیا کرنا بس میں کہہ رہا ہوں؟

(۶) موصوف ایک مرتبہ ایک عالم سے ایک مسئلہ میں الجھ گئے اور تکبراً بار بار کہنے لگے کہ اگر میرا بتایا ہوا مسئلہ غلط ثابت ہو جائے تو میں امامت چھوڑ دوں گا، انہوں نے اور ایک دوسرے عالم صاحب نے مسئلہ بتایا مگر امام انکار کرتا رہا، صورتِ حال یہ ہوئی کہ فتویٰ منگایا گیا، تو مفتی صاحب نے امام صاحب کے مسئلہ کی تردید کر دی، تو آیا امام کو اپنی امامت سے علیحدہ ہونا چاہئے یا نہیں؟

(۷) کیا ایسا امام جو قوم کی خوشنودی کی خاطر تمام افعال غیر شرعیہ ورسومات مروجہ کا اختیار کرنے والا ہے اس کو حق امامت ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کو امام بنانا درست ہے؟ اور اگر ایسا امام

باوجود کہے جانے کے امامت نہ چھوڑے، تو وہ متشرع اور دین دار طبقہ جو کہ اس امام کو اوصاف مذکورہ کی بناء پرنا پسند کرتا ہے اور ناراض بھی ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا وہ طبقہ الگ جماعت کرے جس پر اس کو قدرت ہے؟

(۸) اختلاف بین المؤمنین جو سب سے بڑا فتنہ ہے، قوم اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے آپسی اتحاد کی کوشش کرتے ہوئے امام سے کہتی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے مل لیں تو امام بجائے ملنے کے خودکشی کے لئے بجلی کا بلب پکڑنے کی کوشش کرنے لگا، پھر دوسرے لوگ اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے خود جاکر موصوف سے اسی نشست میں ملنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ ملنے کے بجائے چت لیٹ گیا جو قوم کے لئے انتہائی مایوسی کا سبب بنا، تو کیا ایسے مکار، دوغلے، سودی، کذاب اور خودکشی کرنے والے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سوال میں درج شدہ واقعات درست ہیں تو ایسا امام امامت کے لائق ہرگز نہیں ہے، فتنہ اور اختلاف سے احتراز کرتے ہوئے اسے امامت سے ہٹادینا چاہئے؛ تاہم اب تک جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئی ہیں، وہ صحیح ہوگئیں ان کا لوٹانا ضروری نہیں ہے، اگر وہ امامت سے نہ ہٹے تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ دوسری مسجد میں نماز پڑھیں، اسی مسجد میں دوسری جماعت نہ کریں۔

والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه الفواحش الظاهرة. ثم الأورع: أي الأكثر اتقاء للشبهات، والتقوى اتقاء المحرمات. (الدر المختار مع الشامي ۱/۵۵۷ کراچی، شامي ۲/۲۹٤ زکریا)

ولو صلّٰى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة؛ لكن لاينال مثل ما ينال خلف تقي، وتجوز إمامة الفاسق إلا أنها تكره. (الفتاویٰ الهندية ۱/۸٤-۸۵، شامي ۱/۵۲۳ کراچی، شامي ۲/۲۹۸ زکریا، طحطاوي علی المراقي ۲٤٤ مصری)

کره إمامة الفاسق فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمام لكون الكراهة في الفاسق تحريمية ......، وإذا تعذر منعه ينتقل عنه إلى غير مسجده للجمعة وغيرها وإن لم يقم الجمعة إلا هو يصلي معه. (طحطاوي على المراقي ١٦٥، شامي ٥٦٠/١ كراچی، شامي ٢٩٩/٢ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ٨٥/١، خانية ٩٢/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۶/۱۴۱۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

درست عقیدہ اور مکمل داڑھی رکھنے والا امامت کا زیادہ حق دار ہے

سوال (۶۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی کا عقیدہ درست ہو، قرآن بھی صحیح پڑھتا ہو؛ لیکن داڑھی کتری ہوئی ہو، تو نماز اس کے پیچھے پڑھیں یا تنہا پڑھیں؟

اگر قرآن کریم صحیح پڑھتا ہوں؛ لیکن عقیدہ فاسد رکھتا ہو، مثلاً حضور ﷺ کو علم غیب، مختار کل ہر جگہ حاضر وناظر وغیرہ جانا، تو ایسے شخص کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھیں گے یا تنہا پڑھیں گے؟

اسی طرح عقیدہ درست رکھنے والا داڑھی پوری رکھنے والا؛ لیکن قرآن کریم غلط پڑھنے والا ہو؛ مثلاً عین کی جگہ الف، حا کی جگہ ہا اور شین کی جگہ سین پڑھنے والا ہو، تو اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں درست عقیدہ اور پوری داڑھی رکھنے والا شخص نماز پڑھائے اور پوری کوشش کرکے کم ازکم بقدر ضرورت قرأت صحیح پڑھنے کا اہتمام کرے۔

عن معاذ بن جبل رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أطع كل أمير، وصلّ خلف كل إمام. (رواه الطبراني في الكبير، مجمع الزوائد ١٦٨/١)

ولا خلاف في صحة الصلاة خلف الفاسق بين الأئمة. (إعلاء السنن ٢١٦/٤ رقم: ١١٩٦ دار الكتب العلمية بيروت)

ولو صلى خلف ......فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لاينال مثل ما ينال خلف تقي كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية ۱/٨٤، شامي ۲/۳۰۱ زكريا، شامي ۱/٥٦٢ كراچی، البحر الرائق ۱/۳٤٩ كوئٹه، قاضي خان على الفتاوىٰ الهندية ۱/۹۲ كوئٹه)

بل مشى في شرح المنية: على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا. (شامي ۱/٥٦٠ كراچی، شامي ۲/۲۹۹ زكريا)

وتجوز إمامة الأعرابي ...... والفاسق كذا في الخلاصة إلا أنها تكره. (الفتاوىٰ الهندية ۱/٨٥، شامي ۲/۲۹۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

شرعی داڑھی والے کی موجودگی میں غیر داڑھی والے کو امام بنانا؟

سوال (۶۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں ایک آدمی ہے جو گاؤں کے اور آدمیوں سے قرآن شریف پڑھنے میں اچھا ہے، عوام تقریباً سب جاہل ہیں، اس سے زیادہ پڑھا لکھا کوئی نہیں ہے، ہندی انگریزی پڑھے لکھے تو زیادہ ہیں؛ لیکن اس آدمی کے چہرہ پر داڑھی نہیں ہے، اور لباس شرعی ہے، تو کیا ایسے شخص کو امام کی غیر موجودگی میں نماز پڑھانے کی اجازت ہے؟ یہ شخص مسجد کا متولی بھی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص داڑھی نہیں رکھتا اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر اس کے علاوہ کوئی بھی ایسا شخص مسجد میں جماعت کے وقت موجود ہو جو شرعی داڑھی رکھتا ہو اور نماز پڑھا سکتا ہو، تو اس داڑھی منڈے شخص کو امام بنانا مکروہ ہوگا۔

ويكره إمامة ...... فاسق. وقال ابن عابدين: فإن أمكن الصلوة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولى من الانفراد، على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم.

(درمختار مع الشامي ۵۵۹/۱ کراچی، ۲۹۹/۲ زکریا، حلبي کبیر ۵۱۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۵/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سفر میں باشرع آدمی کی عدمِ موجودگی میں فاسق اَن پڑھ کو امام بنانا؟

سوال (۶۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سفر میں دس پندرہ افراد ہیں، کچھ کی داڑھی صاف اور کچھ کترواتے ہیں، قرآن پاک تک پڑھے ہوئے نہیں ہیں، ان پڑھ ہیں، ان میں سے ایک امام بنا، فرض نماز باجماعت ادا کی، فاسق اَن پڑھ کی اقتداء میں اُن افراد کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ساتھ میں کوئی باشرع آدمی نہیں ہے اور نہ کوئی قرآن وغیرہ پڑھا ہوا ہے، اور ایسے مقام پر نماز کا وقت ہوگیا کہ جہاں کوئی باشرع آدمی نماز پڑھانے کے لئے نہیں ہے، تو ایسی صورت میں موجودہ افراد میں سے جو اتنا قرآن پڑھنا جانتا ہو جس سے نماز درست ہوسکے، تو اس کو امام بنا کر باجماعت نماز پڑھنے سے نماز ادا ہوجائے گی۔

(مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲۶۲/۳، فتاویٰ دار العلوم ۲۲۴/۳-۱۸۱/۳)

ویکره تقديم العبد والأعرابي والفاسق وولد الزنا والأعمىٰ، فإن تقدموا جاز. (قدوري) وفي الجوهرة: لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر وفاجر؛ لأن ابن عمر وأنس ابن مالك وغيرهما من الصحابة والتابعين كانوا يصلون خلف الحجاج مع أنه كان أفسق أهل زمانه. (الجوهرة النيرة ۵۶/۱، مجمع الأنهر ۱۰۸/۱ بيروت)

وفي النهر عن المحيط: صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (درمختار) وفي الشامية: أفاد أن الصلاة خلفهما أولىٰ من الإنفراد لكن لا ينال

خلف تقي ورع. (شامي ۲/ ۳۰۱ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۷/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حنفی مسلک میں ایک مشت سے کم داڑھی والے کی امامت؟

سوال (۶۷۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حنفی مسلک کی روسے داڑھی ایک مشت سے کم رکھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کسی ایسے عالم کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ جو داڑھی ترشوا کر دانستہ طور پر ایک مشت سے کم رکھتے ہوں، جب کہ ایک مشت داڑھی رکھنے والے عالم اور دیگر لوگ وہاں موجود ہوں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی امام کے یہاں ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے کی اجازت نہیں ہے، اور کسی بھی ایسے شخص کو اپنے اختیار سے امام بنانا جو داڑھی ترشواتا ہو، مکروہِ تحریمی ہے، اور ذمہ دارانِ مسجد پر لازم ہے کہ وہ امام کو ناجائز فعل سے روکیں، یا اسے امامت سے معزول کردیں، اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو سارا گناہ انہیں پر ہوگا، عام مقتدیوں پر نہ ہوگا۔

وأما الأخذ منها وهي دون ذٰلک کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد. (شامي ۳/ ۳۹۸ زكريا)

بل مشی في شرح المنیة علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (شامي ۲/ ۲۹۹ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۳/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر شرعی امام کے پیچھے نماز پڑھنا؟

سوال (۶۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: شرعی امام نہ ہونے کی صورت میں غیر شرعی امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے یا بغیر جماعت کے اکیلے نماز پڑھنا بہتر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں جماعت سے ہی نماز پڑھیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الصلاة المكتوبة واجبة خلف كل مسلم برًّا كان أو فاجراً، وإن عمل الكبائر.

(سنن أبي داؤد ٣٤٣/٢ رقم: ٢٥٣٣)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة. (فتاویٰ الفتاویٰ الهندية ٨٤/١، الفتاویٰ التاتارخانية ٢٥٢/٢ رقم: ٢٣٣٥ زكريا)

وإن تقدموا جاز لقوله عليه السلام: صلوا خلف كل بر وفاجر. (تبيين الحقائق ٣٤٦/١ دار الكتب العلمية بيروت، بدائع الصنائع ٦٦٦/١ دار الكتب العلمية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/۹/۱۴۱۷ھ

داڑھی منڈانے والے کی امامت؟

سوال (٦٧٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: داڑھی منڈانے والے کی امامت درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ داڑھی منڈانا حرام ہونے کی وجہ سے معصیت اور فسق ہے اور داڑھی منڈانے والا شرعاً فاسق ہے؛ لہٰذا ایسے شخص کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔ اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازیں صحیح ہوجاتی ہیں، یعنی ان کا لوٹانا ضروری اور واجب نہیں ہوتا۔

عن أبي هريرة ﷺ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: جزوا الشوارب وأرخو اللحى، خالفوا المجوس. (صحيح مسلم، الطهارة / باب خصال الفطرة رقم: ٢٦٠)

وأما الأخذ منها وهي دون ذٰلک دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد. (شامي، الصوم / مطلب في الأخذ من اللحية ٢/ ٤١٨ كراچی، شامي ٣/ ٣٩٨ زكريا، فتح القدير، الصوم / ما يوجب القضاء والكفارة ٢/ ٣٤٨ دار الفكر بيروت)

ويحرم على الرجل قطع لحيته. (درمختار مع الشامي ٦/ ٤٠٧ كراچی، شامي ٩/ ٥٨٣ زكريا)

ويكره إمامة ...... فاسق. (درمختار ٢/ ٢٩٨ زكريا)

قوله وفاسق: من الفسق: وهو الخروج عن الاستقامة، ولعل المراد من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني وآكل الربا ونحو ذلک. (شامي ٢/ ٢٩٨ زكريا، ١/ ٥٦٠ كراچی، هداية ١/ ١٢٢، مجمع الأنهر ١/ ١٠٨، قاضی خان ١/ ٩١)

لأنه فاسق وكراهة تقديمه كراهة تحريم كما في الغنية ورد المحتار. (حلبي كبير / إمامة الفاسق مكروهة تحريماً ٥١٣، طحطاوي ٣٠٣، شامي ٢/ ٢٩٩ زكريا)

بل مشى في شرح المنية: على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا. (شامي ١/ ٥٦٠ كراچی، شامي ٢/ ٢٩٩ زكريا)

وتجوز إمامة الأعرابي ...... والفاسق كذا في الخلاصة إلا أنها تكره. (الفتاویٰ الهندية ١/ ٨٥، شامي ٢/ ٢٩٨ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۴/۲۱ھ

امام کا تراشیدہ داڑھی اور اونچے کرتہ کے ساتھ نماز پڑھانے پر اصرار کرنا؟

سوال (۶۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور عمر قاضی شہر ہیں، زید داڑھی کٹاتا ہے اور اس کا لباس بھی عالمانہ، قائدانہ اور صالحانہ

نہیں ہے، کرتا بھی عام لوگوں سا اور اونچا پہنتا ہے، وہ کہتا ہے کہ نمازی اور داڑھی والے آج کیا نہیں کر رہے ہیں اور کون سا گناہ نہیں کر رہے ہیں؟ یہ الفاظ کیسے ہیں؟ اور زید کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اور عمر جو کہ خود بظاہر باشرع اور مفتی ہے وہ بھی زید کی طرف داری کرتے ہوئے کہتا ہے کہ لوگوں کو تقویٰ کا ہیضہ ہو گیا ہے، وہ کہتا ہے کہ میری ان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؛ لیکن جب نمازی کہتے ہیں کہ یہ بتائیے کہ داڑھی صحیح اور درست ہے؟ تو وہ خاموش ہو جاتا ہے، زید کہتا ہے کہ میری یہی داڑھی ہے اور یہی کرتا ہے جس کو میرے پیچھے نماز پڑھنی ہو پڑھے۔ مسجد کے منتظم کا کہنا ہے کہ جن کی نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی، چودہ پندرہ مسجدیں اور ہیں وہاں پڑھ لیں، ان تینوں کے بارے میں شرعی فیصلہ مطلوب ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مشت داڑھی رکھنا شرعاً واجب ہے، جو شخص داڑھی منڈائے یا ایک مشت سے کم ہونے کی صورت میں اسے کتروائے تو اس کو امام بنانا بوجہ فسق مکروہِ تحریمی ہے، ایسے امام کو اپنی حالت درست کر لینی چاہئے؛ تاکہ کراہت کا وبال اس کے ذمہ نہ رہے، اور امام کا یہ کہنا کہ ''میری یہی داڑھی ہے اور یہی کرتا ہے، جس کو میرے پیچھے نماز پڑنی ہو پڑھے'' یہ بڑی جرأت اور گناہ پر جسارت کی بات ہے، اسے فوراً توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ مکمل داڑھی رکھنے کا عزم کرنا چاہئے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: احفوا الشوارب واعفوا اللحى. (سنن النسائي، الطهارة / باب إحفاء الشوارب وإعفاء اللحى رقم: ۱۵)

ويحرم على الرجل قطع لحيته. (درمختار مع الشامي ٦/٤٠٧ کراچی)

وأما الأخذ منها وهي دون ذٰلک دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد. (شامي، الصوم / مطلب في الأخذ من اللحية ٢/٤١٨ کراچی، شامي ٣/٣٩٨ زکریا، فتح القدير، الصوم / ما يوجب القتاء والكفارة ٢/٤١٨ دار الفكر بيروت)

إمامة الفاسق مكروهة تحريماً. (طحطاوي على المراقي الفلاح ۳۰۳، شامي ۲۹۹/۲ زكريا، حلبي كبير ۵۱۳ لاهور، الفتاویٰ الهندية ۸۵/۱ كوئٹه)

الفاسق إذا كان يؤم القوم ويعجز القوم عن منعه تكلموا، قال بعضهم في صلاة الجمعة يقتدي به، ولا يترك الجمعة بإمامته، وأما في غير الجمعة من المكتوبات؛ لا بأس بأن يتحول إلى مسجد آخر ولا يصلي خلفه، ولا يأثم بذٰلك. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۵۲/۲ رقم: ۲۳۳۵ زكريا)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لاينال مثل ما ينال خلف تقي. (الفتاویٰ الهندية ۸٤/۱، الفتاویٰ التاتارخانية ۲۵۲/۲ رقم: ۲۳۳۵ زكريا)

اور کرتے کا قدرے اونچا ہونا موجبِ کراہت نہیں ہے، سوال میں مذکورہ تینوں افراد کو اپنی منصبی ذمہ داری نبھاتے ہوئے فتنہ بندی کی کوشش کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۴/۱۰/۱۴۱۳ھ

امام کی عدم موجودگی میں داڑھی منڈے ہوئے کا نماز پڑھانا؟

سوال (٦٨٠): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں امام تو مقرر ہیں مگر وہ اکثر اوقات جماعت میں شریک نہیں ہو پاتے ہیں، امام کی عدم موجودگی میں مصلیان کسی کو بھی امام بنالیتے ہیں، بسا اوقات ایک شخص داڑھی منڈا ہے، وہی آگے بڑھ جاتا ہے اور نماز پڑھاتا ہے، اس بات پر کچھ جانکار لوگوں نے اعتراض کیا کہ داڑھی منڈانے والے کی امامت مکروہ ہے، داڑھی منڈا کہتا ہے کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ داڑھی منڈا نماز نہ پڑھائے، وہ یہ کہتا ہے کہ ابوداؤد میں ہے کہ جماعت ہر حال میں ہونی چاہئے، دو نمازی ہی کیوں نہ ہوں، امام داڑھی منڈا ہو یا کیسا بھی ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی منڈانے والا شخص فاسق ہے، اس کو امام بنانا

مکروہِ تحریمی ہے؛ لیکن اگر سارے مقتدی داڑھی منڈانے والے ہوں تو انہیں میں سے کوئی امام بن جائے؛ تاکہ کم ازکم جماعت کا ثواب تو حاصل ہوجائے، محض اس وجہ سے جماعت نہ چھوڑی جائے اور اگر مسجد میں داڑھی والا کوئی موجود ہو اور وہ نماز پڑھانے کے قابل ہو تو اس کی موجودگی میں داڑھی منڈے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: احفوا الشوارب واعفوا اللحى. (سنن النسائي، الطهارة / باب إحفاء الشوارب وإعفاء اللحى رقم: ١٥)

عن معاذ بن جبل رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: صل خلف كل إمام......الخ. (رواه الطبراني في الكبير، مجمع الزوائد ١٦٨/١)

وعن ابن عمر رضي اللّٰه عنه انه كان يصلي خلف الحجاج بن يوسف. (أخرجه البخاري) وقال الشيخ ظفر أحمد التهانوي: إن الحجاج لا يشک في فقه. (إعلاء السنن ٢١٧/٤ رقم: ١١٩٩ دار الكتب العلمية بيروت)

ويحرم على الرجل قطع لحيته. (درمختار مع الشامي ٤٠٧/٦ كراچی)

وأما الأخذ منها وهي دون ذٰلک دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد. (شامي، الصوم / مطلب في الأخذ من اللحية ٤١٨/٢ كراچی، شامي ٣٩٨/٣ زكريا، فتح القدير، الصوم / ما يوجب القتاء والكفارة ٤١٨/٢ دار الفكر بيروت)

إمامة الفاسق مكروهة تحريماً. (طحطاوي على المراقي الفلاح ٣٠٣، شامي ٢٩٩/٢ زكريا، حلبي كبير ٥١٣ لاهور، الفتاوىٰ الهندية ٨٥/١ كوئٹه)

الفاسق إذا كان يؤم القوم ويعجز القوم عن منعه تكلموا، قال بعضهم في صلاة الجمعة يقتدي به، ولا يترک الجمعة بإمامته، وأما في غير الجمعة من المكتوبات؛ لا بأس بأن يتحول إلى مسجد آخر ولا يصلي خلفه، ولا يأثم بذٰلک. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٥٢/٢ رقم: ٢٣٣٥ زكريا)

ولو صلى خلف مبتدع أو فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لاينال مثل ما ينال خلف تقي. (الفتاویٰ الهندية ۸٤/۱، الفتاویٰ التاتارخانية ۲٥۲/۲ رقم: ۲۳۳٥ زكريا)

ولذا كره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين، فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة. (مراقي الفلاح ۲٤٥، مجمع الأنهر ۱٦۳/۱ دار الكتب العلمية بيروت، شامي ۲۹۹/۲ زكريا، حلبي كبير ٥۱۳ لاهور) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۳/۱۲/۲۳ھ

امام کی عدم موجودگی میں غیر شرعی ڈاڑھی والے کا نماز پڑھانا؟

سوال (٦٨١): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں نماز کا وقت ہے، جماعت کا امام موجود نہیں، نمازی حضرات میں کوئی بھی باشرع نہیں، جس کی داڑھی شرع کے مطابق ہو، اگر ان میں کوئی نماز پڑھادے تو نماز ہوگی یا نہیں، یا وہ نماز واجب الاعادہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نماز کا مقررہ وقت ہوچکا اور امام صاحب نماز پڑھانے نہ آئیں، کافی انتظار بھی کرچکے، اب آنے کی امید بھی نہیں ہے، تو ایسی صورت میں موجودہ افراد میں سے جو باشرع اور مسائل سے واقف شخص موجود ہو تو وہ نماز پڑھائے، اور اگر مقتدیوں میں سے کوئی بھی اس صفت کا حامل نہ ہو تو جو شخص بھی بقدرِ ضرورت قرآن پڑھ سکتا ہو، اس کی امامت میں نماز درست ہوجائے گی، بعد میں اعادہ لازم نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۲۶۲/۳، فتاویٰ دارالعلوم ۲۲۴/۳-۱۸۱/۳)

الأعلم بالإمامة أعلم بأحكام الصلاة ...... هٰذا إذا علم من القراءة قدرما تقدم به سنة القراءة ...... ولم يطعنه في دينه ...... ويجتنب الفواحش الظاهرة.

(الفتاویٰ الهندية ۸۳/۱، درمختار مع الشامي ٥٥۷/۱ كراچی، شامي ۲۹٤/۲ زكريا)

ویکره إمامة ...... فاسق. وقال ابن عابدین: فإن أمکن الصلوة خلف غیرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولی من الانفراد، علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (درمختار مع الشامي ۱/۵۵۹ کراچی، شامي ۲/۲۹۹ زکریا، حلبي الکبیر ۵۱۳/۱)

ولو کان واحد من هٰولاء أفضل من الحاضرین بصفة توجب تقدیمه کان أولیٰ بها. (مجمع الأنهر ۱/۱۰۸ دار إحیاء التراث العربي بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۷/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر لمبی داڑھی والا امام نہ ملے تو کیا جماعت ترک کردیں؟

سوال (۶۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ لمبی داڑھی والا اگر امام نہیں ہے تو جماعت مت کرو، تنہا نماز پڑھا کرو، امام صاحب کی اس بات سے محلّہ بھر کے نمازیوں میں انتشار پھیل رہا ہے، اور کچھ لوگوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت میں ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے، اگر کسی شخص کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو یا بالکل نہ ہو، تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے؛ لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی امامت کے لائق نہ ہو تو جماعت نہ چھوڑی جائے؛ بلکہ اسی کے پیچھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے۔

ولو قدموا فاسقاً یأثمون بناء علی أن کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (حلبي کبیر ۵۱۳)

فإن أمکن الصلاة خلف غیرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولی من الإنفراد. (شامي ۱/۵۵۹ کراچی، شامي ۲/۳۰۱ زکریا، بدر المنتقی شرح الملتقی علی هامش المجمع ۱/۱۰۸ دار إحیاء التراث العربي بیروت)

صلیٰ خلف فاسق أو مبتدع أو نال فضل الجماعة؛ لكن لا ينال كما ينال خلف تقي ورع. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۸٤، درمختار مع الشامي ۲/ ۳۰۱ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۲۵۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۳؍۱۲؍۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

داڑھی تراشنے والے کی توبہ؟

سوال (۶۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص از روئے شرع مشرع نہیں ہے، وہ داڑھی ایک قبضہ نہیں ہونے دیتا کہ تراش دیتا ہے، اب وہ صاحب تراویح کے امام بنے ہیں، جب داڑھی پر لوگوں نے اعتراض کیا تو وہ توبہ کرتے ہیں کہ آئندہ داڑھی نہیں کٹاؤں گا، تو کیا اس امام کو اب توبہ کرنے کے بعد فی الفور تراویح کا امام بنایا جاسکتا ہے، جب کہ داڑھی ابھی ایک مشت نہیں ہوئی ہے؟ یا جب ایک مشت داڑھی ہو جائے تب وہ امامت کے قابل ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: داڑھی کتروانے والے شخص کی توبہ کا اثر اس وقت تک ظاہر نہ ہوگا جب تک کہ اس کی داڑھی ایک مشت تک نہ پہنچ جائے، بریں بناء صورتِ مسئولہ میں ایک مشت داڑھی ہونے تک اس کی امامت مکروہ رہے گی۔

واتركوا اللحى كما هي ولا تحلقوها ولا تقطعوها ولا تنقصوها من قدر المسنون وهو القبضة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۱۸/ ۲۱۱ رقم: ۲۷٥٤۲ زكريا)

وكان ابن عمر إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته فما فضل أخذه. (صحيح البخاري / كتاب اللباس ۲/ ۸۷٥ رقم: ٥۸۹۲)

إمامة الفاسق مكروهة تحريماً. (طحطاوي على المراقي الفلاح ۳۰۳، شامي ۲/ ۲۹۸ زكريا)

و أما الأخذ منها وهي دون ذٰلک دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال، فلم يبحه أحد. (شامي، الصوم / مطلب في الأخذ من اللحية ۲/۴۱۸ كراچى، شامي ۳/۳۹۸ زكريا، فتح القدير، الصوم / ما يوجب القتاء والكفارة ۲/۳۴۸ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۹/۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

داڑھی کٹانے والے کا توبہ کرکے نماز پڑھانا؟

سوال (۶۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حافظ کی شرعی داڑھی نہیں ہے اور وہ مقتدیوں کے سامنے اللہ سے توبہ کرکے وعدہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ شرعی داڑھی رکھے گا، تو کیا اس کے پیچھے تراویح یا نماز درست ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں جب تک مذکورہ حافظ کی داڑھی شریعت کے مطابق ایک مشت نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی رہے گی؛ کیوں کہ توبہ اور صلاح کا اثر ابھی اس پر ظاہر نہیں ہوا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۲۶۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۹/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معذور شخص کی امامت

نابینا کی امامت

سوال (۶۸۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک امام صاحب ہماری مسجد میں نماز پڑھاتے ہیں جو کہ نابینا ہیں، ان کے پاس حفظ کے تقریباً ۲۸/ بچے پڑھتے ہیں، ایک لڑکا ہر وقت راستہ دکھانے کے واسطے ان کے ساتھ رہتا ہے، صفائی کا پورا پورا اہتمام ہے، یہاں پر بہت سے مقتدی معترض ہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے، ان کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ شاہی مسجد مرادآباد میں کافی عرصہ بحیثیت ایک مدرس رہے، نیز ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ میرے پیچھے حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم اور دوسرے علماء کرام نماز پڑھتے رہے ہیں، تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے یا بلاکراہت درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر نابینا امام صاحب سے افضل کوئی بینا عالم موجود نہیں ہے اور نابینا امام صفائی ستھرائی کا پورا خیال رکھتے ہیں، تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلاکراہت درست ہے، مقتدیوں کا اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ أن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم استخلف ابن أم مکتوم یؤم الناس وھو أعمی. (سنن أبي داؤد، الصلاۃ / باب إمامۃ الأعمی ۱/۸۸ رقم: ۵۹۵)

عن حماد قال: سألت إبراھیم عن ولد الزنا والأعرابي والعبد والأعمی

هل يؤمون؟ قال: **نعم، إذا أقاموا الصلاة.** (مصنف عبد الرزاق ٣٩٦/٢ رقم: ٣٨٣٨)

وكره إمامة العبد والأعمىٰ لعدم اهتدائه إلى القبلة وصون ثيابه عن الدنس، وإن لم يوجد أفضل منه فلا كراهة. (مراقي الفلاح ١٦٤، البحر الرائق ٣٤٨/١)

ويكره إمامة عبد وفاسقٍ ...... وأعمىٰ، إلا أن يكون أي غير الفاسق أعلم القوم فهو أولىٰ. (درمختار) وفي الشامية: قال صاحب البحر: قيّد كراهة إمامة الأعمىٰ في المحيط وغيره بأن لا يكون أفضل القوم، فإن كان أفضهم فهو أولىٰ. ...... لكن ورد في الأعمى نص خاص هو استخلافه صلى الله عليه وسلم لابن أم مكتوم وعتبان على المدينة، وكانا أعميين؛ لأنه لم يبق من الرجال من هو أصلح منهما. (درمختار مع الشامي، باب الإمامة / قبيل: البدعة خمسة أقسام ٥٦٠/١ كراچی، ٢٩٩/٢ زكريا، تبيين الحقائق / باب الإمامة ١٣٤/١ إمدادية ملتان، طحطاوي على مراقي الفلاح / فصل في بيان من هو أحق بالإمامة ٢٤٤ مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۴/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابینا کی امامت بینا کی موجودگی میں؟

سوال (٦٨٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بینا کے ہوتے ہوئے نابینا کا امامت کرنا کیسا ہے؟ اور نابینا کے پیچھے ادا کی جانے والی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نابینا شخص اگر ورع وتقوی والا ہو اور طہارت اور پاکی کا پورا اہتمام رکھتا ہو، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر بعض نابینا صحابہ کو امامت کے لئے مقرر فرمایا ہے، اس لئے ایسے متقی نابینا شخص کی

امامت میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ اگر نابینا شخص پاکی ناپاکی کا خیال نہ رکھتا ہو اور غیر محتاط ہو، اور لوگوں کی نظر میں پسندیدہ بھی نہ ہو، تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۳/ ۱۳۷، فتاوی محمودیہ ۷/ ۶۰ ڈابھیل)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم استخلف ابن أم مكتوم يؤم الناس وهو أعمى. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب إمامة الأعمى ۸۸/۱ رقم: ۵۹۵)

عن محمود بن الربيع أن عتبان بن مالك كان يؤم قومه وهو أعمى. (سنن النسائي ۹۰/۱ رقم: ۷۸۴)

لكن ورد في الأعمى نص خاص هو استخلافه صلى الله عليه وسلم لابن أم مكتوم وعتبان على المدينة، وكانا أعميين؛ لأنه لم يبق من الرجال من هو أصلح منهما، وهذا هو المناسب لإطلاقهم واقتصارهم على استثناء الأعمى. (شامي ۲۹۹/۲ زكريا)

كره إمامة ...... الأعمى؛ لأنه لايتوقى النجاسة ولا يهتدي إلى القبلة بنفسه ولا يقدر على استيعاب الوضوء غالباً. وفي البدائع: إذا كان لايوازيه غيره في الفضيلة في مسجده فهو أولى، ومثله في المحيط، وقد استخلف النبي صلى الله عليه وسلم ابن أم مكتوم وعتبان بن مالك على المدينة وكانا أعميين. (تبيين الحقائق للزيلعي ۱۳۴/۱، طحطاوی ۲۴۴) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۴/۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کو برص کی بیماری ہو اس کی امامت

سوال (۶۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس آدمی کو برص کی بیماری ہو، اگر ایسا شخص امامت کرلے تو کیا اس کے پیچھے نماز صحیح ہوجائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر برص کا مرض ظاہر ہوا ور مقتدی اس مرض کی وجہ سے امام صاحب کو ناگوار سمجھتے ہوں، تو ایسے امام کی امامت مکروہ ہے؛ تاہم اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازیں واجب الاعادہ نہیں ہیں۔

وکذا تکره خلف أبرص شاع برصه، قال الشامي: والظاهر أن العلة النفرة وکذا قید الأبرص بالشیوع لیکون ظاهراً. (شامي ۱/۵۶۲ کراچی، شامي ۲/ ۳۰۱ زکریا)

وتکره الصلاة خلف أبرص شاع برصه. (مراقي الفلاح مع حاشیة ۱٦٦ کراچی، فتاوی محمودیہ ۱۰/ ۲۷۹ میرٹھ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

برص کی وجہ سے ہونٹ سفید ہونے والے شخص کی امامت؟

سوال (٦٨٨): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں مسجد کے امام صاحب تراویح میں پڑھنے والے حافظ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، وہ حافظ منہیار ہے، امام صاحب کہتے ہیں کہ اس کی ماں چوڑی پہناتی ہے، اور ان کے ہونٹوں پر سفیدی بھی ہوگئی ہے، اور گاؤں والوں کو ناجائز گالیاں بکتے ہیں، اور گاؤں کے لوگ ان کو بہت برا کہتے ہیں، ان میں سے دو چار آدمی ہاتھ پکڑ کے کھینچتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہونٹوں پر سفیدی آنے سے نماز میں خرابی نہیں آتی، اسی طرح اگر امام صاحب اپنی تراویح گھر جاکر پڑھتے ہیں، تو یہ بات قابلِ گرفت نہیں ہے؛ البتہ لوگوں کو بلاوجہ برا بھلا کہنے سے باز آنا چاہئے، اور لوگوں کو بھی انہیں خواہ مخواہ برا نہ کہنا چاہئے۔ اور امام صاحب کو اپنے معاملات اور اخلاق گاؤں والوں سے اچھے کرنے چاہئیں۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود رضي اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: سباب المسلم فسوق. (صحیح البخاري رقم: ۷۰۷٦)

وکذٰلک تکره خلف ...... وأبرص شاع برصه ...... والظاهر أن العلة النفرة، ولذا قید الأبرص بالشیوع. (شامي ۱/۵٦۲ کراچی، شامي ۲/۳۰۲ زکریا، طحطاوي علی مراقي الفلاح شرح نور الإیضاح ۱/۱٦٦ کراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۹/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سفید داغ والے شخص کی امامت

سوال (٦۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی شخص کے جسم پر کثیر تعداد میں سفید داغ ہوں اور وہ داغ جسم پر اکثر نمایاں بھی ہوتے ہوں، تو کیا ایسے شخص کو امام رکھا جاسکتا ہے؟ جب کہ بغیر داغ والے اشخاص بھی امامت کے لئے مہیا ہوں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سفید داغ والے شخص کی امامت فی نفسہٖ درست ہے؛ لیکن اگر مقتدی اس بیماری کی وجہ سے ناگواری کا اظہار کرتے ہوں، تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے؛ لہٰذا اس کی جگہ پر صحت مند شخص کو امام بنانا چاہئے۔

وکذا تکره خلف أمرد وسفیه ومفلوج وأبرص شاع برصه. (درمختار) وفي الشامیة: والظاهر أن العلة النفرة، ولذا قید الأبرص بالشیوع لیکون ظاهراً. (شامي ۲/۳۰۲ زکریا، شامي ۱/۵٦۲ کراچی، طحطاوي ۲٤٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زبان میں لکنت والے شخص کی امامت؟

سوال (٦٩٠): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گاؤں میں ایک عالم اور حافظ جو کہ مقامی مدرسہ میں مدرس بھی ہیں اور اسی محلّہ کی مسجد میں نماز بھی وہی پڑھاتے ہیں، ان کی زبان میں کچھ لکنت ہے، ہمارے گاؤں میں دیگر علماء بھی ہیں؛ لیکن وہ باہر اپنی اپنی ملازمتوں پر رہتے ہیں، وہ جب گھروں پر آتے ہیں، تو ان کے پیچھے نماز بھی پڑھتے ہیں، تو ان کے پیچھے اس حالت میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر معمولی لکنت ہے، تو ان کی امامت میں حرج نہیں ہے۔

سئل الخير الرملي عما إذا كانت اللثغة يسيرة فأجاب بأنه لم يرها لأئمتنا وصرح بها الشافعية بأنه لو كانت يسيرة بأن يأتي بالحرف غير صاف لم تؤثر، قال وقواعدنا لا تأباه، وبمثله أفتى تلميذ الشارح المرحوم الشيخ إسماعيل الحائك مفتي دمشق الشام. (شامي ١/٥٨٢ كراچی، شامي ٢/٣٢٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۰/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تُتلے شخص کی امامت

سوال (٦٩١): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تتلے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صحیح تلفظ پر قدرت نہ رکھنے والے تتلے شخص کی امامت ایسے لوگوں کے لئے جو صحیح تلفظ پر قادر ہوں، درست نہیں؛ لہٰذا تتلے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔

ولا يجوز إمامة الألثغ الذي لا يقدر على التكلم ببعض الحروف، فأما إذا

كـان فـي الـقـوم مـن يقدر على التكلم بها فسدت صلاته وصلوٰة القوم. (الفتاویٰ الهندية ٨٦/١، طحطاوي على المراقي ٢٨٩ دار الكتاب ديوبند)

ولا يـصـح اقتـداء غيـر الألثـغ بـه أي بـالألثغ على الأصح ...... ولا تصح صلاته إذا أمكنه بمن يحسنه أو ترك جهده أو وجد قدر الفرض مما لا لثغ فيه، هٰذا هـو الـصـحيـح الـمختار في حكم الألثغ (درمختار) وفي الشامية: الراجح الـمـفـتـى بـه عـدم صـحة إمامة الألثغ لغيره ممن ليس به لثغة. (درمختار مع الشامي ٣٢٧/٢-٣٢٨ زكريا، البحر الرائق ٣٦٧/١ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کی عدم موجودگی میں تتلے شخص کی امامت؟

سوال (۶۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکا تین پاروں کا حافظ ہے، مگر زبان میں تتلاہٹ ہے ش، ز، ع، ض صحیح نہیں نکلتا، امام کی عدم موجودگی میں وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جماعت میں کوئی شخص صحیح قرأت کرنے والا موجود ہے اگر چہ وہ حافظ نہ ہو، تو اس تتلاہٹ والے شخص کو امامت نہیں کرنی چاہئے؛ کیوں کہ اگر تتلاہٹ زیادہ ہو تو اس کے پیچھے صحیح پڑھنے والوں کی نماز درست نہ ہوگی۔

وأفتـى بـه الـخيـر الـرملي، وقال في فتاواه: الراجح المفتى به عدم صحة إمامة الألثغ لغيره ممن ليس به لثغة. (شامي ٢٨٢/٢ بيروت)

ولا يجوز إمامة الألثغ الذي لا يقدر على التكلم ببعض الحروف، فأما إذا كـان فـي الـقـوم مـن يقدر على التكلم بها فسدت صلاته وصلوٰة القوم. (الفتاویٰ الهندية ٨٦/١، طحطاوي على المراقي ٢٨٩ دار الكتاب ديوبند)

ولا يصح اقتداء غير الألثغ به أي بالألثغ على الأصح ...... ولا تصح صلاته إذا أمكنه بمن يحسنه أو ترك جهده أو وجد قدر الفرض مما لا لثغ فيه، هٰذا هو الصحيح المختار في حكم الألثغ (درمختار) وفي الشامية: الراجح المفتى به عدم صحة إمامة الألثغ لغيره ممن ليس به لثغة. (درمختار مع الشامي ۲/۳۲۷-۳۲۸ زكريا، البحر الرائق ۱/۳٦۷ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

لولے، لنگڑے اور بہرے کی امامت؟

سوال (٦۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص لولا، لنگڑا، بہرا یا کانا ہو، تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لولے اور لنگڑے سے طبعاً نفرت ہوتی ہے، اور لولا پورے طور پر پاکی بھی حاصل نہیں کرسکتا، اس لئے دوسرے صحیح امام کی موجودگی میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر ان سے زیادہ کوئی مستحق امامت نہ ہو، تو ان کی امامت بلاکراہت جائز ہے، بہرے کی امامت درست ہے؛ لیکن امکان ہے کہ غلطی ہونے پر لقمہ دینا پڑے تو وہ سن نہیں پائے گا؛ اس لئے افضل ہے کہ ایسے شخص کو امام بنائے جو بہرا نہ ہو، اور امامت کے اوصاف بھی اس کے اندر پائے جاتے ہوں، کانے کی امامت بلاکراہت درست ہے۔

تكره خلف أمرد (درمختار) وفي رد المحتار: وكذٰلك الأعرج يقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغيره أولىٰ. ومن له يد واحدة، والظاهر أن العلة النفرة، ولذا قيد الأبرص بالشيوع ليكون ظاهراً ولعدم إمكان إكمال الطهارة أيضاً في المفلوج والأقطع والمجبوب، وفي الدر المختار: هٰذا إن وجد غيرهم وإلا فلا

کـراهة (قوله هٰذا إن وجد غيرهم) أي من هو أحق بالإمامة. (شامي ٥٦٢/١ كراچی، ٣٠٢/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۹/۱/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پاؤں سے معذور شخص کا غیر معذور لوگوں کی امامت کرنا؟

سـوال (۶۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: باصحت آدمی جو عالم بھی ہو اس کے لئے ایسے عالم (جو پاؤں سے معذور ہیں یعنی ایک پاؤں سے بہت دقت سے چلتے پھرتے ہیں) کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟ لوگوں نے اتفاق رائے سے پہلے ہی اس لنگڑے امام کا انتخاب کیا تھا، فی الوقت گاؤں میں اچھے بھی غیر معذور علماء ان کی امامت پر اعتراض کرتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: پاؤں سے معذور شخص صحت مند لوگوں کی امامت کرسکتا ہے، اور جب کہ وہ منصبِ امامت کا اہل ہے اور لوگوں نے اسے اتفاق رائے سے امام بنایا ہے تو اس کو بدلنا بھی ضروری نہیں ہے، اگرچہ دوسرے لوگ غیر معذور موجود ہوں، چناں چہ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہما کو اپنی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ کا امام بنایا تھا، اس لئے کہ ان سے بہتر اس وقت اور کوئی نہیں تھا، ہاں اگر اکثر مقتدی اس امام سے طبعی انقباض رکھتے ہوں، تو اسے بدل دینا چاہئے اور کسی صحت مند آدمی کو امام مقرر کرنا چاہئے۔

وكـذٰلك تكـره خلف ...... أعرج يقوم ببعض قدمه، فالاقتداء بغيره أولىٰ ...... والظاهر أن العلة النفرة ولذا قيد الأبرص بالشيوع ليكون ظاهراً. (شامي ٥٦٢/١ كراچی، ٣٠٢/٢ زكريا، تبيين الحقائق للزيلعي ١٤٣/١، الفتاوى التاتارخانية ٢٥٠/٢، رقم: ٢٣٢٧ زكريا)

ورد في الأعمى نص خاص هو استخلافه صلى الله عليه وسلم لابن أم مكتوم وعتبان على المدينة، وكانا أعميين؛ لأنه يبقى من الرجال من هو أصلح منها. (شامي، باب الإمامة / قبيل: البدعة خمسة أقسام ۱/۵۶۰ كراچی، ۲/۲۹۹ زكريا، تبيين الحقائق / باب الإمامة ۱/۱۳٤ ملتان، طحطاوي على مراقي الفلاح / فصل في بيان من هو أحق بالإمامة ۲٤٤ مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۱/۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

معذور لنگڑے شخص کی اقتداء میں صحیح سالم لوگوں کا نماز پڑھنا؟

سوال (۶۹۵): - پیر سے معذور شخص کی امامت کے بارے میں ایک سوال و جواب دارالافتاء مدرسہ شاہی میں ارسال ہے، حضرت مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ اگر یہ جواب درست ہوتو اس کی تصدیق فرمادیں، ورنہ اصلاح فرمادیں:

سوال: ہمارے یہاں پر مسجد کے امام صاحب ایک معذور شخص ہیں، جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، تو ایک طرف جھکے ہوتے ہیں اور ان کا پاؤں چھوٹا ہے جو کہ قیام کی حالت میں صرف پنجے پر ٹکا ہوتا ہے اور ایڑی اٹھی ہوتی ہے اور سجدے میں جانے سے پہلے بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک کر دائیں ہاتھ سے اپنی پنڈلی کو پکڑ کر سیدھا کر کے سجدے میں جاتے ہیں، امام صاحب کے یہ عمل کرنے تک مقتدی حضرات سجدے میں چلے جاتے ہیں اور نیز یہ بھی بتائیں کہ کیا ایسے معذور امام شخص کے پیچھے کوئی صحت مند نماز پڑھے تو نماز کراہت کے ساتھ ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا ایسے شخص کو امام رکھنے میں کوئی کراہت ہے یا نہیں؟ لہٰذا مسئلہ ہٰذا کو واضح طور پر دلائل کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب از: مفتی عبدالرحمن نائی گانوی، جالنہ:

احقر (عبدالرحمٰن نائی گانوی) نے آپ کے امام صاحب کی نماز کو بغور دیکھا ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ تلاوت بھی اچھی کرتے ہیں، اور نماز کے مسائل سے بھی واقف ہیں، اس کے

ساتھ ہی ان کے ایک پیر میں لنگ ہے، جیسا کہ سوال میں مذکور ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے سجدے میں جاتے ہوئے اتنی تاخیر بھی نہیں ہوتی جو ذکر کی گئی ہے؛ البتہ بسا اوقات بعض لوگ امام سے پہلے سجدے میں جانے کے عادی ہوتے ہیں، اس کا اس مسئلے میں اعتبار نہیں؛ لہٰذا آپ کے امام صاحب کے پیچھے صحیح وسالم صحت مند کا نماز پڑھنا جائز ہے، کتبِ فقہ میں لنگڑے شخص کی امامت میں جو کراہت لکھی ہے اس سے مراد کراہتِ تنزیہی ہے۔ **وكذلك أعرج يقوم ببعض قدمه، فالاقتداء بغيره أولىٰ.** (الفتاویٰ التاتارخانية، رد المحتار على الدر المختار ۲۵۸/۲)

جس کا حاصل یہ ہے کہ صحیح وسالم امام رکھا جائے تو بہتر ہے، نیز آپ کے امام صاحب اگر صحیح وسالم مقتدیوں سے علم وعمل میں افضل ہوں تو انہیں کو امامت پر برقرار رکھنا بہتر ہے؛ کیوں کہ حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہما نابینا تھے، اس کے باوجود مدینہ منورہ میں ان سے زیادہ صالح لوگ نہ ہونے کی صورت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو امامت پر مقرر فرمایا تھا۔

كما في الرد: ورد في الأعمى نص خاص هو استخلاف صلى الله عليه وسلم لابن أم مكتوم وعتبان على المدينة وكانا أعمين؛ لأنه لم يبق من الرجال من هو أصلح منهما. (رد المحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة / مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد ۲۹۹/۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: العبد الضعیف عبد الرحمٰن نائی گانوی جالنہ

۶؍شوال؍۱۴۳۳ھ

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ جواب صحیح ہے، اور معذور امام صاحب کی امامت ناجائز نہیں؛ بلکہ صرف خلافِ اولیٰ ہے اور اگر وہی امام صاحب نمازیوں میں سب سے افضل ہوں تو خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہے۔

وصح اقتداء متوضئ بمتيمم ...... وقائم بأحدب ...... وكذا بأعرج وغيره أولى. (درمختار مع الشامي ٢/٣٣٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا معذور غیر معذور کی امامت کرسکتا ہے؟

سوال (٦٩٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بیٹھ کر نماز پڑھنے والا معذور شخص غیر معذورین کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیٹھ کر نماز پڑھنے والا معذور شخص غیر معذورین کی امامت کرسکتا ہے، بشرطیکہ رکوع اور سجدہ صحیح طرح کرسکے۔(احسن الفتاویٰ ٣/٢٦٥)

وصح اقتداء ...... والأصل فيه حديث عائشة رضي اللّٰه عنها وطرفه: فأومأ إليه النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أن لا يتأخر، وقال لهما: أجلساني إلى جنبه، فأجلساه إلى جنب أبي بكر، وكان أبوبكر يصلي، وهو قائم بصلاة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم والناس يصلون بصلاة أبي بكر، والنبي صلى اللّٰه عليه وسلم قاعد. (صحيح مسلم ١/١٧٨ رقم: ٤١٨، سنن النسائي ١/٩٥ رقم: ٨٢٩)

وقائم بقاعد يركع ويسجد الخ. (شامي ٢/٣٣٦ زكريا، الفتاوىٰ العالمگيرية ١/٨٥، قاضي خان ١/٨٩) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۶/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا امامت کرسکتا ہے؟

سوال (٦٩٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا امامت کرسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنے والے کی امامت رکوع سجدہ پر قادر مقتدیوں کے لئے درست نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی امام اس طرح نماز پڑھے کہ بحالتِ قیام کرسی یا اسٹول پر بیٹھے؛ لیکن رکوع اور سجدہ با قاعدہ ادا کرے، تو اس کے پیچھے ہر طرح کے مقتدیوں کی نماز درست ہوجائے گی۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قال: لما ثقل رسول اللّٰه ﷺ جاء بلال يؤذنه بالصلاة، فقال: مروا أبابكر فليصل بالناس، وفيه ......: قالت: فجاء رسول اللّٰه ﷺ حتى قام عن يسار أبي بكر جالساً، فكان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي بالناس جالساً وأبوبكر قائماً يقتدي برسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم والناس يقتدون بصلاة أبي بكر رضي اللّٰه عنه. (سنن النسائي ۱/ ۹۵ رقم: ۸۲۹)

لا يصلى الذي يركع ويسجد خلف المؤمي؛ لأن حال المقتدي أقوى.

(فتح القدير ۱/ ۳۸۱)

ويجوز اقتداء المؤمي لمثله. (الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۸۵)

ويصح اقتداء القائم بالقاعد الذي يركع ويسجد لا اقتداء الراكع والساجد بالمؤمي. (هكذا في فتاوى قاضي خان الفتاوىٰ الهندية ۱/ ۸۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/۱۱/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس کو قطرہ آنے کا اندیشہ ہو اس کی امامت؟

سوال (۶۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید امامت کرتا ہے؛ لیکن یہ اندیشہ رہتا ہے کہ پیشاب کا قطرہ اب آیا، اور اب آیا، نوے فیصد اندیشے میں پانچ یا تین فیصد قطرہ آ بھی جاتا ہے؟ تو کیا ایسے شخص کا امامت کرنا درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر معاملہ صرف اندیشہ ہی کی حد تک ہے اور قطرہ آنے کا گمان غالب نہیں ہے، تو وضو اور نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی اور جب قطرہ آنے کا یقین یا غالب گمان ہوجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، اور نماز باطل ہوجائے گی۔ اور جس شخص کو بکثرت یہ صورت پیش آتی ہو، اس کا امام نہ بننا ہی بہتر ہے۔

من شک في الحدث فهو على وضوئه ولو كان محدثاً فشک في الطهارة فهو على حدثه. (الفتاویٰ الهندية ۱۳/۱)

كما ينقض لو حشا إحليله بقطنة وابتل الطرف الظاهر هٰذا لو القطنة عالية أو محاذية لرأس الإحليل وإن مستفلة عنه لاينقض ...... وإن ابتل الطرف الداخل لاينقض. (الدر المختار مع الشامي ۲۸۰/۱ زكريا، شامي ۳۸/۱ نعمانيه، مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ديوبند ۱۳۵/۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۶/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پیشاب کا قطرہ حشفہ کے اندر باقی رہے اور باہر نہ نکلے تو امامت کا کیا حکم ہے؟

سوال (۶۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کبھی پیشاب کا قطرہ بہت معمولی سا صرف حشفہ ہی کے اندر رہتا ہے؛ لیکن حشفہ کا منہ کھولنے سے دکھائی دیتا ہے، ایسی صورت میں زید امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو زید کے پیچھے کیسے آدمیوں کی نماز ہوگی اور کیسے آدمیوں کی نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر یہ قطرہ باہر آجائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر اندر

ہی اندر رہے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

قال في الهداية: المعاني الناقضة للوضوء كل ما خرج من السبيلين، لقوله تعالىٰ: ﴿اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَآئِطِ﴾ [المائدة: ٦]

وقيل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: وما الحدث؟ قال: ما يخرج من السبيلين. (هداية ١/ ٢٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۲۰/۶/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کی تقرری، نیابت اور برطرفی سے متعلق مسائل

نئے امام کی تقرری کا اختیار کمیٹی کو ہے یا سابق امام کو؟

سوال (۷۰۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ :انجمن ہذا کے زیر انتظام جامع مسجد کے امامِ جمعہ عرصہ سے علیل ہیں، پھر بھی ان کو مقررہ تنخواہ دی جارہی ہے،انہوں نے اپنی جانب سے اپنے شاگرد کو جو نا مکمل حافظ اور انجمن کا ملازم مدرس بھی ہے، اس کو امام جمعہ اپنی جگہ بنا رکھا ہے، اور علیل حافظ صاحب کا کہنا ہے کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو امام نہیں بنایا جاسکتا، جب کہ انجمن اسلامیہ امام جمعہ کی جگہ عالم یا قاری یا حافظ کا تقرر کرنا چاہتی ہے، ایسی صورت میں تقرری کا اختیار علیل حافظ کو ہے،جن کے صحت مند ہونے کی کوئی امید بھی نہیں، یا پھر انجمن اسلامیہ کو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں امام کے تقرر کا حق کمیٹی کو حاصل ہے، امام جمعہ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کمیٹی کے علی الرغم کسی کو امام مقرر کرلے، اور بہتر ہے کہ مسجد اور عوام کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے امامِ جمعہ اور کمیٹی کے ارکان متفق ہوکر کسی اچھے اور فکر مند عالم کو امامت کے لئے مقرر کریں۔

الباني أولٰی بنصب الإمام والمؤذن وولد الباني وعشيرتہٗ أولٰی من غيرهم بنی مسجداً في محلة ونصب الإمام والمؤذن فنازعه بعض أهل المحلة في

العمارة فالباني أولٰى مطلقاً، وإن تنازعوا في نصب الإمام والمؤذن مع أهل المحلة إن كان ما اختارهٗ أهل المحلة أولٰى من الذي اختاره الباني فما اختاره أهل المحلة أولٰى وإن كانا سواء، فمنصوب الباني أولٰى. (الأشباه والنظائر ١٠٤، درمختار مع الشامي / فصل يراعي شرط الواقف في إجازته ٦/٥٤٦ زكريا، المحيط البرهاني، الوقف / نوع اٰخر في المسائل التي تعود إلى قيم المسجد ٩/١٣٩ ڈابھیل، البحر الرائق ٥/٢٣٢ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۰/۵/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نائب امام مقرر کرنے کا حق کس کو ہے؟

سوال (۷۰۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: شرعاً نائب امام مقرر کرنے کا حق امام کو ہے یا مسجد کی کمیٹی کو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کمیٹی (جو شرعاً چندہ دہندگان کی وکیل ہے) کو نائب امام کے تقرر کا حق ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/۳۴۷، فتاویٰ محمودیہ ۱/۳۱۴ میرٹھ)

البانی أولٰی بنصب الإمام والمؤذن وولد الباني وعشيرتهٗ أولٰى من غيرهم …… إن كان ما اختارهٗ أهل المحلة أولٰى من الذي اختاره الباني فما اختاره أهل المحلة أولٰى وإن كانا سواء، فمنصوب الباني أولٰى. (الأشباه والنظائر ١٠٤، درمختار مع الشامي / فصل يراعي شرط الواقف في إجازته ٦/٥٤٦ زكريا، المحيط البرهاني، الوقف / نوع اٰخر في المسائل التي تعود إلى قيم المسجد ٩/١٣٩ ڈابھیل، البحر الرائق ٥/٢٣٢ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۱/۱۰/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فلیٹ کو مصلیٰ بنا کر اس کے لئے امام ومؤذن کا تقرر کرنا؟

سوال (۷۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک فلیٹ میں نیچے کے حصہ کو مصلیٰ مقرر کیا گیا، اس مصلیٰ کے لئے مستقل امام ومؤذن کا تقرر درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عارضی مصلیٰ کے لئے امام ومؤذن کا تقرر درست ہے۔

وأما شرائط الصحة، فمنها: رضا العاقدين. (الفتاویٰ الهندية ٤/ ٤١٢)

وهو (الأذان) سنة للرجال في مكان عالٍ مؤكدة هي كالواجب في لحوق الإثم (درمختار) لكن لا يكره تركه لمصلىً في بيته في المصر ؛ لأن أذان الحي يكفيه كما سيأتي، وفي الإمداد: أنه يأتي به ندبا. (شامي ٢/ ٤٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱۱/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کی غیر موجودگی میں دوسرے شخص کا نماز پڑھانا؟

سوال (۷۰۳): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک دن ظہر کی نماز میں امام کی غیر موجودگی میں دوسرے صاحب نے نماز پڑھادی، تو امام صاحب ان پر ناراض ہیں کہ ہمارے مصلیٰ پر تم کیسے کھڑے ہوگئے؟ ان باتوں کی وجہ سے لوگ امام صاحب سے ناراض ہیں، دو ہفتہ قبل ان کا حساب صاف کرکے واپس جانے کے لئے کہا؛ لیکن امام صاحب مسجد سے جانے کو تیار نہیں ہیں، اپنے چند دوستوں کے یہاں کھاتے پیتے ہیں، اور مسجد کے حجرے میں رہتے ہیں، واضح فرمائیں کہ امام صاحب کی غیر موجودگی میں نماز پڑھانے والے پر امام صاحب کا مذکورہ اعتراض درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام صاحب کی غیر موجودگی میں دوسرا اہل شخص اگر نماز پڑھادے تو یہ نماز بھی درست ہے، امام صاحب کو اس پر اعتراض کا حق نہیں، ہاں اگر امام صاحب

موجود ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا شخص نماز نہ پڑھائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶/۳۱۵/۱، ۳۴۴/۶ ڈابھیل)

عن أبي مسعود الأنصاري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في حديث طويل: ولا يؤمنّ الرجلُ الرجلَ في سلطانه. (صحيح مسلم ۲۳۶/۱، سنن الترمذي ۵۵/۱)

وأعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولٰى بالإمامة من غيره مطلقاً أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (الدر المختار مع الشامي ۵۵۹/۱ كراچی، شامي ۲۹۷/۲ زكريا)

وإذا تعذر حضور الإمام فعلى المسلمين إقامة رجل منهم يقوم به. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ۲۳۲/۳ بيروت)

السابع عشر فيه تقديم غير الإمام إذا تأخر ولم يخف فتنة ولا إنكار من الإمام. (عمدة القاري شرح صحيح البخاري / باب من دخل ليؤم الناس فجاء الإمام الأول ۲۱۱/۳ دارالفكر بيروت، أوجز المسالك / باب الالتفات والتصفيق عند الحاجة تحت حديث إمامة أبي بكر ۲۰۶/۳ المكتبة الإمدادية مكة المكرمة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۴/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقررہ امام کی موجودگی میں مفتی صاحب کا بغیر اجازت نماز پڑھانا؟

سوال (۷۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں جو امام صاحب ہیں تقریباً ۱۲/ سال سے امامت کررہے ہیں، امسال بچوں کی تعلیم کی وجہ سے ایک مفتی صاحب کا اضافہ کیا گیا ہے، جو صبح کو فجر کی نماز کے بعد کلام پاک کی تفسیر بھی بیان کرتے ہیں، اور جمعہ کے روز جمعہ کی نماز سے قبل بھی تقریر کرتے ہیں، کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت مفتی صاحب آپ جمعہ اور فجر کی نماز بھی پڑھادیا کریں؛ لیکن اس بات سے

امام صاحب خوش نہیں ہیں، اب حالت یہ ہے کہ نمازیوں میں انتشار پھیلا ہوا ہے، کچھ لوگ مفتی صاحب کی طرف ہیں تو کچھ امام صاحب کی طرف۔ مفتی صاحب بغیر امام کی اجازت کے مصلیٰ پر دو چار منٹ پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں، تو کیا امام صاحب کی اجازت کے بغیر مصلیٰ پر پہنچنا درست ہے؟ اس سے نماز میں تو کوئی فرق نہ آئے گا، اور یہ فعل مفتی صاحب کا کیسا ہے؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جو افضل ہو وہ نماز پڑھائے؛ لہٰذا مفتی صاحب کا حق ہے، اور کچھ افراد یہ کہتے ہیں کہ جو امام مقرر ہے، اس کی اجازت کے بغیر نماز پڑھانا درست نہیں ہے، بہر حال مسئلہ الجھتا جارہا ہے، آپ سے درخواست ہے کہ اس مسئلہ کا حل نکال کر ہماری رہنمائی فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۱۲؍سال کے طویل عرصہ سے جو صاحب امامت کر رہے ہیں اور ان میں امامت کی اہلیت موجود ہے، اور وہ قرآنِ کریم کو صحیح پڑھنے پر قادر ہیں، تو ایسی صورت میں مقررہ امام دوسرے شخص کی بنسبت امامت کا زیادہ مستحق ہے، اگرچہ دوسرا شخص اس کے مقابلہ میں علم وغیرہ میں فوقیت رکھتا ہو، نیز مقررہ امام کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کا امامت کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے؛ تاہم امام کی اجازت کے بغیر جو نماز مفتی صاحب نے پڑھائی ہے وہ نماز بھی ادا ہوگئی، اس کے اعادہ کا حکم نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۳/۶۷-۸۵)

واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولىٰ بالإمامة من غير مطلقاً. (درمختار) أي وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه.

(شامي ۲۹۷/۲ زكريا، درمختار مع الشامي ۵۵۹/۱ كراچي)

وفي جامع الجوامع صاحب البيت أولىٰ إلا أن يكون معه ذو سلطان أو قاض. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۴۸/۲ رقم: ۲۳۲۱ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کے نہ ہونے پر نماز کون پڑھائے؟

سوال (۷۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی جگہ یا کسی مسجد میں کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو، تو کیا سب لوگ اپنی اپنی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کیا امام کے نہ ہونے پر جماعت ترک کی جاسکتی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کسی جگہ نماز پڑھانے کے لئے کوئی امام نہ ہو، تو نمازی حضرات اپنے میں سے کسی ایسے شخص کو امام بنالیں، جسے ان میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھیں، اور امام نہ ہونے کی وجہ سے جماعت ترک کرنا صحیح نہیں۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة، متفق عليه. (مشکوٰۃ المصابیح ۹۵)

لأن ثواب الجماعة أعظم والوعيد بالترك الزم. (حاشية ترمذي ۹٦/۱)

عن أبي زيد الأنصاري عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كانوا ثلثة، فليؤمهم أقرؤهم لكتاب اللّٰه عز وجل. (رواه البيهقي في السنن الكبرىٰ ۲۹۸/٤ رقم: ٥٤٠٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۲/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کی غیر موجودگی میں مولوی اور قاری میں سے نماز پڑھانے کا حق کس کو ہے؟

سوال (۷۰٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام صاحب کی غیر موجودگی میں نماز پڑھانے کا حق کس کا ہے؟ وہاں مولانا اور قاری صاحب دونوں موجود ہیں، نماز پڑھانے کے لئے کس کو بہتر سمجھا جائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں جو شخص بقدرِ صحتِ صلوٰۃ قرآن پڑھنے کے ساتھ نماز کے مسائل سے زیادہ واقف ہو، وہی امامت کا زیادہ حق دار ہے، اب اس بات کا اندازہ آپ خود لگالیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶/۳۴۳ ڈابھیل)

الأولیٰ بالتقدیم الأعلم بالسنة إذا کان یحسن قراء ۃ ما تجوز بها الصلاة، فإن تساووا فأکثرهم قرآنا. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/۲٤۷ رقم: ۲۳۱۸ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۱/۸۳، بدائع الصنائع للکاساني ۱/۳۸۸ زکریا، الدر المختار مع الشامي ۱/۵۵۷ کراچی، ۲/۲۹٤ زکریا، النهر الفائق ۱/۲۰۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۶/۱۱/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناجائز باتوں کی اَفواہوں کو سن کر امام کو مسجد سے ہٹانا؟

سوال (۷۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد کے امام صاحب کے بارے میں ایک مرتبہ کسی لڑکے کے ساتھ ناجائز تعلقات کے بارے میں شہر میں باتیں پھیلیں، جس پر مصلیانِ مسجد نے امام صاحب کو وہاں سے ہٹانے کی بات رکھی؛ لیکن مسجد کے ذمہ داران نے نہیں ہٹایا، ایسے امام صاحب کی امامت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ بیشتر نمازیوں نے اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجدوں میں نماز ادا کرنا شروع کردیا ہے، اس شکل میں مصلیان کا ان کے پیچھے اقتداء کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی شخص کے بارے میں محض سنی سنائی باتوں پر یقین کرکے کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، اس لئے صورتِ مسئولہ میں جس امام پر مذکورہ الزامات لگائے گئے ہیں، اور شرعی ثبوتوں سے اس کی تائید نہ ہو پائی ہو تو ایسے امام کو امامت سے ہٹانا ذمہ داران مسجد

پر لازم نہیں، اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ [الحجرات: ٦]

وأخرج أحمد: خمس ليس لهن كفارة ...... وبهت مؤمن.

وأخرج الطبراني: من ذكر امرءاً بشيء ليس فيه ليعيبه به حبسه الله في نار جهنم حتى يأتي بنفاذ ما قال فيه. (الزواجر عن اقتراف الكبائر لابن حجر المكي الهيثمي ٤١/٢ دار الفكر بيروت)

قال في البحر: واستفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جُنحَةٍ عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة، وعدم أهلية. (شامي ٥٨١/٦ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کی غلطی کی وجہ سے مصلیوں کا امامت سے استعفیٰ طلب کرنا؟

سوال (۷۰۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسجد کے امام صاحب سے کافی نمازی ان کے پیچھے کسی شکایت کی بنا پر نماز پڑھنا چھوڑ دیں، تو کیا اس حالت میں امام صاحب کو اِمامت سے استعفیٰ دے دینا چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس معاملے میں دیکھا جائے گا کہ امام صاحب سے شکایت کس نوعیت کی ہے، اگر ذاتی اختلاف کی وجہ سے کسی کو ناگواری ہے، تو اس کی بنا پر امام کو استعفیٰ دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا؛ البتہ اگر کوئی شرعی کوتاہی کی وجہ سے شکایت ہے تو دیکھا جائے گا کہ امام صاحب نے اس بات سے توبہ کرلی ہے یا نہیں؟ اگر توبہ کرلی ہے تو استعفیٰ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا، اور اگر برائی سے توبہ نہیں کی ہے تو ایسی صورت میں امام صاحب کو خود ہی استعفیٰ دے دینا چاہئے۔ اور اگر وہ برائی پر مصر رہے اور استعفیٰ بھی نہ دے، تو ذمہ دارانِ مسجد کو ایسے امام کو معزول

کرنے کا حق حاصل ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۶/۳۱۸-۳۲۴ ڈابھیل)

وقد قيد ذٰلک أي الكراهة جماعة من أهل العلم بالكراهة الدينية بسبب شرعي، فأما الكراهة بغير الدين فلا عبرة لها. (بذل المجهود ۱/۳۳۱)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن العبد إذا اعترف ثم تاب، تاب الله عليه، قال: قال القاري تحته: أي أقر بكونه مذنبًا وعرف ذنبه ثم تاب. (مرقاة المفاتيح ۵/۱۲۶-۱۶۳)

ولو أم قوماً وهم له كارهون إن الكراهة لفساد فيه أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره ذٰلک تحريما لحديث أبي داؤد لا يقبل الله صلاة من تقدم قوما وهم له كارهون، وإن هو أحق لا بل كراهت عليه. (درمختار ۱/۵۵۹ كراچی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میلا دالنبی پڑھنے کی وجہ سے امام کوامامت سے برطرف کرنا؟

سوال (۷۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج سے دو ماہ قبل مسجد شاہی گانگن دہلی روڈ مرادآباد شریف جس میں محلّہ والوں نے مل کر مسجد میں میلاد کا پروگرام کیا، اور امام صاحب بھی اس میلا دالنبی میں شامل تھے، زید کا کہنا ہے کہ امام صاحب کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ امام صاحب نے مسجد شریف میں میلا دالنبی پڑھا ہے، نماز جائز نہیں۔ بکر کا قول ہے کہ میلا دالنبی سے امامت کا کیا تعلق ہے؟ اور امام صاحب سے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ، محلّہ والوں نے اگر میلاد کا پروگرام کیا تھا، تو آپ امام تھے آپ کو مسجد شریف میں میلاد نہیں پڑھنی چاہئے تھی۔

قبلہ آپ سے گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کہ امام صاحب نے مسجد شریف میں میلا دالنبی کے پروگرام میں نبی کا بچپن بیان کیا ہے، اس بیان میلا دالنبی پڑھنے سے امام صاحب کے لئے کیا حکم ہے؟ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر میلاد سے صرف یہ مراد ہے کہ سرورِ عالم، محسنِ انسانیت، خاتم النبین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ اور سیرتِ طیبہ کو معتبر حوالوں سے بیان کیا جائے، اور آپ کی سنتوں کو زندہ کرنے کی کوشش کی جائے، تو ظاہر ہے کہ اس میں کسی اعتراض کا کوئی سوال نہیں؛ بلکہ یہ بیان بہت مبارک اور باعثِ اجروثواب ہے؛ لیکن اگر میلاد سے مروجہ میلاد مراد ہے، جس میں غیر معتبر اور بے سند باتیں سیرت کے نام پر بیان کی جاتی ہیں، اور یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف لاتے ہیں، اور اسی عقیدہ سے کھڑے ہوکر سلام پیش کیا جاتا ہے، تو یہ عقیدہ سراسر بے سند اور محض جہالت ہے، اس سے ہر مسلمان کو احتراز لازم ہے، اب اس تفصیل کی روشنی میں دیکھا جائے کہ امام صاحب نے کس طرح کا میلاد پڑھا ہے، اگر انہوں نے کوئی بات خلاف شریعت نہیں کی ہے، تو ان کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر بدعت وضلالت والا عمل اور عقیدہ اپنا کر میلاد پڑھا ہے، تو جب تک وہ توبہ نہ کریں ان کی امامت مکروہ تحریمی رہے گی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۵/۳۸۳ میرٹھ)

لا أعلم لهٰذا المولد أصلا في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله عن أحد من العلماء والأئمة الدين هم القدوة في الدين المتمسكون بآثار المتقدمين؛ بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى لها الأكالون. (المدخل ٢/٢ بحواله حاشية: فتاوىٰ محموديه ٣٨٣/٥ ميرٹھ)

المولد الذي شاع في هذا العصر فأحدثه صوفى في عهد سلطان ''إربل'' ٦٠٠ ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف الشذي ١١٧/١)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليًا من البدعات المروجة فهو جائز؛ بل مندوب كسائر أذكاره ﷺ. (إمداد الفتاوى ٣٣٧/٦ كراچی)

ویکره إمامة مبتدع أي صاحب بدعة، وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم. (درمختار مع الشامي ۲/۲۹۹ زکریا)

قال في المنحة: إن کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة تحریم. (منحة الخالق ۱/۳٤۹ کوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۷/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمیٹی کے مقرر کردہ امام کو نماز جمعہ سے ہٹا کر زبردستی اپنے مقررہ امام کو آگے بڑھانا؟

سوال (۷۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: (۱) مؤرخہ ۸/ اگست ۲۰۰۸ء کو انجمن اسلامیہ نے امام جمعہ کے لئے اپنے ادارہ کے مہتمم مولانا صاحب کو بھیجا مگر نامکمل حافظ نے رودھوکر غلط بیانی کر کے عوام کو خاموشی سے ورغلا کر گمراہ کر کے نماز جمعہ کے موقع پر جمعہ والے اکثر نمازیوں کے ذریعہ انتشار پیدا کر کے لڑائی جھگڑے کی نوبت کر کے زبردستی اپنے ہی ادارہ کے مہتمم مولانا صاحب کو اپنا مقتدی بنا کر امامت کردی، از روئے شرع نامکمل حافظ کا یہ فعل کیسا ہے؟

(۲) جامع مسجد بالا میں نامکمل حافظ کو تقریباً ۲۰-۲۲ /سال قبل انجمن نے امام پنج وقتہ کے لئے بطور حافظ کے امام پنج وقتہ مقرر کیا تھا، مگر بعد میں تراویح کے موقع پر معلوم ہوا کہ نامکمل حافظ ہے، تب سے ہر سال یہ وعدہ کرتے رہے کہ قرآن مکمل یاد کرلوں گا، اور دوسرا حافظ تراویح پڑھاتا رہا، سال گذشتہ انہوں نے وعدہ کیا کہ آئندہ سال میں تراویح پڑھاؤں گا، اگر نہ پڑھا سکا تو امامت سے سبک دوش ہو جاؤں گا، اس بات کے کم از کم دس گواہ ہیں، پھر بھی امسال تراویح کے موقع پر یہ نامکمل حافظ امامت کی خواہش میں جھوٹ بول رہا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا، ایسا جھوٹا اور وعدہ

خلاف امامت کا مستحق ہے؟ اور جھوٹ پر ناراض اور کراہت کرنے والے مصلیوں کو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے؟

(۳) مندرجہ بالا نامکمل حافظ امام کی جگہ پر انجمن اسلامیہ نے ۵؍اگست ۲۰۰۸ء ایک قاری حافظ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے سندیافتہ کو امام پنج وقتہ اور تراویح کے لئے مقرر کیا تھا، اور کہا تھا کہ اس نامکمل حافظ کو انجمن سے برطرف نہ کر کے امامت کی پوری تنخواہ دی جائے گی، جس کے بدلے میں ان سے جامع مسجد میں قوم کے بچوں کو قرآن پڑھانے کو کہا گیا تھا، جس کے مطابق قاری صاحب نے ۶؍اگست ۲۰۰۸ء کی فجر سے ۸؍اگست ۲۰۰۸ء کی فجر تک گیارہ فرض نمازیں پڑھائیں جس میں مصلیان یا عوام کی جانب سے کوئی انتشار نہیں ہوا، اس درمیان نامکمل حافظ نے لوگوں سے غلط بیانی کی کہ میں اتنے عرصہ سے ہوں مجھ کو نکالا جارہا ہے، اس طرح جھوٹ بول کر اور رو روکر لوگوں کو ورغلا کر نماز جمعہ کے موقع پر مندرجہ بالا انتشار پیدا کر کے زبردستی جمعہ پڑھایا، اور پنج وقتہ پر بھی قابض ہوگئے، ان کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟ اور کیا انجمن اسلامیہ کی حکم عدولی اور صدر کو برا کہنے کے بعد انجمن سے تنخواہ لینے کا حق دار ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عوام میں انتشار پیدا کر کے انجمن کے مقرر کردہ امام کو نماز جمعہ نہ پڑھانے دینے کی کوشش قابل مذمت ہے، اور ایسا فتنہ انگیز شخص واقعۃً امامت کے قابل نہیں ہے، اور نہ انجمن سے تنخواہ لینے کا حق دار ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن عمر ﷛ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقول: ثلاثة: لا یقبل اللّٰہ منهم صلاة، من تقدم قومًا وهم له کارهون. (سنن أبي داؤد ۱/ ۸۸)

ولو أم قوماً وهم له کارهون، إن الکراهة لفساد فیه، أو لأنهم أحق بالإمامة منه کره له ذٰلک تحریما. (شامي ۳/ ۲۹۷ زکریا، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/ ۲۵۲ رقم: ۲۳۳۵ زکریا، الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۷۸ کوئٹه، طحطاوي علی مراقي الفلاح / فصل في بیان الأحق بالإمامة ۲۴۴ مصري، ۱۶۴ کراچی)

والأجرة إنما تكون في مقابلة العمل. (شامي ۴/۳۰۷ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۵/۲۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۱/سال سے خدمت گذار مسجد کے امام کو ہٹا کر دوسرے کو امام مقرر کرنا؟

سوال (۱۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی امام حافظِ قرآن ہوکر رمضان المبارک میں تراویح کے لئے کوئی حافظ رکھے، تو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ جب کہ امام حافظِ قرآن قاریٔ قرآن مسائل سے خوب واقف، نمازوں کی خوب پابندی کرتے ہیں، یہاں تک کہ ۲۱/سال میں فجر کی نماز ایسی پابندی سے پڑھانے والا شہر میں کوئی امام ہے ہی نہیں، ہمارے یہاں کے امام صاحب کی جہاں تک ان کی یادداشت ہے چند نمازیں بارش کی وجہ سے اور دو نمازیں نیند کی وجہ سے قضاء ہوئی ہیں، اس کے علاوہ واعظ بھی بہت اچھے ہیں، اصلاحی بیانات سود، رشوت، جہیز منڈھا اور حرام کمائی، معاملات، اچھی معاشرت اور سیرت پر بہت اچھا بولتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ایک دینی مدرسہ کے دس سال تک ناظم اور درس وتدریس میں تھے، جو شہر سے متصل ہے؛ لیکن فی الوقت ریڑھ کی ہڈی میں گیپ ہوا ہے، اس مرض کی وجہ سے سر ہمیشہ جام رہتا ہے، کافی پیسے خرچ کئے ہیں علاج جاری ہے، صوم وصلوٰۃ کے پابند اور پرہیزگار آدمی ہیں۔ ۲۱/سال سے بہت کم تنخواہ یعنی ۲۱/سال خدمت کے بعد بھی تین ہزار روپئے ہیں، کبھی تنخواہ بڑھانے کی فرمائش نہیں کی، یہاں کے چند علماء ایک دو نوجوانوں کو بہکانے کی خفیہ سازش کررہے ہیں کہ یہاں بڑا مفتی، بڑا عالم ہونا ضروری ہے، اور یہاں کے خوشگوار ماحول میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کررہے ہیں، دماغ کے ماہر ڈاکٹر عبد الماجد نے انہیں زیادہ وعظ سے بھی فی الوقت منع کیا ہے؛ لیکن امام صاحب جمعہ میں پھر بھی بیان کرتے ہیں، لوگوں کی اصلاح کی کوشش جاری ہے، آپ ہی بتائیں کہ اتنی کم تنخواہ پر عرصہ دراز سے کام کرنے والے مخلص امام کے ساتھ کیا

معاملہ ہونا چاہئے؟ جب کہ سارے مصلیان ان سے بہت خوش ہیں، اس کے علاوہ ان کا کوئی کاروبار تجارت بھی نہیں ہے، اسی تنخواہ پر اکتفا ہے، اور سترہ سال سے سو کے قریب بچوں کو مفت میں ناظرہ ودینیات پڑھاتے ہیں، اس کا کوئی معاوضہ بھی نہیں لیتے، امید ہے کہ جواب تحریر کریں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کے عزل ونصب کی ذمہ داری مسجد کی کمیٹی کی ہے، کمیٹی کو چاہئے کہ وہ حالات وضروریات اور امام موصوف کی دیرینہ خدمات کو پیشِ نظر رکھ کر مناسب فیصلہ کرے، جس سے مسجد کی ضروریات میں بھی کوئی فرق نہ پڑے اور امام صاحب کی طویل خدمات کی ناقدری بھی نہ ہو، اگر سنجیدگی سے غور وفکر کیا جائے گا تو درمیانی راستہ ضرور نکلے گا۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۳۱۶/۶، ۵۶۲/۱۴ ڈابھیل)

نعم يتصرف القيم في الوقف بما فيه من النفع للوقف...... نعم لأن للناظر التصرف في الوقف بما فيه من الحظ والمصلحة وحيث عرض المتولى المشروط له. (تنقيح الفتاوى الحامدية ٢٠٩/١-٢١١، بحواله حاشية: فتاوىٰ محموديه ٣٤٣/١٤)

استفيد من عدم صحة عزل الناظر بلاجنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة وعدم أهلية. (شامي ٥٨١/٦ زكريا)

فالأصح أن الباني أولىٰ به، وقيل الباني بالمؤذن أولىٰ به، وإن كان فاسقة بخلاف الإمام والباني أحق بالإمامة والأذان وولده من بعده وعشيرته أولىٰ بذٰلک من غيرهم. (البحر الرائق ٢٤٩/٥ كوئٹه) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۲/۸/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امامت سے برطرفی کا فتویٰ لگے ہوئے شخص کا امامت کرنا؟

سوال (۷۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایسا شخص جو علماءِ کرام کی نگاہ میں امامت کے لائق نہ ہو، اور ان کے فتویٰ جاری کرنے پر امامت سے برطرف کیا گیا ہو، اب کیا کسی دیگر مسجد میں امامت کا حق دار ہے؟ اور کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر مذکورہ امام توبہ کرلے تو اس کی امامت درست ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''التائب من الذنب كمن لا ذنب له''. (سنن ابن ماجة ٢٦٩/٥ رقم: ٤٢٥٠، مشكوٰة المصابيح ٢٠٦، مرقاة المفاتيح ٢٦٩/٥ رقم: ٢٣٦٣)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، ولايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني ١٥٩/٢٨ بيروت، شرح النووي على الصحيح لمسلم ٣٥٤/٢، رياض الصالحين ٢٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کمیٹی کی طرف سے امام کو برطرف کرنے کے باوجود لوگوں کا زبردستی امامت کرانا؟

سوال (۷۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: انجمن اسلامیہ نان پارہ رجسٹرڈ کے زیر انتظام مدرسہ عربیہ بحر العلوم وعید گاہ وجامع مسجد اور کئی مساجد ہیں، مدرسہ کے مدرسین اور امام کو تنخواہ انجمن اسلامیہ یا اس کی سب کمیٹی دیتی ہے، اور دستور العمل کے مطابق تقرری اور برطرفی کا اختیار انجمن اسلامیہ کو ہے۔ اب واقعہ یہ ہوا کہ ایک امام کو کمیٹی نے بعض نامناسب حرکتوں کی وجہ سے معزول کردیا؛ لیکن وہ امام صاحب آج بھی کچھ مصلیان کی حمایت حاصل کرکے جامع مسجد کی امامت کرا رہے ہیں، تو ان کا یہ فعل از روئے شرع

کیسا ہے؟ اور کیا فتنہ پیدا کرنے والا یہ امام انجمن اسلامیہ سے تنخواہ پانے کا مستحق ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حسبِ تحریر سوال چوں کہ انجمن اسلامیہ ''نان پارہ'' کے زیر انتظام مساجد اور عیدگاہ کے ائمہ، اور ملازمین کے عزل ونصب کا اختیار انجمن کو حاصل ہے، اور وہی ان کے لئے تنخواہ کا انتظام بھی کرتی ہے؛ لہٰذا انجمن نے جس امام کو معقول وجوہات کی بنا پر برطرف کر دیا ہے، اب اس امام کا زبردستی امام بنے رہنا، اور تنخواہ لینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰/۳۱۴ میرٹھ)

عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة: رجل أم قوماً وهم له كارهون، الحديث. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء من أن قوماً وهم له كارهون ۱/ ۸۲ رقم: ۳۵۵)

الباني أولٰى بنصب الإمام والمؤذن وولد الباني وعشيرتهٗ أولٰى من غيرهم بنى مسجداً في محلة ونصب الإمام والمؤذن فنازعه بعض أهل المحلة في العمارة فالباني أولٰى مطلقاً، وإن تنازعوا في نصب الإمام والمؤذن مع أهل المحلة إن كان ما اختارهٗ أهل المحلة أولٰى من الذي اختاره الباني فما اختاره أهل المحلة أولٰى وإن كانا سواء، فمنصوب الباني أولٰى. (الأشباه والنظائر ۱۰٤، درمختار مع الشامي / فصل يراعي شرط الواقف في إجازته ٦/ ٦٤٥ زكريا، المحيط البرهاني، الوقف / نوع اٰخر في المسائل التي تعود إلى قيم المسجد ۹/ ۱۳۹ ڈابھیل، البحر الرائق ٥/ ۲۳۲ کوئٹہ)

ولو أم قوماً وهم له كارهون، إن الكراهة لفساد فيه، أو لأنهم أحق بالإمامة منه كره له ذٰلک تحريماً. (شامي ۳/ ۲۹۷ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۲٥۲ رقم: ۲۳۳٥ زكريا)

والأجرة إنما تكون بمقابلة العمل. (شامي ٤/ ۳۰۷ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/ ۵/ ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اصل امام سے اختلاف کر کے کسی شخص کا ''شہر امام'' کی جعلی مہر بنا کر اپنے کو امامت کا حق دار ظاہر کرنا؟

سوال (۷۱۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چندوسی شہر میں حاجی محمد حفیظ صاحب کا خاندانی پیشہ قضایت وشہر امامت یعنی ہر محلّہ، ہر گلی، ہر کوچہ، ہر قوم، ہر برادری اور آس پاس کے قرب وجوار کے دیہات میں نکاح مسنونہ کا کام انجام دینا اور شہر کی عیدگاہ میں امامت کرنا اور تیوہار پر رویتِ ہلال کی خبر معتبر اپنے ضلع کے مفتیان سے لے کر اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے شہر میں اعلان کرانا تھا، یہ سب کام حاجی محمد حفیظ صاحب کے بزرگوں کو شہر کے عوام سے مغلیہ خاندان کے وقت سے سونپا ہوا چلا آرہا تھا، حاجی محمد حفیظ صاحب کے والد کا انتقال ۱۹۶۸ء میں ہوگیا تھا،۱۹۶۸ء میں عید الفطر کے دن عیدگاہ کے میدان میں عوام کی ہزاروں کی تعداد میں اپنے اپنے ہاتھ اٹھا کر دوبارہ نئے سرے سے چناؤ کیا گیا اور عیدگاہ ہی کے میدان میں حاجی محمد حفیظ صاحب کی دستار بندی کردی، اور عیدگاہ کی دیوار پر چڑھ کر علانیہ طور پر اعلان کردیا گیا کہ آج بھی اور آئندہ سالوں میں بھی عید کی نماز عیدگاہ میں حاجی محمد حفیظ صاحب ہی ادا کرائیں گے اور کراتے رہیں گے، اور نکاح مسنونہ کا کام بھی انجام دیتے رہیں گے، اور شہر میں تیوہار کا اعلان بھی ان ہی کی طرف سے کیا جاتا تھا، کیا جائے گا اور کیا جاتا رہے گا، حاجی محمد حفیظ صاحب شہر کی امامت اور شہر ودیہات کے قضایت کی ذمہ داری ۱۹۶۸ء سے لے کر ۱۹۹۴ء تک اچھی طرح سے انجام دیتے چلے آرہے ہیں اور شہر کی ایک مسجد میں بارہ مہینوں سے امامت بھی کرتے ہیں، حاجی محمد حفیظ صاحب کو شہر امام وشہر امام عیدگاہ اور شہر قاضی کے نام سے جانا جاتا ہے، شہر چندوسی ضلع مرادآباد کے ایک شخص محمد صدیق نام کے ہیں جن کو چندوسی میں وصیت کئے ہوئے آٹھ دس سال گذر چکے ہیں، قریب چار ماہ سے اب ان کا کہنا ہے کہ میں مولوی ہوں، عالم ہوں، نوری ہوں، رضوی ہوں، میں شہر امام بننے کا زیادہ مستحق ہوں، ان کے پاس عالم یا مولوی ہونے کی کوئی سند بھی نہیں ہے، اور نہ ہی وہ شہر میں کسی مسجد میں امامت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کو ۳۰-۴۰/

ہزار مسلم عوام کی ایک فیصد بھی حمایت حاصل ہے، جو خود اپنے آپ کو شہر امام کہلوانے کا ارادہ کرتے ہیں، اور ''شہر امام کے نام سے'' جعلی مہر بنوالی ہے، جس کو خط وکتابت میں استعمال کرتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسے شخص کو شہر امام بنایا جاسکتا ہے جس کو ہر قدم پر برادری اور عوام کی ۹۹ ؍فیصد بھی حمایت حاصل نہ ہو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعہ اگر صحیح ہے تو شہر کی امامت کا حق حاجی محمد حفیظ صاحب کو ہے، جن پر بستی کے اکثر لوگ متفق ہیں، اور وہ مدت سے اس ذمہ داری کو ادا کرتے آرہے ہیں؛ لہٰذا اس صورت میں کسی دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں ہے، اور ایسا شخص امام نہ بنے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۰؍۲۹۳ میرٹھ)

لحديث أبي داؤد: عن عبد اللّٰه بن عمرو أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: ثلاثة لا يقبل اللّٰه صلاة من تقدم قوماً وهم له كارهون. (سنن أبي داؤد / باب الرجل يؤم القوم وهم له كارهون رقم: ۵۹۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۱۵/۹/۷ھ

امام کی عدم موجودگی میں بری عادت والے کا نماز پڑھانا؟

سوال (۷۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مولوی صاحب ہیں، وہ بری عادت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے نماز پڑھانا نہیں چاہتے؛ لیکن ایک مرتبہ امام نہ آنے کی وجہ سے مقتدیوں نے اس کو زبردستی امام بنادیا، تو نماز کا کیا حکم ہے؟ نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہونا تو یہ چاہئے کہ مذکورہ شخص اپنی بری عادات سے سچی توبہ کرکے ان سے باز آجائے؛ تاکہ اس کے امام بننے میں کوئی کراہت نہ رہے؛ تاہم اگر وہ توبہ سے قبل

کسی مجبوری سے نماز پڑھا دے گا تو نماز درست ہوجائے گی، اسے دہرانے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني ١٥/٢٣٦ زكريا)

ويكره إمامة عبد وفاسق أعرابي وولد الزنا ...... هٰذا إن وجد غيرهم وإلا فلا كراهة، صلى خلف فاسق أو مبتدع نال فضل الجماعة. (شامي ٢/٣٠١ زكريا)

فإن أمكن الصلوٰة خلف غيرهم فهو أفضل، وإلا فالاقتداء أولىٰ من الإنفراد. (شامي ٢/٢٩٨ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے امام کو بلا وجہ گالی دینا اور اس پر تہمت لگانا؟

سوال (۷۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید بکر پر الزام لگاتا ہے کہ بکر جو کہ مسجد کا امام ہے، اس کے ذمہ مسجد کی امانت میں سے کچھ رقم باقی ہے، بکر کہتا ہے کہ میری طرف کوئی رقم باقی نہیں سب دے چکا ہوں، اور مسجد کی تعمیر میں لگ چکی، زید متفرق اعداد کے ساتھ الزام لگاتا ہے، کبھی کہتا ہے کہ ایک روپیہ ہے اور کبھی کہتا ہے کہ دو روپئے ہیں اور کبھی کہتا ہے کہ پورے پانچ روپئے ہیں، زبان کو کہیں قرار نہیں ہے، بکر کا کہنا یہ تھا کہ اب یہ معاملہ بارہ سال پرانا ہوگیا، آپ مجھے حساب سمجھا دیں کہ کیسے کیسے آپ نے یہ رقم وصول کی، اگر نکلتے ہوں تو لے لیں، زید کہتا ہے کہ ہم تو تھوڑی تھوڑی رقم لے کر لگاتے رہے؛ لیکن تحریری حساب وکتاب ہمارے پاس نہیں ہے، یہ سب زبانی جمع خرچ ہے، یہ سب اختلاف زید کا امام سے اس وجہ سے ہوا کہ امام نے معاشرہ کے موجودہ بگاڑ پر بے حیائی اور بے شرمی پر تقریر کی، یہ زد خود زید پر بھی پڑی تھی؛ لہٰذا زید طاقت آزمائی پر اتر آیا اور امام سے برسر پیکار ہوگیا کہ دیکھوں گا یہاں کون نماز پڑھائے گا؟ اور یہ غلط اور بھونڈے حربے استعمال کرکے نمازیوں کو مسجد میں نماز پڑھنے سے

روکنے لگا، نمازی اپنی جگہ مطمئن ہیں، کوئی نمازی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا، زید نے دیوبند اور بریلی سے فتویٰ منگایا کہ جو امام مسجد کی رقم دبائے اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟ فتویٰ اپنی جگہ درست ہے کہ خائن امام کے پیچھے نماز درست نہیں، مسجد کے دیگر ارکان اور نمازی بھی زید سے یہی کہتے ہیں کہ اگر امام کی طرف مسجد کی رقم باقی رہ گئی تھی تو یہ مسئلہ آج تک مسجد کمیٹی میں کیوں نہ رکھا، اس سے پہلے نمازیوں کے درمیان کیوں نہیں آیا؟ اس اختلاف ہی کے دوران کیوں آیا؟ ارکان مسجد اور نمازی کوئی ماننے کو تیار نہیں، چھ سات ماہ سے برابر امام کے لئے بھونڈے اور بازاری الفاظ استعمال کر رہا ہے، عوام الناس زید سے یہی کہتے ہیں کہ امام کا کہنا اپنی جگہ درست ہے کہ جب آپ کے حساب سے رقم نکلتی ہے تو حساب سمجھا دو اور رقم لے لو، زید کہتا ہے کہ حساب ہم کیوں سمجھائیں ہم تو تھوڑا تھوڑا لیتے رہے، حساب تو امام کے پاس ہوگا، اب تحریر فرمائیں کہ امام اور زید میں سے کون حق پر ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ واقعات اگر صحیح ہیں، تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ زید بلا کسی شرعی وتحریری ثبوت کے امام پر خیانت کا الزام لگا رہا ہے، جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے اور جب تک امام کی خیانت پر گواہوں کے ذریعہ سے یا تحریری دستاویز کے ذریعہ سے دلیل قائم نہ ہوجائے اس وقت تک اسے متہم نہیں کیا جاسکتا۔

البینة علی المدعي والیمین علی من أنکر. (هداية / باب الیمین ۱۸۷/۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳؍۱۲؍۱۴۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کے ساتھ ظلم وجبر کرکے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دینا

سوال (۷۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ایک مسجد کا امام ہے، حافظ قاری مستند اور طہارت ونماز وغیرہ کے مسائل سے بھی بخوبی واقف ہے، عام مقتدی ہے مگر ائمہ حضرات پر حکم رانی اور بے جا ظلم وزیادتی کرنے کا عادی ہے،

اسی وجہ سے ہرامام سے اس کی ٹھوں ٹھاں رہتی ہے،اب موجودہ امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا اور کوئی شرعی معقول وجہ بھی نہیں رکھتا، جماعت ہوتی ہے تو عامر اپنی نماز جماعت کے پیچھے پڑھتا رہتا ہے،کبھی جماعت کے وقت قرآنِ پاک پڑھتا ہے؛ لہٰذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ عامر کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ قرآنِ پاک پڑھنے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص جماعت شروع ہونے کے بعد جماعت میں قصداً شریک نہ ہو، اور اپنی نماز الگ پڑھتا رہے، تو ایسا شخص تارکِ سنت اور سخت گنہگار رہے۔اسی طرح اگر جماعت کے وقت بآواز بلند تلاوت کرتا ہے جس سے نمازیوں کی نماز خراب ہوتی ہے، تو اس فعل پر بھی وہ گنہگار ہوگا، اسے اپنی ان حرکتوں سے باز آنا چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنه قال: إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة. (صحيح مسلم ۲٤۷/۱)

عن عبد اللّٰه بن مالك بن بحينة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مرّ برجل يصلي وقد أقيمت صلاة الصبح، فكلمه بشيء لا ندري ما هو، فلما انصرفنا أحطنا به، نقول ماذا قال لك رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، قال: قال لي: يوشك أن يصلي أحدكم الصبح أربعاً. (صحيح مسلم ۲٤۷/۱)

والجماعة سنة مؤكدة للرجال. (كذا في التنوير مع الدر المختار ۵۵۲/۱ كراچى، شامي ۲۸۷/۲ زكريا)

ولا يقرأ جهراً عند المشتغلين بالأعمال. (الفتاویٰ الهندية ۳۱٦/۵) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵؍۳؍۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعت کے مسائل

کیا ۲۵؍ یا ۲۷؍ گنا ثواب مسجد کی جماعت کے ساتھ خاص ہے؟

سوال (۷۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احادیث مبارکہ میں باجماعت نماز پر جو ۲۵؍ یا ۲۷؍ گنا ثواب کی بشارت دی گئی ہے، کیا یہ مسجد کی جماعت کے ساتھ خاص ہے؟ یا ہر جماعت پر یہ ثواب ملے گا؟ اگر صرف مسجد کی جماعت کی یہ فضیلت ہے، تو پھر ان روایات کا کیا جواب ہوگا جن میں دو آدمیوں کی جماعت پر بھی ۲۵؍ گنا ثواب کی بات ہے؟ جیسا کہ مصنف بن ابی شیبہ میں حضرت ابراہیم نخعیؒ کا قول مروی ہے: **”إذا صلی الرجل مع الرجل فهما جماعة لهما التضعيف خمس وعشرين درجة“.**

(المصنف لابن أبي شيبة ۲/۲٦٥ رقم: ۸۸۱۲)

اسی طرح ابوداؤد شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: **”الصلاة في جماعة تعدل خمسا وعشرين صلاةً فإذا صلاها في فلاة فأتم ركوعها وسجودها بلغت خمسين صلاة“.** (سنن أبي داؤد رقم: ٥٦٠، الأحاديث المنتخبة ٩٦ رقم: ٣٠٩)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مسافر جنگل بیابان میں نماز پڑھے تو اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا؟ تو اس روایت کا کیا محمل ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: ۲۵؍ یا ۲۷؍ گنا ثواب کی بشارت ہر نماز باجماعت کے لئے ہے، اس میں مسجد کی کوئی تخصیص نہیں ہے؛ لیکن دیگر وجوہات مثلاً: (آمد ورفت کے قدموں کا

ثواب اور فرشتوں کی شرکت) کی بنا پر مسجد کی جماعت کیفیت کے اعتبار سے دیگر کسی اور جگہ کی جماعت پر مزید فضیلت رکھتی ہے۔اور بعض ضعیف روایات میں جامع مسجد (جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو) کا ثواب پانچ سوگنا بتایا گیا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ۲/ ۵۷ مکتبہ فقیہ الامت)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: صلاة الجماعة أفضل من صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة. (صحيح مسلم رقم: ١٤٧٧)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: الصلاة في المسجد الجامع تعدل الفريضة يعنى حجة مبرورة، والنافلة كحجة متقبلة وفضلت الصلاة في المسجد الجامع على ما سواه من المساجد بخمس مائة صلاة. (الطبراني في الأوسط ٦٣/١ رقم: ١٧١، وقال محشيه: إسناده ضعيف جدًا، مجمع الزوائد ٤٦/١ وقال فيه نوح بن ذكوان ضعفه أبو حاتم)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه عليه وسلم: لا يتوضأ أحدكم فيحسن وضوءه ويسبغه، ثم يأتي المسجد لا يريد إلا الصلاة فيه، إلا تبشبش اللّٰه إليه كما يتبشبش أهل الغائب بطلعته. (رواه ابن خزيمة في صحيحه ٣٧٤/٢)

الجماعة سنة مؤكدة للرجال ...... في مسجد أو غيره (درمختار) قال في القنية: واختلف العلماء في إقامتها في البيت، والأصح أنها كإقامتها في المسجد إلا في الأفضلية. (شامي ٢٩٠/٢ زكريا)

وقال العيني: اختلفوا هل هٰذا الفضل لأجل الجماعة فقط، حيث كانت؟ أو أن ذٰلك إنما يكون ذٰلك للجماعة التي تكون في المسجد، لما يلزم ذٰلك من أفعال تختص بالمساجد؟ قال القرطبي: والظاهر الأول؛ لأن الجماعة هو الوصف الذي عُلق عليه الحكم. (عمدة القاري / باب الصلاة في مسجد السوق ٢٦٠/٤ تحت رقم: ٧٧٤ الشاملة، كذا في الكنز المتواري في معادن لامع الدراري وصحيح البخاري ٢٢٤/٤ فيصل آباد)

قال العلامة الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي بحثًا: والصواب في ذٰلک أن الثواب المذكور في هٰذه الرواية هو الثواب المترتب على الجماعة، نعم! إذا صلى في المسجد بجماعة تفضل صلاة المسجد على صلاته في بيته كيفًا، وإن لم تفضل عليها كمًّا. والحاصل فضيلة الصلاة في المسجد على صلاته في البيت، فصلاة الفذ فيه على صلاة الفذ فيه، والجماعة فيه على الجماعة فيه، ولكل من الجماعتين فضل خمس وعشرين أو سبع وعشرين، سواء أتى في المسجد أو في البيت أو السوق، والله أعلم. (لامع الدراري مع الكنز المتواري ٤/ ٢٢٦-٢٢٧ فيصل آباد)

وبذٰلک جزم الحلبي في شرح المنية إذ قال: وإن صلى أي التراويح في بيته بالجماعة حصل لهم ثوابها، وأدركوا فضلها، ولكن لم ينالوا فضل الجماعة التي تكون في المسجد لزيادة فضيلة المسجد وتكثير جماعته وإظهار شعائر الإسلام، وهٰكذا في المكتوبات. (حلبي كبير / تراويح ٤٠٢ لاهور) لو صلى جماعة في البيت على هيئة الجماعة في المسجد نالوا فضيلة الجماعة، وهي المضعفة بسبع وعشرين درجة؛ ولٰكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد.
(الكنز المتواري للشيخ محمد زكريا الكاندهلوي ٤/ ٢٢٦ فيصل آباد)

اسی طرح جہاں جماعت کثیر ہوتو اسی اعتبار سے اس کا اجروثواب بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔

عن أبي بن كعب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن صلاة الرجل مع الرجل أزكى من صلاته وحده، وصلاته مع الرجلين أزكى من صلاته مع الرجل، وما كثر فهو أحب إلى الله عزوجل. (سنن أبي داؤد ١/ ٨٢ رقم: ٥٥٤)

اورآپ نے جنگل میں نماز باجماعت پڑھنے والے کے لئے ۵۰؍گنا ثواب سے متعلق ابوداؤد شریف کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے، وہ ایک خصوصی فضیلت ہے، اس کے بارے میں شارحین حدیث کے درج ذیل اقوال ہیں:

(۱) علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ: ’’جنگل میں نماز پڑھنے والے کو مذکورہ فضیلت اس وقت

حاصل ہوگی جب کہ وہ با جماعت نماز پڑھے گا، اور اس فضیلت کی بنیاد یہ ہے کہ مسافرت کی وجہ سے اس کو ترک جماعت کی رخصت تھی؛ لیکن پھر بھی اس نے رخصت پر عمل نہ کرتے ہوئے عزیمت پر عمل کیا، اس لئے اس جماعت کا ثواب دیگر جماعتوں سے دوگنا ہو جائے گا۔

(۲) علامہ سندھیؒ نے فرمایا کہ جنگل میں نماز پڑھنے والے کو یہ فضیلت اس وقت حاصل ہوگی جب کہ وہ اذان واقامت کہہ کر نماز پڑھے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں اس کے ساتھ فرشتوں کی جماعت شریک ہوگی، جس کی بنا پر اجر میں اضافہ ہوگا۔

(۳) حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث شریف کی شرح فرماتے ہوئے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ جنگل میں نماز پڑھنے والے کے لئے مذکورہ فضیلت نماز با جماعت کے ساتھ خاص نہیں؛ بلکہ اگر تنہا پڑھے گا تو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، اور اس فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر جنگل میں جانور وغیرہ کی طرف سے خطرات ہوتے ہیں، ایسے ماحول میں اس کا نماز کی طرف یکسوئی کے ساتھ متوجہ ہونا اس کے کمالِ اخلاص کی دلیل ہے، یہی اجر میں زیادتی کا سبب ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: الصلاة في جماعة تعدل خمسا وعشرين صلاةً، فإذا صلاها في فلاة فأتم ركوعها وسجودها بلغت خمسين صلاة''. (سنن أبي داؤد ۸۳/۱ رقم: ٥٦٠،)

والظاهر أن هٰذه الفضيلة بمجرد الجماعة مع قطع النظر عما ذكر. (مرقاة المفاتيح ۱٥۱/۳ أشرفي، مجمع الأنهر ۱٦۱/۱، الجوهرة النيرة ۸۳/۱)

قوله: في فلاة قال السندي: الظاهر أن ذٰلک إذا صلاها بأذان وإقامة، إذ الملائكة يصلون معه حينئذٍ، وجماعة الملائكة خير فلذٰلک زاد الأجر، انتهى. وأيضًا هو أقرب إلى الإخلاص ...... قال العيني: إنما يحصل له ذٰلک الأجر إذا صلى بجماعة؛ لأنها لا تتأكد في حق المسافر لوجود المشقة فإذا صلاها منفردًا

لا يحصل له هٰذا التضعيف أهـ . والأولىٰ حمله على الانفراد والحكمة في تضعيف أجره لحوق زيادة المشقة للمصلي في المفازة وكون الفلاة في الغالب من مواطن الخوف والفزع، فالإقبال مع ذٰلک على الصلاة أمر لا يناله إلا من بلغ في التقوىٰ إلى حد يقصر عنه كثير من أهل الإقبال والقبول، وأيضاً في مثل هٰذه المواطن تنقطع الوساوس التي تقود إلى الرياء، فإيقاع الصلاة فيها شأن أهل الإخلاص . (حاشية سنن أبي داؤد ۸۳/۱، بذل المجهود ۴۰۶/۳ تحت رقم: ۵۵۸ مركز الشيخ أبي الحسن الندوي مظفر فور، أعظم جراه، ۱۵۲/۴ لكناؤ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۶/۳/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کو قعدۂ اخیرہ میں چھوڑ کر اپنی الگ جماعت بنانا

سوال (۷۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید ہمیشہ تکبیر اولیٰ سے نماز پڑھنے کا پابند ہے، ایک مرتبہ مسجد میں پہنچا تو جماعت ہو رہی تھی، امام صاحب قعدۂ اخیرہ میں تھے، زید باوضو تھا، اس نے ایک ساتھی کو روک کر کہا کہ اب شرکت مت کرو، ہم دونوں خارجِ مسجد میں دوسری جماعت کرلیں گے، تکبیرِ اولیٰ بھی مل جائے گی اور جماعت کا ثواب بھی مل جائے گا۔ زید کے بارے میں شرعا کیا حکم ہے؟ کیا وہ صحیح راہ پر ہے؟ یا اس کو مسجد ہی کے قعدۂ اخیرہ میں شرکت کرلینا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی جماعت چھوڑ کر غیر مسجد حصہ میں نماز پڑھنے سے ثواب میں کچھ نہ کچھ کمی ہوجاتی ہے، اس لئے محض تکبیرِ اولیٰ کے لحاظ میں مسجد کے ثواب سے قصداً اپنے کو محروم کرنا کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:

صلاة الجماعة أفضل من صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة. (الموطا لإمام مالك ۱۲۹/۱، صحيح مسلم / باب فضل الجماعة رقم: ٦٥٠)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: فضل صلاة الرجل في الجماعة عن صلا ته وحده بسبع وعشرين درجة. (مسند احمد ۳۷٦/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۲/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے قریب ہوتے ہوئے مکتب میں عصر اور عشاء کی جماعت کرنا؟

سوال (۷۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: الحمد للہ جے پور شہر کے ایک مکتب میں پڑھاتا ہوں، مکتب آج سے پانچ سال قبل شروع ہوا تھا، اس وقت یہاں اس محلّہ میں کوئی مکتب نہیں تھا، مکتب میں اس وقت درجہ ناظرہ، درجہ حفظ کی باقاعدہ تینوں وقت تعلیم ہوتی ہے، اسی محلّہ کے دس بارہ بچے حفظ کررہے ہیں، کچھ بچوں نے اسکول کی تعلیم کے ساتھ حفظ شروع کررکھا ہے، وہ انشاء اللہ اسکول پڑھ کر پورا وقت حفظ کے لئے فارغ کرلیں گے، مکتب فی الوقت کسی صاحب کے گھر کے ایک کمرہ میں چل رہا ہے، اسی گھر والے نے میرے کھانے اور اسی کمرہ میں رہنے کا انتظام کردیا ہے، جے پور شہر میں ہر نماز تقریباً اول وقت میں ہوجاتی ہے، اس لئے عصر اور عشاء مؤخر کرکے نماز باجماعت مکتب میں ہی کرلیتے ہیں؛ تاکہ حفظ کے طلبہ کو وقت زیادہ مل جائے اور سننے سنانے میں آسانی ہوجائے، شریعت کے اعتبار سے یہ عمل صحیح ہے یا نہیں؟ جب کہ مسجد قریب ہی میں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال جب کہ مسجد آپ کے مکتب سے

بالکل قریب ہے، اس لئے عصر اور عشاء کی نماز کو مستقلاً گھر یا مکتب میں پڑھنے کا معمول بنانا صحیح نہیں ہے؛ البتہ اگر نابالغ بچے ہی ہوں تو صرف ان کی جماعت کا انتظام مکتب میں کیا جاسکتا ہے، بالغ حضرات کو بہر حال مسجد ہی میں باجماعت نماز کی ادائیگی کا اہتمام رکھنا چاہئے، ورنہ وہ تارکِ سنت ہوں گے، اور مسجد کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: لا صلوٰة لجار المسجد إلا في المسجد.

(مصنف ابن أبي شيبة ۱۹۵/۳ رقم: ۳۴۸۸، الإيمان للقاسم بن سلام / باب الخروج من الإيمان بالمعاصي ۴۲/۱ رقم: ۲۷، السنن الكبرىٰ / باب ما جاء من التتشديد في ترك رقم: ۵۱۳۹، معرفة السنن والآثار للبيهقي / باب فضل الجماعة والعذر بتركها صلاة الجماعة رقم: ۱۴۲۸)

وقد أخرجه الدار قطني مرفوعاً بسنده عن جابر بن عبد اللّٰه وعن أبي هريرة رضي اللّٰه عنهما. الصلاة / باب الحث لجار المسجد على الصلاة فيه رقم: (۱۵۵۲) والحاكم أبي عبد اللّٰه في المستدرک رقم: (۸۹۸)

إتيان المسجد أيضاً واجب كوجوب الجماعة لمن صلاها بجماعة في بيته أتى بواجب وترک واجباً آخر...... فالصحيح أن الجماعة واجبة مع وجوب إتيانها في المسجد، ومن أقامها في البيت وهو يسمع النداء فقد أساء وأثم. (إعلاء السنن ۱۶۴/۴ کراچی)

قال عبد اللّٰه رضي اللّٰه تعالىٰ عنه: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم علمنا سنن الهدىٰ، وإن من سنن الهدىٰ الصلوٰة في المسجد الذي يؤذن فيه. (صحيح مسلم ۲۳۲/۱)

الجماعة سنة مؤكدة للرجال، وقيل: واجبة وعليه العامة على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج. (درمختار مع الشامي ۲۸۷/۲-۲۹۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۳/۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا محراب سے ہٹ کر ایک صف پیچھے نماز پڑھانا؟

سوال (۷۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز جمعہ کے علاوہ امام صاحب محراب سے ہٹ کر پیچھے کی ایک صف چھوڑ کر مسلسل کئی ماہ سے جماعت سے نماز پڑھا رہے ہیں، جب کہ مسجد کشادہ اور بڑی بھی ہے، اور محراب میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ بھی الگ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر مسجد کشادہ ہے اور مقتدیوں کو جگہ کی تنگی نہیں ہوتی، تو ایسی صورت میں اگر امام کسی مصلحت سے صفوں میں محراب کی سیدھ میں کھڑے ہوکر نماز پڑھائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۵/۲۲۳، فتاویٰ دار العلوم ۳/۲۶۰)

السنة أن يقوم الإمام في المحراب لئلا يلزم عدم قيامه في الوسط، فلو لم يلزم ذٰلک لا يكره. (شامي ۲/ ۳۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۶/۱۴۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس منزل میں بیچ صف میں محراب آتی ہو اسی کو جماعت خانہ بنایا جائے

سوال (۷۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے محلّہ کی مسجد ڈبل ہے، نیچے کی منزل میں فرض نماز ہوتی ہے، دائیں طرف ۸/ مقتدی بائیں طرف ۴/ مقتدی کھڑے ہوتے ہیں، بائیں طرف جگہ کم ہے، اوپر کی منزل میں دائیں طرف ۸/ مقتدی بائیں طرف ۸/ مقتدی کھڑے ہوتے ہیں، مقتدی لوگ کہتے ہیں نیچے نماز فرض پڑھنا سنت ہے، بعض کہتے ہیں نیچے برابر صف نہیں ہوتی، اس لئے نماز با جماعت مکروہ ہوتی ہے، بعض مقتدی کہتے ہیں کہ اوپر کی منزل میں فرض نماز با جماعت صحیح ہوتی ہے، بعض کہتے ہیں کہ اوپر نماز صحیح

نہیں ہوتی۔ براہِ کرم واضح فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ نماز با جماعت میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ درمیان میں ہو، اور مسئولہ صورت میں چونکہ دوسری منزل میں محراب درمیان میں آتی ہے، اس لئے مناسب یہی ہے کہ امام دوسری منزل میں کھڑے ہوکر امامت کرے، اور دوسری منزل ہی کو اصل جماعت خانہ بنایا جائے۔

السنة أن یقوم في المحراب لیعتدل الطرفان، ولو قام في أحد جانبي الصف یکرہ. (شامي ۲/ ۳۱۰ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے بالائی حصہ پر امامت کرنا؟

سوال (۷۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دومنزلہ مسجد میں امام اور کچھ مقتدی بالائی منزل پر ہیں اور کچھ مقتدی نیچے ہیں، تو امام کا بالائی منزل پر جماعت سے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جماعت خانہ اوپر کی منزل میں ہو تو بہتر یہ ہے کہ پہلے اوپر کی منزل پر کی جائے، اس کے بعد نیچے کی منزل میں کھڑے ہوں؛ تاہم اگر اس کے خلاف کیا جائے تو پھر بھی نماز درست ہو جائے گی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/ ۲۸۶)

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ، ولهٰذا إذا اشتد الحر یکرہ أن یصلوا بالجماعة فوقه. (الفتاوی الهندیة / کتاب الکراهیة ۵/ ۳۲۲، الفتاویٰ التاتارخانیة / ما یکرہ للمصلي وما لا یکرہ ۱/ ۵۶۹ إدارة القرآن کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرمی سے بچنے کے لئے مسجد کے بالائی حصے پر جماعت کرنا؟

سوال (۷۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں گرمی کے موسم میں گرمی سے بچنے کے تمام اسباب مثلاً: پنکھا جنریٹر وغیرہ کا مکمل انتظام ہے، اس کے باوجود اس مسجد کی چھت پر باجماعت نماز ادا کرنا از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر مسجد کے اوپری حصہ میں باقاعدہ جماعت خانہ بنا ہوا ہے، یعنی دیواریں اور برآمدہ وغیرہ تعمیر شدہ ہے، تو گرمی کے زمانہ میں اوپر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بس مقتدیوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اوپر جماعت ہو رہی ہے اور اگر چھت پر کوئی تعمیر وغیرہ نہیں ہے؛ بلکہ کھلی چھت ہے، تو ایسی صورت میں نیچے کی جگہ چھوڑ کر اوپر نماز پڑھنے کو بعض فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، خاص کر جب کہ حسب تحریر سوال مسجد مذکور میں گرمی سے بچاؤ کے اسباب بھی موجود ہیں تو نیچے کی منزل چھوڑ کر کھلی چھت پر نماز پڑھنا بلاشبہ مکروہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۱/۳۵۱ کراچی، احسن الفتاویٰ ۳/۷ ۳۸)

ثم رأيت القهستاني نقلاً عن المفيد كراهة الصعود على سطح المسجد، ويلزمه كراهة الصلاة أيضا فوقه. (شامي ٢/٤٢٨ زكريا)

والصعود على سطح كل مسجد مكروه، ولهذا إذا اشتد الحر يكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد، فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة. (الفتاوى الهندية ١/٣٢٣، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/١ ٢١ رقم: ٩٣ ٢١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۷/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سخت گرمی اور ٹھنڈک سے بچنے کیلئے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا؟

سوال (۷۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہمارے محلّہ میں واقع مسجد بہت چھوٹی ہے، اور چھت بھی بہت نیچی ہے، اور مسجد کے اندر ہوا وغیرہ آنے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں ہے، اور سرکاری لائٹ بھی اکثر غائب رہتی ہے، اور مسجد کے اطراف میں محلّہ والوں کی عمارات ہیں، جس کی وجہ سے موسم گرما میں بوقتِ عصر مغرب اور عشاء میں شدید ترین گرمی رہتی ہے، اور مسجد کے نمازیوں میں ضعفاء کی بھی کثیر تعداد رہتی ہے، ان حضرات کو چند منٹ یعنی نماز مغرب میں پانچ سات منٹ برداشت کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اور تندرست حضرات بھی حواس باختہ ہوجاتے ہیں، خشوع وخضوع جاتا رہتا ہے؛ کیوں کہ نماز پوری ہونے کے انتظار میں رہتے ہیں، تو صورتِ مذکورہ میں موسم گرما میں عصر، مغرب اور عشاء کی نماز مسجد کی چھت پر ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد بھی ایک منزلہ ہے جس کی وجہ سے لینٹر میں تپش زیادہ رہتی ہے، مسجد کی چھت پر قدآدم چہاردیواری بھی ہے، نمازیوں کی نظریں لوگوں کے گھروں میں نہیں پڑیں گی اور موسم سرما میں پورے دن مسجد ٹھنڈی رہتی ہے، اکثر نمازیوں کا کہنا ہے کہ موسم سرما میں نماز ظہر چھت پر ادا کرلی جائے؛ لہٰذا آپ حضرات سے فتویٰ درکار ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: گرمی اور ٹھنڈک سے بچنے کے لئے نیچے جماعت خانہ کو خالی چھوڑ کر مسجد کے اوپر کھلی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ہاں اگر نیچے جماعت ہو اور جگہ تنگ پڑجائے تو اوپر بھی صفیں بنائی جاسکتی ہیں۔

إذا اشتد الحر يكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة. (الفتاویٰ الهندية ۵/ ۳۲۲)

الصلاة على الرفوف في المسجد الجامع من غير ضرورة مكروهة، وعند الضرورة بأن امتلأ المسجد ولم يجد موضعا يصلي فيه، فلا بأس به.

(الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۲۱۱ رقم: ۲/ ۱۹۳ زكريا)

ولو صلى على رفوف المسجد إن وجد في صحنه مكاناً كره كقيامه في

صف خلف صف فيه فرجة. (درمختار مع الشامي ۲/۲ ۳۱ زكريا، درمختار مع الشامي ۱/ ۵۷۰ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

AC کی ٹھنڈک سے بچنے کے لئے برآمدے میں صف بنانا

سوال: (۷۲۶) - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک بڑی مسجد ہے، جس کے اندرونی حصہ میں AC لگی ہوئی ہے اور وہ حصہ آٹھ صفوں پر مشتمل ہے۔ اے سی کی وجہ سے کچھ لوگ باہری حصہ میں امام کی اقتدا کرتے ہیں، جس کی وجہ سے کبھی ایک کبھی ڈیڑھ صف اور کبھی زیادہ درمیان میں باقی رہ جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ AC کی وجہ سے مصلیوں کو جو تکلیف درپیش ہے، تو کیا کمیٹی پر یہ بات لازم ہے کہ مصلیوں کی تکلیف کا خیال رکھتے ہوئے AC کو ہمیشہ کے لئے بند کردے۔ نیز مصلیوں کی نماز کا مذکورہ صورت میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سخت گرمی کے وقت مسجد میں AC چلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور جو کوئی بوڑھے یا بیمار حضرات AC کی ٹھنڈک برداشت نہ کرسکیں اور وہ برآمدہ میں اقتداء کریں، تو اس کی وجہ سے ان کی نماز میں کوئی کراہت نہ ہوگی؛ البتہ بلا عذر اگلی صفیں چھوڑ کر پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

قال في الإمداد: والفاصل في مصلى العيد لا يمنع وإن كثر، وفي النوازل: والمسجد وإن كبر لا يمنع الفاصل. (شامي ۲/ ۳۳۲ زكريا، ۱/ ۵۸۵ كراچی)

وفناء المسجد له حكم المسجد حتى لو اقتدىٰ بالإمام منه يصح اقتدائه، وإن لم تتصل الصفوف ولا المسجد ملآن. (حلبي كبير ٤ ٦١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۳/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا مسجد کے آنگن میں نماز پڑھانا؟

سوال (۷۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر امام مسجد کے آنگن میں نماز پڑھائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ مثال کے طور پر شاہی مسجد مرادآباد کی ہے، جہاں دروازے لگ رہے ہیں، مشرق کی جانب باہر کی جگہ جو کھلی ہوئی ہے، کیا وہاں پر امام نماز پڑھائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آنگن میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانے کی صورت میں اگر امام صف کے درمیان محراب کی سیدھ میں کھڑا ہوتا ہے تو نماز بلاکراہت صحیح ہوگی؛ کیوں کہ محراب میں کھڑا ہونا کوئی سنت نہیں ہے، اصل سنت امام کا صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے۔

ویکره أن یقوم في غیر المحراب إلا لضرورة. (شامي ۲/ ٤١٤ زکریا)

السنة أن یقوم الإمام إزاء وسط الصف ألا تری أن المحاریب ما نصبت إلا وسط المساجد وهي قد عینت لمقام الإمام. (شامي ١/ ٥٦٨ کراچی، امداد الفتاویٰ ١٠/ ٤٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/ ۱/ ۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے صحن میں جماعت کرنا؟

سوال (۷۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی محراب کے علاوہ دوسری جگہ یعنی مسجد کے صحن پر جماعت کرنا درست ہے یا نہیں؟ یا کراہت کے ساتھ جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کا صحن جب کہ داخل مسجد ہو تو محراب سے ہٹ کر اس کی سیدھ میں صحن میں جماعت کرنا درست ہے۔

السنة أن يقوم الإمام إزاء وسط الصف ألا ترى أن المحاريب ما نصبت إلا وسط المساجد وهي قد عينت لمقام الإمام. (شامي ٥٦٨/١ کراچی، امداد الفتاویٰ ٤٣/١٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گرمی یا سردی میں مسجد کے صحن میں جماعت کرنا؟

سوال (۷۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: پورے سال مسجد کے اندرونی حصہ ہی میں نماز پڑھتے ہیں، مگر سردیوں میں سردی کی وجہ سے مسجد کے صحن میں یعنی دھوپ میں نماز پڑھنا جب کہ سر پر چھت نہ ہو، کیسا ہے؟ اور ایسے ہی گرمیوں میں مسجد کے صحن میں گرمی کی وجہ سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جب کہ باہر صحن میں چھت بھی ہو؟ کیا اس طرح مسجد کو خالی رکھ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟ اگر مکروہ ہے تو پھر مسجد ہی میں نماز پڑھیں یا متولی کی بات مان کر باہر ہی صحن میں نماز پڑھیں، اور مسجد کا بجلی کا بل بچائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گرمی یا سردی کے موسم میں مسجد کے صحن میں جماعت کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

المستفاد: وفي المسجد الخارج إن كانوا يصلون في الداخل أو في الداخل إن كانوا في الخارج، إن كان هناک مسجدان صيفي وشتوي. (حلبی کبير ٢٩٦، شامي ٥١١/٢ زكريا)

فناء المسجد له حكم المسجد يجوز الاقتداء فيه وإن لم تكن الصفوف متصلة. (طحطاوي على المراقي ١٦٠ زكريا، كذا في البحر الرائق ٦٣٥/١ رشيدية، الفتاوىٰ الهندية ١٠٩/١، حلبي كبير ٦١٤) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا وقتِ مقررہ سے جماعت کو مؤخر کرنا؟

سوال (۷۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مساجد میں جو نماز کے لئے اوقات مقرر ہیں اگر امام وقتی تقاضوں کی بناء پر ان اوقات میں کبھی کبھار کچھ زیادتی کردے، تو امام کے لئے زیادتی کرنا جائز ہوگا، مثلاً جمعہ وعید کی نماز کا ٹائم مقرر کردیا گیا اور امام صاحب تقریر وغیرہ کرر ہے ہیں، اور لوگ ابھی آ جارہے ہیں، تو ایسی صورت میں امام صاحب پندرہ یا بیس منٹ تاخیر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بوقتِ ضرورت وقتِ مقررہ سے تجاوز کرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر تاخیر مقتدیوں کے لئے موجبِ مشقت ہو تو وقتِ مقررہ پر ہی نماز پڑھانی چاہئے۔

(مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۴۲/۵، فتاویٰ رحیمیہ ۲۶/۱، احسن الفتاویٰ ۱۲۹/۴)

ینبغي للمؤذن مراعاة الجماعة، فإن راٰهم اجتمعوا أقام، وإلا انتظرهم.

(البحر الرائق ۴۵۵/۱ کوئٹه، الفتاوی الهندیة ۵۷/۱)

وینتظر المؤذن الناس، ویقیم للضعیف المستعجل، ولا ینتظر رئیس المحلة وکبیرها کذا في معراج الدرایة ...... ینبغي أن یؤذن في أول الوقت، ویقیم في وسطه حتی یفرغ المتوضئ من وضوئه والمصلي من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته. (الفتاویٰ الهندیة ۵۷/۱)

ویجلس بینهما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت الندب إلا في المغرب. (الدر المختار علی الرد المحتار / باب الأذان ۳۸۹/۱، ۴۰۰/۱ کراچی، ۵٦/۲ زکریا) **فقط** واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۴/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا امام لوگوں کی رعایت میں جماعت میں تاخیر کرسکتا ہے؟

سوال (۷۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا امام صاحب کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ مسجد کا جائزہ لیں کہ کتنے لوگ وضو کر رہے ہیں؟ کتنے فرضوں سے پہلے کی سنتیں پڑھ رہے ہیں، ان کی رعایت کرتے ہوئے جماعت کے لئے کھڑے ہوں یا وقت مقررہ پر گھڑی کی سوئیاں دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں، کیا ایک آدھ منٹ کی تاخیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کو مقررہ وقت پر ہی نماز پڑھانی چاہئے، کبھی اتفاق سے کوئی عذر پیش آجائے تو تاخیر میں حرج نہیں ہے، اگر روزانہ نمازیوں کے وضو اور سنتوں کا انتظار کیا جائے گا، تو وقت مقرر کرنے کے کوئی معنی نہ رہیں گے اور فتنہ برپا ہوگا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/۳۰۱)

ینبغي للمؤذن مراعاة الجماعة، فإن راٰهم اجتمعوا، أقام، وإلا انتظرهم.

(البحر الرائق ١/٤٥٥ رشيدية، ١/٢٦١ كوئٹه، الفتاوى الهندية ١/٥٧)

وينتظر المؤذن الناس، ويقيم للضعيف المستعجل، ولا ينتظر رئيس المحلة وكبيرها كذا في معراج الدراية ...... ينبغي أن يؤذن في أول الوقت، ويقيم في وسطه حتى يفرغ المتوضئ من وضوئه والمصلي من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته. (الفتاوىٰ الهندية ١/٥٧) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۶/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کسی اللہ والے کے انتظار میں مقررہ وقت سے جماعت کو مؤخر کرنا؟

سوال (۷۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: امام اپنی موجودگی میں کسی اللہ والے کے انتظار میں فجر کی نماز تاخیر سے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یا ان اللہ والے کی اقتداء میں نماز پڑھنا چاہتا ہے، کیا اس لئے فجر کی جماعت دس منٹ لیٹ کرسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس لیٹ کرنے کی وجہ سے مصلیان ناراض ہورہے ہیں، بعد میں اس اللہ والے نے آنے کے بعد اسی امام کو نماز پڑھانے کو کہا، کیا اس طرح کا عمل جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسجد کے مستقل نمازیوں کو ناگواری نہ ہو، تو کسی بزرگ شخصیت کے انتظار میں جماعت میں قدرے تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر نمازیوں کو ناگواری ہوتی ہو جیسا کہ سوال میں درج ہے، تو ایسی صورت میں جماعت کے مقررہ وقت میں تاخیر کسی طرح مناسب نہیں۔

فالحاصل أن التاخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه. (شامي ۱۹۹/۲ زكريا)

رئيس المحلة لا ينتظر ما لم يكن شريراً والوقت متسع. (الدر المختار مع الشامي ۴۱۵/۱ كراچی، ۷۱/۲ زكريا، ۲۶۸/۲ نعمانية)

وأما الإنتظار قبل الشروع في غيرما يكره تاخيره كمغرب وعند ضيق وقت، فالظاهر عدم الكراهة ولو لمعين إذا ثقل على القوم. (طحطاوي على الدر ۲۲۰/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹؍۳؍۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وضو کرنے والوں کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا؟

سوال (۷۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلّہ کی مسجد میں ہینڈ پائپ وسرکاری نل دونوں موجود ہیں، سرکاری نل میں پانی نہ آنے کی وجہ سے مقتدی حضرات کو لوٹے کے ذریعہ وضو کرنا پڑتا ہے، اب ان وضو کرنے والوں کی خاطر امام

صاحب کے لئے نماز میں تاخیر جائز ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اتفاقاً کبھی اس بناپر قدرے تاخیر کرلی جائے کہ زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہوجائیں تو مضائقہ نہیں؛ لیکن تاخیر کا معمول بنالینا اور اکثر نمازیوں کے آجانے کے باوجود دو ایک لوگوں کی رعایت میں رکے رہنے کی اجازت نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس سے دوسروں کو گرانی ہوتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۲/۲۲۳)

اگر لوٹے سے وضو کرنے میں دیر لگتی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ نماز کے وقت سے کافی پہلے آکر وضو کیا کریں؛ تاکہ تاخیر کا مسئلہ ہی کھڑا نہ ہو۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لبلال: واجعل بین أذانک وإقامتک قدر ما یفرغ الآکل من أکلہ والشارب من شربہ والمعتصر إذا دخل لقضاء حاجتہ. (سنن الترمذي / باب ما جاء في الترسل في الأذان ۱/۴۸ رقم: ۱۹۵)

ینبغي للمؤذن مراعاۃ الجماعۃ، فإن راٰھم اجتمعوا، أقام، وإلا انتظرھم.

(البحر الرائق ۱/۴۵۵ رشیدیۃ، ۱/۲۶۱ کوئٹہ، الفتاویٰ الھندیۃ ۱/۵۷)

وینتظر المؤذن الناس، ویقیم للضعیف المستعجل، ولا ینتظر رئیس المحلۃ وکبیرھا کذا في معراج الدرایۃ ...... ینبغي أن یؤذن في أول الوقت، ویقیم في وسطہ حتی یفرغ المتوضئ من وضوئہ والمصلي من صلاتہ والمعتصر من قضاء حاجتہ. (الفتاویٰ الھندیۃ ۱/۵۷)

ویجلس بینھما بقدر ما یحضر الملازمون مراعیا لوقت الندب إلا في المغرب. (الدر المختار علی الرد المحتار ۱/۳۸۹، ۱/۴۰۰ کراچی، ۲/۵۶ زکریا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۱۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

مصلیوں کی رعایت میں جماعت میں قدرے تاخیر کرنا؟

سوال (۷۳۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مسجد میں جمعہ کے دن لوگوں کی کافی کثرت ہو اور مسجد میں بجلی کی وجہ سے پانی کی قلت ہو تو کیا اس حالت میں جمعہ کی نماز اپنے وقت سے پانچ دس منٹ تاخیر سے پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نماز اپنے وقت سے پڑھتے ہیں تو کافی لوگوں کی نماز ترک ہو جائے گی۔

نوٹ: مجبوری کی حالت میں پانچ منٹ تاخیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی مجبوری کی حالت میں نمازیوں کا خیال کرتے ہوئے خطبہ اور جماعت میں قدرے تاخیر کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

فالحاصل أن التاخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه. (شامي ١/ ٤٩٥ كراچى، ٢/ ١٩٩ زكريا)

ينبغي للمؤذن مراعاة الجماعة، فإن راٰهم اجتمعوا، أقام، وإلا انتظرهم.

(البحر الرائق ١/ ٤٥٥ رشيدية، ١/ ٢٦١ كوئٹه، الفتاوىٰ الهندية ١/ ٥٧)

وينتظر المؤذن الناس، ويقيم للضعيف المستعجل، ولا ينتظر رئيس المحلة وكبيرها كذا في معراج الدراية ...... ينبغي أن يؤذن في أول الوقت، ويقيم في وسطه حتى يفرغ المتوضئ من وضوئه والمصلي من صلاته والمعتصر من قضاء حاجته. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ٥٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۹/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مقرر کا مضمون پورا کرنے کی وجہ سے مغرب کی جماعت میں تاخیر کرنا؟

سوال (۷۳۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہمارے یہاں مقرر کے بیان کا مضمون پورا ہونے کی وجہ سے مغرب کی نماز اذان کے بیس منٹ بعد ہوئی، تو اس وجہ سے تاخیر سے نماز پڑھنا کہ مضمون پورا ہو جائے، کیسا ہے؟ کیا اس سے اول وقت با جماعت نماز پڑھنے کا ثواب حاصل ہو جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مضمون پورا کرنے کی غرض سے جماعت کا افضل وقت سے مؤخر کرنا مکروہ ہے، اس لئے بیان ختم کرکے افضل وقت میں ہی نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

قال ابن بطال: لا حدّ لذٰلک غیر تمکن دخول الوقت اجتماع المصلین. (فتح الباري، الأذان / باب کم بین الأذان والإقامة ومن ینتظر ۲/۱۳۶)

ولا یفرط في التاخیر حتی لا تقع صلاة في وقت مکروہ. (شامي، الطهارة / باب التیمم ۱/۲۴۹ کراچی)

وتاخیرها لصلاة رکعتین مکروهة. (البحر الرائق ۱/۲۴۸) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وقتِ مقررہ پر لوگوں کے نہ آنے کی وجہ سے امام کا تنہا نماز پڑھنا؟

سوال (۷۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان ہو جانے کے بعد بھی لوگ مقررہ وقت پر نہیں پہنچتے ہیں، اب امام اپنی نماز تنہا پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں امام کو نمازیوں کا کچھ انتظار کر لینا چاہئے؛ تاکہ مسجد جماعت سے خالی نہ رہے، اگر انتظار کے باوجود کوئی اور نمازی نہ آئے تو امام اپنی نماز پڑھ لے۔

فالحاصل أن التاخير القليل لإعانة أهل الخير غير مكروه. (شامي ۱/٤٩٥ كراچی، ۱۹۹/۲ زکریا)

ينبغي للمؤذن مراعاة الجماعة، فإن راٰهم اجتمعوا، أقام، وإلا انتظرهم. (البحر الرائق ٤٥٥/١ رشيدية، ١٦١/١ كوئٹه، الفتاویٰ الهندية ٥٧/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کا مسجد میں تنہا جماعت کی طرح نماز پڑھنا؟

سوال (۷۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلّہ کی مسجد میں امام صاحب فجر کی نماز میں گئے، اور جماعت کا وقت ہوگیا، انتظار کے باوجود بھی کوئی مقتدی نمازی نہیں آیا، تو امام صاحب نے نماز جماعت کے قاعدہ کے رو سے شروع کردی یہ نیت کرکے کہ اگر کوئی آجائے گا تو وہ میری اقتداء کرلے گا، اتفاق سے ایک صاحب آگئے اور وہ امام صاحب کے داہنی جانب کھڑے ہوگئے، پھر دوسرے صاحب بھی آگئے اور انہوں نے امام صاحب کو اشارہ کیا، تو امام صاحب اپنے مصلیٰ پر چلے گئے، اور دوسرے صاحب دوسری رکعت میں آئے تھے، تو اب اس صورت میں نماز باجماعت ہوگئی یا نہیں؟ یا صرف امام کی نماز ہوئی یا کسی کی نماز نہیں ہوئی؟ نیز یہ بھی بتلادیں کہ اگر کسی بھی نماز میں صرف ایک آدمی تنہا مسجد میں ہو اور انتظار کے باوجود بھی کوئی اور نہ آئے، تو وہ آدمی اپنی تنہا مسجد میں نماز پڑھے یا جہر کرکے جماعت کے طور پر پڑھے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں باجماعت نماز درست ہوگئی، اور جو عمل ہوا وہ شرعی حکم کے مطابق صحیح ہوا، اور تنہا نماز پڑھنے والا جہری نمازوں میں اگر چاہے تو جہر کرسکتا ہے، اور جہر نہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں، البتہ جب کوئی مقتدی اس کے ساتھ شریک ہوجائے تو اب جہر کرنا ہوگا۔

عن أبي عثمان عن سلمان قال: لا يكون رجل بأرض قيّ فيتوضأ، فإن لم يجد الماء يتيمم، ثم ينادي بالصلاة، ثم يقيمها إلا أم من جنود الله مالا يرىٰ طرفاه. (المصنف لابن أبي شيبة، الأذان / في الرجل يكون وحده فيؤذن أو يقيم ۱۹۸/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

إن الإمام لو خافت ببعض الفاتحة أو كلها أو المنفرد، ثم اقتدى به رجل أعادها جهراً كما في الخلاصة: وقيل: لم يعد وجهر فيما بقي من بعض الفاتحة، أو السورة كلها أو بعضها كما في المنية الخ – ثم رجح القول الثاني العلامة الشامي. (شامي، باب صفة الصلاة / فصل في القراءة ۲۵۰/۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱۰/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بازاری لوگوں کا بازار کے دن عیدگاہ میں وقتیہ نماز ادا کرنا؟

سوال (۷۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ میں عیدگاہ و مڈل اسکول ہائی اسکول ہے، اور اس جگہ بازار لگتا ہے اور مسلمان عیدگاہ میں نماز ادا کر لیتے ہیں، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ عیدگاہ میں وقتیہ نماز ادا کرنا کیسا ہے؟ مولانا عبدالشکور فاروقی مرحوم نے غالباً اس کو مکروہِ تحریمی بتایا ہے، جیسا کہ ایک حافظ صاحب فرماتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورت کے وقت عیدگاہ میں وقتیہ نماز ادا کرنا شرعاً درست ہے، اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''علم الفقہ'' میں تلاش کے باوجود کوئی ایسی عبارت نہیں ملی، جس سے عیدگاہ میں وقتیہ نماز پڑھنے کی کراہت معلوم ہوتی ہو، اگر آپ کی نظر میں ہو تو اس کا حوالہ تحریر فرمائیں۔

قوله: ثم صلى في المصلىٰ، فثبت يصلي فيه حتى توفاه الله تعالى، هو بمعنى

في الرواية التي قبلها، ثم صلى حيث يصلي الناس اليوم يعني بالمسجد المعروف بمسجد المصلي ...... ولم يكن المصلي في زمن النبي صلى الله عليه وسلم مسجداً؛ بل كانت صحراء لا بناء فيها ...... والمسجد المتخذ بها اليوم إنما هو في بعضها، وهو المحل الذي قام به النبي صلى الله عليه وسلم، وكذلك المسجدان الآخران، والظاهر أن بناء الثلاثة كان في زمن عمر بن عبد العزيز، والأول: وهو المعروف اليوم بمسجد المصلي الخ. (وفاء الوفاء ۷۸۱/۳- ۷۸۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بغیر عذر کے جماعت کی نماز ترک کرنا؟

سوال (۷۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بغیر کسی عذر کے جماعت کی نماز کو ترک کرنا کیسا ہے؟ اور بدونِ عذر تارک جماعت فاسق وفاجر ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بغیر عذر کے جماعت کو ترک کرنا فسق کی علامت ہے۔

عن معاذ بن أنس رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: الجفاء كل الجفاء، والكفر والنفاق: من سمع منادى الله ينادي إلى الصلاة فلا يجيبه. (مسند أحمد ٤٣٩/٣)

وفي رواية للطبراني: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بحسب المؤمن من الشقاء والخيبة أن يسمع المؤذن يثوب بالصلاة فلا يجيبه. (الترغيب والترهيب مكمل ١٠٧ رقم: ٦٢٥)

عن أسامة بن زيد رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: لينتهينّ رجال عن ترك الجماعة أو لأحرقن بيوتهم. (سنن ابن ماجة / كتاب المساجد باب: ۱۷، الترغيب والترهيب ۱۷۰/۱ دار الكتب العلمية بيروت)

والجماعة سنة مؤكدة، وقيل واجبة، وعليه العامة فتسن أو تجب – ثمرته تظهر في الإثم بتركها مرة – على العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة. (الدر المختار مع الرد المحتار ۲۸۷/۲ زكريا، ۵۵۲/۱ كراچی، حلبی كبير ۵۰۸)

إن مرتكب الكبيرة فاسق. (شرح العقائد النسفية ۱۰۹) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے پڑوسی کا قصداً گھر میں تنہا نماز پڑھنا اور جہراً قرأت کرنا

سوال (۷۴۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ہے جو انتہائی درجہ کا جاہل ہے، کسی پڑھے لکھے کے پیچھے اس کی نماز نہیں ہوتی، وہ اپنے گھر پر نماز پڑھتا ہے، اس کے گھر کے بالکل متصل مسجد ہے؛ لیکن وہاں جا کر جماعت سے نماز نہیں پڑھتا، مسجد میں بھی اگر جائے گا تو اپنی پڑھ کر آ جاتا ہے، جماعت سے نماز نہیں پڑھتا، بہرحال اس وقت وہ مسجد کے متصل ہی اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے، اور جہری نمازوں میں بہت زور لگا کر قرأت کرتا ہے، اور تکبیر بھی بہت زور سے کہتا ہے، اسی طرح اقامت بھی زور زور کہتا ہے، حالاں کہ تنہا نماز پڑھتے وقت اتنی زور سے بولنے کی ضرورت نہیں؛ لیکن دوسرں کو دکھانے کے لئے کہ ہم نماز پڑھ رہے ہیں خوب زور سے پڑھتا ہے، تو کیا اس طرح تنہا نماز پڑھتے وقت اتنی زور سے قرأت وغیرہ کرنا درست ہے یا شرعاً اس میں کوئی قباحت ہے، جب کہ مغرب میں اس کی آواز مسجد میں بھی آتی ہے، جس سے مسجد میں نماز پڑھنے والوں کو خلل بھی ہوتا ہے، تو اس شخص کے لئے تیز آواز سے نماز پڑھنا درست ہے یا آہستہ پڑھے، کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اولاً تو بلاعذر جماعت چھوڑنے کا معمول بنالینا کسی طرح درست نہیں اور پھر مسجد کے قریب میں جماعت کے وقت اپنی الگ نماز پڑھتے ہوئے اس قدر جہر کرنے کی بھی اجازت نہیں، جس سے نمازیوں کی عبادت میں خلل پڑے، سوال میں مذکورہ شخص کا عمل شرعاً قابل ترک ہے، اس کو نرمی سے سمجھا کر اپنے فعل سے باز آنے کی تلقین کرنی چاہئے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد. (المعجم الكبير للطبراني ۲ ۱/ ۳۲۳)

ويحرم فيه رفع صوت بذكر (درمختار) وفى حاشية الحموى عن الإمام الشعرانى أجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها إلا أن يشوش جهرهم على نائم أو مصل أوقارى. (شامي ۲/ ٤٣٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۱۱/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے کو حرام کہنا؟

سوال (۱۴۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک خطیب صاحب نے جمعہ کی تقریر میں خطبہ سے پہلے کہا کہ مسجد چھوڑ کر گھر میں نماز ادا کرنا ناجائز اور حرام ہے، میں نے بہت سے اکابر علماء سے سنا ہے کہ جماعت چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنا بڑا گناہ ہے اور ثواب نہیں ہے؛ لیکن لفظ ناجائز اور حرام میں نے اب تک نہیں سنا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احادیثِ شریفہ میں بلاعذر جماعت کی نماز ترک کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اذان سنے، پھر بلاعذر نماز کے لئے نہ آئے، تو اس کی اکیلے پڑھی گئی نماز قبول نہ ہوگی۔

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

من سمع المنادي فلم يمنعه من اتباعه عذر، قالوا: وما العذر؟ قال: خوف أو مرض، لم تقبل منه الصلاة التي صلّى. (سنن أبي داؤد ۱/ ۸۱)

اسی طرح کی احادیث کی بنیاد پر مذکورہ امام صاحب نے بلاعذر مسجد چھوڑ کر گھر میں نماز ادا کرنے کو ناجائز اور حرام کہہ دیا ہوگا، اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے؛ تاہم امام صاحب سے تعبیر میں قدرے شدت ہوگئی ہے، اس میں احتیاط کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۱۰/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

غیر معذور کا معمولاً گھر میں جماعت بنا کر نماز پڑھنا؟

سوال (۷۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: یہاں علی گڑھ میں ...... کے سلسلہ کے ایک بزرگ رہتے ہیں، ہفتہ میں تین دن ان کے یہاں عصر اور مغرب کے درمیان مجلس ہوتی ہے اور نماز عصر اور مغرب گھر پر ہی ہوتی ہے، اور تمام حاضرین بھی وہیں نماز پڑھتے ہیں، وہ بزرگ خود مسجد جانے سے معذور ہیں؛ لیکن معذوری اس درجہ کی نہیں ہے کہ انہیں کسی خادم کی ضرورت ہو اور نہ ہی کوئی خادم ان کے ساتھ رہتا ہے، گھر کے پاس ہی تین مساجد ہیں اور آس پاس کے لوگ جو نمازی ہیں، وہ مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ کیا گھر پر اس طرح معمول بنا کر نماز پڑھنا درست ہے؟ جو لوگ معذور نہیں ہیں انہیں مسجد چھوڑ کر گھر پر جماعت میں شامل ہونا جائز ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسجد قریب ہوتے ہوئے غیر معذورین کو گھر میں معمول بنا کر جماعت کرنا صحیح نہیں ہے؛ البتہ اگر کوئی واقعی عذر ہو تو گھر میں جماعت قائم کی جاسکتی ہے۔

ولنا أنه عليه السلام كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد، وقد صلى أهل المسجد فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلى. (رواه الحاكم في المستدرك

٣٣٤/٤، مسند أحمد ٢٥٤/٥، السنن الكبرىٰ للبيهقي ٦٩/١، شامي ٢٨٨/٢ زكريا، بدائع الصنائع ٣٧٩/١ زكريا)

وسئل الحلواني عمن يجمع بأهله أحياناً، هل ينال ثواب الجماعة؟ فقال لا، ويكون بدعة ومكروهاً بلا عذر. (فتح القدير ٣٤٥/١)

فإذا تركها الكل مرة بلا عذر، أثموا، فتأمل. (شامي ٥٥٢/١ كراچي، ٢٨٨/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۴/۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد دُور ہونے کی وجہ سے گھر پر فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا؟

سوال (۷۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں چندرنگر جراری لال بنگلہ میں رہتا ہوں، بریلوی عقائد کی صرف ایک مسجد ہے، اپنے عقائد کی مسجد لال بنگلہ سے دور ہے، ۱۵/منٹ پیدل چلنے میں لگتے ہیں، دوسری مسجد حبیبہ ہے، اس میں بھی ۱۵/منٹ سے زائد وقت لگتا ہے، فجر کی نماز کے علاوہ بقیہ چار وقت مسجد جاتا ہوں، فجر میں سلام بھی ہوتا ہے، فجر کی نماز لڑکوں کو جگا کر ساتھ میں مل کر جماعت کر لیتا ہوں، اس لئے مذکورہ تحریر کے تحت گھر میں فجر کی نماز ادا کرنا کیا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کوشش کرنی چاہئے کہ مسجد میں جا کر باجماعت فجر کی نماز ادا کریں؛ البتہ اگر کبھی عذر ہو تو گھر پر بھی باجماعت پڑھ سکتے ہیں، مسجد چھوڑ کر گھر میں جماعت کا معمول بنالینا مناسب نہیں ہے۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من سمع النداء فلم يمنعه من اتباعه عذر، قالوا: وما العذر؟ قال: خوف أو مرض، لم تقبل منه الصلاة التي صلى. (سنن أبي داؤد ٥٥١، صحيح ابن حبان ٢٠٦١)

عـن أبـي الـدرداء رضـي الـلّٰـه تـعالىٰ عنه قال: أحدثكم حديثا سمعته من رسـول الـلّٰـه صـلـى الـلّٰـه تعالىٰ عليه وسلم يقول: ...... وفي آخره: ومن استطاع مـنكم أن يشهد الصلاتين العشاء والصبح ولو حبوا فليفعل. (رواه الطبراني في الكبير، كذا في الترغيب والترهيب ١٠٦ رقم: ٦٠٨)

وعـن سلمان قال سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: من غدا إلى صلاة الصبح غدا براية الإيمان. (سنن ابن ماجة رقم: ٢٢٣٤)

واختلف العلماء في إقامتها في البيت، والأصح أنها كإقامتها في المسجد إلا في الأفضلية. (شامي ٢/ ٢٩٠ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی، بچوں اور خواتین کو لے کر گھر میں جماعت کرنا؟

سوال (۷۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کے وقت یا کسی اور وقت کی نماز باجماعت کا وقت ختم ہونے کی صورت میں گھر پر نماز ادا کرنے میں کیا بیوی بچے لڑکے لڑکیاں میرے ساتھ جماعت کرسکتی ہیں؟ اگر بہو یا بہن ہو تو؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: گھر میں باجماعت نماز پڑھنے میں لڑکے لڑکیاں بیوی یا دیگر خواتین جماعت میں شامل ہوسکتی ہیں، اور صفوں کی ترتیب یہ ہوگی کہ امام کے بعد پہلی صف میں لڑکے ہوں گے، اس کے بعد والی صف میں عورتیں ہوں گی، اور عورتوں کا لڑکوں کی صف میں کھڑا ہونا صحیح نہ ہوگا۔

عـن عبـد الـرحمٰن بن أبي بكر عن أبيه رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى الـلّٰـه عـليـه وسـلـم خرج من بيته ليصلح بين الأنصار لتشاجر بينهم، فرجع وقد صـلـى فـي الـمسجد بجماعة، فدخل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في منزل

بعض أهله، فجمع فصلى بهم جماعة. (أخرجه الطبراني في الكبير والأوسط رقم: ٤٦٠١ ورجاله ثقات، مجمع الزوائد ١٦٠/١، بدائع الصنائع ٣٧٩/١ زكريا)

ولو اجتمع الرجال والنساء والصبيان والخناثى والصبيات المراهقات، فأرادوا أن يصطفوا للجماعة يقوم الرجال صفا مما يلي الإمام، ثم الصبيان بعدهم، ثم الخناثى، ثم الإناث، ثم الصبيات المراهقات. (بدائع الصنائع ٣٩٢/١ زكريا، كذا في الفتاوىٰ الهندية ٨٩/١)

ويصف الرجال ثم الصبيان ثم النساء. (هداية ١٢٤/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغ بچوں کے ساتھ جماعت کرنا بہتر ہے یا تنہا نماز ادا کرنا؟

سوال (۷۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر ایک مدرسہ میں مدرس ہے، موجودہ مدرسہ میں کچھ بیرونی طلبہ رہتے ہیں، جو قیام پذیر ہیں، خورد ونوش مدرسہ سے ہے، مذکورہ طلبہ میں چند بالغ ہیں اور چند نابالغ ہیں، عمر ان مذکورہ طلبہ کے ہمراہ پنج وقتہ نماز مدرسہ ہی میں باجماعت ادا کرتے ہیں، اس مدرسہ سے مسجد کافی فاصلہ پر ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بالغ طلبہ دعوت میں چلے جاتے ہیں، صرف نابالغ چار پانچ بچے رہ جاتے ہیں، ایسی شکل میں عمر کو تنہا نماز ادا کرنا بہتر ہے، یا نابالغ طلبہ کے ساتھ جماعت سے ادا کرلیا کرے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ باجماعت نماز پڑھی جائے، اگرچہ نابالغ بچے ہی مقتدی بنیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ۴۲/۳)

عن أبي موسىٰ الأشعري رضي الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الإثنان فما فوقها جماعة. (رواه ابن ماجة ٦٩/١ رقم: ٩٧٢)

وتحصيل فضيلة الجماعة بصلاته مع واحد أي من الصبيان إلا في الجمعة فلا تصح إلا بثلاثة منهم. (الأشباه والنظائر ۱٤٤/۲)

وإذا زاد على واحد فهي جماعة في غير جمعة، ولو كان معه صبي يعقل الصلاة، كانت جماعة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۸۰/۲ رقم: ۲٤۲۳ زکريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیوی شوہر کے برابر میں کھڑے ہوکر نماز ادا کرسکتی ہے؟

سوال (۷۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری اہلیہ محترمہ تہجد کی نماز ادا کرتی ہیں، اپنی اپنی نماز پڑھتے ہیں، ایسی صورت میں کیا اہلیہ بغل میں جائے نماز بچھا کر پڑھ سکتی ہیں؟ دعا ایک ساتھ مانگتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر آپ کی اہلیہ آپ کے برابر میں جائے نماز بچھا کر تنہا نماز پڑھنے لگیں، تو اس سے کسی کی نماز میں فرق نہیں آئے گا؛ لیکن اگر باجماعت نماز پڑھیں تو ان کو آپ کے بالکل پیچھے کھڑا ہونا چاہئے، اگر برابر میں کھڑی ہوگئیں تو آپ کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

وإذا كان مع الإمام امرأة أقامها خلفه؛ لأن محاذاتها مفسدة. (بدائع الصنائع ۳۹۲/۱ زکریا)

قال: إمرأة إذا صلت مع زوجها في البيت، إن كان قدميها بحذاء قدم الزوج، لا تجوز صلاتهما بالجماعة، وإن كان قدمها خلف قدم الزوج، إلا أنها طويلة تقع رأس المرأة في السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما؛ لأن العبرة للقدم. (الدر المختار على الرد المحتار ۵۷۲/۱ کراچی، شامي / باب الإمامة ۳۱۵/۲ زکریا، البحر الرائق / باب الإمامة ٦۲۱/۱ رشيدية، الفتاویٰ التاتارخانية ۲۷۳/۲ رقم: ۲٤۰٤ زکريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسبوق کی اقتداء میں ہونے والی جماعت میں شرکت کرنا جائز نہیں

سوال (۷۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سعودیہ میں دیکھا یہ جاتا ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے راستہ کی مساجد میں چین کی طرح مسلسل جماعتیں ہرنماز کے بعد ہوتی رہتی ہیں، اس طرح کہ ہر مسبوق کو امام بنالیا جاتا ہے، تو ایسے وقت کیا ہم اس جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں؟ نیز اگلی جماعت کے لئے جاریہ جماعت ختم ہونے کا انتظار کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفی شخص کے لئے کسی مسبوق شخص کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا ایسی سلسلہ وار جماعتوں میں جن میں مسبوق کو امام بنایا جارہا ہو، کسی حنفی شخص کو شامل ہونا درست نہ ہوگا، اسے چاہئے کہ یا تو خود امامت کرے یا دیکھ بھال کر ایسے امام کے ساتھ شامل ہو جو مسبوق نہ ہو، اور وہی نماز پڑھ رہا ہو جو اس حنفی شخص کو پڑھنی ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الإمام ضامن.

(سنن أبي داؤد رقم: ٥١٧، سنن الترمذي ٥١ رقم: ٢٠٧، مسند أحمد ٢/٤٦١، مرقاة المفاتيح رقم: ٦٦٣)

الحنفية قالوا: لا يصح الإقتداء بالمسبوق سواء أدرك مع إمامه ركعة أو أقل منها. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل: ٢٣٢)

وحاصله أن إتحاد الصلاتين شرط لصحة الإقتداء؛ لأن الدخول في صلاته بنية صلاة الإمام، فتكون صلاة الإمام متضمنة لصلاة المقتدي، وهو المراد بقوله عليه الصلاة والسلام: الإمام ضامن أي تتضمن صلاته صلاة المقتدي. (تبيين الحقائق ١/٣٦٢ زكريا، البحر الرائق ١/٣٦٠ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱۰/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کی جماعت کا حکم

سوال (۷۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر چند عورتیں ایک ساتھ مل کر جماعت سے نماز ادا کرنا چاہیں تو نماز پڑھنے کی کیا ترکیب ہوگی؟ عورت امام بن سکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کی جماعت مکروہِ تحریمی ہے، اس لئے انہیں مستقل جماعت نہیں کرنی چاہئے، اگر بالفرض کہیں اس کی نوبت آ جائے تو ان کی امام درمیان صف میں قدرے آگے بڑھ کر کھڑی ہوگی، اتنی کہ اس کی ایڑی دیگر عورتوں کی ایڑیوں سے کچھ آگے ہو۔

عن أم سلمة رضي اللّٰه عنها عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: خير مساجد النساء قعر بيوتهن. (مسند أحمد ۲۹۷/٦، الترغيب والترهيب مكمل ۹۳ رقم: ٥١٤)

عن ريطة الحنفية أن عائشة رضي اللّٰه عنها أمتهن، وقامت بينهن في صلاة مكتوبة. (رواه عبد الرزاق في مصنفه والدار قطني في سننه ٤٠٤/١، نصب الراية ٢٤٠/١، إعلاء السنن ٢٢٧/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

وكره جماعة النساء بواحدة منهن ...... فإن فعلن يجب أن يقفن الإمام وسطهن مع تقدم عقبها. (شامي ٣٠٥/٢ زكريا، الفتاوى الهندية ٨٥/١ كوئٹه، مراقي الفلاح على هامش الطحطاوي ١٦٦ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۷/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کا مسجد کی جماعت میں شریک ہونا؟

سوال (۷۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ :اس زمانے میں عورتوں کا مسجد جا کر نماز ادا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ،اسی طرح افضل امت صحابہ کی جماعت کے تعامل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جواب مرحمت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے مسجد کے مقابلہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے؛ اس لئے ان کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی ترغیب دینا صحیح نہیں ہے، نیز آج فتنہ وفساد کا دور ہے، اگر عورتوں کو مسجد جانے کی عام اجازت دی جائے گی تو فساد میں مزید اضافہ ہوگا اور فتنہ کے مواقع بڑھ جائیں گے۔

بریں بنا مصلحت اسی میں ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت عام حالات میں نہ دی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۹/۴۴۱)

عن عمرة بنت عبد الرحمن أن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء لمنعهن المسجد، كما منعت نساء بني إسرائيل. (صحيح البخاري / باب خروج النساء إلى المساجد بالليل والغلس رقم: ٨٦٩، صحيح مسلم رقم: ٤٤١، سنن الترمذي / باب في خروج النساء في العيدين رقم: ٥٤٠)

وعن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرأة في بيتها أفضل من صلاتها في حجرتها، وصلاتها في مخدعها أفضل من صلاتها في بيتها. (سنن أبي داؤد ٨٤/١ / باب ما جاء في خروج النساء إلى المسجد)

وكره لهم حضور الجماعة إلا للعجوز في الفجر والمغرب والعشاء والفتوىٰ اليوم على الكراهية في كل الصلوات لظهور الفساد كذا في الكافي.

(الفتاوى الهندية ٩٨/١ كوئٹه، درمختار مع الشامي ٣٠٧/٢ زكريا، البحر الرائق ٣٥٨/١ كوئٹه، بدائع الصنائع ٣٨٨/١ زكريا، هداية ١٢٦/١ ديوبند، العناية على هامش فتح القدير ٣٦٥/١ دار الفكر بيروت، قدوري ٣٩، فتاوىٰ محموديه ميرٹھ ٤٤١/٩، ڈابھیل ٤٧٥/٦)

والفتویٰ الیوم علی الکراھة في الصلوات کلها لظھور الفساد. (بذل المجھود ۱/۳۱۹ إمدادیه ملتان) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۷/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورتوں کو جماعت میں شرکت کرنے سے کب منع کیا گیا؟

سوال (۷۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر عورتیں باجماعت تراویح کی نماز پڑھنا چاہیں تو کیا حکم ہے؟ کب سے عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کا باقاعدہ جمع ہوکر جماعت سے نماز پڑھنایا جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنا مکروہ ہے، خواہ تراویح کی نماز ہو یا کوئی اور نماز ہو۔

ویکرہ تحریماً جماعة النساء ولو فی التراویح في غیر صلاة جنازة.

(شامی ۲/۳۰۵ زکریا، البحر الرائق ۱/۳۵۲)

ویکرہ حضورھن الجماعة مطلقاً ولو عجوزاً لیلاً علی المذھب المفتی به لفساد الزمان. (شامی ۲/۳۰۷ زکریا)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں عورتیں جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے حاضر ہوتی تھیں؛ کیوں کہ آپ کا زمانہ نزولِ قرآن اور ورودِ ملائکہ کا زمانہ تھا، وہ دور سراپا خیر اور رحمت کا دور تھا، عورتوں میں سادگی ہی سادگی تھی، اکثر لوگ پاکیزہ اخلاق اور شریف الطبع تھے، نیز آئے دن نئے نئے احکاماتِ شرعیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے صادر ہوتے تھے، اور اس کے لئے مسجد ہی تعلیم وتعلم کا مرکز اور ذریعہ تھی، اس وجہ سے عورتوں کو صراحۃً نہیں روکا گیا؛ لیکن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور منافقین کی شرارتیں بڑھنے لگیں اور

عورتوں میں پہلے کی طرح سادگی بھی نہیں رہی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں تمام صحابہ کے مشورے اور رائے سے جوان عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا تھا۔

ولا يباح للشواب منهن الخروج إلى الجماعات بدليل ما روي عن عمر رضى اللّٰه عنه أنه نهى الشواب عن الخروج ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام .(بدائع الصنائع ۳۸۸/۱ زکریا)

وقالت عائشة رضى اللّٰه عنها: لو أن رسول اللّٰه ﷺ رأى ما أحدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بني إسرائيل. (صحيح مسلم ۱۸۳/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۸/۱۶ھ

مرد کا عورتوں کی امامت کرنا؟

سوال (۷۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مرد عورتوں کی مستقل امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جب عورتوں کے لئے جماعت کی فضیلت نہیں ہے تو انہیں جماعت کے اہتمام کی بھی ضرورت نہیں ہے، اب اگر کسی گھر میں مرد اس طرح عورتوں کی امامت کرتا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا مرد یا بیوی یا محرم عورت نہیں ہے؛ بلکہ سب اجنبی عورتیں ہیں، تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

ہاں اگر کبھی اس طرح جماعت کی جائے کہ کئی مرد ہوں، جن میں سے ایک امام ہو اور ان کے پیچھے پردے کے ساتھ عورتیں اقتداء کریں تو جائز ہے۔

كما تكره إمامة الرجل لهن في بيت ليس معهن رجل غيره، ولا محرم منه كأخته أو زوجته أو أمته. (درمختار) وفي الشامية: ظاهره أن الخلوة

بـالأجـنبية لا تـنـتفي بوجود امرأ ة أجنبية أخـرى، وتـنـتـفـي بوجود رجل آخر.

(درمختار مع الشامي ١/٥٦٦ كراچی، شامي ٢/٣٠٧ زكريا)

أمـا إذا كـان معهـن واحـد مـمن ذكراً أو أمهن في المسجد لا يكره، أي لعدم تحقق الخلوة فيه. (درمختار مع الشامي ١/٥٦٦ كراچی، ٢/٣٠٧ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۳/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

پردے کے ساتھ تنہا عورتوں کی امامت کرنا؟

سوال (۷۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر عورتوں کو مرد امام بن کر پردے سے نماز پڑھائے، تو کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تنہا مرد کا پردہ کے بغیر غیر محرم عورتوں کی امامت کرنا مکروہ ہے؛ البتہ اپنی محرم عورتوں کی امامت کرسکتا ہے، اوران کے ساتھ غیر محرم عورتیں بھی پردے کی پابندی کرتے ہوئے شامل ہوسکتی ہیں، بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اس پرفتن زمانہ میں عورتوں کا اپنے اپنے گھر میں تراویح پڑھنا ہی افضل اور بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ ۴/۴۲۵، فتاوی محمودیہ ۶/۴۷ ڈابھیل)

كـما تكره إمامة الرجل لهن في بيت ليس معهن رجل غيره ولا محرم منه – إلـى قـولـه – أمـا إذا كان معهن واحد ممن ذكر – إلى قوله – لا يكره. (شامي ٣/٣٠٧ زكريا، شامي ١/٥٦٦ كراچی)

الـمـرأة إذا صلت مع زوجها في البيت، إن كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا تـجـوز صلاتهما بالجماعة، وإن كان قدماها خلف قدم الزوج؛ إلا أنها طويلة تقع رأس المرأة في السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتها؛ لأن العبرة للقدم.

(درمحتار مع الشامي ۱/ ٥٧٢ کراچی، البحر الرائق ۱/ ٦٢١ رشیدیة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۸/۱۶ھ

جماعت کے وقت مسجد میں موبائل پر گفتگو کرنا

سوال (۷۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض آدمی موبائل لئے مسجد میں ہوتے ہیں، جماعت کھڑی ہوجاتی ہے، وہ جماعت چھوڑ کر بات کرنے میں مشغول ہوجاتے ہیں، جماعت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے، ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز نہیں ہے، اور جماعت کھڑی ہوتے وقت موبائل پر بات کرنے سے نہ صرف یہ کہ مسجد میں دنیاوی گفتگو کرنے کا گناہ لازم آتا؛ بلکہ نمازیوں کی نماز میں اس سے خلل واقع ہوتا ہے؛ لہٰذا ایسے وقت میں موبائل پر گفتگو کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اور بہتر ہے کہ موبائل لے کر مسجد میں نہ آئے، اور اگر لانا پڑے تو اس کا سوئچ بٹن بند کردیں؛ تاکہ مسجد میں گفتگو کی نوبت نہ آئے۔

وفي حديث أنس رضي اللّٰه عنه أنه لايجوز في المسجد شيء غير ما ذكر من الصلاة والقرآن والذكر. (فتح الباري ۱/ ۳۲٥ رقم: ۲۲۱)

وصرح في الظهيرية بكراهة الحديث، أي كلام الناس في المسجد؛ لكن قيده بأن يجلس لأجله، وفي فتح القدير: الكلام المباح فيه مكروه يأكل الحسنات، وينبغي تقييده بما في الظهيرية، أما إن جلس للعبادة ثم بعدها تكلم فلا. (البحر الرائق ۲/ ۳٦، الدر المختار مع الشامي ۳/ ٤٤۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲٦/۱۱/۱۹ھ

صفوں کی درستگی کے ساتھ موبائل بند کرنے کا اعلان کرنا

سوال (۷۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مساجد میں ائمہ کرام اقامت اور نماز کے درمیان صفوں کو درست کرنے کے اعلان کے ساتھ ساتھ موبائل بند کرنے کا بھی اعلان کرتے ہیں، یہ شرعی نقطۂ نظر سے کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چونکہ موبائل کا استعمال اب بہت عام ہوگیا ہے، اس لئے ضرورت کی بناپر جماعت شروع ہونے سے پہلے موبائل بند کرنے کا اعلان نہ صرف جائز؛ بلکہ مناسب ہے؛ تاکہ دوران نماز موبائل کی گھنٹی بجنے سے نماز میں خلل واقع نہ ہو۔

ثمة بقي من المكروهات أشياء آخر ذكرها في المنية وغيرها، منها: الصلاة بحضره ما يشتغل البال، ويخل بالخشوع. (شامي ٢/٤٣٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۱۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صف بندی کے مسائل

امام کا مصلیٰ کس جگہ پر ہو؟

سوال (۷۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مسجدوں میں امام صاحب کا مصلیٰ مقتدی کے مصلیٰ سے ایک بالشت یا اس سے کچھ زائد فاصلہ پر ہوتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح ہونے سے نماز میں کوئی خلل واقع ہوتا ہے یا نہیں؟ یا امام کا مصلیٰ مقتدیوں کے مصلیٰ سے بالکل متصل ہونا ضروری ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کا مصلیٰ صف اول سے متصل یا ایک دو بالشت کے فاصلہ پر ہو اس کی وجہ سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اور نہ ہی امام کا مصلیٰ مقتدی کے مصلیٰ سے متصل ہونا ضروری ہے؛ البتہ سنت یہ ہے کہ امام صاحب کا مصلیٰ صف کے بیچ میں ہو۔

وفي حديث عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم "قوموا فلأصلي لكم" قال أنس: فقمت إلى حصير لنا قد اسودَّ من طول ما لبس فنضحته بماء فقام عليه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وصففت أنا واليتيم وراءهٗ والعجوز من ورائنا، فصلى لنا ركعتين ثم انصرف.

(سنن أبي داؤد الصلاة / باب إذا كانوا ثلاثة كيف يقومون ٩٠ رقم: ٦١٢)

وينبغي للإمام أن يقف بإزاء الوسط فإن وقف في ميمنة الوسط أو في ميسرته الوسط فقد أساء لمخالفة السنة. (الفتاوىٰ الهندية ٨٩/١، بدائع الصنائع ٣٩٠/١ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۲/۱/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صفوں کی درستگی کا اہتمام؟

سوال (۷۵۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت شروع کرنے سے پہلے صفوں کی درستگی کی ذمہ داری امام صاحب کی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ویسے تو سبھی نمازیوں کو خود ہی صفوں کی درستگی کا اہتمام کرنا چاہئے؛ تاہم امام کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تکبیر کے دوران صفوں کی درستگی کا بھی اہتمام کرے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا خاص اہتمام فرماتے تھے؛ لیکن اس عمل میں اتنی تاخیر نہ ہونی چاہئے کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان زیادہ فصل ہوجائے۔

عن سماک بن حرب قال: سمعت النعمان بن بشير رضي الله عنه يقول: كان النبي صلى الله عليه وسلم يُسوِّينا في الصفوف كما يُقَوَّمُ القِدْحُ حتى إذا ظن أن قد أخذنا ذلک عنه وفقهنا أقبل ذات يوم بوجهه إذا رجل منتبذ بصدره فقال: لتسون صفوفكم أو ليخالفن الله بين وجوهكم. (سنن أبي داؤد ۱/۹۷ رقم: ٦٦٣)

وينبغي أن يأمرهم بأن يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا مناكبهم ويقف وسطاً. (درمختار ۱/٥٦٨ كراچی) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۶/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صفوں کی درستگی کے لئے ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا؟

سوال (۷۵۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید امام ہے اور خالد، بکر، عمر وغیرہ مقتدی ہیں، اور جب مکبر اقامت کہنا شروع کرتا ہے تو مکبر کے ساتھ ہی امام اور مقتدی بھی کھڑے ہوجاتے ہیں، ان حضرات کے لئے کس وقت کھڑا ہونا سنت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز میں صفوں کی درستگی کی بڑی اہمیت ہے اس کا پوری طرح لحاظ جب ہی ہوسکتا ہے، جب کہ ابتداء اقامت سے ہی نماز میں کھڑا ہویا جائے، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کا ابتداء اقامت سے کھڑا ہونا منقول ہے، اور فقہاء نے حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو جو مستحب لکھا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہونے میں اس سے تاخیر نہ کی جائے؛ لہٰذا مقتدیوں کا امام کے ساتھ ابتداء تکبیر سے کھڑے ہوجانا صحیح اور شریعت کے مطابق ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۲/ ۳۰۶-۳۱۲)

هٰذا إذا كان الإمام في المسجد، فإن كان خارج المسجد لايقومون ما لم يحضر لقول النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تقوموا في الصف ما لم تروني خرجت. (بدائع الصنائع ٤٦٨/١)

وإن لم يكن الإمام حاضراً لاتقوموا حتى يصل إليهم، وفي أخرى يقومون إذا اختلط بهم. (تبيين الحقائق ٢٨٣/١)

فأما إذا كان الإمام خارج المسجد، فإن دخل المسجد من قبل الصفوف فكلما جاوز صفا قام ذلك الصف، وإليه مال شمس الأئمة الحلواني والسرخسي وشيخ الإسلام، خواهر زاده. وإن كان الإمام دخل المسجد من قدامهم يقومون كما رأوا الإمام. (الفتاویٰ الهندية ٥٧/١، درمختار ٤٧٨/١ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہٗ ۱۴۱۴/۴/۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز خالی صفوں کو پر کرنے کیلئے اپنی جگہ سے حرکت کرنا

سوال (۷۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دورانِ نماز صفوں کی درستگی ہوتی رہتی ہے، حالتِ نماز میں ہی چل کر جاتے رہتے ہیں، ایسی

صورت میں دائیں بائیں یا آگے کس حد تک بڑھ سکتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: احادیثِ شریفہ میں صف بندی کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے، نیز صفوں کے درمیان رہ جانے والے خلا کو پر کرنے کی فضیلت بھی متعدد احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ بریں بناء اگر نماز شروع ہونے اور نیت باندھنے کے بعد اگلی صف میں یا دائیں بائیں خلا نظر آئے، تو ایک دو قدم بڑھا کر اسے پر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ متعدد صفوں تک خلاء کو پر کرنے کے لئے لگاتار چلنا مفسدِ صلوٰۃ قرار پائے گا؛ لیکن اگر ایک ایک قدم کے بعد ایک رکن (تین تسبیح) کے بقدر وقفہ کرکے اگلی صفیں پر کیں تو اس میں بھی فساد نہ ہوگا۔

وعن أنس بن مالک رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: سووا صفوفكم، فإن تسوية الصف من تمام الصلاة. (صحيح البخاري ١٠٠/١ رقم: ٧٢٣، صحيح مسلم رقم: ٤٣٣)

وعن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سد فرجة رفعه الله بها درجة وبنى له بيتا في الجنة. (الترغيب والترهيب مكمل ١١٩، المعجم الأوسط رقم: ٥٧٩٣)

عن خيثمة قال: صليت إلى جنب ابن عمر فرأى في الصف فرجة فأومأ إلي فلم أتقدم، قال: فتقدم هو فسدّها. (المصنف لإبن شيبة ٢٩٠/٣ رقم: ٣٨٤٢)

مشى مستقبل القبلة هل تفسد؟ ...... إن قدر صف ثم وقف قدر ركن ثم مشى ووقف كذٰلک، وهكذا لا تفسد، وإن كثر ما لم يختلف المكان. (درمختار) وفي الشامية: روي أن أبا برزة رضي الله عنه صلى ركعتين آخذًا بقياد فرسه ثم انسل من يده، فمضى الفرس على القبلة فتبعه حتى أخذ بقياده، ثم رجع ناكصا على عقبيه حتى صلى الركعتين الباقيتين ...... ثم اختلفوا في تاويله ...... وقيل: تاويله إذا مشى مقدار ما بين الصفين، كما قالوا: فيمن رأى فرجة في الصف

الأول، فمشى إليها فسدها، فإن كان هو في الصف الثاني، لم تفسد صلا ته وإن كان في الصف الثالث فسدت، ونص في الظهيرية: على أن المختار أنه إذا كثر تفسد. (درمختار مع الشامي ۳۸۸/۲-۳۸۹ زکریا، كذا في الفتاویٰ التاتارخانية ۲۲۹/۲-۲۳۱ زکریا، الفقه الإسلامي وأدلته ۲۹/۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل ۴۰۲/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱۰/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کے پیچھے کی جگہ چھوڑ کر دائیں بائیں جانب صفیں بنانا؟

سوال (۷۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت کے وقت امام کے بالکل پیچھے کی جگہ چھوڑ کر دائیں بائیں کھڑا ہونا عام آدمی کے لئے کیسا ہے؟ کیا یہ جگہیں عالم اور حافظ کے لئے مخصوص ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ان جگہوں پر عام آدمی کے لئے کھڑے ہونے کی کوئی ممانعت نہیں ہے، اور نہ ہی یہ جگہ شرعاً عالم یا حافظ کے لئے خاص ہے؛ البتہ بہتر یہ ہے کہ امام کے بالکل قریب ایسے مقتدی رہیں کہ اگر نماز میں کسی وجہ سے نیابت کی ضرورت پیش آئے تو وہ امامت کرسکیں۔

مستفاد: عن ابن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لِيَلِنِيْ أولوا الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم. (صحيح مسلم ۱۸۱/۱ رقم: ۴۳۲-۹۷۴، سنن أبي داؤد ۱۰۵/۱ رقم: ۶۷۴)

وينبغي أن يكون بحذاء الإمام من هو أفضل. (الفتاویٰ الهندية ۸۹/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۹/۹/۱۴۱۹ھ

مکبر کے لئے مصلیٰ بچھا کر جگہ گھیرنا؟

سوال (۷۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر مسجد میں تکبیر پڑھنے والے کے لئے مصلیٰ بچھایا جاتا ہو، تو کیا وہ مصلیٰ امام صاحب کے ٹھیک پیچھے ہونا چاہئے یا دائیں جانب، کیا افضل اور اولیٰ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں مؤذن کے لئے پہلے ہی سے مصلیٰ بچھا کر جگہ متعین کرنے کا لازمی حکم نہیں ہے؛ بلکہ وہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی صف میں کھڑے ہوکر تکبیر کہہ سکتا ہے، اگر وہ پہلی صف میں کھڑا ہونا چاہتا ہے، تو پہلے سے آکر وہاں بیٹھے اور جب اذان کے لئے جانے لگے تو اپنا مصلیٰ بچھا کر چلا جائے؛ البتہ اگر نمازی خود بخود مکبر کے لئے جگہ چھوڑ دیں، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۴۶۵/۵، کتاب المسائل ۲۴۹/۱)

ویکره تخصیص مکان لنفسه، ولیس له إزعاج غیره منه، ولو مدرسا (درمختار) وتحته في الشامیة: لأن المسجد لیس ملکا لأحد، وینبغي تقییده بما إذا لم یقم عنه علی نیة العود. (درمختار مع الشامي، باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها / قبیل مطلب: فیمن سبقت یده إلی مباحٍ ۴۳٦/۲ زکریا)

لایقام أحد من مجلسه لیجلس في موضعه، فإن قام باختیاره لم یکره. (الأشباه ۳۹۸/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۲/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگلی صف میں اپنے ساتھی کے لئے جگہ لے کر بیٹھنا؟

سوال (۷۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید وعمر دوست ہیں، دونوں ہمیشہ صفِ اول میں ساتھ ساتھ نماز ادا کرتے ہیں، زید جب نماز

کے لئے جاتا ہے تو ایک اور آدمی کے بقدر جگہ لے کر بیٹھتا ہے؛ تاکہ عمر بعد میں صفِ اول میں شریک ہوجائے، تو زید کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو معیارِ تقویٰ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد میں کوئی جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں ہوتی؛ بلکہ جو شخص بذاتِ خود پہلے آئے گا اسے بلا امتیاز خالی جگہ پر بیٹھنے کا حق ہوگا؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں زید کا اپنی جگہ سے زائد جگہ کو دوسرے شخص کے لئے گھیرنا جب کہ وہ شخص وہاں حاضر نہیں ہے، شرعاً درست نہیں ہے، اور اس گھیری ہوئی جگہ پر کوئی بھی حاضر شخص آ کر بیٹھ سکتا ہے، زید کو اعتراض کا حق نہیں۔

ولو بعث من يقعد له في مكانه عنه إذا جاء هو جاز أيضا من غير كراهة، ولو فرش له نحو سجادة، ففيه وجهان: فقيل: يجوز لغيره تنحيتها والجلوس في موضعها؛ لأن السبق بالأجسام لا بما يفرش، ولايجوز الجلوس عليها بغير رضاه، نعم لايرفعها بيده أو غيرها لئلا تدخل في ضمانه، وقيل: لايجوز تنحيتها؛ لأنه ربما يفضي إلى الخصومة، ولأنه سبق إليه بالحجر، فصار كحجر الموات. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح / باب الجمعة ٢٨٥ كراچی، ٥٢٣ المكتبة الأشرفية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۶/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صف میں اپنی ایک جگہ مخصوص بنانا اور دوسرے کو اٹھا کر بیٹھنا

سوال (۷۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید اور عمرو دو شخص ہیں، جو کافی وقت سے اگلی صف میں امام صاحب کے پیچھے سنتیں پڑھتے ہیں، کبھی کبھی مذکورہ دونوں شخص سنتوں سے فارغ نہیں ہوتے کہ جماعت کا وقت ہوجاتا

ہے، امام صاحب مجبوراً مصلیٰ پر نہ جا کر انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں کہ یہ کب سلام پھیریں، امام صاحب کے اس عمل پر بقیہ مقتدی ناراض ہو کر یہ کہتے ہیں کہ آپ امام ہیں یا ان دونوں کے غلام ہیں، اور کھڑے ہونے والے کی دلیل یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ یہاں وہ کھڑا ہو سکتا ہے جو امام کی مجبوری پر نماز پڑھا سکے، جب کہ ان میں ایک شخص پڑھا ہوا نہیں ہے، اور دوسرا ناظرہ خواں ہے؛ لیکن اس کی بھی صحت الفاظ درست نہیں ہے، نیز اگر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کو دھکہ دے کر ڈانٹ کر ہٹا دیتے ہیں، تو مذکورہ شخصوں کے آنے پر جگہ چھوڑ دیتے ہیں، کچھ لوگ خوف کی وجہ سے اس جگہ نہیں بیٹھتے، اگر بیٹھ بھی جاتے ہیں تو ان کے آنے پر جگھ چھوڑ دیتے ہیں، اگر نہیں چھوڑتے تو دونوں مذکورہ شخص پچھلی صف میں کھڑے ہو کر کے کھانستے ہیں، جس کی وجہ سے جگہ چھوڑنی پڑتی ہے؛ لہٰذا مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ مذکورہ دونوں شخصوں کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ کیا امام صاحب کو ان دونوں کے انتظار میں بیٹھے رہنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ اور ان دونوں کا یہ دلیل بیان کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد یا صف میں کسی کو کوئی خاص جگہ نہیں ہوتی، جو پہلے آ جائے اور جگہ لے لے وہی اس جگہ کا حق دار ہے، بعد میں کسی دوسرے شخص کا اس جگہ کو خالی کرا کے خود بیٹھنا جائز نہیں ہے؛ البتہ بہتر ہے کہ امامت کی اہلیت رکھنے والے حضرات امام کے پیچھے کھڑے ہوں؛ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے آ کر جگہ لیں، پہلے سے موجود شخص کو اٹھانے یا ہٹانے کا حق نہیں ہے۔ اور سوال میں مذکور شخص اگر مصلیٰ کے بالکل پیچھے سنت پڑھ رہے ہوں، اور اس وجہ سے امام صاحب جماعت میں کچھ توقف کر دیں، تو اس کی گنجائش ہے؛ لیکن یہ تاخیر اتنی زیادہ نہ ہونی چاہئے کہ دیگر مقتدیوں کو ناگواری ہونے لگے۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: لا يقيم أحدكم أخاه من مجلسه ثم يجلس فيه. (سنن الترمذي ۲/ ۱۰۴)

فمن سبق يده إلى مباح من المسجد وغيره يوم الجمعة أو غيرها أحق به فيحرم على غيره إقامته. (حاشية سنن الترمذي ٢/١٠٤)

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لِيَلِنِيْ منكم أولوا الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم. (صحيح مسلم ١/١٨١ رقم: ٤٣٢-٩٧٤، سنن أبي داؤد ١/١٠٥ رقم: ٦٧٤)

قال النووي في هٰذا الحديث: تقديم الأفضل فالأفضل لأنه أولى بالإكرام؛ لأنه ربما يحتاج الإمام إلى الاستخلاف فيكون هو أولىٰ. (إعلاء السنن ٤/٣٤١ دار الكتب العلمية بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بطور اعزاز کسی بڑے شخص کو پہلی صف میں جگہ دینا

سوال (۷۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نماز کی صفِ اول میں تھا، اقامتِ نماز کے دوران اس نے دیکھا کہ پیچھے کی صف میں ایک عالم دین معزز اور بڑی عمر کے بزرگ ہیں، تو اگر یہ شخص اپنی جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ جائے، اوران بزرگ کو پہلی صف میں جگہ دیدے، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص پہلی صف میں پہلے سے موجود تھا، پھر اس نے کسی عالم دین یا بڑی عمر کے شخص کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دی، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ وہ تعظیم علم اور اکرام مشائخ کے ثواب کا مستحق ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لِيَلِنِيْ منكم أولوا الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم. (صحيح مسلم

١٨١/١ رقم: ٤٣٢-٩٧٤، سنن أبي داؤد ١٠٥/١ رقم: ٦٧٤)

قال النووي في هٰذا الحديث: تقديم الأفضل فالأفضل لأنه أولى بالإكرام؛ لأنه ربما يحتاج الإمام إلى الاستخلاف فيكون هو أولىٰ. (إعلاء السنن ٣٤١/٤ دار الكتب العلمية بيروت)

وإن سبق أحد إلى الصف الأول فدخل رجل أكبر منه سناً أو أهل علم ينبغي أن يتأخر ويقدمه تعظيماً لهٗ. (شامي ٣١٠/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۱/۱۶ھ

مقطوع اللحیہ شخص کا امام کے پیچھے کھڑا ہونا؟

سوال (۷۶۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص کے داڑھی نہ ہو کیا وہ امام صاحب کے پیچھے نماز میں کھڑا ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص کے جماعت کی نماز میں شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ بہتر یہ ہے کہ وہ بالکل امام کے پیچھے نہ کھڑا ہو، امام کے پیچھے ایسا شخص کھڑا ہونا چاہئے جو بوقتِ ضرورت امام کی نیابت کرسکے۔

عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لِيَلِنِيْ منكم أولوا الأحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم. (صحيح مسلم ١٨١/١ رقم: ٤٣٢-٩٧٤، سنن أبي داؤد ١٠٥/١ رقم: ٦٧٤)

وينبغي أن يكون بحذاء الإمام من هو أفضل. (الفتاوىٰ الهندية ٨٩/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۳/۲۴ھ

خالی صف میں اپنے ساتھ ایک آدمی کو کیسے کھڑا کریں؟

سوال (۷٦۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جیسے جماعت ہورہی ہواس دوران پہلی صف پوری بھری ہوئی ہے، اورصرف ایک ہی آدمی بچاہوارہ گیا، اب اس کواپنے ساتھ ایک آدمی ملانا ہے، تو وہ کس طرف سے آدمی لے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوں کہ عام لوگوں کومسائل سے واقفیت نہیں ہے، لہٰذا اگرکوئی بعد میں آنے والاتنہا شخص اگلی صف سے نماز کے دوران کسی کو پیچھے لانے کی کوشش کرے گا، تو اندیشہ ہے کہ رسہ کشی کی وجہ سے اس کی نماز ہی خراب نہ ہوجائے؛ لہٰذا اِس گھما گھمی سے بچنے کے لئے بہتر یہی ہوگا کہ بعد میں آنے والا شخص صف میں اکیلے ہی کھڑا ہوکر نماز پڑھ لے؛ البتہ اگرکوئی مسئلہ سے واقف کارشخص جماعت میں شریک ہواوراس آنے والے کواس کا علم ہو، تو اسے اپنے ساتھ ملالینا مناسب ہوگا۔

ولو كان الصف منتظماً ينتظر مجيء آخر، فإن خاف فوت الركعة جذب عالماً بالحكم لا يتأذىٰ به وإلا قام وحده. (مراقي الفلاح) **والقيام وحده أولىٰ في زماننا لغلبة الجهل فلعله إذا جره تفسد صلاته.** (طحطاوي ١٦٨، ٣٠٧ المكتبة الأشرفية)

وفي القهستاني عن الجلابي: أن المقتدي يتأخر عن اليمين إلى خلف إذا جاء آخر ...... والذي يظهر أنه ينبغي للمقتدي التأخر إذا جاء ثالث، فإن تأخر، وإلا جذبه الثالث إن لم يخش إفساد صلاته. (الدر المختار مع الشامي / باب الإمامة ٣٠٩/٢ زكريا، ٥٦٨/١ كراچی، امداد المفتيين ٣٣٩، إمداد الأحكام ١٥٢/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۴/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرسی پر نماز پڑھنے والے کا حالتِ قیام میں صف سے آگے کھڑا ہونا؟

سوال (۷۶۶): -کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ جماعت میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، مگر جماعت کھڑی ہونے پر کرسی کے سامنے قیام کرتے ہوئے کھڑے ہوجاتے ہیں، اس وقت وہ دیگر مصلیوں سے آگے کھڑے ہوئے ہوتے ہیں، اور جب قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو جماعت کی صف کے برابر دکھائی دیتے ہیں، ان سے کہنے پر کہ کرسی پر بیٹھ کر ہی پڑھیں، تو وہ قیام کو ضروری بتلاتے ہوئے کھڑے ہونے کا جواز بتاتے ہیں، ان کا اس طرح کھڑے ہونا کہ جماعت کی صف میں دیگر مقتدیوں سے آگے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں، درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص سجدہ کرنے سے معذور ہو تو ظاہر الروایہ کے مطابق اس سے قیام کی فرضیت ساقط ہے، یعنی اس کے لئے قیام ضروری نہیں، اور افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر ہی اشارہ سے نماز پڑھے، اس لئے جو معذور لوگ کرسی پر نماز پڑھیں، ان کے لئے کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے، نیز جماعت میں شامل ہونے کی صورت میں اس کی وجہ سے صفوں میں بے ترتیبی بھی لازم آتی ہے، اس سے احتراز ضروری ہے؛ لہٰذا ایسے معذورین کو بہرحال بیٹھ کر ہی نماز پڑھنی چاہئے۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ کرسی پر نماز پڑھنا صرف اسی شخص کے لئے جائز ہے جو کسی بھی طرح بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو، پس جو شخص بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہو، اسے کرسی پر نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

وإن تعذرا ليس تعذرهما شرطا؛ بل تعذر السجود كاف لا القيام أومأ قاعداً، وهو أفضل من الإيماء قائما لقربه من الأرض. (درمختار) وفي الشامي:

بل كلهم متفقون على التعليل بأن القيام سقط؛ لأنه وسيلة إلى السجود؛ بل صرح في الحلية: بأن هذه المسألة من المسائل التي سقط فيها وجوب القيام مع انتفاء العجز الحقيقي والحكمي. (درمختار مع الشامي ٥٦٧/٢ زكريا، البحر الرائق ١١٢/٣ كراچی، الفتاوىٰ الهندية ١٣٦/١، خانية ١٧١/١، حاشية الطحطاوي ٤٣١، حلبي كبير ٢٦٦، شرح وقاية ١٨٩/١، بدائع الصنائع ٢٨٤/١ زكريا، الجوهرة النيرة ١١٤/١، مجمع الأنهر ١٥٤/١، الدرالمنتقى ١٥٤/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۷/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا صف کے درمیان نماز پڑھ سکتا ہے؟

سوال (۷۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا صف کے درمیان اور امام کے بالکل پیچھے بیٹھ سکتا ہے، یا صرف کونے میں (بازو) میں بیٹھنا چاہئے؟ اگر کونے میں بیٹھنے پر صف پوری نہ ہو تو اس کو کونے ہی میں بیٹھنا چاہئے یا صف میں ملنا چاہئے؟ دیکھا گیا ہے کہ مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں لوگ صف کے درمیان اور امام کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں، کیا یہ شافعی مسلک میں جائز ہے، اور حنفی مسلک میں نہیں؟

ایک مولانا نے فتویٰ سنایا کہ کرسی پر بیٹھنے والے لوگ صرف کونے میں ہی بیٹھیں، اگر کرسی پر بیٹھنے والے کونے میں ایک کے پیچھے ایک بیٹھنا شروع کردیں، تو ہر صف میں ایک ہی نمازی کرسی والا ہوتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟ مسئلہ تو بازو سے بازو اور کندھے سے کندھا ملا کر ٹھہرنے کا ہے، مولانا کی اس وضاحت سے نمازیوں میں تشویش پیدا ہورہی ہے، اور کرسی پر بیٹھنے والے کو بار بار حکم دیا جاتا ہے کہ آپ یہاں بیٹھو آپ وہاں بیٹھو، براہ کرم ان مسائل کا مفصل جواب دیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص صف میں مل کر نماز

پڑھ سکتا ہے، صف سے ہٹ کر کونے میں نماز پڑھنا اس کے لئے ضروری نہیں؛ البتہ اگر صف میں جگہ خالی رہنے کا خطرہ نہ ہو، تو بہتر یہی ہے کہ کرسی والا نمازی کنارے پر کھڑا ہو؛ تاکہ صفوں میں ظاہری انقطاع محسوس نہ ہو، اس معاملہ میں حنفی اور شافعی مسلک میں کوئی فرق ہمارے علم میں نہیں ہے۔

عن عبد اللّٰه بن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه ﷺ قال: من وصل صفا وصله اللّٰه، ومن قطع صفا قطعه اللّٰه عز وجل. (سنن النسائي ۱/۹۳)

والأفضل أن يقف في الصف الآخر إذا خاف إيذاء أحد. (شامي ۲/۳۱۰ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۰/۱۱/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑوں کی صف میں کتنی عمر کا بچہ کھڑا ہوسکتا ہے؟

سوال (۷۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نماز میں صفِ اول میں یا بڑوں کی صف میں کتنے سال کا بچہ کھڑا ہوسکتا ہے؟ اس میں بچہ کی عمر کا اعتبار کیا جائے گا یا بلوغت کا؟ اگر متعینہ عمر سے کم کا بچہ نماز میں صفِ اول یا بڑوں کی صف میں کھڑا ہوگیا، تو کیا اوروں کی نماز فاسد ہوجائے گی یا نہیں؟ جب کہ بچہ طالبِ علوم نبویہ ہے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مراہق اور قریب البلوغ بچہ بلا تکلف بڑوں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، اگر اس سے چھوٹے بچے متعدد ہوں تو بہتر ہے کہ ان کی صف الگ بنائی جائے، اور دو ایک بچے ہوں تو ان کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور کوئی بھی بچہ اگر بڑوں کی صف میں کھڑا ہوجائے، تو اس سے بڑوں کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

قال أبو مالك الأشعري: ألا أحدثكم بصلاة النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: فأقام الصلاة، وصف الرجال وصف خلفهم الغلمان ثم صلى بهم. (سنن أبي

داؤد / باب مقام الصبيان من الصف رقم: ٦٧٧)

ويصف أي يصفهم بأن يأمرهم بذلك الرجال ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف. (درمختار مع الشامي ٢/ ٣١٤ زكريا)

إن الصبي الواحد لا يكون منفرداً عن صف؛ بل يدخل في صفهم. (البحر الرائق ١/ ٣٥٣)

مستفاد: وفتح المراهق كالبالغ. (البحرالرائق ٦/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۵/سال کا بچہ صف اول میں کھڑا ہوسکتا ہے؟

سوال (۷۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک لڑکا جس کی عمر ۱۵/سال ہے، وہ اگلی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور وہ بچہ جس کو پیچھے نماز پڑھنے کا حکم ہے، وہ کس عمر کا بچہ ہے؟ اس میں عمر کا اعتبار ہے یا ہوشیاری یا جسامت کا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ۱۵/سال کا بالغ لڑکا اگلی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر اس سے کم عمر کا بھی کوئی ایک بچہ آگے کی صف میں کھڑا ہوجائے اور جماعت شروع ہوجائے تو اسے پیچھے کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس بچہ کے آگے کھڑے ہونے سے بڑے نمازیوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ثم الصبيان ظاهره تعددهم ولو واحداً دخل الصف. (درمختار مع الشامي ١/ ٥٧١ كراچی، شامي ٢/ ٣١٤ زكريا، البحر الرائق ١/ ٦١٨، مجمع الأنهر ١/ ١٠٩ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۰/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۶ ؍تا ۱۲ ؍سال کے بچوں کو مسجد میں لاکر بڑوں کی صفوں میں کھڑا کرنا؟

سوال (۷۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ماہِ رمضان میں گاؤں کی مسجد میں ۶ ؍تا ۱۲ ؍سال کے بچوں کی کثیر تعداد نماز کے لئے آتی ہے، جو طہارت اور ترکیب نماز سے ناواقف ہوتے ہیں، ایسے چھوٹے بچوں کا مسجد میں آنا کیسا ہے؟

یہی ۶ ؍تا ۱۲ ؍سال والے بچے چوتھی صف میں کھڑے ہوتے ہیں اور بعد میں آکر لوگ پانچویں صف بناتے ہیں، اور کبھی کبھی جوانوں کی صف بننے کے بعد کچھ بچے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے ہیں، اور پھر بعد میں جوان یا بوڑھے لوگ بچوں کے بغل میں کھڑے ہوتے ہیں، تو پانچویں صف میں کھڑے ہونے والے یا بعد میں آکر کھڑے ہونے والے لوگوں کی نمازیں کیسی ہوگی؟

یہی ۶ ؍تا ۱۲ ؍سال والے بچے بعض اوقات نماز کے درمیان ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہیں، ہنستے اور مار پیٹ کرتے ہیں، جس کی وجہ سے نمازیوں میں انتشار واختلاف رہتا ہے، جس کی بنا پر بعض لوگ بچوں کو ڈانٹتے اور کبھی کبھی مار بھگاتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو شعور نہیں ہے کہ کپڑے پاک ہیں یا ناپاک، پھر ان کو مسجد میں کیوں آنے دیا جاتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان بچوں کی وجہ سے ہم لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی؛ کیوں کہ یہ شور مچاتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنا دھیان صحیح رکھو، دوسروں کے معاملہ میں کیوں دھیان لگاتے ہو؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سات سال کے بچے کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے حکم کرنے کو کہا ہے، شرعی اعتبار سے کس کی بات کس حد تک صحیح ہے؟

مولانا محمد ایوب صاحب ندوی بھٹکلی نے ہمارے یہاں تقریر کے دوران بتایا کہ بچوں کو مسجد میں آنے سے روکا نہ جائے، اور اگر وہ درمیانِ نماز شرارت کرتے ہوں تو ان کی صف بڑوں کے بیچ

میں بنوائی جائے، اگر کوئی بچہ پہلے سے آ کر صف میں کھڑا ہے تو اس کو اس کی جگہ سے ہٹانا جائز نہیں ،اس کے بعد افسوس ظاہر کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل کیا کہ میری ملاقات ایک صاحب سے ہوئی جن کو میں نے نماز کی دعوت دی تو ان صاحب نے بتایا کہ مولانا صاحب میں بچپن میں مسجد سے بھگا دیا گیا تھا، اس وجہ سے مسجد جانا چھوڑ دیا ہے، اور اب تک نہیں گیا ہوں، تو یہ باتیں کہ سات سال کے بچے کو مسجد سے روکنا، ہنسنے کی وجہ سے بڑوں کی صف کے بیچ میں صف بنوانا، اور بچے کو اس کی جگہ سے نہ ہٹانا، قرآن وحدیث کی روشنی میں یا دینی مصلحت کے اعتبار سے کہاں تک صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چھ سے بارہ سال کی عمر کے بچے اگر تمیزدار ہوں تو ان کو مسجد میں لانا درست ہے، اور جماعت شروع ہونے کے بعد جو نئے آنے والے نمازی بچوں کی صف کے پیچھے یا کچھ بچے بڑوں کی صف میں دائیں بائیں کھڑے ہوجائیں، تو اس سے دیگر نمازیوں کی نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳۴۲/۳)

ويحرم إدخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم وإلا فيكره.

(درمختار ۴۲۹/۲ زکریا)

وفي تقريرات الرافعي: قول الشارح وإلا فيكره أي حيث لم يبالوا بمراعات حق المسجد من مسح نخامة، أو تفل في المسجد، وإلا فإذا كانوا مميزين ويعظمون المساجد بتعلم المساجد بتعلم من وليهم، فلاكراهة في دخولهم. (تقريرات رافعي على الدر ۸۶/۲)

اور موجودہ معاشرہ کو دیکھتے ہوئے باشعور بچوں کو مسجد میں لانا مصلحت کے مطابق ہے؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ ان بچوں کی پوری نگرانی کی جائے اور انہیں شرارت اور کھیل کود سے روکنے کی تدبیریں اپنائی جائیں، مثلاً بچوں کو ایک جگہ کھڑا کرنے کے بجائے متعدد حصوں میں متعدد صفوں کے کنارے پر کھڑا کردیا جائے وغیرہ، مذکورہ مولانا صاحب نے جو بات ارشاد فرمائی وہ فی نفسہ

درست ہے۔(مستفاد: آپ کے مسائل اوران کاحل۲/ ۲۲۲، احسن الفتاوی۳/ ۲۸۰)

قال الرحمتي رحمه الله: ربما يتعين في زماننا إدخال الصبيان في صفوف الرجال؛ لأن المعهود منهم إذا اجتمع صبيان، فأكثر تبطل صلاة بعضهم ببعض، وربما تعدى ضررهم إلى إفساد صلاة الرجال. (تقريرات الرافعي على الدر المختار ٢/ ٧٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۱/ ۱/ ۱۴۲۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مردوں کی صفوں میں ۸-۹/ سال کا بچہ کھڑا ہوسکتا ہے؟

سوال (۱۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت کی نماز میں صفِ اول یا صفِ ثانی میں مردوں کے ساتھ نابالغ ۸-۹/ سال کے لڑکے کا کھڑا ہونا کیسا ہے؟ آیا دیگر لوگوں کی نماز بلا کراہت درست ہوجائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ۸-۹/ سال کا بچہ اگر نماز کو پہچانتا ہے اور تنہا ہے، تو بالغوں کی صف میں کھڑا ہوسکتا ہے، دوسرے مردوں کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، اور اگر ایک سے زائد بچے ہیں تو ان کی مردوں سے علیحدہ صف بنائی جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱/ ۱۹۰)

إن الصبي الواحد لا يقوم منفرداً عن صف الرجال بل يدخل في صفهم.

(البحر الرائق ١/ ٣٥٣)

فلو واحداً دخل في الصف. (شامي ١/ ٥٧١ كراچی، شامي ٢/ ٣١٤ زكريا، البحر الرائق ١/ ٤١٨، فتاویٰ محمودیه ڈابھیل ٨/ ٤٩١، كتاب المسائل ١/ ٤٣٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/ ۴/ ۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کو مسجد میں لانا اور مردوں کی صفوں میں کھڑا کرنا؟

سوال (۷۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چند مقتدی اپنے ساتھ نابالغ بچوں کو لاکر باجماعت نماز میں اگلی صف یا دوسری صف میں کھڑا کردیتے ہیں، اور نمازیوں کے آگے سے گذرتے ہیں، شور وغل کرتے ہیں، اور ان نابالغ بچوں کی حرکات سے دیگر نمازیوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے، نابالغ بچوں کے سرپرستوں سے کہا جاتا ہے تو وہ سرپرست نمازی کہتے ہیں کہ ان بچوں کو نماز کیسے آئے گی؟ قبلہ محترم ان نابالغ بچوں ومجنون بچوں کو مسجد میں لانا جماعت میں کھڑا کردینا قرآن وحدیث کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہت چھوٹے اور ناسمجھ بچوں کو مسجد میں نہ لانا چاہئے؛ کیوں کہ وہ عموماً دیگر نمازیوں کے لئے ایذا کا سبب بنتے ہیں، اور مسجد کی بے حرمتی کرتے ہیں؛ لیکن جو بچے سمجھ دار ہوں ان کو مسجد میں لانے میں کوئی حرج نہیں؛ تاکہ انہیں نماز باجماعت کا عادی بنایا جاسکے۔ اب اگر ایسے نابالغ بچے متعدد ہوں تو ان کی صف مردوں سے الگ بنائی جائے اور اگر ایک دو ہوں، تو انہیں بڑوں کی صف میں بھی کھڑا کرسکتے ہیں، اس سے بڑوں کی نماز میں کوئی خرابی نہ آئے گی، اور بچے اگر شرارت کریں تو خود سرپرستوں کو انہیں تنبیہ کرنی چاہئے؛ تاکہ وہ دیگر نمازیوں کے لئے تکلیف کا سبب نہ بنیں۔

عن واثلة بن الأسقع أن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: جنبوا مساجدکم صبیانکم …… الخ. (سنن ابن ماجة، کتاب المساجد / باب ما یکره في المساجد رقم: ۷۵۰)

ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحداً دخل الصف. (درمختار / باب الإمامة ۲/ ۳۱۴ زکریا، کذا في البحر الرائق ۱/ ۶۱۸ رشیدیة، مجمع الأنهر / فصل: الجماعة سنة مؤکدة ۱/ ۱۰۹ بیروت)

وفي الرافعي: قال الرحمتي وربما يتعين في زماننا إدخال الصبيان في صفوف الرجال؛ لأن المعهود منهم إذا اجتمع صبيان فأكثر تبطل صلاة بعضهم ببعض وربما تعدى ضررهم إلى إفساد صلاة الرجال. (تقريرات الرافعي على الدر المختار ۷۳/۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغ لڑکے کا صفِ اول میں کھڑا ہونا

سوال (۷۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نابالغ لڑکا اگلی صف میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ایک نابالغ تمیزدار بچہ ہو تو اس کو اگلی صف میں بالغ مردوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور گر بچے متعدد ہوں تو ان کی الگ صف بنانی چاہئے۔

إن الصبي الواحد لا يقوم منفرداً عن صف الرجال؛ بل يدخل في صفهم.

(البحر الرائق ۳۵۳/۱، شامي ۵۷۱/۱ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴/۵/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نسبندی کرانے والے کا مردوں کی صف میں کھڑا ہونا؟

سوال (۷۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جس شخص کی نسبندی ہوچکی ہو اور وہ شخص جماعت کی نماز میں شامل ہو جائے، تو کیا جماعت کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نسبندی کرانے والا شخص مردوں ہی میں داخل ہے؛ لہٰذا اس کا مردوں کی صف میں شامل ہوکر جماعت میں شریک ہونا بلاشبہ درست ہے، اس سے جماعت میں کوئی خرابی نہ آئے گی۔

ویصف ...... الرجال ثم الصبیان ثم النساء. (هداية ١/١٢٤، الفتاویٰ الهندية ١/٨٩، درمختار ١/٥٧١ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۳/۱۱/۳۰ھ

نسبندی کرانے والوں کا عام لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہونا؟

سوال (۵۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں کچھ لوگوں نے نسبندی کرالی تھی، اب جب وہ نسبندی کرانے والے لوگ مسجد میں نماز باجماعت میں شریک ہوتے ہیں، تو بعض لوگ جماعت میں شریک ہونے سے روکتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ تم لوگ ہماری جماعت میں شریک نہ ہو، ہماری نماز خراب ہوتی ہے، تو کیا شرعاً نسبندی کرانے والے لوگ الگ جماعت کریں یا اسی جماعت میں شریک ہوسکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نسبندی کرانے والے لوگ جماعت میں دیگر لوگوں کے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں، ان کو روکنا صحیح نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳/۲۷۶)

لو اجتمع الرجال والنساء والصبيان والخناثیٰ فأرادو أن يصطفوا للجماعة يقوم الرجال صفا مما يلي الإمام، ثم الصبيان بعدهم، ثم الخناثی، ثم الإناث. (بدائع الصنائع ١/٣٩٢، الفتاویٰ الهندية ١/٨٩، درمختار مع الشامي ١/٥٣٤ کراچی،

٣١٤/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۶/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ناچ گانے کا پیشہ کرنے والے شخص کا جماعت میں شریک ہونا؟

سوال (٧٧٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص ہیجڑا ہے، اس نے حج بھی کیا ہے، اور پنج وقتہ نمازی بھی ہے، اور جو کام وہ کرتا ہے یعنی ناچنے گانے والا وہ بھی کررہا ہے، تو کیا ایسا شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کھڑا ہوگیا یا جس صف میں کھڑا ہوگیا، تو اس صف والوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ **نوٹ:** اس ہیجڑے کے بچے بھی ہیں، پیشہ کے طور پر ناچ گانا کرتا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ شخص شرعاً مخنث نہیں ہے؛ بلکہ بالغ مرد ہے؛ لہٰذا مردوں کی صف میں کھڑے ہوکر اس کے لئے نماز پڑھنا جائز ہے؛ البتہ ناچنے گانے کا عمل سخت گناہ ہے، اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔

ويصف ...... الرجال ثم الصبيان ثم النساء. (هداية ١/١٢٤، الفتاوىٰ الهندية ١/٨٩، درمختار ١/٥٧١ كراچى)

فإن بالغ وجامع بذكره فهو رجل، وكذا إذا لم يجامع بذكره ولكن خرجت لحيته فهو رجل، وكذا إذا احتلم كما يحتلم الرجال فهو رجل. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٠/١٩٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عنین مخنث کا دوپٹہ اوڑھ کر نماز کی صف میں کھڑا ہونا؟

سوال (٧٧٧): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: عنین مخنث نماز میں جماعت کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے؟ اور کیا یہ دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہی جماعت میں شریک ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص واقعی مخنث ہو، یعنی اس کے بارے میں یہ طے کرنا دشوار ہو کہ وہ مرد ہے یا عورت، تو وہ بھی نماز باجماعت میں شریک ہوسکتا ہے؛ لیکن وہ بچوں کی صف کے پیچھے کھڑا ہوگا اور بہتر یہ ہے کہ وہ دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے۔

وإذا وقف خلف الإمام قام بين صف الرجال والنساء لاحتمال أنه امرأة فلا يتخلل الرجال كيلا تفسد صلاتهم. (هداية ٤/ ٦٨٦)

ويصف الرجال ثم الصبيان ثم الخنثى ثم النساء. (القدوري مع شرح الثميري ١/ ١٦٧)

وأحب إلينا أن يصلي بقناع لأنه يحتمل أنه امرأة. (هدايه ٤/ ٦٨٦) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۷/ ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبدیل جنس کے بعد عورت کا مردوں کی صف میں نماز پڑھنا؟

سوال (۸۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک عورت جس نے تبدیل جنس کرالی ہے وہ عیدگاہ اور مسجد میں آ کر مردوں کے ساتھ نماز پڑھتی ہے، اس کو مردوں کی صف میں شامل ہوکر نماز پڑھنے کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس عورت نے تبدیل جنس کرائی ہے وہ یا تو عورت ہی ہے یا خنثی کے حکم میں ہے؛ لہٰذا اس کے لئے مردوں کی صف میں نماز پڑھنا قطعاً جائز نہیں ہے؛ بلکہ یا تو وہ عورت کی صف میں کھڑی ہو یا اگر خنثی کے حکم میں ہے، تو عورتوں سے آگے مردوں کے پیچھے الگ صف بنائی جائے گی۔

فيـقف بيـن صف الـرجـال والـنسـاء (وتـحته في الشامية) إذ لو وقف مع الرجال احتمل أنه أنثى، أو مع النساء احتمل أنه رجل. (الدر المختار مع الشامي / كتاب الخنثىٰ ١٠/٤٤٨ زكريا)

الأصـل فـي الـخنثى المشكل أن يؤخذ بالأحوط والأوثق في أمور الدين ...... وإذا وقف خلف الإمام، قام بين صف الرجال والنساء لاحتمال أنه امرأة فلا يتخلل الرجال، كي لا تفسد صلاتهم، ولا النساء لاحتمال أنه رجل فيفسد صلاته.

(هداية مع الفتح ١٠/٥١٧ بيروت، هداية ٤/٦٧٧ مكتبة بلال)

لاخـلاف بيـن الفقهاء في أنه إذا اجتمع رجال وصبيان وخناثى ونساء في صلاة الـجـماعة تقدم الرجال، ثم الصبيان، ثم الخنثى، ثم النساء. (المغني ٢/٢١٨ بحواله: الموسوعة الفقهية ٢٠/٢٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ نماز مخنث مردوں کی صف میں داخل ہوگیا

سوال (۷۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسجد میں با جماعت نماز ہورہی ہے اور کوئی ہیجڑہ جماعت میں شامل ہوگیا ہے، تو ہماری نماز میں کوئی خلل تو نہیں آئے گا، ہماری نماز ہیجڑے کے ساتھ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ مخنث کو مردوں سے الگ صف میں کھڑا کیا جائے؛ لیکن اگر وہ مردوں کی صف میں کھڑا ہوگیا تو دیگر لوگوں اور خود اس کی نماز میں کوئی فساد نہ آئے گا، اس معاملہ میں اس کا حکم عورتوں جیسا نہیں ہے۔

مـفهومه أن محاذاة الخنثىٰ المشكل لا تفسد، وبه صرح في التاتارخانية.

(شامي ۱/ ۵۷۳ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۹/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سلام کے بعد صف سے آگے یا پیچھے بیٹھنا؟

سوال (۷۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: امام کے سلام پھیرنے کے بعد کچھ مقتدی صف سے علیحدہ ہوکر پالتی مارکر بیٹھتے ہیں، اور دعا کے وقت صف بے ترتیب رہتی ہے، مقتدی کے لئے ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ تو نہیں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام کے سلام پھیرنے کے بعد نماز پوری ہوجاتی ہے اور صفوں کی پابندی کا حکم ختم ہوجاتا ہے۔

عن علي رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: مفتاح الصلاة الطهور، وتحریمها التکبیر، وتحلیلها التسلیم. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب في تحریم الصلاة وتحلیلها ۱/ ۹۱ رقم: ۶۱۸ دار الفکر بیروت)

اس لئے اگر کوئی شخص سہولت کے لئے سلام کے بعد صف سے آگے یا پیچھے بیٹھ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ اس کا خیال رہے کہ اس کی وجہ سے کسی دوسرے نمازی کو تکلیف نہ ہو۔

قال الحسن البصري في تفسیر الأبرار: هم الذین لا یؤذون الذرَّ ولا یرضون الضرّ. (مرقاة المفاتیح ۱/ ۱۳۵ دار الکتب العلمیة بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱۱/۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ستونوں کے درمیان صف بنانا؟

سوال (۷۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: کہا جاتا ہے کہ کالمس اور کمانوں کے درمیان صف بنانا صحیح نہیں ہے، ایسا کرنے سے نماز نہیں ہوتی اس کی حقیقت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوران نماز جب کہ نمازیوں کی صفیں دروں تک پہنچ جائیں ان میں نماز بلا کراہت درست ہے، اور جن بعض روایتوں میں ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کی ممانعت وارد ہے وہ اولاً تو ضعیف اور نا قابلِ استدلال ہیں اور اگر ان کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو ان کا محمل یہ ہے کہ ستون بے ترتیب بنے ہوئے ہوں جس کی وجہ سے صفیں ٹیڑھی ہونے کا خطرہ ہو، تو اس طرح کے ستون کے مابین ٹیڑھی صف بنا کر کھڑا ہونا مکروہ ہوگا، اور اگر صفیں ٹیڑھی نہ ہوتی ہوں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عبد الحميد ابن محمود قال: صلينا خلف أمير من الأمراء فاضطرنا الناس فصلينا بين الساريتين، فلما صلينا قال أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه: كنا نتقى هذا على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم. (سنن الترمذي ۱/۵۳-۵٤)

والجواب عنه بأن حديث معاوية بن مرة الذي عليه مدارُ استدلالهم ضعيف؛ لأن في إسناده هارون بن مسلم البصري وهو مجهول كما نقله الشوكاني عن أبي حاتم، فالقيد لا يمكن أن يثبت إلا بهٰذا الحديث، وهٰذا الحديث لا يحتج به؛ فلا يثبت القيد فلا يحمل المطلق على المقيد، وأما حديثا أنس فقد سقط بما صح عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أنه صلى في الكعبة بين الساريتين، فعلى هٰذا لم يبق إلا جواز الصلاة بين السواري، وهٰذا أعدل الأقوال وأقواها في هٰذا الباب. (بذل المجهود دار البشائر الإسلامية ۳/۹۷ بيروت، درس ترمذي ۱/٤۸۷)

والاصطفاف بين الأسطوانتين غير مكروه؛ لأنه صف في حق كل فريق، وإن لم يكن طويلا، وتخلل الأسطوانة بين الصف كتخلل متاع موضوع أو

كفرجة بين رجلين وذٰلك لا يمنع صحة الإقتداء ولا يوجب الكراهة. (المبسوط للسرخسي / باب صلاة الجمعة ۲/ ۵٤ كوئٹه۲/ ۳۵، الفتاویٰ الولوالجية ۱/ ۵۵) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۴/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تبلیغی اجتماع کے بڑے پنڈال میں ۲-۳/ صف کی جگہ چھوڑ کر نماز پڑھنا

سوال (۷۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تبلیغی اجتماع کے موقع پر لاکھوں افراد کے نماز وغیرہ کے لئے پنڈال بنایا جاتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا یہ اجتماع گاہ جو نماز کے لئے بنائی گئی، صفوں کے اتصال وانقطاع کے لحاظ سے مسجد کی طرح ہے، جیسے کہ عیدگاہ، مثلاً بعض مرتبہ کئی کئی صفوں کا فاصلہ درمیان میں ہوجاتا ہے، بیچ میں نماز کی صف نہیں ہوتی، حالاں کہ اسٹیج سے کافی زور دیا جاتا ہے کہ درمیان میں جگہ نہ چھوڑیں، پھر بھی ایسا ہوجاتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اگر درمیان میں ۲ یا ۳ صف کی جگہ چھوڑ کر پیچھے مقتدی نیت باندھ لیں، تو کیا ان کی نماز ہوجائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تبلیغی اجتماع میں جو پنڈال باقاعدہ مسقّف بنایا جائے اور اس کی حدود متعین ہوں، تو یہ مکان واحد کے حکم میں ہے، اس میں اتصالِ صف کے بغیر بھی نماز بکراہت درست ہوجائے گی؛ لیکن متعینہ پنڈال سے باہر تک اگر صفیں پہنچ جائیں تو اس جماعت میں شامل ہونے کے لئے اتصالِ صفوف ضروری ہوگا، جیسا کہ صحراء اور میدان میں ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر اس امام کے ساتھ نماز درست نہ ہوگی۔

عن عمر بن الخطاب أنه قال: في الرجل يصلي بصلاة الإمام قال: إذا كان بينهما نهر، أو طريق، أو جدار فلا يأتم به. (المصنف لعبد الرزاق، الصلاة / باب الرجل

يصلي وراء الإمام خارجاً من المسجد ٣/٨١ رقم: ٤٨٨٠)

قال: في الإمداد: والفاصل في مصلى العيد لا يمنع وإن كثر. واختلف في المتخذ لصلاة الجنازة، وفي النوازل: جعله كالمسجد، والمسجد وإن كبر لايمنع الفاصل. ...... في القهستاني: البيت كالصحراء. والأصح أنه كالمسجد، ولهذا يجوز الاقتداء فيه بلا اتصال الصفوف كما في المنية اهـ. ولم يذكر حكم الدار فليراجع، لكن ظاهر التقييد بالصحراء والمسجد الكبير جدّا أن الدار كالبيت تأمل. (شامي، الصلاة / مطلب: الكافي للحاكم جمع كلام محمد في كتبه التي هي ظاهر الرواية ٢/٣٣٢ زكريا، ١/٥٨٥ كراچی)

والمانع من الاقتداء في الفلوات قدر ما يسع فيه صفين. (الفتاویٰ الهندية ١/٨٧، المحيط البرهاني / الفصل السادس: أحكام الإمامة ٢/١٩٣ ڈابھیل، الفتاویٰ التاتارخانية ٢/٢٦٤ رقم: ٢٣٧٧ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تحتانی مسجد کی صفیں پر ہونے سے پہلے مسجد کے بالائی حصہ پر صفیں لگانا؟

سوال (۷۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مدرسہ اختر العلوم جس کے دار الاقامہ میں ۱۵۰/ سے زائد طلبہ مقیم رہتے ہیں، مدرسہ سے متصل محلّہ کی دومنزلہ مسجد ہے، محض محلّہ کے نمازیوں سے مسجد کا تحتانی حصہ پر نہیں ہوتا، اور طلبہ کے مسجد میں نماز ادا کرنے سے جاڑے میں اور بارش میں تحتانی حصہ ناکافی ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر شرارت محلّہ کے بچے بھی کریں، مگر اہل محلّہ طلبۂ دار الاقامہ کو ہی مطعون کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ طلبا کا تربیتی نظام عام نمازیوں کے ساتھ نہیں چل سکتا، کچھ اَوراد ووظائف مثلاً مغرب بعد سورۂ واقعہ عشاء کے بعد

سورہ ملک فجر کے بعد سورہ یاسین اور دعاء کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس مذکورہ صورتِ حال میں تحتانی حصہ پر جماعت سے پہلے فوقانی حصہ میں طلبہ ومدرسین کا ایک ہی جماعت سے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

مذکورہ صورت میں مسجد کے فوقانی حصہ میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے یا مدرسہ کے کسی ہال میں، جس کا حکم شرعاً مسجد کا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں مسجد کے فوقانی حصہ میں اساتذہ وطلبہ جماعت میں شریک ہوتے ہیں، اُن کی اقتداء بھی درست ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ تحتانی حصہ پر ہونے کے بعد فوقانی حصہ میں صفیں لگائیں؛ تاہم سوال میں مذکور مصالح کی بنیاد پر بچوں کی جماعت اوپر کے حصہ میں لگانے میں بھی حرج معلوم نہیں ہوتا۔

مدرسہ کے کسی ہال کے مقابلہ میں مسجد کی جماعت کے ساتھ فوقانی حصہ میں ہی نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں مسجد کا ثواب حاصل رہے گا، جب کہ ہال میں الگ جماعت بنانے سے مسجد کا ثواب حاصل نہ ہو پائے گا۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: صلاة الرجل في بیته بصلاة وصلا ته في مسجد القبائل بخمس وعشرین صلاة، وصلاته في المسجد الذي یجمع فیه بخمس مائة صلاة، وصلا ته في المسجد الحرام بمائة ألف صلاة. (مشکوة المصابیح ۷۲)

وفي المحیط البرهاني: وصف علی سطح المنزل فصحة اقتداء الذي علی سطح المنزل علی الخلاف فیما إذا قامت الصفوف خارج المسجد، وهناک إن کان المسجد ملأنا یصح الاقتداء، وإن لم یکن المسجد ملأنا، قال

بـعـض المشايخ : لا يجوز الاقتداء، وقال بعضهم: يجوز وهو الصحيح. (المحيط البـرهـاني، الصلا ة / الـفـصـل السـادس :أحـكـام الإمـامة والاقتـداء ۲/ ۱۹۵ كراچی، هٰكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ۲٦٧ رقم: ۲۳۸۷ زكريا)

ولـو قـام على سطح المسجد واقتدى بإمام في المسجد إن كان للسطح باب في المسجد ولا يشتبه عليه حال الإمام يصح الاقتداء، وإن اشتبه عليه حال الإمام لا يصح كذا في فتاوى قاضي خان أيضا. (الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۸۸ کوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اقتداء کے مسائل

عالم کا ایسے غیر عالم امام کے پیچھے نماز پڑھنا جو حروف کے مخارج سے ناواقف ہو؟

سوال (۷۸۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عالم کی موجودگی میں غیر عالم امامت کا اہل ہوسکتا ہے، خاص طور سے اس وقت جب کہ وہ حروف کے مخارج سے بھی ناواقف ہو، س، ش، ص، ز، ذ، ظ، ض، ج، ز، ح، ہ، ق، ک، ع، ء، ث، ص، کو ایک کی جگہ دوسرا پڑھتا ہو، بلکہ بہت سے حروف کی تمیز بھی نہ کرسکتا ہو، اور مخارج کی ادائیگی بھی نہ کرسکتا ہو، ایسے امام کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا صرف اس عالم کی نماز جو ان سب مخارج کی ادائیگی کرسکتا ہو نہیں ہوگی، یا اس کے ساتھ سارے مقتدیوں کی؟ مزید ایسے امام کو کمیٹی لاکھڑا کرے، تو اس کمیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام ایسا ہونا چاہئے جو صحتِ مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک پڑھنے پر قادر ہو، چوں کہ بعض مرتبہ مخارج کی تبدیلی سے فساد صلوٰۃ تک نوبت پہنچ جاتی ہے، مسئولہ صورت میں کمیٹی کو چاہئے کہ وہ امام مذکور کی قرأت کی کسی معتبر قاری سے جانچ کرائے، اگر وہ قاری صاحب اس کی قرأت سے مطمئن نہ ہوں، تو ایسے امام کو بدل کر صحیح پڑھنے والے کو امام مقرر کریں، اگر امام بقدر صحت تلاوت کرنے والا ہے، تو اگرچہ وہ غیر عالم ہے، پھر بھی اس کے پیچھے عالم کی نماز درست ہوجائے گی۔

ثم الأحسن تلاوة وتجويداً، ومعنى الحسن في التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف وما يتعلق بها. (شامي ٢/ ٢٩٤ زكريا)

واعلم أن صاحب البيت ومثله إمام المسجد الراتب أولى بالإمامة من غيره مطلقاً، وإن كان غيره من الحاضرين من هو أعلم وأقرأ منه. (شامي ٢/ ٢٩٧ زكريا)

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال لنا عليه السلام: يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله وأقدمهم قراءة. (صحيح مسلم ١/ ٢٣٦ رقم: ٦٧٣، سنن الترمذي ١/ ٥٥)

الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة ثم الأحسن تلاوة، وتجويداً للقراءة.
(تنوير الأبصار مع الشامي ٢/ ٢٩٤-٢٩٥ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲/ ۱۰/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گاؤں کی مسجد میں لحنِ جلی کرنے والے امام کے پیچھے عالم کی نماز کا حکم

سوال (۷۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی مسجد میں امام نماز میں لحنِ جلی کے ساتھ قرآن پڑھتا ہے، اور لحن جلی پڑھنا اور سننا دونوں حرام ہیں، اور لحن جلی سے نماز بھی نہیں ہوتی ہے، اور اس مسجد میں تمام مقتدی جاہل ہیں، ان کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے، اب اگر وہاں پر کوئی عالم دین جاتا ہے اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور لوگوں کو بتاتا ہے کہ نماز نہیں ہوئی تو فتنہ کا اندیشہ ہے، تو ایسی حالت میں مسئلہ بتائے یا نہیں؟ اگر مسئلہ نہیں بتایا، تو کیا عالم دین کو اس کا گناہ ملے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس مسجد میں اس سے بہتر کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے تو اس کی امامت درست ہے، اگر کوئی عالم دین اتفاق سے اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور

اس کو اطمینان نہ ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی نماز دہرا لے، اور موقع ہو تو مناسب انداز میں کسی ذمہ دار کو صحیح مسئلہ بھی بتادے، مگر انداز ایسا اختیار کرے کہ جس سے تحقیر کا پہلو نہ نکلے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱؍۴۰۶-۴۰۷، فتاوی دار العلوم ۲؍۲۲۴، فتاویٰ محمودیہ ۹؍۶۰۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷؍۲؍۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیٹھ کر نماز پڑھانے والے کی اقتداء میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا؟

سوال (۷۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، اس کی اقتداء کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی شخص بیٹھ کر باقاعدہ رکوع سجدہ کے ساتھ نماز پڑھائے اور اس کے پیچھے مقتدی کھڑے ہو کر اقتداء کریں، تو اس طرح اقتداء کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے؛ لیکن افضل یہی ہے کہ ایسے شخص کو امام بنایا جائے جو قیام پر قادر ہو۔ (فتاویٰ ریاض العلوم ۲؍۴۰۹)

وصح اقتداء قائم بقاعد یرکع ویسجد؛ لأنہ علیه الصلوٰۃ والسلام صلی اٰخر صلاتہ قاعداً وهم قیام وأبوبکر رضي اللّٰہ یبلغهم تکبیرہ (درمختار) وفي الشامیة: وقید القاعد بکونه یرکع ویسجد؛ لأنه لو کان مومیاً لم یجز اتفاقاً.

(درمختار مع الشامي ۲؍۳۳۶ زکریا، هکذا في الهدایة ۱؍۱۰۷)

ویصح اقتداء القائم بالقاعد الذي یرکع ویسجد. (الفتاویٰ الهندیة ۱؍۸۵، طحطاوي علی المراقي ۲۹۵ دار الکتاب دیوبند، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲؍۲۵۴ رقم: ۲۳۴۵ زکریا)

قوله: وقائم بقاعد: أي لا یفسد اقتداء قائم بقاعد فهو قولهما ...... ولهما اقتداء الناس بالنبي صلی اللّٰہ علیه وسلم في مرض موته وهو قاعد وهم قیام وهو اٰخر أحواله، فتعین العمل به بناء علی أنه علیه الصلوٰۃ والسلام کان إماماً

وأبوبكر رضي الله عنه مبلغاً للناس تكبيره. (البحر الرائق ٤/١ ٣٦ کوئٹہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دھوپ کی وجہ سے خارجِ مسجد برامدے میں کھڑے ہوکر امام کی اقتداء کرنا؟

سوال (۷۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں جگہ باقی ہو؛ لیکن پھر بھی دھوپ کی تکلیف سے بچنے کے لئے کچھ لوگ مسجد کے احاطہ میں نہ کھڑے ہوں؛ بلکہ دائیں بائیں جانب مدرسہ کے احاطہ میں کھڑے ہوکر نماز باجماعت میں شرکت کریں، تو ایسے لوگوں کی نماز میں کچھ نقص تو نہیں آئے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دھوپ کی وجہ سے صفیں متصل نہ ہونے کے باوجود جو لوگ مسجد سے خارج دائیں بائیں برآمدہ کے حصے میں صف بناکر کھڑے ہوں گے، وہ جماعت میں شامل سمجھے جائیں گے، اوران کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی؛ کیوں کہ مسجد سے ملحقہ جگہیں مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہیں۔

وفناء المسجد له حكم المسجد يجوز الاقتداء فيه وإن لم تكن الصفوف متصلة. (البحر الرائق ٦٣٥/١، الفتاویٰ الهندية ١٠٩/١، درمختار مع الشامي ٥٨٥/١ کراچی، ٢٣٣/٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۵/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے صحن اور کمرے میں راستہ کا فاصلہ؟

سوال (۷۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک احاطہ میں ایک مسجد ہے، اور اسی احاطہ میں ایک روم ہے جو مسجد کے پورب طرف ہے، دونوں کے بیچ میں ایک راستہ ہے پیشاب خانہ کا، تمام مسجد ہی کے احاطہ میں ہے؛ تو کیا اس روم میں اقتداء کرنا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر صفیں اس طرح روم تک متصل ہوجائیں کہ بیچ میں اتنا فاصلہ نہ ہو جسے الگ جگہ سمجھا جائے، جس کا اندازہ فقہاء نے دوصفوں کی چوڑائی سے لگایا ہے، تو مسجد سے ملحق جگہ پر اقتداء درست ہے، اور اگر دوصف سے زیادہ فاصلہ ہوجائے اور دیکھنے ہی سے یہ معلوم ہو کہ پچھلی صف والوں کا، اگلی صفوں سے تعلق نہیں ہے تو اقتداء درست نہ ہوگی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ سوال میں مسجد کے خارجی صحن میں جس راستہ کا ذکر ہے، اگر اس کی چوڑائی دوصف یا اس سے زائد ہے، تو یہ مانع اقتداء ہے، اور اگر اس سے کم ہے تو یہ راستہ سے متصل پچھلی صف کے لئے مانع اقتداء نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۳۴۰/۴)

والمانع من الاقتداء في الفلوات قدر ما يسع فيه صفين. (الفتاویٰ الهندية ۸۷/۱)

وسمعت بعض المشايخ يقولون: الطريق الذي في الجامع يمنع الاقتداء؛ لأنه طريق عام. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲۶۸/۲ رقم: ۲۳۹۰ زكريا)

ويمنع الاقتداء تجري فيه عجلة أو تجري فيه السفن أو خلاء في الصحراء يسع صفين فأكثر، إلا إذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقا. (تنوير الأبصار مع الدر المختار على الرد المحتار ۵۸۴/۱ کراچی، ۳۳۰/۲ زکريا، كذا في الفتاویٰ الهندية ۸۷/۱ والبحر الرائق ۶۳۴/۱ رشيدية) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۹/۷/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے نچلے حصے میں اوپر کے حصہ پر موجود امام کی اقتداء کرنا؟

سوال (۷۸۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چندسال پہلے ہمارے یہاں پر ایک مسجد شہید کر کے اسی جگہ پر دوسری مسجد تعمیر کی گئی، اور جو مسجد شہید کی گئی وہ دو منزلہ تھی، ۹۰؍سال سے نمازیں تلاوت ذکر واذکار وغیرہ پہلی منزل پر ہوتی تھی، جو زمین سے لگا ہوا تھا، پھر نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے نئی مسجد بنائی گئی، اور اس میں تین منزلہ تعمیر ہوئی، اب جس وقت نماز شروع ہوئی تو دوسری منزل سے شروع ہوئی، وہ منزل زمین سے سات فٹ اونچی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ جو نمازی دوسری منزل پر امام کے پیچھے اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں، ان کی نمازیں صحیح ادا ہوئیں یا نہیں؟ اور ایسی جگہ پر نماز چھوڑ کر جہاں ہمیشہ نماز ہوتی رہی، زمین کی سطح سے اونچائی پر نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص نماز نیچے پڑھتا ہے، جہاں شروع میں نماز ہوتی رہی، تو امام صاحب کہتے ہیں کہ دوسری منزل پر امام کے پیچھے جگہ خالی ہونے کے باوجود جو شخص نیچے نماز پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی، اور بوڑھوں کمزوروں کو پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں، اور نئی تعمیر کردہ مسجد میں دوسری منزل پر جو کہ زمین سے سات فٹ اونچی ہے، جتنی نمازیں ادا کی گئیں وہ صحیح ادا ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد کی زمین نیچے سے لے کر اوپر تک سب مسجد کے حکم میں ہی رہتی ہے؛ لہٰذا اگر مصلحۃً زمین کی سطح کے اوپر کے حصہ میں باقاعدہ جماعت خانہ بنالیا جائے اور مستقل وہیں جماعت ہوا کرے، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اور فقہاء نے اوپر کے حصہ میں نماز سے جو منع کیا ہے، وہ اس صورت میں ہے جب کہ دوسری منزل کو باقاعدہ جماعت خانہ نہ بنایا گیا ہو۔ (امدادالاحکام ۲؍۵۳)

تاہم جو شخص نچلے حصہ میں نماز پڑھے گا، اس کی بھی نماز درست ہوجائے گی، گو کہ وہ امام سے قریب ہونے کے ثواب سے محروم رہے گا۔

اورامام صاحب کا یہ کہنا کہ جو شخص اوپر والی منزل میں جگہ رہتے ہوئے نیچے والی منزل میں نماز پڑھے گا اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، غلط ہے۔ ایسے شخص کی بھی نماز شرعاً ہوجائے گی،

عن صالح مولی التوأمه أنه رأی أبا هريرة رضي اللّٰه عنه يصلي فوق ظهر المسجد بصلاة الإمام في المسجد. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٧٧/٤ رقم: ٥٣٤٦)

وأخرج البيهقي عنه قال: كنت أصلي أنا وأبو هريرة رضي اللّٰه عنه فوق ظهر المسجد نصلي بصلاة الإمام للمكتوبة. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢٧٧/٤ رقم: ٥٣٤٥)

وحاصله أن شرط كونه مسجداً أن يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالىٰ: ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ﴾ (البحرالرائق ٥/ ٢٥١)

ولهٰذا يصح اقتداء من على سطح المسجد بمن فيه إذا لم يتقدم على الإمام. (شامي ٤٢٨/٢ زكريا)

وكذا لو صلى على سطح المسجد مقتديا بإمام في المسجد تجوز صلاته؛ لأن غالب سطح المسجد لا يخلو عن كوة ومفصل ومنفذ فصار كحائط بينه وبين الإمام عليه باب، هٰذا إذا كان مقامه خلف الإمام أو على يمينه أو على يساره، فأما إذا كان أمام الإمام أو بإزائه فوق رأسه، لا يجوز وهو المنقول عن أصحابنا. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٦٦/٢ رقم: ٢٣٨٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۱۱/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دورانِ سفر غلطی سے مغرب کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء میں عشاء کی نماز پڑھنا؟

سوال (۷۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سعودیہ میں ایئر پورٹ، پٹرول پمپ وغیرہ کی مساجد میں مغرب وعشاء کے درمیان مسلسل

جماعتیں ہوتی رہتی ہیں، جمع بین الصلاتین بھی چلتی رہتی ہے، آنے والےکو پتہ نہیں ہوتا کہ مغرب کی نماز ہورہی ہے یا عشاء کی؟ تو جماعت میں کس طرح شامل ہوں؟ بعض لوگ مغرب کے لئے عشاء میں شریک ہوکر اپنی مغرب پوری کر لیتے ہیں، پھر عشاء پڑھتے ہیں، تو کیا اس طرح شریک ہونا درست ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک مقتدی اور امام کی نماز میں یکسانیت لازم ہے؛ لہٰذا جو شخص اپنی عشاء کی نماز پڑھ رہا ہو، تو اس کی اقتداء میں مغرب کی نماز پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ بریں بنا مسئولہ صورت میں حنفی شخص پر لازم ہے کہ وہ جلد بازی نہ کرے؛ بلکہ سوچ سمجھ کر اس امام کی اقتداء کرے جو اس کی مطلوبہ نماز پڑھ رہا ہو، کیوں کہ اگر امام اور مقتدی کی نمازیں الگ الگ ہوں گی، تو مقتدی کا فریضہ ادا نہ ہوگا۔

وأيضا إذا كان المسجد مزدحما بالمصلين، وجاء شخص في آخر الصفوف ولم يسمع حركات الإمام فاقتدى بأحد المصلين الذين يصلون خلفه فهل يصح إقتداءه أولا؟ الحنفية قالوا: لا يصح الإقتداء بالمسبوق، سواء أدرك مع إمامه ركعة أو أقل منها. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل: ٢٣٢)

فقال الحنفية: الإتحاد أن يمكنه (أي المقتدي) الدخول في صلاة بنية صلاة الإمام فتكون صلاة الإمام متضمنة لصلاة المقتدي فلا يصلي المفترض خلف المتنفل ...... ولا من يصلي فرضا آخر؛ لأن الإقتداء شركة وموافقة، فلا بد من الإتحاد سببا وفعلا ووصفا؛ لأن الإقتداء بناء التحريمة على التحريمة كما بينا أي أن الإتحاد في الفرضية ونوع الفرضية. (الفقه الإسلامي وأدلته ٢٠٣/٢)

وإتحاد الصلاتين شرط لصحة الإقتداء حتى لم يصح إقتداء مصلي الظهر بالعصر، ولا إقتداء من يصلي ظهر يوم بمن يصلي ظهر ذٰلک اليوم وفي

الخانية: وكذا صاحب الظهر إذا أم لصاحب الجمعة، أو الإمام يصلي الجمعة والقوم يصلي الظهر. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۲٦۸ رقم: ۲۳۹۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۰/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اکیلے نماز پڑھنے والے کی اقتداء کرنا؟

سوال (۷۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: منفرد نے نماز شروع کی اور ایک رکعت کے بعد دوسرے شخص نے اقتداء کی، تو کیا مقتدی کی نماز ہوگئی؟ جب کہ منفرد نے نیت امامت نہ کی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں بعد میں شریک ہونے والے مقتدی کی نماز درست ہوگئی؛ اس لئے کہ امام کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔

ولا يحتاج الإمام في صحة الاقتداء به إلى نية الإقامة حتى لو شرع على نية الانفراد فاقتدىٰ به يجوز. (حلبي كبير ۲۵۱)

وتصح الإمامة بدون نيتها. (الأشباه والنظائر ۷۲، غمز عيون البصائر ۱/۳٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۲/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نابالغ کی اقتداء

سوال (۷۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مرتبہ نابالغ بچے امامت کردیتے ہیں، بعض مسجدوں میں مستقلاً پڑھاتے ہیں، ان کی اقتداء کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک فرض یا نفل کسی بھی نماز میں نابالغ کی امامت درست نہیں ہے، اس لئے کوئی بھی بالغ حنفی کسی بھی نابالغ امام کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ پڑھے، اگر کسی مسجد میں نابالغ امام مقرر ہو تو اپنی نماز الگ پڑھ لے، اس کی اقتداء نہ کرے۔

عن عطاء بن رباح قال: لا يؤم الغلام الذي لم يحتلم. (مصنف عبد الرزاق ۳۹۸/۲ رقم: ۳۸٤٥)

عن عطاء وعمر ابن عبد العزيز قالا: لا يؤم الغلام قبل أن يحتلم في الفريضة ولا غيرها. (المصنف لابن أبي شيبة ۲۰٦/۳ رقم: ۳٥۲٤)

ولا تجوز إمامة الصبي في صلاة الفرض. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲٥۱/۲ رقم: ۲۳۳۰، الفقه على المذاهب الأربعه مكمل: ۲۳۰)

لايؤم الغلام الذي لا تجب عليه الحدود. (بذل المجهود ۳۷۱/۱)

لا يصح اقتداء رجل بامرأة وخنثى و صبي مطلقًا. (شامي ۳۲۱/۲ زكريا)

فلا يصح اقتداء بالغ بصبي مطلقًا، سواء كان في فرض؛ لأن صلاة الصبي ولو نوى الفرض نفل أو في نفل؛ لأن نفله لا يلزمه أي ونفل المقتدي لازم مضمون عليه فيلزم بناء القوى على الضعيف. (طحطاوي ۱٥۷، كبيري ٥۱٦، إمداد الفتاویٰ ۳٦۱/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۱/۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سترہ کے احکام

مسجدِ صغیر اور کبیر کی تعریف اور سامنے سے گذرنے کا حکم

سوال (۷۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجدِ کبیر اور مسجدِ صغیر کسے کہتے ہیں؟ کیا مسجدِ کبیر میں مصلی کے سامنے سے دو یا تین صفوں کے بعد گزر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر گزر سکتے ہیں تو مسجدِ صغیر میں یہ حکم کیوں نہیں؟ دونوں میں علتِ مفارقت کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجدِ کبیر کا اطلاق فقہاء نے اتنی بڑی مسجد پر کیا ہے جو ۶۰ یا ۴۰ ر ہاتھ پر مشتمل ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ سجدہ کی جگہ سے تقریباً ایک دوصف آگے سے گزر سکتے ہیں اور جو مسجد چالیس ہاتھ سے چھوٹی ہو اس میں سترہ کے بغیر آگے سے گزرنا درست نہیں ہے۔

قیاس تو اس کا مقتضی تھا کہ مسجدِ کبیر کا بھی یہی حکم ہوتا؛ لیکن وہاں حرج عظیم ہونے کی وجہ سے حکم میں تخفیف کردی گئی ہے اور مسجدِ صغیر میں یہ حکم برقرار ہے؛ اس لئے کہ اس میں زیادہ حرج نہیں ہے۔

والمکروہ المرور بمحل السجود علی الأصح في المسجد الکبیر والصحراء والصغیر مطلقاً. وفي الطحطاوي: ہو أن یکون أربعین فأکثر، وقیل: ستین فأکثر، والصغیر بعکسہ. (طحطاوي علی المراقي ۱۸۸)

وفي الشامي: بخلاف المسجد الکبیر والصحراء، فإنہ لو جعل کذٰلک

لزم الحرج علی المارة. (شامي ١/٦٣٤ کراچی، شامي ٢/٣٩٨ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۳/۱۲/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بڑی مسجد کی مقدار کیا ہے اس میں نمازی کے آگے گزرنا کیسا ہے؟

سوال (۷۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بڑی مسجد کی مقدار کیا ہے یعنی مسجد کتنے فٹ لمبی چوڑی ہو، تو اس میں نمازی کے آگے سے بغیر سترہ کے گذرنا جائز ہے، اور گذرنے والا نمازی کے آگے پیروں سے کتنے فاصلہ سے گذر سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بڑی مسجد کا اطلاق ایسی مسجد پر ہوگا جس کی لمبائی چوڑائی ۴۰-۴۰/ ہاتھ ہو، اور ایسی بڑی مسجد میں نمازی کے آگے سے اتنے فاصلہ سے گذر سکتے ہیں کہ نمازی اگر خشوع وخضوع سے سجدہ کی جگہ نگاہ جما کر نماز پڑھے، تو اس کی نظر گذرنے والے پر نہ جاسکے، اس کا اندازہ سجدہ کی جگہ سے ایک یا دو صف سے کیا جاسکتا ہے۔

المسجد الکبیر وهو أن یکون أربعین فأکثر. (طحطاوي ٣٤٢، شامي ١/٦٣٤ کراچی)

وأصح ما قیل فیه أن المصلي لو صلی بخشوع، فإلی الموضع الذي یقع بصره علی المار یکره المرور بین یدیه، وفیما وراء ذٰلک لایکره. (المبسوط للسرخسي ١/١٩٢، کذا في الفتاویٰ التاتارخانیة ٢/٢٨٤ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۱۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صفوں کے درمیان بطور سترہ کے منتقلی اسٹینڈ کھڑا کرنا؟

سوال (۷۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل مساجد میں صفوں کے درمیان تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بطور ’’سترہ‘‘ کے لوہے یا

لکڑی کے تختوں سے بنے ہوئے اسٹینڈ کھڑے کئے جاتے ہیں، جس کے دو پائے ہوتے ہیں؛ تا کہ لوگوں کو نکلنے یا داخل ہونے میں سہولت رہے۔ شرعاً اس کی اونچائی مع پایہ اور موٹائی کتنی مطلوب ہے؟ نیز پرشیٹ (یا پرتختہ) کی ہو یا سلاخوں والی کی بھی گنجائش ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سترہ کے معنی ''آڑ'' کے آتے ہیں، اب اگر یہ چھڑی کے مانند کھڑی کی جانے والی کوئی چیز ہے، تو اس کی اونچائی کم از کم ایک ذراع (تقریباً ڈیڑھ فٹ) ہونی چاہئے، اور اَحوط یہ ہے کہ موٹائی ایک انگلی کے بقدر ہو، اور اگر یہ لکڑی وغیرہ کا بنایا ہوا فریم ہے تو یہ پورا فریم خواہ ٹھوس ہو یا درمیان میں سلاخوں سے بنایا گیا ہو، شئ واحد کے حکم میں ہے، اگر یہ ڈیڑھ فٹ کے بقدر اونچا ہے تو سترہ کے لئے کافی ہے، اس کی موٹائی اگر چہ ایک انگلی سے کم ہو تب بھی کوئی حرج نہیں؛ کیوں کہ سترہ ''آڑ'' کا مفہوم اس میں پوری طرح پایا جارہا ہے؛ لہٰذا سوال نامہ میں سترہ کی جو دونوں شکلیں لکھی ہیں، ان میں صرف اونچائی کا لحاظ رکھا جائے گا، پس اگر وہ ایک ذراع کے بقدر اونچے ہیں، تو مساجد میں سترہ کے طور پر ان کا استعمال بلاشبہ درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۱۱/۱۷ امیرٹھ، احسن الفتاویٰ ۳/۴۱۰)

عن موسیٰ بن طلحة عن أبيه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا وضع أحدكم بين يديه مثل مؤخرة الرحل، فيصل ولا يبال من مرّ وراء ذٰلک. (صحيح مسلم، كتاب الصلاة / باب سترة المصلي ۱۹۵/۱ رقم: ۴۹۹)

ويغرز الإمام وكذا المنفرد سترة بقدر ذراع طولاً وغلظ إصبع. (شامي ۴۰۲/۲ زكريا)

أن المستحب أن يكون مقدارها ذراعاً فصاعداً – إلى قوله – واختلفوا في مقدار غلظها ففي الهداية: وينبغي أن تكون في غلظ الإصبع؛ لأن ما دونه لا يبدو للناظر وكان مستنده ما رواه الحاكم مرفوعاً استتروا في صلاتكم ولو

بسهم، ويشكل عليه ما رواه الحاكم عن أبي هريرة مرفوعاً يجزئ من السترة قدر مؤخرة الرحل ولو بدقة شعرة، ولهٰذا جعل بيان الغلط في البدائع قولاً ضعيفاً، وأنه لا اعتبار بالعرض وظاهره أنه المذهب. (مستفاد: شرح الوقاية ۱/۱۹۵، شامي ۲/۳۹۸ زكريا، البحر الرائق ۲/۱۷ كوئٹہ) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جماعت کی نماز میں امام کا سترہ کافی ہے

سوال (۷۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کئی نمازی نماز پڑھ رہے ہیں (ایک ہی صف میں) تو کیا ایک ہی سترہ کافی ہوسکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر جماعت سے نماز ہورہی ہے تو امام کا سترہ سب مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے؛ لیکن اگر الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں، تو ہر نمازی کے لئے الگ الگ سترہ ضروری ہوگا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا صلى أحدكم فليجعل تلقاء وجهه شيئاً، فإن لم يجد فلينصب عصًا، فإن لم يكن معه عصًا، فليخطط خطًّا، ثم لا يضره ما مرّ أمامه. (سنن أبي داؤد، الصلاة / باب الخطّ إذا لم يجد عصا ۱/۱۰۰ رقم: ۶۸۹ دار الفكر بيروت)

وسترة الإمام تجزئ أصحابه. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۲۸۷ زكريا)

ويغرز الإمام وكذا المنفرد في الصحراء ونحوها سترة بقدر ذراع طولا وغلظ إصبع لتبدو للناظر بقربه دون ثلاثة أذرع على حذاء أحد حاجبيه لا بين عينيه والأيمن أفضل وكفت سترة الإمام للكل أي للمقتديين كلهم. (شامي

۲/۴۰۴ زکریا، هداية ۱/۱۳۹، شرح وقاية ۱/۱۶۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۸/۸/۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نمازی کے آگے سے گزرنے والا شیطان ہے

سوال (۷۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں پوسٹر لگا ہے جس میں بخاری ومسلم کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ قصداً نمازی کے آگے سے نکلنے والا شیطان ہے۔ اگر یہ الفاظ مناسب ہیں تو ایسے شخص کا نماز پڑھنا یا کوئی خیر کا کام کرنا اسے ثواب نہیں پہنچائے گا؛ کیوں کہ شیطان کا کوئی بھی خیر کا عمل اللہ کے یہاں مقبول نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ حدیث میں آتا ہے کہ سمجھانے کی کوئی بات حکمتِ عملی اور احسن طریقہ سے ہونی چاہئے۔ کیا اتنے سخت الفاظ اپنے دینی بھائی کے لئے لکھنا مناسب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں جس حدیث کے متعلق تحقیق مطلوب ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کے لئے کھڑا ہو، وہ کسی کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دے، اور اگر کوئی گزرنا چاہے تو حتی الامکان اسے روکنے کی کوشش کرے، اور اگر پھر بھی وہ گزرنے پر آمادہ ہو تو اس سے لڑے؛ کیوں کہ وہ شیطان ہے۔

اس تفصیلی روایت سے معلوم ہوا کہ جو شخص نمازی کے آگے سے گزر کر قصداً اس کی نماز میں خلل ڈالنے پر مصر ہو تو وہ شیطان کے مشابہ عمل کرنے والا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حقیقۃً شیطان ہی بن گیا ہو کہ اس کا کوئی عملِ خیر مقبول ہی نہ ہو؛ بلکہ شیطان کے عمل سے مشابہت مراد ہے، اور کسی برائی سے روکنے کے لئے اس طرح کی تشبیہ دینا نامناسب اور غلط نہیں ہے۔

عن أبي سعيد الخدري رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا كان أحدكم يصلي فلا يدع أحدا يمر بين يديه وليدرأه ما استطاع، فإن

أبى فليقاتله، إنما هو شيطان. (صحيح مسلم ١٩٤/١-١٩٧، صحيح البخاري ٤٦٣/٢)

قال العلامة العثماني: أي فعله فعل الشيطان؛ لأنه أبى إلا التشويش على المصلي ...... وأن الحكم للمعاني دون الأسماء لاستحالة أن يصير المار شيطانا بمجرد مروره. (فتح الملهم ١٠٧/٢ رشيدية، نووي على صحيح مسلم ١٩٧/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری ۱۴۳۵/۵/۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نمازی کے کتنی صفوں کے آگے سے گزرنا جائز ہے؟

سوال (۷۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں اندر چار صف ہیں، اور باہر نو صفیں ہیں، تو شرعی اعتبار سے کتنی صفوں کے بعد نمازی کے آگے سے گذرنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں سجد کے اندر کے حصہ میں نمازی کے سامنے گذرنے سے مطلقاً احتراز لازم ہے، اور باہر کا حصہ چوں کہ طویل وعریض ہے، اس لئے نمازی کے سامنے دو صف چھوڑ کر گذرنے کی گنجائش ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۴۰۹/۳)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أنه قال: أقبلت راكباً على حمار ...... ورسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي بالناس بمنى إلى غير جدار، فمررت بين يدي بعض الصف، فلم ينكر ذٰلك عليّ أحدٌ. (صحيح البخاري ٧١/١ رقم: ٤٩٣)

والبزار: والنبي صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي المكتوبة ليس شيء يستره.

(كذا في الفتح ١٥٦/١، إعلاء السنن ٨٢/٥ رقم: ١٤٣٩ دار الكتب العلمية بيروت)

عن موسىٰ بن طلحة عن أبيه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا وضع أحدكم بين يديه مثل مؤخرة الرحل، فليصل ولا يبالي من مرّ وراء

ذٰلک. (صحيح مسلم ١٩٥/١ رقم: ٤٩٩)

والمكروه المرور بمحل السجود على الأصح في المسجد الكبير، وهو أن يكون أربعين فأكثر، وقيل: ستين فأكثر، وفي الصغير مطلقاً والصغير لعكسه أي لعكس الكبير. (طحطاوي على المراقي ١٨٨، البحر الرائق ١٧/٣)

ومرور مار في الصحراء أو في مسجد كبير بموضع سجوده في الأصح أو بين يديه في مسجد صغير فإنه كبقعة واحدة مطلقًا، وقال الشامي: المسجد الصغير! هو أقل من ستين ذراعا ...... أي حيث أنه لم يجعل الفاصل فيه بقدر صفين مانعًا من الاقتداء تنزيلا له منزلة مكان واحد، بخلاف المسجد الكبير والصحراء فإنه لو جعل كذلک لزم الحرج على المارة، فاقتصر على موضع السجود، هٰذا ما ظهر لي في تقرير هٰذا المحل. (درمختار مع الشامي، الصلاة / باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها ٣٩٨/٢ زكريا، فتح القدير ٤٠٦/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۱/۴/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تخت پر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنا

سوال (۷۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں نماز پڑھتا ہوں، ایک دو ہاتھ اونچائی پر، تو سامنے سترہ لگانا ضروری ہے یا نہیں؟ اور آگے سے جانا جائز ہے یا نہیں؟ کبھی کبھی میں تخت پر نماز پڑھتا ہوں اور آگے سے آدمی گذرتا ہے یہ شرعاً کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر نمازی جہاں نماز پڑھ رہا ہے وہ جگہ اتنی اونچی ہے کہ سامنے سے گذرنے والے کے اعضاء مقابل میں آتے ہیں تو اس سے آگے سترہ کے بغیر گذرنا جائز نہیں ہے، اس لئے آپ کو سترہ لگا کر ہی نماز پڑھنی چاہئے۔

عـن مـوسـى بـن طلحة عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا وضـع أحـدكـم بيـن يـديـه مثـل مـؤخرة الرحل، فليصل ولا يبال من مر وراء ذٰلک. (صحيح مسلم ١٩٥/١ رقم: ٤٩٩)

ولـو كـان يـصـلـي فـي الـدكـان فـإن كـانت أعضاء المار تحاذى أعضاء الـمصلي يكره وإلا فلا، كذا في محيط السرخسي. (الفتاویٰ الهندية ١٠٤/١، الفتاویٰ التاتارخانية ٢٨٥/٢ رقم: ٢٤٣٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۹/۱/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تخت پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گذرنا؟

سوال (۸۰۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص تخت پر نماز پڑھ رہا ہو، اس کے آگے سے گذرنے کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر نیچے سے گذرنے والے کے بعض اعضاء مصلیٰ کے اعضاء کے مقابل آجائیں، تو سامنے والے کیلئے گذرنا جائز نہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶/۶۹۵ ڈابھیل)

إذا صلى على الدكان وحاذى أعضاء المار أعضاءه يكره المرور ...... أقول: لا يخفى أن ليس المراد محاذاة جميع أعضاء المار جميع أعضاء المصلي ...... بل بعض الأعضاء بعضاً وهو يصدق على محاذاة رأس المار قدمي المصلي. (كبيري ٣٦٧ أشرفية، الفتاویٰ الهندية ١٠٤/١، فتح القدير ٤٠٦/١ بيروت)

أو مـروره أسفل من الدكان أمام المصلي لو كان يصلي عليها أي الدكان بشـرط محاذاة بـعـض أعـضـاء الـمـار بعض أعضائه، وكذا سطح وسرير وكل مرتفع. (درمختار ٣٩٩/٢ زكريا)

قوله: بشرط محاذاة أعضاء المار أعضاءه، أي أعضاء المصلي كلها كما قال بعضهم أو أكثرها، كما قال آخرون كما في الكرماني. وفيه إشعار بأنه لو حاذى أقلها أو نصفها يكره. (منحة الخالق على البحر الرائق ۱۷/۲ کوئٹه، تقريرات الرافعي ۸۳/۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۵/۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قدآدم چبوترے پر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنا؟

سوال (۸۰۱): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کسی آدمی نے قدآدم چبوترے پر نماز کی نیت باندھ رکھی ہے تو قبلہ کی جانب اس چبوترے کے نیچے سے گذرنا جائز ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں چوں کہ چبوترہ اتنا اونچا ہے کہ نیچے سے گذرنے والے شخص کے اعضاء کا تقابل نمازی کے کسی عضو سے نہیں ہوتا؛ لہٰذا اس کے سامنے نیچے سے گذرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

أو مروره أسفل من الدكان أمام المصلي لو كان يصلي عليها أي الدكان بشرط محاذاة بعض أعضائه، وكذا سطح وسرير وكل مرتفع دون قامة المارّ.

(درمختار مع الشامي ۶۳۴/۱ کراچی، ۲۹۸/۲-۲۹۹ زکریا، الفتاویٰ الهندية ۱۰۴/۱، البحر الرائق ۱۰/۲، كبيري ۳۶۷ أشرفية، فتح القدير ۴۰۶/۱ دار الفكر بيروت، منحة الخالق هلى هامش البحر الرائق ۱۷/۲، تقريرات الرافعي ۸۳/۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۲/۱۴۳۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

زمین پرنماز پڑھنے والے کے سامنے تخت پڑا ہوتو کیا اس کے سامنے سے گذر سکتے ہیں؟

سوال (۸۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نمازی کسی تخت کے سامنے زمین پر نماز پڑھ رہا ہے، تو اس تخت کے آگے سے گذرنے والے گذر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس تخت پر کوئی لیٹ سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں نمازی جس تخت کے سامنے نماز پڑھ رہا ہے، اگر وہ ایک ہاتھ اونچا ہے، تو یہ سترہ کے لئے کافی ہے اس کے سامنے سے گذر بھی سکتے ہیں، اور اس تخت پر لیٹنا بھی منع نہیں ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: أعدلتمونا بالكلب والحمار لقد رأيتني مضطجعة على السرير فيجيء النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فيتوسط السرير فيصلي فأكره أن أسنحه فأنسلُّ من قبل رجلَي السرير حتى أنسلّ من لحافي. (صحيح البخاري / باب الصلاة إلى السرير ۱/ ۷۲ رقم: ۵۰۲-۵۰۵)

ويغرز ندباً الإمام وكذا المنفرد في الصحراء ونحوها سترة بقدر ذراع طولاً وغلظ إصبع لتبدو للناظر بقربه الخ. (درمختار ۲/۱ ۴۰ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۴/۲/ ۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

متعلقاتِ مسبوق

مسبوق کا امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھنا

سوال (۸۰۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا مسبوق کے لئے امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے ساتھ درود شریف ودعاء ماثورہ بھی پڑھنا ضروری ہے؟ اگر سہواً پڑھ لے تو حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسبوق کے لئے مستحب یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں التحیات اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک ختم کرلے، اگر التحیات پہلے ہی ختم ہوجائے تو دوبارہ شروع کردے یا خاموش بیٹھا رہے، اس کے لئے درود شریف اور دعا وغیرہ پڑھنے کا حکم نہیں ہے؛ لیکن اگر پڑھ لے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

ومن جملتها أنه قيل إذا فرغ المسبوق من التشهد قبل سلام الإمام يكرره من أوله، وقيل: يكرر كلمة الشهادة، وقيل: يسكت، وقيل: يأتي بالصلاة والدعاء والصحيح أنه يترسل ليفرغ من التشهد عند سلام الإمام. (كبيري ٤٤١، الفتاویٰ التاتارخانية ۱۹۷/۲-۱۹۸ رقم: ۲۱۲۹ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۲/۶/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسبوق کے تشہد سے فارغ ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا یا تکبیر کہہ دی؟

سوال (۸۰۴): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسبوق ابھی قعدۂ اولیٰ یا قعدۂ اخیرہ میں شریک ہوا ہی تھا کہ امام صاحب نے تیسری رکعت کے لئے تکبیر کہہ دی، اور اگر چوتھی رکعت تھی تو امام صاحب نے سلام پھیر دیا، بہر دوصورت مسبوق کو تشہد پورا کرنا واجب ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ دونوں صورتوں میں مسبوق کو تشہد پورا کرنے کے بعد ہی کھڑا ہونا چاہئے؛ لیکن اگر کوئی تشہد پورا کئے بغیر ہی امام کے ساتھ کھڑا ہوگیا، یا اپنی نماز پوری کرنے میں مشغول ہوگیا، تو بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

عن حماد عن إبراهيم في رجل سبقه الإمام بشيء من صلوته أيتشهد كلما جلس الإمام؟ قال: نعم، ...... قال محمد: وبه نأخذ وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى. (كتاب الآثار، الصلاة / باب من سبقه بشيء من صلاته، بحواله حاشية: فتاوى محموديه ٦/٥٥٩ ڈابھیل)

وإذا أدرك الإمام في التشهد وقام الإمام قبل أن يتم، أو سلم الإمام في آخر الصلاة قبل أن يتم المقتدي التشهد، فالمختار أن يتم التشهد، وإن لم يتم أجزأه. (الفتاوىٰ الهندية ١/ ٩٠، كذا في الفتاوى التاتارخانية ٢/ ١٨٢ رقم: ٢١١٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اگر امام بھول سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مسبوق کیا کرے؟

سوال (۸۰۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: امام صاحب قعدۂ اخیرہ کرنے کے بعد بھول سے پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے، اس صورت میں مسبوق نے امام کی متابعت کی، تو کیا مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ اور اگر امام لقمہ ملنے سے لوٹ آیا، ساتھ ساتھ مسبوق بھی لوٹ آیا، تو اس صورت میں مسبوق کی نماز کا کیا بنے گا؟ اور اگر امام چھ رکعت مکمل کرے، تو اس صورت میں مسبوق امام کی متابعت کرے؟ یا اپنی باقی ماندہ نماز مکمل کرے؟

اور اگر قعدۂ اخیرہ کے بغیر امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مسبوق کے لئے کیا حکم ہے؟ اس کی بھی وضاحت فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر امام قعدۂ اخیرہ کر چکا ہے، پھر پانچویں رکعت کے لئے بھول سے کھڑا ہو گیا، تو مسبوق کو اس کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے؛ بلکہ اپنی نماز پوری کرنے میں لگ جانا چاہئے، اگر اقتداء کرے گا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ کیوں کہ اس نے ایسے وقت میں جب کہ اسے اپنی نماز تنہا پڑھنی چاہئے تھی، امام کی اقتداء کی ہے جو موجبِ فساد ہے، اب چاہے امام بعد میں قعدہ کی طرف لوٹ آئے یا چھ رکعت پوری کر لے، بہر صورت یہی حکم ہے۔

البتہ اگر امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا، تو اب مسبوق کے امام کی اقتداء کرنے کی وجہ سے اس کی نماز فاسد نہ ہوگی؛ لہٰذا اگر امام پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے قعدہ کی طرف لوٹ آئے، اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے تو مسبوق بھی اس کی متابعت کرے گا، اور سب کی نماز درست رہے گی۔

اور اگر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا یا دو رکعت مزید ملا کر چھ پر سلام پھیرا، تو امام اور مسبوق سب کے لئے یہ نماز نفل ہو جائے گی، اور مسبوق کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں بطور نفل پوری کرنی چاہئیں، اور سب کو فرض نماز الگ سے پڑھنی ہوگی۔

ولو قام الإمام إلى الخامسة في صلاة الظهر، فتابعه المسبوق إن قعد الإمام على رأس الرابعة تفسد صلاة المسبوق، وإن لم يقعد لا تفسد، حتى يقيد

الخامسة بالسجدة، فإذا قيدها بالسجدة فسدت صلاة الكل؛ لأن الإمام إذا قعد على الرابعة تمت صلاته في حق المسبوق فلا يجوز للمسبوق متابعته. (البحر الرائق ١/٣٧٨ كوئٹه)

ولو قام إمامه لخامسة فتابعه إن بعد القعود تفسد، وإلا لا (درمختار) أي وإن لم يقعد وتابعه المسبوق لا تفسد صلاته؛ لأن ما قام إليه الإمام على شرح الرفض ولعدم تمام الصلاة، فإن قيدها بسجدة انقلبت صلاته نفلاً، فإن ضم إليها سادسة ينبغي للمسبوق أن يتابعه، ثم يقضي ما سبق به وتكون له نافلة كالإمام. (درمختار مع الشامي، باب الإمامة / قبيل باب الاستخلاف ٢/٣٥٠ زكريا، خانية ١/١٠٢، البحر الرائق ٢/١٠٥ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۶/۲۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسبوق نے بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا؟

سوال (۸۰۶):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے ایسے وقت پہنچا کہ جماعت ہو رہی تھی، ایک رکعت نکل جانے کے بعد جماعت میں شریک ہوا، مگر یہ کہ امام صاحب نے قعدۂ اخیرہ پر سلام پھیر کر نماز مکمل کی، تو زید نے بھی امام صاحب کے ساتھ ہی سہواً سلام پھیر دیا، پھر فوراً یاد آنے پر اسی طرح کھڑے ہو کر نکلی ہوئی رکعت کو ادا کر کے نماز مکمل کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر دونوں طرف اسی طرح سلام پھیر دئے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر ایک طرف سہواً سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسبوق امام کے بالکل ساتھ ساتھ صرف ایک

طرف سلام پھیر دے تو ایسی صورت میں اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہے، ہاں البتہ اگر دونوں طرف بھول سے سلام پھیر دے، تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر دونوں طرف سلام پھیرا ہے اور سجدۂ سہو کرلیا گیا، تو نماز درست ہوگئی۔

ولو سلم ساهياً إن بعد إمامه لزم السهو وإلا لا. (درمختار) أي وإن سلم معه أو قبله لا يلزمه؛ لأنه مقتد في هاتين الحالتين. وفي شرح المحيط: إن سلم في الأولىٰ مقارناً لسلامه فلا سهو عليه؛ لأنه مقتد به، وبعده يلزمه؛ لأنه منفرد. ثم قال فعلى هٰذا يراد بالمعية حقيقتها، قلت: وهو نادر الوقوع. يشير إلى أن الغالب لزوم السجود؛ لأن الأغلب عدم المعية. (شامي، باب الإمامة / قبيل: باب الاستخلاف ۳۵۰/۲ زكريا، شامي ۵۵۹/۱ كراچی، الفتاوى التاتارخانية ۴۲۶/۲ زكريا، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ۴۷۳/۱ دارالكتاب، بدائع الصنائع ۱۷۶/۱ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۶/۲۸/ ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر کر استغفار پڑھا اور اردو میں دعا مانگ لی؟

سوال (۸۰۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہونے کے بجائے امام کے ساتھ سلام پھیر کر استغفار تین مرتبہ پڑھ لی، اور **اللّٰهم أنت السلام الخ** پڑھ لیا، پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا بھی مانگ لی، اے اللہ میری نماز قبول فرما، مجھے ہر پریشانی سے بچا، میرے گھر میں خیر وبرکت نازل فرما، پھر اس کو یاد آگیا کہ تو مسبوق تھا، تیری ایک رکعت باقی ہے، یہ سوچ کر فوراً کھڑا ہوگیا، جب کہ سینہ بھی قبلہ سے نہیں پھرا تھا، اور کسی سے کوئی بات چیت نہیں کی تھی ایک رکعت پڑھ کر آخر میں سجدۂ سہو کرلیا، کیا اس طرح اس مسبوق کی نماز صحیح ہوگئی یا دہرانا واجب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسبوق کے امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے بعد اردو میں دعا مانگنے کی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی، اس نماز کا دہرانا ضروری ہے۔

سلّم مصلی الظهر مثلا علی رأس الركعتين توهما إتمامها أتمها أربعا، وسجد للسهو؛ لأن السلام ساهياً لايبطل؛ لأنه دعاء من وجه (درمختار) أي فلذا خالف الكلام حيث كان مبطلا ولو كان ساهياً. (درمختار مع الشامي / باب سجود السهو ۲/۵۵۹ زكريا، مراقي الفلاح مع الطحطاوي ۴۷۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا مسبوق فوت شدہ رکعت کے شروع میں ثنا پڑھے گا؟

سوال (۸۰۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرض نماز میں کسی کی ایک رکعت چھوٹ گئی، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کیا اس مقتدی کو کھڑے ہوکر ثناء پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسبوق کی نماز قرأت کے حق میں ابتداء نماز کا درجہ رکھتی ہے، اور فوت شدہ رکعت کو پورا کرتے وقت مسبوق کی حیثیت منفرد کی ہوتی ہے؛ لہٰذا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعت کو پورا کرتے وقت ثنا بھی پڑھے گا۔

والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد حتى يثني ويتعوذ ويقرأ. (درمختار) **وتحته في الشامية: تفريع على قوله "منفرد فيما يقضيه" بعد فراغ إمامه، فيأتي بالثناء والتعوذ؛ لأنه للقراءة ويقرأ لأنه يقضي أول صلاته في حق القراءة.** (درمختار مع الشامي، باب الإمامة / مطلب: فيما لو أتى بالركوع والسجود أو بهما مع

الإمام أو قبله أو بعده ۲/ ۳٤٦-۳٤۷ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۱۹٥ رقم: ۲۱۲۰ زكريا، هندية ۱/ ۹۰ زكريا، فتاویٰ دارالعلوم ۳/ ۳۹۲) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۸/۷/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسبوق کے لئے قرأت میں ترتیب لازم نہیں

سوال (۸۰۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر امام کے ساتھ کی ایک یا دو رکعت چھوٹ جائے اور معلوم ہو جائے کہ امام صاحب نے پہلی یا دوسری رکعت میں کونسی سورت کی تلاوت کی تھی؟ تو جب میں ان رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے کھڑا ہوں، تو میرے لئے وہ پہلی یا دوسری رکعت ہوگی، تو ان میں سے مجھے قرآنی ترتیب کے لحاظ سے کون سی سورت پڑھنی چاہئے؟ مثلاً امام صاحب نے سورۂ قریش پڑھی، تو مجھے کون سی پڑھنی چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسبوق کے لئے قرأت میں ترتیب لازم نہیں ہے؛ لہٰذا جب وہ اپنی چھوٹی ہوئی نماز پڑھے گا تو کوئی بھی سورت پڑھ سکتا ہے، خواہ وہ امام کی پڑھی ہوئی سورت سے پہلے کی ہو یا بعد کی۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۳/ ۳۷۷)

والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها، وهو منفرد حتى يثنى ويتعوذ ويقرأ فيما يقضيه ...... ويقضي أول صلاته في حق قراءة، وأخرها في حق تشهد. (درمختار ۲/ ۳٤٦ زكريا، كذا في الفتاویٰ الهندية ۱/ ۹۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۹/۸/۱۴۳۳ھ

سنت پڑھنے والے کے پیچھے فرض کی اقتداء کرنا؟

سوال (۸۱۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ:سعودیہ میں عام طور سے کسی بھی نمازی کو پیچھے سے اشارہ دے کر اس کی نماز میں شامل ہو جانے کا رواج ہے، بسا اوقات ہم فرض ادا کر کے سننِ بعدیہ پڑھ رہے ہوتے ہیں، کوئی بھی آنے والا اپنی فرض نماز ادا کرنے کے لئے ہمارا مقتدی بن جائے، تو کیا حکم ہے؟

اسی طرح ہم اگر مسبوق ہیں اور اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں پڑھ رہے ہیں اور کوئی ہمارا مقتدی بن جائے، تو کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی حنفی شخص اپنی فرض نماز کی ادائیگی کے لئے کسی ایسے شخص کی اقتداء کرے جو سنت وغیرہ پڑھ رہا ہو یا وہ مسبوق ہو کر اپنی نماز پوری کر رہا ہو، تو اس حنفی شخص کا فریضہ ادا نہ ہوگا؛ اس لئے کہ مقتدی اور امام کی نماز میں یکسانیت نہیں پائی جارہی ہے؛ البتہ جو حنفی شخص خود اپنی سنت پڑھ رہا ہو یا مسبوق اپنی نماز پوری کر رہا ہو اور اس کے پیچھے لوگ آ کر نیت باندھ لیں، تو خود اس کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا؛ تاہم اس پر لازم ہے کہ حتی الامکان اپنے کو امام ظاہر کرنے سے بچے، مثلاً جہراً تکبیر نہ کہے اور نہ ہی جہراً قرأت کرے۔

ومن شروط الإمامة أن لا يكون الإمام أدنى حالا من المأموم فلا يصح اقتداء مفترض بمتنفل. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل: ٢٣٥)

فقال الحنفية: الاتحاد أن يمكنه (أي المقتدي) الدخول في صلاة بنية صلاة الإمام فتكون صلاة الإمام متضمنة بصلاة المقتدي فلا يصلي المفترض خلف المتنفل؛ لأن الإقتداء بناء ووصف الفرضية معدوم في حق الإمام فلا يتحقق البناء على المعدوم. (الفقه الإسلامي وأدلته ٢٠٣/٢، فتح القدير ٢٦١/١)

ولا يصح إقتداء المفترض بالمتنفل. (هندية ٨٦/١، الفتاویٰ التاتارخانية ٢٦٨/٢ زكريا)

ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضا آخر؛ لأن إتحاد الصلاة فرض عندنا. (تنوير الأبصار على الدر المختار / باب الإمامة ٣٢٤/٢-٣٢٥ زكريا، شامي ٥٧٩/١ كراچی)

قال الحنفية: لا يجوز إقتداء المسبوق بغيره ولا الإقتداء به؛ لأنه في الأصل تبع لغيره فهو في موضع الإقتداء. (الفقه الإسلامي وأدلته ٢/ ١٦٦، فتح القدير ١/ ٢٧٧)

من شروط صحة الإمام أن لا يكون الإمام بإمام غيره مثلا إذا أدرك شخص المسجد في الركعتين الأخرتين من صلاة العصر ثم سلم الإمام وقام ذٰلک الشخص يقضي الركعتين فجاء شخص آخر ونویٰ صلاة العصر مقتديا بذلک الشخص ما فاته، فهل تصح صلاة المقتدي الثاني أو لا؟ الحنفية قالوا: لا يصح الإقتداء بالمسبوق، سواء أدرک مع إمامه ركعة أو أقل منها. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ٢٣٢)

وحاصله أن إتحاد الصلاتين شرط لصحة الإقتداء؛ لأن الإقتداء شركة وموافقة فلا يكون ذٰلک إلا بالإتحاد، وذٰلک بأن يمكنه الدخول في صلاته بنية صلاة الإمام فتكون صلاة الإمام متضمنة لصلاة المقتدي، وهو المراد بقوله عليه الصلاة والسلام: ''الإمام ضامن أي متضمن صلاته صلاة المقتدي''. (تبيين الحقائق ١/ ٣٦٢ زكريا)

وأما شرائط الركن فأنواع: منها: الشركة في الصلاتين وإتحادهما سببا وفعلا ووصفا – إلى– المقتدي إذا سبق الإمام بالافتتاح لم يصح إقتداءه؛ لأن معنى الإقتداء وهو البناء لا يتصور هٰهنا؛ لأن البناء على العدم محال، وقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: إنما جعل الإمام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه. (بدائع الصنائع ١/ ٣٤٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱۰/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رکوع پالینے سے رکعت شمار ہوگی یا نہیں؟

سوال (۸۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: صرف رکوع پالینے سے مقتدی کی رکعت شمار ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں ہمارے یہاں معمول یہی ہے کہ جو مقتدی رکوع میں آ کر شریک ہو، اس کو رکعت پانے والا سمجھا جاتا ہے، عوام میں بھی یہی مسئلہ معروف ہے؛ لیکن چند دنوں سے بعض غیر مقلدین نے یہ مسئلہ زور وشور سے اٹھا رکھا ہے کہ رکوع کی حالت میں امام کو پانے والا رکعت پانے والا شمار نہ ہوگا۔ ہم نے اپنے معمول کی تائید میں جب حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث پیش کی، جس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں امام کو رکوع کی حالت میں پانے کی وجہ سے رکعت کی قضا کا حکم نہیں دیا، تو اس کے جواب میں غیر مقلد لوگ ایک تحریر لے کر آئے ہیں، جو درج ذیل ہے:

"حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ والی روایت اس بات سے خاموش ہے کہ رکعت لوٹا لی جائے یا نہ لوٹائی جائے، پھر آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صاف فرمادیا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

اگر آپ اس روایت سے یہ مراد لیتے ہیں کہ رکعت شمار کی گئی، تو صرف اسی وقت کی بات ہوئی؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے سے کہ آئندہ ایسا مت کرنا، دیگر ممنوعہ امور کے ساتھ اس کی بھی ممانعت ہوگئی، جس کو اس واقعہ سے سمجھنا آسان ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے قبل قربانی کردی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری قربانی نہیں ہوئی، یہاں دوسرا جانور قربان کرانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا، چناں چہ صحابی نے فرمایا کہ میرے پاس چھ ماہ کا بچہ ہے، یعنی جانور ہے؛ لیکن موٹا تازہ ہے، تو آپ نے اسی کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا تھا؛ لیکن وہ اجازت وقتی تھی، اس سے آئندہ کے لئے اجازت کی دلیل لینا مناسب نہ ہوگا۔

نیز اس شکل میں دو چیزیں یعنی قیام جو کہ فرض ہے اور قرأتِ فاتحہ جو کہ واجب یا فرض ہے رہ گئیں؛ اس لئے صرف رکوع ہی پالینے سے رکعت کا پالینا نہ سمجھا جائے گا، اگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ صاحب امام کی قرأت مقتدی کو کافی ہے؛ لہٰذا بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز ہو جائے گی، اور رکوع بھی مان لیا جائے گا، تو کیا کہیں ایسا بھی ہے کہ امام کا قیام مقتدی کے لئے کافی ہے" ......الخ۔

تو سوال یہ ہے کہ مذکورہ تحریر میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ درست ہیں یا نہیں؟ اور اصل مسئلہ کیا ہے؟ اس کو مدلل تحریر فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضراتِ ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا متفقہ قول ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع پالے، وہ اس رکعت کا پانے والا سمجھا جائے گا، امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کی قضاء لازم نہ ہوگی، اسی پر عرب وعجم میں عمل ہوتا آرہا ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے؛ لیکن ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے مشہور ظاہری عالم علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب المحلیٰ بالآثار ۲؍۲۷۴-۲۷۷، مسئلہ ۳۶۲ میں اس مسئلہ میں جمہور امت سے ہٹ کر اپنا ایک الگ نظریہ قائم کیا، تب ہی سے یہ قولی وعملی متفقہ فیصلہ مختلف فیہ اور سیدھے سادھے کم عقل لوگوں کے ذہنوں میں تشویش کا باعث بنا، ورنہ اس سے پہلے یہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ رکوع ملنے سے مکمل رکعت کا ملنا نہ سمجھا جائے گا۔ غیر مقلدین اس مسئلہ میں علامہ ابن حزم ظاہری ہی کی تقلید کرتے ہیں۔

ذیل میں حدیث اور چند آثار نقل کئے جاتے ہیں، جس سے جمہور امت کے عمل کی تائید ہوتی ہے۔

عن أبي بكرة رضي اللّٰه عنه أنه انتهىٰ إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وهو راكع فركع قبل أن يصل إلى الصف، فذكر ذٰلك للنبي صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: زادك اللّٰه حرصا ولا تعد. (صحيح البخاري ۱۰۸/۱)

وفي رواية أبي داؤد أن أبا بكرة جاء ورسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم راكع فركع دون الصف ثم مشى إلى الصف، فلما قضى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أيكم الذي ركع دون الصف؟ فقال أبوبكرة: أنا، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم زادك اللّٰه حرصاً ولا تعد. (سنن أبي داؤد ۹۹/۱)

فهٰذه الرواية دالة على أن لا فصل بين انصراف النبي صلى اللّٰه عليه

وسلم وبين قوله أيكم ركع دون الصف، وبين قول أبي بكرة ''أنا'' إذ ''لمّا والفا'' تدلان على وقوع الفعل الثاني عقيب الأول وترتبه عليه فمن أين يمكن قضاء الركعة. (إعلاء السنن ٤/ ٢٩٨)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے معاً بعد یہ دریافت کیا کہ اس طرح دوڑ کر نماز میں کون شامل ہوا؟ اس پر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیا، جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کوئی رکعت قضا نہیں کی، اور نہ ہی آپ نے نکیر فرمائی؛ اس لئے تقریر نبوی سے معلوم ہوا کہ رکوع مل جانے سے مکمل رکعت کا ملنا سمجھا جائے گا۔

سوال میں مذکورہ تحریر میں لفظ ولا تعد سے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس وقت تو نماز ہوگئی؛ لیکن اگر آئندہ ایسا کوئی کرے گا تو اسے نماز قضا کرنی پڑے گی، اور اس کی نظیر کے طور پر قربانی والی حدیث پیش کی گئی ہے، حالاں کہ یہ استدلال صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ یہ نہی یا تو اس بات کی تھی کہ آئندہ اس طرح دوڑ کر (کہ سانس پھولنے لگے) جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں، یا اس بات کی ممانعت تھی کہ آئندہ پچھلی خالی صف میں تنہا نیت مت باندھنا۔ ان دونوں احتمالات کی احادیث سے تائید ہوتی ہے۔ علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں:

فإن قال قائل: فما معنى قوله ''ولا تعد''؟ قيل له ذٰلك يحتمل معنيين: يحتمل ولا تعد أن تركع دون الصف حتى تقوم في الصف كما قد روي عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم إذا أتى أحدكم الصلاة فلا يركع دون الصف حتى يأخذ مكانه. ويحتمل قوله: ''ولا تعد'' أن لا تسعى إلى الصلاة سعياً يحفزك فيه النفس كما قد جاء في غير هٰذا الحديث. عن أبي هريرة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها تسعون وائتوها وأنتم تمشون وعليكم السكينة والوقار، فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا. (طحاوی شریف جدید ۱/ ۲٤۱)

اورقربانی والی حدیث اس کی نظیرنہیں بن سکتی ؛اس لئے کہ اس میں صاف طور پر یہ لفظ ہے کہ: "**ضح بها و لا تصلح لغيرك**". (صحيح مسلم ۱۵٤/۲، السنن الكبرىٰ للبيهقي ٤٥١/۹ رقم: ۱۹۰۵۹ بيروت) یعنی صرف تم اس کی قربانی کرو، اس معاملہ میں تمہارے علاوہ کسی کو رخصت نہیں ۔اور ایسی تخصیص کا کوئی لفظ حضرت ابوبکرہؓ کی رکوع والی حدیث میں نہیں ہے؛ لہٰذا اس سے استدلال کرنا سراسر غلط اور کھلی ہوئی تلبیس ہے۔

اور مذکورہ غیر مقلد صاحب کا یہ خیال کہ اس صورت میں قیام کا فرض ادا نہ ہوگا، یہ کہنا غلط ہے؛ کیوں کہ تکبیرِ تحریمہ کو قیام کی حالت میں کہنا حضراتِ فقہاء نے ضروری قرار دیا ہے،جس پر عمل کرنے سے قیام کا فرض ادا ہوجائے گا۔

لأنه لم يفته من الأركان إلا القيام وهو يأتی به بتكبيرة الإحرام – إلى قوله – وعليـه أن يأتي بتكبيرة الإحرام منتصباً، فإن أتى بعد ما انتهىٰ إلى الانحناء في الركوع لا تنعقد. (الموسوعة الفقهية ۱۳۳/۲۳)

اور رہا قرأت کے فوت ہونے کا مسئلہ،تو یہ ایک ایسا اجماعی مسئلہ ہے کہ جو حضرات مقتدی پر قرأت فاتحہ کے فرض ہونے کے قائل ہیں ،وہ بھی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قرأت فاتحہ کا فرض مقتدی کے ذمہ سے ساقط ہوگیا۔چناں چہ شافعیہ کا قول درج ذیل ہے:

الشـافـعية قـالوا: يفرض على المقتدي قراء ة الفاتحة خلف الإمام إلا أن كـان مسبـوقاً بجميع الفاتحة أو ببعضها ؛ فإن الإمام يتحمل عنه ما سبق به. (الفقه على المذاهب الأربعة ۲۲۹/۱)

نیز موصوف کا یہ استدلال کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو ملی ہوئی رخصت وقتی تھی ، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے؛ کیوں کہ رخصت وتوقیت کا مسئلہ توقیفی ہے،محض اٹکل وقیاس سے اس کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا،اگر یہ رخصت وقتی ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعد میں اس پر ہرگز عمل نہ کرتے ،جیسا کہ قربانی والے مسئلہ پر عمل نہیں کیا،اور صحابہ کا عمل اور موقف درج ذیل آثار سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے:

الف:– عـن نـافـع عـن ابـن عـمر ضي الله عنهما قال: إذا جئت والإمام

راكع فوضعت يديك على ركبتيك قبل أن يرفع رأسه فقد أدركت. (مصنف ابن أبي شيبة ٢/٤٣٣ رقم: ٢٥٣٤)

ب:- عن زيد بن وهب قال: خرجت مع عبد اللّٰه يعني ابن مسعود من داره إلى المسجد، فلما توسطنا المسجد ركع الإمام فكبر عبد اللّٰه وركع وركعت معه، ثم مشينا راكعين حتى انتهينا إلى الصف حين رفع القوم رؤوسهم، فلما قضى الإمام الصلاة قمت وأنا أرى أني لم أدرك، فأخذ عبد اللّٰه بيدي وأجلسني ثم قال: إنك قد أدركت. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ٢/١٣٠ رقم: ٢٥٨٧ دار الكتب العلمية بيروت)

ج:- عن زيد بن وهب قال دخلت أنا وابن مسعود رضي اللّٰه عنه المسجد والإمام راكع فركعنا ثم مضينا حتى استوينا بالصف فلما فرغ الإمام قمت أقضي، فقال: أدركته. (المصنف لعبد الرزاق ٢/٢٨١)

د:- عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه قال: من فاته الركوع فلا يعتد بالسجود. (المصنف لعبد الرزاق ٢/٢٨١)

ح:- عن عطاء قال: إذا ركعت قبل أن يرفع الإمام فقد أدركت وإن رفع قبل أن تركع فقد فاتتك. (المصنف لعبد الرزاق ٢/٢٨٢)

درج بالا آثار سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جو مقتدی امام کو رکوع کی حالت میں پالے، وہ رکعت کو پانے والا سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۱۰/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

امام کے ''سمع اللّٰه لمن حمده'' کہنے سے پہلے رکوع میں جانے والے کی نماز کا حکم

سوال (۸۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ایک شخص امام کو رکوع میں پاتا ہے اور تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل ہوجاتا ہے، بظاہر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے امام کو رکوع میں پالیا اور مجھے رکعت مل گئی؛ لیکن امام کی عادت یہ ہے کہ وہ رکوع سے سیدھا کھڑا ہونے کے بعد "**سمع اللّٰہ لمن حمدہ**" کہتا ہے، یہ آنے والا شخص امام کی تسمیع کو سن کر یہ سمجھتا ہے کہ میں امام کے رکوع سے اٹھنے سے پہلے رکوع میں پہنچ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوگیا ہوں، حالاں کہ جس وقت یہ شخص رکوع میں جارہا ہے اس وقت امام رکوع سے اٹھ کر کھڑا یا کھڑے ہونے کے قریب ہوچکا تھا، اور رکوع میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوسکا؛ لیکن امام کی تسمیع کو سن کر اپنے کو امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے والا یعنی امام کو رکوع میں پانے والا سمجھتا ہے، تو کیا اس شخص کو رکعت پانے والا کہا جائے گا، اور اس کی نماز کا کیا ہوگا، اگر اس شخص کو امام کی عادت کا علم ہو یا نہ ہو، مسئلہ کے حکم میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسئلہ کا مدار مقتدی کے خیال پر نہیں؛ بلکہ حقیقتِ واقعہ پر ہے، پس اگر شامل ہونے والے مقتدی کو امام کے ساتھ رکوع مل جائے تو وہ رکعت پانے والا کہلائے گا اور اگر رکوع نہ ملے تو وہ رکعت پانے والا نہ کہلائے گا، اور مسئولہ صورت میں اگر مقتدی کو نماز کے بعد معلوم ہوا کہ امام پہلے ہی رکوع سے اٹھ چکا تھا تو منافی نماز عمل سے پہلے پہلے وہ اپنی چھوٹی ہوئی رکعت لوٹا کر نماز پوری کرلے، اور اگر سلام کے بعد کوئی منافی نماز عمل کر چکا ہے تو ازسرِنو نماز پڑھے۔

ومن أدرك إمامه راكعاً فكبر ووقف حتى رفع الإمام رأسه من الركوع أو لم يقف؛ بل انحط بمجرد إحرامه فرفع الإمام رأسه قبل ركوع المؤتم لم يدرك الركعة كما ورد عن ابن عمر رضي الله عنه. (مراقي الفلاح) **ولفظه: إذا أدركت الإمام راكعاً فركعت قبل أن يرفع رأسه فقد أدركت الركعة، وإن رفع قبل أن تركع فقد فاتتك الركعة.** (طحطاوي على المراقي) **قوله: فرفع الإمام رأسه**

قبـل ركوع المؤتم: بحيث لم تتحقق مشاركته له فيه، فإنه يصح اقتداءه، ولكنه لـم يـدرک الـركعة حيث لم يدركه في جزء من الركوع قبل رفع رأسه منه ...... قـال الـحـلبـي: هو الأصح؛ لأن الشرط المشاركة في جزء من الركوع وإن قل، والـحـاصـل أنـه إذا وصـل إلى حد الركوع قبل أن يخرج الإمام من حد الركوع فـقـد أدرک مـعه الركعة وإلا فلا، كما يفيده أثر ابن عمر. (طحطاوي على المراقي ٤٥٥ أشرفية، حلبي كبير ٢٨١ كراچي) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۴۳۰/۴/۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بناء واِعادہ کے مسائل

دورانِ نماز اگر وضوٹوٹ جائے تو بناء کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال (۸۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض مرتبہ دورانِ نماز میرا وضوٹوٹ جاتا ہے، اور میں نماز توڑ کر وضو کے لیے چلا جاتا ہوں تو میں اپنی نماز دوبارہ کیسے جماعت کے ساتھ شروع کروں؟ اور اگر اسی دوران ایک رکعت چھوٹ جائے تو اس کو کیسے ادا کروں؟ اور سجدہ میں وضوٹوٹے تو کس طرح نماز سے باہر آؤں؟ اور کیا ان چھوٹی ہوئی رکعتوں میں قرأت کی جائے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں وضوکر کے جب آپ واپس آئیں گے اور پھر جماعت میں لاحق کے طور پر شریک ہوں گے، تو آپ کو چاہئے کہ اولاً چھوٹی ہوئی نماز کو بغیر قرأت کے پوری کریں، اس کے بعد اگر امام نے سلام نہ پھیرا ہو تو اس کے ساتھ شامل ہوکر نماز مکمل کریں، اور اگر آپ کے نماز پوری کرنے سے قبل امام نے سلام پھیر لیا تو آپ تنہا نماز پوری کریں اور دوران نماز وضوٹوٹ جانے سے باہر جانے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ ناک پر ہاتھ رکھ کر صفوں سے نکل آئیں؛ کیوں کہ اس دوران صفوں سے نکلنا ممنوع نہیں ہے۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۱/۳۹۵)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من أصابه قيء أو رعاف أو قلس أو مذي، فلنصرف فليتوضأ، ثم ليبن على صلاته وهو في ذٰلک لايتكلم. (سنن ابن ماجة ۱/۸۵ رقم: ۱۲۲۱)

إذا أعاد بعد الوضوء ينبغي له أن يشتغل أو لا بقضاء ما سبقه الإمام بغير قراءة يقوم مقدار قيام الإمام وركوعه وسجوده. (الفتاویٰ الهندية ۱/ ۹۲)

واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها، لكن بعد اقتدائه بعذر كغفلة وسبق حدث ...... وحكمه كمؤتم، وقال الشافعي: ويبدأ بقضاء ما فاته بلا قراءة عكس المسبوق، ثم يتابع إمامه إن أدركه. (درمختار مع الشامي ۲/ ۳۴۳ زكريا)

ويضع يده علىٰ أنفه تسترا. (مراقي الفلاح ۳۳۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۸/۹ھ

حدث پیش آنے کے بعد اگر ستر کھل جائے تو بناء کا کیا حکم ہے؟

سوال (۸۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نور الایضاح میں مصنفؒ کی تصریح کے مطابق راجح اقوال بیان کئے گئے ہیں، اگر صاحبِ درمختار اور علامہ شامیؒ اس کے مقابل قول کو ترجیح دیں تو کس کی ترجیح معتبر ہوگی؟

مثلاً نور الایضاح میں مفسداتِ صلوٰۃ میں ہے کہ حدث پیش آنے کے بعد ستر کھل جائے تو بناء کی گنجائش نہیں رہتی، خواہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو، جیسے عورت وضو میں کلائی کھولنے پر مجبور ہے۔

وظهور عورة من سبقه الحدث ولو اضطر إليه لكشف المرأة ذراعها للوضوء الخ. (نور الإيضاح ۸۴)

اس کے برخلاف درمختار باب الاستخلاف میں ہے کہ ستر کھولنے پر مجبور ہے تو بناء جائز ہے۔

أو كشف عورته في الاستنجاء أو المرأة ذراعها للوضوء إذا لم يضطر إليه فلو أضطر لم تفسد. (الدر المختار مع الشامي ۲/ ۸۷ كراچی، ۲/ ۳۵۸ زكريا)

علامہ شامی بھی قاضی خاں کے حوالہ سے اسی کو ترجیح دیتے ہیں:

قال في الخانية: قال الإمام أبو علي النسفي: إن لم يجد بداً من ذٰلک لم

تفسد صلاته، وإلا بأن تمكن من الاستنجاء وغسل النجاسة تحت القميص فسدت، وكذا المرأة لها أن تكشف عورتها وأعضاء ها في الوضوء إذا لم تجد بدا من ذٰلک، وقال بعضهم: إذا كشف عورته في الوضوء لا يبني، وكذا المرأة والصحيح هو الأول؛ لأن جواز البناء للمرأة منصوص عليه مع أنها تكشف عورتها في الوضوء ظاهراً، قال نوح أفندي: وصحَّح الزيلعي الثاني: والاعتماد على تصحيح قاضي خان أولى؛ ولهٰذا اختاره المصنف: صاحب الدرر لكن في الفتح عن الزيلعي أن الفساد مطلقاً ظاهر المذهب. (شامي ۳۵۸/۲ زكريا)

لیکن علامہ شامیؒ نے آخر میں ''فتح القدیر'' سے یہ بات نقل کی ہے کہ علامہ زیلعیؒ نے مطلق فساد کو ظاہر مذہب بتایا ہے، جس سے ''نورالایضاح'' کی بات راجح معلوم ہوتی ہے، بہرکیف اس مسئلہ میں طریقہ ترجیح وضاحت سے سمجھائیں، عظیم کرم واحسان ہوگا۔

(۲) ان جیسے مسائل میں ترجیح کے لئے جو اصول وہدایات مفید ہوں تحریر فرمائیں، نیز اس کے لئے جن کتابوں کا مطالعہ نفع بخش ہو ان کی طرف رہنمائی فرمائیں۔

(۳) درمختار احقر سے متعلق ہونے کی بنا پر شامی کا مطالعہ پابندی سے بفضلہٖ تعالیٰ جاری ہے، اس لئے اس بارے میں بھی اپنے تجربات کی روشنی میں نصائح عالیہ غالیہ سے نوازیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) زیر بحث مسئلہ میں قاضی خاں کا نقل کردہ قول درایۃً راجح ہے، اس لئے اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، اور ظاہر مذہب کو چھوڑ دیا جائے گا، یعنی بناء کرنے والی عورت جب وضو کے لئے اپنا عضو مجبوراً کھولے گی تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسا کہ آپ کی نقل کردہ شامی کی عبارت سے واضح ہے۔

(۲) اس طرح کی صورت حال میں ترجیح کے اُصول کی بحثیں ''فتویٰ نویسی کے رہنما اصول'' میں جمع کردی گئی ہیں، اُن کا گہرائی سے مطالعہ کرنا چاہئے۔

(۴) درمختار بہت دقیق کتاب ہے، اس کے حل کے لئے شامی کا مطالعہ ضروری ہے۔

أو كـــان ظـــاهــر الــرواية ولــم

يــرجــحوا خــلاف ذاک فــاعــلم

إن الـواجـب عـلـى مـن أراد أن يـعـمـل لنفسه أو يفتي غيره أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه. (شرح عقود رسم المفتي ٢٥، فتوی نویسی کے رہنما اصول ٥٤)

فـإن قاضي خان من أهل التصحيح والترجيح. (شامي ٧/ ٥٥٠ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عورت کا تیسری رکعت پر وضو ٹوٹ گیا؟

سوال (۸۱۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فرض نماز کی تیسری رکعت میں اگر کسی عورت کا وضو ٹوٹ جائے، تو کیا وہ چوتھی رکعت پوری کرے گی یا اس کی نماز ٹوٹ جائے گی؟ اب وہ پہلے وضو کرے اور پھر پوری چار رکعت نماز پڑھے، کس طرح نماز پوری کرے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو نماز فاسد ہوجاتی ہے، اب دو ہی شکلیں ہیں: یا تو وضو کر کے از سر نو نماز پڑھے، یا وضو ٹوٹتے ہی بناء کی نیت سے وضو کرنے چلی جائے، اور راستہ میں کسی سے بات چیت نہ کرے، اور وضو کر کے واپس آ کر بقیہ نماز پوری کرلے؛ لیکن بہرحال از سر نو نماز پڑھنا افضل ہے۔

عـن عـلـي بن أبي طلق رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا فسا أحدكم في الصلاة فلينصرف فليتوضأ وليعد صلاته. (سنن أبي داؤد ١/ ١٤٤ رقم: ١٠٠٥)

والحدث عمدا أي لايسبقه؛ لأنه به يبني. (مراقي الفلاح ۱۸۰ كراچی، ۳۲۹ المكتبة الأشرفية ديوبند، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲۳۹/۲ رقم: ۲۲۸۵ زكريا)

رجل دخل في الصلاة ثم أحدث حدثا من بول أو ريح لا يتعمد له فيتوضأ ويبني على صلاته إن لم يتكلم جاز عندنا استحسانا، وفي القياس يستقبل الصلاة. (الفتاوى التاتارخانية ۳٥۸/۲ رقم: ۲٦٥۸ زكريا)

فبطل الصلاة إذا طرأ على المصلي ناقض الوضوء. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل ١٧٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۳/۱۰/۷ھ

دوبارہ پڑھی جانے والی نماز میں نئے آدمی کا شریک ہونا؟

سوال (۸۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید امامت کرتا ہے، اگر نماز میں کوئی مفسد نماز غلطی ہوگئی، جس کی بنا پر اس نماز کو دوبارہ پڑھا جارہا ہے، تو اب کیا زید کی اقتداء کوئی دوسرا شخص جو پہلی نماز میں شریک نہیں تھا، کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر دوسرے شخص نے دوبارہ پڑھی جانے والی نماز میں اقتداء کرلی، تو اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر یہ مسئلہ مختلف فیہ ہو تو اس کو بھی ذکر فرمادیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، صحت اور عدم صحت دونوں قول ہیں، تطبیق کی شکل یہ ہے کہ اگر بعد میں آنے والے کو یہ پتہ ہو کہ یہ نماز دہرائی جارہی ہے، تو اس کے لئے نماز میں شرکت صحیح نہیں ہے، اور جسے پہلے سے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ صلوٰۃ معادہ ہے، تو اس کے لئے شرکت درست ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۳۵۲/۳)

والمختار المعادة لترک الواجب نفل جابر والفرض سقط بالأولى؛ لأن

الفرض لايتكرر. (حاشية الطحطاوي على المراقي ٢٢٨ أشرفي)

ومن المشايخ من قال: يلزمه أن يعيد ويكون الفرض هو الثاني، والمختار أن الفرض هو الأول، والثاني جبر للخلل الواقع فيه بترك الواجب، قال ابن الهمام: لا إشكال في وجوب الإعادة؛ إذ هو الحكم في كل صلاة أديت مع كراهة التحريم ويكون جابراً للأول؛ لأن الفرض لا يتكرر و جعله الثاني يقتضي عدم سقوطه بالأول الخ. (حلبي كبير ٢٩٤ لاهور، شامي ١٤٨/٢)

ويؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعريفها بما مر أنه ينوي بالثانية الفرض؛ لأن ما فعل أولاً هو الفرض فإعادته فعله ثانياً؛ أما على القول بأن الفرض يسقط بالثانية فظاهر، وأما على القول الأخر فلأن المقصود من تكريرها ثانياً جبر نقصان الأولىٰ، فالأولىٰ فرض ناقص، والثانية فرض كامل مثل الأولىٰ ذاتاً مع زيادة وصف الكمال، ولو كانت الثانية نفلاً لزم أن تجب القراءة في ركعتها الأربع، وأن لا تشرع الجماعة فيها ولم يذكروه. (شامي / باب قضاء الفوائت، مطلب: في تعريف الإعادة ٥٢٢/٢ زكريا، تقريرات الرافعي ٥٧/٢، حاشية الطحطاوي علي مراقي للفلاح ٢٢٨، حلبي كبير ٢٩٤، احسن الفتاوى ٣٤١/٣، امداد الفتاوى ٥٤٦/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۳/۶ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دوبارہ پڑھی جانے والی نماز میں اصل سمجھ کر شریک ہونے والے کی نماز کا حکم

سوال (۸۱۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نے نماز پڑھائی؛ لیکن کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی، جس کی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا گیا، اس اعادہ کی جانے والی نماز میں ایک دوسرا شخص شریک ہوا، جو پہلے پڑھی گئی نماز میں

شریک نہیں تھا،تو بعد میں شریک ہونے والے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ نماز فرض شمار کی جائے گی یا نفل؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جونماز ترکِ واجب کی وجہ سے دہرائی جارہی ہے، اس کی حیثیت کے بارے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں،بعض جزئیات سے دوسری نماز کا اصل ہونا معلوم ہوتا ہے،جب کہ بعض اقوال میں اس نماز کو جابر نقصان قرار دیتے ہوئے اصل فرضیت سے خارج مانا گیا ہے، اوراس کا اعتبار کرتے ہوئے نئے نمازی کے لئے اس دوسری نماز میں شرکت سے منع کیا جاتا ہے؛ تاہم اس بارے میں قولِ فیصل یہ ہے کہ اگر نئے آنے والے نمازی کو پہلے سے یہ علم ہوجائے کہ یہ دہرائی جانے والی نماز پڑھی جارہی ہے،تو اس کے لئے اس نماز میں شامل ہونا فریضہ وقت کو ساقط نہیں کرے گا؛ لیکن اگر پہلے سے یہ علم نہیں ہے کہ یہ دہرائی جانے والی نماز ہے اور وہ فرض کی نیت سے اس میں شامل ہوگیا،تو اس کے ذمہ سے فریضہ ساقط ہوجائے گا،اور اسے دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تفصیل احسن الفتاوی اور امداد الفتاوی وغیرہ میں موجود ہے۔ (تحقیق: رسالہ نیل السعادۃ بالاقتدار فی الصلوٰۃ المعادۃ، بحوالہ احسن الفتاوی ۳/۳۴۱-۳۵۲، امداد الفتاوی ۱/۵۴۶، فتاوی محمودیہ جدید ۶/۴۴۹)

والمختار المعادة لترك الواجب نفل جابر والفرض سقط بالأولى؛ لأن الفرض لايتكرر. (حاشية الطحطاوي على المراقي ٢٢٨ أشرفي)

ومن المشايخ من قال: يلزمه أن يعيد ويكون الفرض هو الثاني، والمختار أن الفرض هو الأول، والثاني جبر للخلل الواقع فيه بترك الواجب. قال ابن الهمام: لا إشكال في وجوب الإعادة؛ إذ هو الحكم في كل صلاة أديت مع كراهة التحريم ويكون جابراً للأول؛ لأن الفرض لايتكرر وجعله الثاني يقتضي عدم سقوطه بالأول الخ. (حلبي كبير ٢٩٤ لاهور، شامي ١٤٨/٢، أحسن الفتاویٰ ٣٤١/٣،

امداد الفتاوی ۱/ ٥٤٦) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۳۰ /۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا واجب الاعادہ نماز کا اعادہ وقت نکلنے کے بعد ضروری ہے؟

سوال (۸۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید سے کسی فرض نماز یا واجب نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا، اور سجدۂ سہو کو ادا نہیں کیا اور اس نماز کا وقتِ ادا نکل گیا، تو اب وہ واجب الاعادہ نماز جو سجدۂ سہو نہ کرنے کی وجہ سے واجب ہوئی تھی، اس نماز کو وقت کے گذرنے کے بعد لوٹایا جائے گا یا نہیں؟ اگر لوٹایا جائے گا تو وہ کونسی صورت ہے؟ اگر نہ لوٹایا جائے گا تو کونسی صورت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: راجح قول کے مطابق واجب الاعادہ نماز کا اعادہ مطلقاً واجب ہے، خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت نکلنے کے بعد، احتیاط بھی اسی میں ہے۔

قال الشامي بحثاً: وقد علمت أیضاً ترجیح القول بالوجوب فیکون المرجح وجوب الإعادۃ في الوقت وبعدہ. (شامي ٢/ ٦٥ کراچی، شامي ٢/ ١٤٧ ٣/ ٥٣ زکریا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲/۵/ ۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعتِ ثانیہ سے متعلق مسائل

خیر القرون میں جماعتِ ثانیہ کی مثال

سوال (۸۱۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: خیر القرون سے جماعتِ ثانیہ کی کوئی مثال ملتی ہے یا نہیں؟ بالفرض اگر ملتی ہے تو کس جگہ جماعت دوبارہ کرنا ثابت ہوتا ہے؟ فناء مسجد میں یا گھر میں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ انصار کے درمیان صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے، اور اس وقت واپس ہوئے جب مسجدِ نبوی میں نماز ہو چکی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کر کے نماز پڑھائی۔

عن أبي بكرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أقبل من نواحي المدينة يريد الصلاة، فوجد الناس قد صلوا، فمال إلى منزله فجمع أهله فصلى بهم. (رواه الطبراني في الأوسط ٢٨٤/٣ رقم: ٤٦٠١، مجمع الزوائد ٤٥/٢ بحواله: هامش الفتاوى التارتارخانية ١٥٥/٢ رقم: ٢٠١٢ زكريا، كذا في إعلاء السنن ٢٦٦/٤ بيروت)

اس واقعہ سے دلالۃً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مقیم حضرات کے لئے مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا حکم نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر یہ بات جائز ہوتی تو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجدِ نبوی کو چھوڑ کر اپنے دولت خانہ میں جماعت نہ فرماتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳؍۳؍۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعتِ ثانیہ کی شرعی فقہی حیثیت کیا ہے؟

سوال (۸۲۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعتِ ثانیہ عادۃً کی شرعی فقہی حیثیت کیا ہے؟ مکروہِ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اس کو بدعت کہنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعتِ ثانیہ کی بلا عذر عادت بنا لینا اور مسجد کی جماعت کو چھوڑ دینا گناہ ہے۔ ظاہر الروایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر کسی عذر کے محلّہ کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ کرنا مطلقاً مکروہ ہے؛ البتہ اگر بغیر اذان واقامت کے ہیئت بدل کر دوسری جماعت کریں گے تو مکروہ تنزیہی ہوگی، اور اگر اصل جماعت کی جگہ یعنی مسجد کے محراب میں اَذان واِقامت کے ساتھ کریں گے تو مکروہِ تحریمی ہوگی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۶/۴۳۵ ڈابھیل، المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ ۲/۷۲)

اس لئے بہتر یہ ہے کہ جماعت کے بعد جو لوگ مسجد پہنچیں وہ یا تو مسجد کی حدود سے الگ جماعت بنا کر نماز پڑھیں یا پھر انفرادی طور پر علیحدہ علیحدہ نماز ادا کریں۔

قال الشافعي: وإنا قد حفظنا أن قد فاتت رجالا معه – صلى الله عليه وسلم – الصلاة، فصلوا بعلمه منفردين وقد كانوا قادرين على أن يجمعوا، وإن قد فاتت الصلاة في الجماعة قوماً فجاؤوا المسجد، فصلى كل واحد منهم منفرداً. وقد كانوا قادرين على أن يجمعوا في المسجد ...... الخ. ذكره الشافعيؒ في "الأم" (۱۳٦/۱) تعليقاً، وجزم به، فلا بد أن يكون حجة، وقال: وإنما كرهت ذٰلک لهم – أي تكرار الجماعة في المسجد – لأنه ليس مما فعل السلف قبلنا؛ بل قد عابه بعضهم. قال العلامة التهانويؒ: فيه دلالة صريحة على أن الصحابة إذا فاتتهم الجماعة كانوا يصلون فرادىٰ من غير أن يجمعوا الصلاة

ثـانية، وقـولـه: قـد عـابه بعضهم: يدل على كراهة الجماعة الثانية عند السلف، والـمـراد بالسلف في كلام المجتهدين هم الصحابة والتابعون رضي اللّٰه عنهم. (إعلاء السنن ٢٦٥/٤ بيروت)

عـن أبـي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى لا تكره، وإلا تـكـره، وهـو الصحح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا في البزازية انتهـىٰ، وفي التاتارخانية عن الولوالجية؛ وبه نأخذ. (شامي ٥٥٣/١ كراچی، حلبي كبير ٦١٥، بزازية ٥٦/٤)

ولـو دخـل جـمـاعة الـمـسـجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحدانًا وهو ظاهر الرواية. (شامي ٥٥٣/١ كراچی)

وإذا دخـل الـقـوم مسـجـداً وصـلى فيه أهله كرهت لهم أن يصلوا جماعة بأذان وإقامة، ولكنهم يصلون وحدانا بغير أذان ولا إقامة. (المبسوط للسرخسي ١٣٥/١)

قـد صـلـى فيـه أهـلـه فـإنـه يـصلي بغير أذان وإقامة؛ لأن تكرار الجماعة تـقـلـيـلهـا، وهٰـذا روي عـن أصـحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أنهم إذا فاتتهم الجماعة صلوا وحدانا. (حـاشية مـنحة الخالق على البحر الرائق للعلامة الشامية ٦٠٥/١ رشيدية، هندية ٨٣/١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

جماعتِ ثانیہ کن شرطوں کے ساتھ جائز ہے؟

سوال (۸۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں ایک مرتبہ باجماعت نماز ہو جانے کے بعد دوبارہ جماعت کرنا کن شرطوں کے ساتھ جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جاننا چاہئے کہ تکرار جماعت مکروہ ہونے کی اصل علت تقلیل جماعت ہے؛ لہٰذا جن صورتوں میں مسجد کی اصل جماعت کی تقلیل لازم آتی ہو، ان میں تکرار کو مکروہ قرار دیا جائے گا، اور جن صورتوں میں مسجد کی اصل جماعت میں تقلیل لازم نہ آتی ہو، اُن میں تکرار اصولاً مکروہ نہ ہوگا۔

اسی بنیاد پر فقہاء نے غیر اہلِ محلّہ کی طرف سے وقت سے پہلے جماعت سے پڑھی گئی جماعت کے بعد مقررہ جماعت کرنے کو مکروہ نہیں کہا ہے۔

اسی طرح ایسی مسجد جہاں امام اور نمازی متعین نہ ہو، ان میں بھی تکرار جماعت کی اجازت ہے، اسی سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مسافر لوگ راہ چلتے ہوئے کسی مسجد میں جماعت الگ کرلیں، تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہونا چاہئے؛ کیوں کہ مسافروں کے جماعت کرنے سے اصل جماعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

عن عبد الرحمن بن المجبر قال: دخلت مع سالم بن عبد اللّٰہ مسجد الجمعة، وقد فرغوا من الصلاة، فقالوا: ألا تجمع الصلاة؟ فقال سالم: لا تجمع صلاة واحدة في مسجد واحد مرتين. قال ابن وهب: وأخبرني رجال من أهل العلم عن ابن شهاب ويحییٰ بن سعيد وربيعة والليث مثله، كذا في المدونة الكبرىٰ لمالک ورجاله كلهم ثقات. (إعلاء السنن ٤/٢٦٢ رقم: ١٢٦٠ دار الكتب العلمية بيروت)

يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة، إلا إذا صلى بهما أولا غير أهله أو أهله، لكن بمخافتة الأذان، ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعا كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجًا فوجًا، فإن الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان وإقامة على حدة. (شامي، باب الإمامة / مطلب: في تكرار الجماعة في المسجد ٢/٢٨٨ زكريا، البحر الرائق ١/٤٢٦ كوئٹه)

المستفاد: وإذا علموا أنها لا تفوتهم الجماعة فيتأخرون فتقل الجماعة، وتقليل الجماعة مكروه بخلاف المساجد التي على قوارع الطريق؛ لأنها ليست لها أهل معروفون فأداء الجماعة فيها مرة بعد أخرىٰ، لا يؤدي إلى تقليل الجماعة. (بدائع الصنائع ۱/۳۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۲۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

محلّہ کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا کیا حکم ہے؟

سوال (۸۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: محلّہ کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محلّہ کی مسجد میں اہلِ محلّہ کے لئے جماعتِ ثانیہ سخت مکروہ ہے؛ کیوں کہ اس سے تقلیلِ جماعت لازم آتی ہے۔

ويكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة. (شامي ۲/۲۹۲ زكريا، البحر الرائق ۱/۳٤٦، هندية ۱/۸۳، منحة الخالق ۱/۳٤٥)

قال في ”كنز العمال“ نقلا عن ”الكافي“: لا يجوز تكرار الجماعة، وفي الجامع الصغير: رجل دخل مسجداً قد صلى فيه أهله، فإنه يصلي بغير أذان وإقامة؛ لأن في تكرار الجماعة تقليلها بأن كل واحد لا يخاف فوت الجماعة، فيكون مكروهاً كذا في ”القطوف الدانية“ لشيخنا المحدث الكنكوهي ص:۱۳، وإنما اختصت الكراهة بمسجد المحلة لانعدام علتها في مسجد الشارع، والعراق، ونحوهما، فإن الناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون فريق، وهٰذا هو مذهب أبي حنيفة وإليه ذهب مالك والشافعي كما في ”رحمة

الأمة. (ص: ٢٤) (إعلاء السنن ٤/ ٢٦١ بيروت)

وفي الحديث أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان خرج ليصلح بين قوم فعاد إلى المسجد وقد صلى أهل المسجد فرجع إلى منزله فجمع أهله وصلى. (مسند أحمد ٥/ ٢٥٤-٢٦٩، سنن ابن ماجة رقم: ٣١٢، السنن الكبرىٰ للبيهقي ٧٩/١، المستدرك للحاكم ٤/ ٣٣٤، مجمع الزوائد ٢/ ٤٥) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مسجد میں بیک وقت دو جماعت کرنا؟

سوال (۸۲۳):- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک ہی مسجد میں بیک وقت ایک ہی فرض نماز کی بیچے دو جماعتیں جائز ہیں یا نہیں؟ حرام ہے یا مکروہِ تنزیہی یا تحریمی؟ اور جو شخص جماعتِ ثانیہ کرنے پر مصر ہو جب کہ اس کے مقتدی صرف دو ہوں، باقی مقتدیوں کی تعداد بیچے امام کے ساتھ ہو، تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مقتدیوں کی ناراضگی کے باوجود امامت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مسجد میں بیک وقت دو جماعتیں مکروہِ تحریمی ہیں، اور مسئولہ صورت میں جماعتِ ثانیہ پر اصرار کرنے والا شخص خلافِ شریعت عمل کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا، اور جس امام سے کسی معقول اور معتبر وجہ کی بنیاد پر مقتدی ناراض ہوں، ایسے امام کی مذمت احادیث میں وارد ہے۔

عن سالم بن عبد اللّٰه قال: لا تجمع صلاة واحدة في مسجد واحد مرتين. (المدونة الكبرىٰ ٨٩/١ بحواله: إعلاء السنن ٤/ ٢٦٢ دار الكتب العلمية بيروت)

عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة:

رجل أم قوما وهم له كارهون …… الخ. (سنن الترمذي ٨٢/١)

قال الشارح: لأمر مذموم في الشرع …… قال ابن الملک کارهون: لبدعته أو فسقه أو جهله. (تحفة الأحوذي ٢٨٨/٢)

ومقتضى هٰذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولو بدون أذان. (شامي ٥٥١/١ کراچی، شامي ٢٨٩/٢ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۱۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد یا فناء مسجد میں جماعتِ ثانیہ کرنا؟

سوال (۸۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی عادت بوجہِ کسل وغفلت بلاعذر جماعتِ ثانیہ کی بن گئی ہے، اور نماز فجر اکثر وبیشتر جماعت سے نہیں پڑھتا، اور خارجِ مسجد فناءِ مسجد میں جماعتِ ثانیہ کر کے یہ سمجھتا ہے کہ جماعتِ ثانیہ سے جماعتِ اولیٰ کے اجر وثواب کا تدارک ومکافات ہوجائے گی، اور افضل اور بہتر یہ ہے کہ بجائے فرداً فرداً پڑھنے کے جماعتِ ثانیہ کرلی جائے، حالاں کہ زید مقتداء دین حق ہے، جس کا عمل لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ تو مذکورہ بالا تفصیل سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا عادۃً بلاعذر جماعتِ ثانیہ کرنا خواہ غیر مسجد میں ہو اور اس کا تدارک ومکافات کا خیال شرعاً کیسا ہے؟ جائز مع الکراہت ہے یا بلا کراہت، یا مطلقاً ناجائز؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسجد یا فناءِ مسجد میں جماعتِ ثانیہ کرنا مکروہ ہے، اور اس کے علاوہ دوسری جگہ کبھی کبھار جماعتِ ثانیہ کرنا درست ہے۔

لأن التكرار يؤدي إلى تقليل الجماعة؛ لأن الناس إذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة فيستعجلون فتكثر الجماعة، وإذا علموا أنها لا تفوتهم يتأخرون، فتقل

الجماعة، وتقليل الجماعة مكروه. (بدائع الصنائع ۱۵۳/۱ کراچی، ۳۸۰/۱ زکریا)

يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة. (شامي ۲۹۲/۲ زکریا، البحر الرائق ۳٤٦/۱، هندية ۸۳/۱، منحة الخالق ۳٤٥/۱، کتاب المسائل ٤۲۰/۱)

قال الشافعي: وإنا قد حفظنا أن قد فاتت رجالا معه – صلى اللّٰه عليه وسلم – الصلاة، فصلوا بعلمه منفردين وقد كانوا قادرين على أن يجمعوا، وإن قد فاتت الصلاة في الجماعة قوماً فجاؤوا المسجد، فصلى كل واحد منهم منفرداً. وقد كانوا قادرين على أن يجمعوا في المسجد ...... الخ. ذكره الشافعيؒ في ''الأم'' (۱۳٦/۱) تعليقاً، وجزم به، فلا بد أن يكون حجة، وبهٰذا ظهر أن ما حكاه في رد المحتار عن أنس رضي اللّٰه عنه أن أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كانوا إذا فاتتهم الجماعة في المسجد صلوا في المسجد فرادىٰ، به أصل. (إعلاء السنن ۲٦٥/٤ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

مسجد سے متصل خارجی حصہ میں جماعتِ ثانیہ کرنا؟

سوال (۸۲۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا جماعت ہوجانے کے بعد مسجد سے متصل خارجی حصہ میں دوسری جماعت بنانا مکروہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہل محلّہ اگر مسجد سے متصل خارجی حصہ میں روزانہ جماعت کا معمول بنائیں گے، تو اس سے اصل جماعت میں یقیناً فرق پڑنے لگے گا، اس لئے خارجی حصہ میں تکرار جماعت کا معمول بنانا جائز نہیں؛ البتہ اتفاقاً اگر کبھی کسی ضرورت سے وہاں جماعت کرلی جائے تو منع نہیں۔ (حاشیہ امداد الفتاوی ۳۷۴/۱)

لأن التكرار يؤدي إلى تقليل الجماعة؛ لأن الناس إذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة فيستعجلون فتكثر الجماعة، وإذا علموا أنها لا تفوتهم يتأخرون، فتقل الجماعة، وتقليل الجماعة مكروه. (بدائع الصنائع ١٥٣/١ کراچی، ٣٨٠/١ زکریا)

وفناء المسجد له حكم المسجد حتى لو اقتدى بالإمام منه يصح، اقتدائه، وإن لم تتصل الصفوف ولا المسجد ملآن، وينبغي أن يختص بهٰذا الحكم دون حرمة المرور الجنب ونحوه. (حلبي كبير ٦١٤/١ لاهور) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۱/۵/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جس مسجد میں امام ومؤذن متعین ہوں اس میں جماعتِ ثانیہ کرنا

سوال (٨٢٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں پنج گانہ نماز جماعت کے ساتھ اَدا ہوتی ہے اور اِمام بھی مقرر ہے، کیا ایسی مسجد میں جماعتِ ثانیہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور مسجد سے علیحدہ کہیں جماعتِ ثانیہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی مسئلہ مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا ہو، تو جواب تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر رہوں، تو ایسی مسجد میں جماعتِ ثانیہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے، اور جس مسجد میں امام ومؤذن مقرر نہیں ہیں تو اس میں محراب سے ہٹ کر جماعتِ ثانیہ کرنے کی گنجائش ہے۔

اور وہ جگہ جو مسجد سے خارج ہو مگر مسجد کے متعلقات سے مثلاً وضوخانہ، حوض، جوتے نکالنے کی جگہ وہاں دوبارہ جماعت کرنا جائز ہے، جب کہ احیاناً ہو عادتاً نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۲۷۴، فتاویٰ دار العلوم ۳/۵۲)

ویکره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق أو مسجد لا إمام له ولا مؤذن. (درمختار مع الشامي ٥٥٢/١ کراچی، شامي ٢٨٨/٢ زکریا، هکذا

في البحر ١/ ٣٤٦، هندية ١/ ٨٣، امداد الفتاویٰ ١/ ٣٦٤، فتاویٰ دارالعلوم ٣/ ٤٦، کفایت المفتی ٣/ ٩٢)

وعن أبي يوسف: إذا لم تكن على الهيئة الأولىٰ لا تكره وإلا تكره، وهو الصحيح. (شامي ٢/ ٢٨٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۶/۱۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تحتانی مسجد کی جماعت کو چھوڑ کر فوقانی حصہ پر الگ سے جماعت بنانا؟

سوال (۸۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: گاؤں میں ایک قدیم مسجد تھی جس کے تین حصے تھے، اندرونی مسجد، برآمدہ اور صحن، صحن میں جگہ کے کم ہونے کی وجہ سے گاؤں والوں نے مل کر مشورہ کیا کہ مسجد کو وسیع کر کے بنایا جائے، یعنی مسجد کو پہلے شہید کیا جائے اور کچھ اونچی کر کے بنایا جائے؛ لیکن تعمیر کی صورتِ حال یہ ہوئی کہ مولانا الحاج شاہ عبدالرحیم مجاز حضرت شیخ الحدیثؒ نے مسجد سے ایک طرف اینٹ رکھوادی اور ان سے کہا بھی تھا کہ مسجد کو شہید کر کے بنانا ہے، مگر پرانی مسجد کے اندر والے حصہ کو مٹی پتھر اینٹ وغیرہ سے پاٹ دیا گیا، برآمدہ اور صحن کو جوں کا توں باقی رکھا اور اس کے اوپر مسجد بنادی گئی، کچھ وقت تک سب حضرات اوپر ہی نماز پڑھتے رہے؛ لیکن اتفاق سے حضرت مذکور تشریف لائے اور انہوں نے صورتِ حال دیکھی کہ مسجد کا نیچے والا حصہ ابھی باقی ہے اور اوپر مسجد بنائی ہے، اور اوپر ہی نماز پڑھتے ہیں، اس طرح نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ حضرت والا نے فرمایا کہ اس بارے میں معلومات کرلو، چناں چہ اس وقت سے کچھ حضرات نے معلومات شروع کردی، احقر چوں کہ دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا، جس کی وجہ سے میں نے بھی تحقیقات کیں اور کچھ حضرات تشریف بھی لائے اور معائنہ وغیرہ کر کے سب شریعت کے مطابق بتایا۔

حضرت مفتی مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ بھی تشریف لائے، انہوں نے بھی بتایا؛ لیکن کچھ حضرات بضد ہو گئے کہ ہم اوپر ہی نماز پڑھیں گے، اس کے بعد اندر والا حصہ جس کو پاٹ دیا گیا تھا،

اس کو بھی کھول دیا اور جس طرح سے مسجد قدیم وقت سے تھی اسی طرح ہوگئی۔ اب ایک فریق اوپر نماز پڑھتا ہے اور دوسرا فریق نیچے، کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ نیچے نماز نہیں ہوتی اوپر ہوتی ہے، کچھ اس کے برعکس کہتے ہیں، جو حضرات نیچے نماز پڑھتے ہیں وہ حضرات یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری نماز میں کوئی فرق تو نہیں آرہا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو لوگ مسجد کے نیچے قدیم حصہ میں نماز پڑھتے ہیں اُن کی نماز بلا کراہت درست ہے اور جو لوگ نیچے نماز ہونے کے باوجود اوپر پڑھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، اس طرح ان کا اوپر اپنی الگ جماعت کرنا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے، انہیں بھی اور لوگوں کے ساتھ نیچے ہی نماز پڑھنی چاہئے۔

ویکره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة. (الدر المختار علی هامش الشامي ۱/ ۵۵۲ کراچی، درمختار ۲/ ۲۸۸ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۲/۴/۳۰ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کی جماعت کے بعد آنے والوں کا مسجد کی چھت یا احاطہ میں جماعت کرنا

سوال (۸۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد کی جماعت ہو چکی ہے، بعد میں آنے والے حضرات کامل کر مسجد یا احاطہ مسجد میں چھت وغیرہ پر اپنی دوسری جماعت کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی عادت بنالینا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر محلّہ والوں نے وقتِ مقررہ پر جماعت کرلی ہے، تو بعد میں آنے والوں کو ایسی مسجد میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے، اور اس طرح تکرار جماعت کی

عادت بنالینا اَشد درجہ کراہت ہے، اوراس کا ترک لازم ہے؛ البتہ دورانِ سفر اگر مسافر حضرات ایسے وقت میں مسجد پہنچے کہ جماعت ہوچکی تھی تو ان کے لئے دوبارہ جماعت کرنے کی اجازت ہے۔

ویکره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق. (شامي ٢٨٨/٢ زكريا)

روى البخاري تعليقاً: جاء أنس رضي الله عنه إلى مسجد قد صلى فيه فأذّن وأقام وصلى جماعة. (صحيح البخاري ٨٩/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۱/۱۱/ ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بازار کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ؟

سوال (۸۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بازار کی مسجدوں میں لوگوں کی آمد ورفت زیادہ ہوتی ہے، کیا دوبارہ اورسہ بارہ جماعت سے نماز ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اوراگر ہے تو کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بازار کی مساجد جن میں جماعت کا وقت مقرر ہو اور امام ومقتدی حضرات بھی متعین ہوں، تو ان میں جماعتِ ثانیہ ہیئت اولیٰ کے ساتھ مکروہ ہے، اور جن مساجد میں نہ تو جماعت کا وقت مقرر ہے اور نہ امام ومقتدی متعین ہیں؛ بلکہ جو بھی آتا ہے وہ اپنی نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے، تو ان میں متعدد جماعتیں کرنا مکروہ نہیں ہے۔

مسجد ليس له مؤذن وإمام معلوم يصلي فيه الناس فوجاً فوجاً بجماعة، الأفضل أن يصلي فيه كل فريق بأذان وإقامة على حدة. (شامي ٥٥٣/١ كراچي، شامي ٢٨٨/٢ زكريا، البحر الرائق ٣٤٦/١، خانية ٦٩/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۵/ ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

بازار یا اسٹیشن کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا حکم

سوال (۸۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بازار یا اسٹیشن کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا جواز مطلق ہے یا اس میں کچھ شرائط ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بازار یا اسٹیشن کی مسجد میں اگر با قاعدہ امام اور نمازی مقرر نہ ہوں، تو وہاں جماعتِ ثانیہ مطلقاً جائز ہے، اور اگر با قاعدہ امام اور نمازی مقرر ہوں، تو اس کے آس پاس رہنے والوں کے لئے جماعتِ ثانیہ مطلقا مکروہ ہے؛ لیکن جو مسافر وہاں آتے جاتے ہیں ان کے لئے تکرارِ جماعت مکروہ نہیں ہے۔

ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز إجماعاً كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجًا فوجًا بجماعة الأفضل أن يصلي فيه كل فريق بأذان وإقامة على حدة ...... وأما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون فريق، ومثله في البدائع وغيرها. (شامي ۲/۲۸۸-۲۸۹ زكريا)

وقال القدوري: لا بأس به في مسجد في قارعة الطريق. (البحر الرائق ۱/۳٤٦ كوئٹه)

بخلاف المساجد التي على قوارع الطريق؛ لإنها ليست لها أهل معروفون، فأداء الجماعة فيها مرة بعد أخرى لا يؤدي إلى تقليل الجماعات.

(بدائع الصنائع ۱/۱۵۳ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بازاری لوگوں کا مسجد میں باری باری جماعت کرنا؟

سوال (۸۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک جگہ ہفتہ میں دو مرتبہ بازار لگتا ہے اور چوں کہ مسلمانوں کی کثیر آبادی ہے؛ اس لئے

مسلمان عام طور پر عصر اور مغرب کی نماز ادا کرتے ہیں، اس میں جماعتِ ثانیہ ثالثہ رابعہ خامسہ، اسی طرح جتنی مرتبہ دل چاہئے جماعت کرنا کیسا ہے؟ اور جواب دیتے وقت صلوٰۃ خوف اور دیگر مصالح جو علماء بیان کرتے ہیں اس پر بھی نظر رہے۔ فتاوی دار العلوم، العرف الشذی، تقریر ترمذی اور دیگر فتاویٰ پر نظر فرماتے ہوئے حکم تحریر فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر نماز مسجد میں پڑھی جارہی ہے، اور اس مسجد کے امام اور مصلیان متعین ہیں، تو وہاں دوسری مرتبہ جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور اگر مسجد ایسی جگہ واقع ہے جہاں نہ تو امام متعین ہے اور نہ نمازی ہی متعین ہیں؛ بلکہ لوگ آتے ہیں اور خود جماعت کرکے چلے جاتے ہیں، تو وہاں متعدد جماعت کرنا جائز ہے، اسی طرح مسجد کے علاوہ کسی خاص جگہ یا مکان وغیرہ میں با جماعت متعدد مرتبہ پڑھی جاتی ہے، تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی دار العلوم ۳/۲۷)

ويكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة، ولو كرر أهله بدونهما، أو كان مسجد طريق جاز إجماعاً كما في مسجد ليس له إمام ولا مؤذن، ويصلي الناس فيه فوجاً فوجاً، فالأفضل أن يصلى كل فريق بأذان وإقامة على حدة ...... والمراد بمسجد المحلة ماله إمام وجماعة معلومون. (شامي ٢/٢٨٨ - ٢٩٢ زكريا، البحر الرائق ١/٣٤٦، خانية على الهندية ١/٦٩، هندية ١/٨٣، منحة الخالق ١/٣٤٥)

قال في ''كنز العمال'' نقلا عن ''الكافي'': لا يجوز تكرار الجماعة، وفي الجامع الصغير: رجل دخل مسجداً قد صلى فيه أهله، فإنه يصلي بغير أذان وإقامة؛ لأن في تكرار الجماعة تقليلها بأن كل واحد لا يخاف فوت الجماعة، فيكون مكروهاً كذا في ''القطوف الدانية'' لشيخنا المحدث النكنكوهي ص: ١٣، وإنما اختصت الكراهة بمسجد المحلة لانعدام علتها في مسجد

الشـارع، والـعراق، ونـحوهما، فإن الناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون فـريـق، وهٰذا هو مذهب أبي حنيفة وإليه ذهب مالک والشافعي كما في "رحمة الأمة. (ص: ٢٤) (إعلاء السنن ٢٦١/٤ بيروت)

بـخـلاف الـمسـاجـد التي عـلـى قـوارع الـطـريق؛ لإنها ليست لها أهل معروفون فأداء الجماعة فيها مرة بعد أخرى لايؤدي إلى تقليل الجماعات. (بدائع الصنائع ١٥٣/١ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۹/۲/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسافر حضرات کا محلّہ کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ کرنا؟

سوال (۸۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر چند مسافر لوگ کسی شہر میں پہنچے اور محلّہ کی مسجد میں جماعت ہوچکی ہے، تو ان حضرات کا اس مسجد کی شرعی حدود کے اندر باجماعت نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسافر حضرات محلّہ کی مسجد میں تداعی اور اَذان کے بغیر باجماعت نماز پڑھ لیں، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ان کے لئے مسجد کی حدود میں رہ کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

عـن الـجـعد أبي عثمان قال: مرّ بنا أنس بن مالک في مسجد بني ثعلبة، فـقـال: أصليتم؟ قال: قلنا: نعم، وذاک صلاة الصبح، فأمر رجلاً فأذن وأقام، ثم صـلـى بأصحابه. (مسـنـد أبـو يـعلى الموصلي / باب من فاتته صلاة أذن لكل صلاة ١١٨/١ المكتبة الشاملة، فتح الباري ١٦٧/٢ بيروت، السنن الكبرىٰ ٩٩/٣ رقم: ٥٠١٥)

قـال الـعـلامة ظـفر أحمد العثماني بعد نقل هٰذا الحديث: فهو يحتمل أن

یکون المسجد مسجد الطریق أو نحوه مما لا یکرهو التکرار فیه، ویرجّحُ هٰذا الاحتمال تکراره – رضي اللّٰه عنه – الأذان والإقامة الذي لا یجوزه من جوز تکرار الجماعة في مسجد المحلة. (إعلاء السنن ٢٦٢/٤ بیروت)

وروي عن محمدؒ أنه إنما یکره إذا کانت الثانیة علی سبیل التداعي والاجتماع. (بدائع الصنائع ٣٧٩/١)

وکره ترکها، أي الأذان والإقامة معاً لمسافر ولو منفردا وکذا ترکها لا ترکه لحضور الرفقة، بخلاف مصل ولو بجماعة، وعن أبي حنیفة: لو اکتفوا بأذان الناس أجزاهم، وقد أساؤوا فرق بین الواحد والجماعة في هٰذه الروایة. (شامي ٦٣/١ زکریا)

فإن صلی قوم من الغرباء بالجماعة فلأهل المسجد أن یصلوا بعدهم بجماعة بأذان وإقامة؛ لأن إقامة الجماعة في هٰذا المسجد حقهم. (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ٦٠٢/١ رشیدیة، الفقه الإسلامي وأدلته ١١٨٢/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۴/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عازمینِ سفر کا امام کے مصلیٰ پر اذان واقامت کہہ کر اول وقت جماعت کرنا؟

سوال (۸۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے یہاں ظہر کی جماعت دو بجے ہورہی ہے، چند ساتھیوں کی ایک جماعت سفر پر جارہی ہے، ڈیڑھ بجے گاڑی ہے، یہ جماعت مسجد میں آہستہ سے ایک بجے اذان پڑھ کر اور مسجد میں اسی مصلیٰ پر جہاں امام نماز پڑھاتا ہے، باقاعدہ اقامت سے جماعت کر کے ایک بجے اپنے سفر پر روانہ ہوگئی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ہمارے ساتھیوں کا یہ طریقہ درست ہوا؟ اور اس سے متعینہ مسجد

کی اذان واقامت اور جماعت پر کوئی اثر تو نہیں ہوگا؟ اگر آئندہ کوئی ایسی صورت پیش آئے، تو ایسا کر لینے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں نماز کے طے شدہ وقت سے پہلے محلّہ کے چندلوگوں کا مل کر اذان واقامت کے ساتھ امام کے مصلیٰ پر باجماعت نماز ادا کرنا مکروہ ہے، اور متعینہ وقت ہو جانے پر معمول کے مطابق جو نماز جماعت سے ادا کی جائے گی وہ بلاکراہت جائز اور درست ہوگی، اور آئندہ اگر اس طرح کی ضرورت پڑ جائے تو عازمین سفر اہل محلّہ کو مسجد کی حدود سے باہر جماعت کرنی چاہئے۔

ولو صلّی بعض أهل المسجد بإقامة وجماعة، ثم دخل المؤذن والإمام وبقية الجماعة، فالجماعة المستحب لهم والكراهة للأولیٰ. (هندية ١/ ٥٤، الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ١٥٦ رقم: ٢٠١٣ زكريا)

وفي المدونة: قلت لابن القاسم: أرأيت مسجداً له إمام راتب إن مر به قوم فجمعوا فيه صلوٰة من الصلوات للإمام أن يعيد تلك الصلوٰة فيه بجماعة؟ قال: نعم. (إعلاء السنن ٤/ ٢٦٢ كراچی)

فإن صلى فيه قوم من الغرباء بالجماعة، فلأهل المسجد أن يصلوا بعدهم بأذان وإقامة؛ لأن إقامة الجماعة في هٰذا المسجد حقهم. (منحة الحقائق على هامش البحر الرائق ١/ ٦٠٢، كذا في الدر المختار على الرد المحتار ١/ ٥٥٣ كراچی، الفقه الإسلامي وأدلته ٢/ ١١٨٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱/۳/۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عذر کی وجہ سے جماعتِ ثانیہ کرنا؟

سوال (۸۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بر بناء عذر مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا کیسا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کبھی کسی عذر کی بنا پر جماعتِ ثانیہ کرلی جائے تو جائز ہے؛ لیکن اس کی عادت بنالینا گناہ ہے۔

واختلف في كون الأمطار والثلوج والأوحال والبرد الشديد عذراً، وعن أبي حنيفةؒ إن اشتد التأذى يعذر، قال الحسن: أفادت هٰذه الرواية أن الجمعة والجماعة في ذٰلك سواء، ليس على ما ظنه البعض أن ذٰلك عذر في الجماعة؛ لأنها سنة لا في الجمعة؛ لأنها من أكد الفرائض. (شامي ۲/۲۹۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۳/۳/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بارش کی وجہ سے تکرارِ جماعت؟

سوال (۸۳۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بارش کی شدت کی وجہ سے مسجد میں تکرار جماعت کی گنجائش ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی اور جگہ دستیاب نہ ہو، تو بارش کی شدت کی وجہ سے ایک ہی مسجد میں تکرارِ جماعت کی گنجائش ہے۔

واختلف في كون الأمطار والثلوج والأوحال والبرد الشديد عذراً، وعن أبي حنيفةؒ إن اشتد التأذى يعذر، قال الحسن: أفادت هٰذه الرواية أن الجمعة والجماعة في ذٰلك سواء، ليس على ما ظنه البعض أن ذٰلك عذر في الجماعة؛ لأنها سنة لا في الجمعة؛ لأنها من أكد الفرائض. (شامي ۲/۲۹۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۲/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعتِ ثانیہ کے لئے اَذان وتکبیر کہنا؟

سوال (۸۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: دوسری مرتبہ جو جماعت کی جارہی ہے اس کے لئے اذان وتکبیر کہی جائے گی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوسری مرتبہ جو جماعت ادا کی جارہی ہے اس کے لئے اذان واقامت نہیں کہی جائے گی۔

عن ابن أبي ليلى: أنه سأله رجل قال: دخلت المسجد وقد صلّى أهله أ أؤذن؟ قال: قد كُفِيتَ ذلك. عن عبد الله بن يزيد قال: دخلت مع إبراهيم مسجد مُحارب فأمَّني ولم يؤذن ولم يقم. (المصنف لابن أبي شيبة ۱/۲ ۳٦-۳٦۲ رقم: ۲۳۱٦-۲۳۱۸)

وإن صلى فيه أهله بأذان وإقامة أو بعض أهله يكره لغير أهله وللباقين وأهله أن يعيدوا الأذان والإقامة. (بدائع الصنائع ۳۷۸/۱)

ويكره تكرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة. (الدر المختار / باب الإمامة ۵۵۲/۱ کراچی، كذا في بدائع الصنائع ۱۵۳/۱ کراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۲/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا فرائض کی طرح تراویح میں بھی تعددِ جماعت مکروہ ہے؟

سوال (۸۳۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں جماعتِ ثانیہ کے تعلق سے فقہاء جو احکامِ کراہت اور عدمِ کراہت بیان فرماتے ہیں، تو اس سے صرف مکتوبہ نمازیں مراد ہیں؟ یا تراویح وغیرہ کی جماعتِ ثانیہ بھی؟

رمضان میں کثرتِ حفاظ کی وجہ سے مساجد میں عموماً تراویح کی کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں، اور ہمارے اطراف (کانپور وغیرہ) میں ہوتا ہے کہ مساجد میں عشاء کی جماعت تو ایک ہی ہوتی

ہے؛ لیکن جماعت کے بعد کچھ لوگ اپنے گھر چلے جاتے ہیں اور حفاظ کے پیچھے تراویح پڑھتے ہیں، اور کچھ لوگ مسجد کی دوسری تیسری منزل یا ملحقہ حجروں میں اپنے طور پر تراویح میں قرآن پڑھتے اور سنتے ہیں، اس طرح ایک ہی مسجد میں تراویح کے تعلق سے بلا تصادم و بلا انتشار کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں، تو ان جماعتوں کا کیا حکم ہے؟

بعض لوگ اوقات کو آگے پیچھے کر کے فرض عشاء بھی تراویح کے ساتھ الگ پڑھتے ہیں، مثلاً کچھ لوگوں نے اول وقت عشاء کی فرض کے ساتھ تراویح پڑھ لی، اور کچھ نے اس کے ایک گھنٹہ کے بعد اسی مسجد میں محراب بدل کر فرض کے ساتھ تراویح پڑھ لی، ان کا یہ عمل کیسا ہے؟ خصوصاً جب کہ یہ لوگ غیر اہل محلّہ ہوں، یعنی اسی مذکورہ عمل کو اگر اہل محلّہ کے علاوہ غیر اہل محلّہ کریں تو کیا حکم ہے؟ نیز اہل محلّہ بعد میں پڑھیں اور غیر اہل محلّہ پہلے یا اس کے برعکس اس سے مسئلہ میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟ تراویح کی کئی کئی جماعتیں کرنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حفاظ کے حفظ کی حفاظت کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں، ورنہ نہ سنانے سے یہ لوگ بھول جائیں گے اور آگے پیچھے جماعت کرنے والے یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ کاروبار بھی چلتا رہے، اور دوکان و فیکٹری کے لوگ آگے پیچھے پڑھتے ہیں؛ لہٰذا جماعتِ ثانیہ کے تعلق سے فرض اور تراویح کا حکم الگ ہے یا یکساں؟

اسی طرح اہلِ محلّہ اور غیر اہلِ محلّہ کا حکم الگ ہے یا یکساں؟ غیر اہلِ محلّہ پہلے پڑھ لیں یا بعد میں دونوں یکساں ہیں یا الگ؟ غیر اہلِ محلّہ اوقات بدل کر تبدیل محراب یا بدون تبدیل محراب تراویح کی جماعت کریں تو کیا حکم ہے؟ ہر شق کا جواب دیں، اور چونکہ یہاں علماء میں اختلاف ہے؛ لہٰذا حکم واضح فرمائیں کہ جائز ہے یا ناجائز، اور مکروہ ہے تو مکروہِ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بہتر ہوگا کہ اگر حوالہ بھی تحریر فرمادیں؛ تاکہ ایک فریق دوسرے کو مطمئن کر سکے۔ بعض علماء علامہ شامیؒ کا حوالہ دیتے ہیں کہ غیر اہل محلّہ اگر پہلے جماعت کر لیں، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اہل محلّہ دوبارہ جماعتِ ثانیہ کر لیں: ''**ویکره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان وإقامة إلا إذا صلى بها أو لا غير أهله**'' نیز تقلیلِ جماعت کا مسئلہ اسی وقت ہوگا جب کہ اہل محلّہ ہوں، اگر غیر

اہلِ محلّہ پڑھ کر چلے جائیں، تواس سے تقلیل جماعت نہیں ہوگی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جماعت ثانیہ کے بارے میں جوحکم فرائض کا ہے وہی تراویح کا بھی ہے۔ جس مسجد میں متعدد تراویح کی جماعتیں ہوتی ہیں، خواہ ایک وقت میں ہوں یا الگ الگ وقتوں میں ہوں، خواہ آپس میں آوازیں ٹکراتی ہوں یا نہ ٹکراتی ہوں، خواہ محلّہ والے پڑھیں یا انکے علاوہ بہرصورت تکرار مکروہ ہے، البتہ آواز ٹکرانے والی شکل میں کراہت شدید ہوگی اور آواز نہ ٹکراتی ہوتو کراہت میں تخفیف ہوگی، اور یہ کہنا کہ مسجد میں تکرار جماعت نہ ہوتو حفاظ اپنا حفظ بھول جائیں گے، یہ عذر لنگ ہے، اس لئے کہ حفاظ اپنے گھروں میں یا خارج مسجد کسی بھی جگہ تراویح کی جماعت کا اہتمام کرسکتے ہیں، اور کاروباری لوگوں کا مختلف اوقات میں ایک ہی مسجد میں الگ الگ تراویح پڑھنے کا عذر بھی غیر معتبر ہے، اس کا حل یہ نہیں ہے کہ تکرار جماعت ہو؛ بلکہ اس کا حل یہ ہے کہ مختلف مساجد میں عشاء کی جماعت کے اوقات ہی میں حسبِ ضرورت فرق رکھا جائے، جیسا کہ بازار کی مساجد میں فرائض کے اوقات میں فرق رکھا جاتا ہے۔ اور جب بھی تعدد جماعت ہوگی اصل جماعت میں تقلیل لازم آئے گی؛ اس لئے فی الجملہ تقلیل جماعت کی علت تکرار جماعت تراویح میں موجود ہے، بریں بنا یہ کراہت مرتفع نہ ہوگی۔

لو صلی التراویح مرتین في مسجد واحد یکرہ. (خانیة علی هامش الهندیة ۲۳۴/۱)

إن صلوا بالجماعة في البیت، والصحیح أن للجماعمة في البیت فضیلة، وللجماعة في المسجد فضیلة أخری، فهذا جاء بأحد الفضیلتین، وترک الفضیلة الزائد ة، وفي الخانیة: والصحیح أن أدائها بالجماعة في المسجد أفضل. (الفتاویٰ التاتارخانیة ۳۲۰/۲ رقم: ۲۵۳۹ زکریا)

ویکرہ تکرار الجماعة بأذان وإقامة في مسجد محلة. (شامي ۲۸۸/۲ زکریا)

ولنا: أنا أمرنا بتکثیر الجماعة، وفي تکرار الجماعة في مسجد واحد

تقليلها؛ لأن الناس إذا عرفوا أنهم تفوتهم الجماعة يعجلون للحضور فتكثر الجماعة، وإذا علموا أنه لا تفوتهم يؤخرون فيؤدي إلى تقليل الجماعات. (مبسوط سرخسي ۱/۱۳۵ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۵/۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ایک مسجد میں دومرتبہ جمعہ کی نماز ادا کرنا

سوال (۸۳۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں دومرتبہ جمعہ کی نماز کی جماعت کی جاسکتی ہے، اور جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مسجد میں بلاعذر شرعی دومرتبہ جمعہ کی نماز کی جماعت مکروہ ہے؛ لیکن اگر کوئی عذر ہے، مثلاً بارش شدید ہے اور مسجد کے علاوہ نماز کی کوئی اور جگہ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں تکرار جماعت کی گنجائش ہے۔

والظاهر أنه يغلق أيضاً بعد إقامة الجمعة لئلا يجمع فيه أحد بعدها. (شامی کراچی ۱/۱۵۷، فتاویٰ دارالعلوم ۳/۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۷/۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مسجد کے مصلیٰ پر عیدین یا جمعہ کی دومرتبہ نماز پڑھنا؟

سوال (۸۳۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ملک برطانیہ میں مسلمانوں کی آبادی مختصر ہے، اور مساجد بھی قلیل ہیں، نیز مساجد کے باہر نماز کی اجازت نہیں ہے، اور جمعہ وعیدین میں نمازیوں کا مجمع کثیر ہوتا ہے، اور عموماً ایک مرتبہ میں سب نمازی نماز نہیں پڑھ پاتے، اس لئے بعض مساجد میں آدھے گھنٹے کے وقفہ سے جمعہ کی یا عید

کی دو جماعتیں کی جاتی ہیں، ہر جماعت میں امام اور مقتدی الگ الگ ہوتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کسی مسجد میں ایک مصلیٰ پر عیدین یا جمعہ کی دو جماعت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا عذر شدید کے ایک مسجد یا ایک عیدگاہ میں جمعہ اور عیدین کی مکرر جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/۱۳۵)

لیکن اگر معقول عذر ہو، جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے، تو ایسی جگہوں پر تکرار جماعت کی گنجائش ہے؛ کیوں کہ یہاں تکرار جماعت ممنوع ہونے کی اصل علت یعنی تقلیل جماعت نہیں پائی جارہی ہے۔

وإذا علموا أنها لا تفوتهم الجماعة فيتأخرون فتقل الجماعة، وتقليل الجماعة مكروه بخلاف المساجد التي على قوارع الطريق؛ لأنها ليست لها أهل معروفون، فأداء الجماعة فيها مرة بعد أخرىٰ لا يؤدي إلى تقليل الجماعة؛ لأن تكرار الجماعة يؤدي إلى تقليل الجماعة؛ لأن الناس إذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة فيستعجلون فتكثر الجماعة. (بدائع الصنائع ۱/ ۳۷۹- ۳۸۰، فتاویٰ رحیمیہ ۵/ ۳۵، امداد الاحکام ۲/ ۳۵۷) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/ ۸/ ۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قضا نمازیں

دو وقت کی نماز پڑھنا اور تین وقت کی چھوڑنا؟

سوال (۸۴۰): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں پانچ وقت کی نماز میں سے اگر دو وقت کی نماز کسی وجہ سے پڑھ پاتا ہوں، تو مجھے دو وقت کی نماز کا ثواب ملے گا یا مجھے گناہ ملے گا؟ میری دو وقت کی نماز مقبول ہوگی یا نہیں؟ ایسے تو ہر مسلمان پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے، مگر کسی وجہ سے دو وقت کی نماز ملتی ہے اور میں دو ہی وقت کی ادا کر پاتا ہوں، تو اس مسئلہ کے بارے میں مجھے بتلائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دو وقت کی پڑھی گئی نمازیں تو قبول ہوں گی؛ لیکن چھوٹی ہوئی تین وقت کی نمازوں کا وبال بھی اپنی جگہ ہوگا، اس لئے وبال سے بچنے کے لئے پانچوں وقت کی نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دار العلوم ۲/۲۶)

عن عبادة ابن الصامت رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: خمس صلوات افترضهن اللّٰه تعالىٰ من أحسن وضوء هن وصلاهن لوقتهن وأتم ركوعهن وخشوعهن كان له على اللّٰه أن يغفر له، ومن لم يفعل فليس له على اللّٰه عهد إن شاء غفر له، وإن شاء عذبه. (مشكوٰة المصابيح ۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی ضروری ہے

سوال (۸۴۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری ایک بہن کے ذمہ کافی فرض نمازوں کی قضا ہے، میں نے ان سے کہا تو جواب میں انہوں نے کہا کہ اتنی زیادہ پڑھنا میرے بس کی بات نہیں ہے (یعنی پچھلی) اب وہ پابند ہیں، کہتی ہیں کہ اللہ کے ذمہ ہیں میری نمازیں، میں ان سے کیا کہوں؟ یا کن الفاظ میں سمجھاؤں؟ یا واقعی ان کا مطمئن ہونا کافی ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قضا شدہ فرض اور واجب نمازوں کی ادائیگی بہرحال ضروری ہے، یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ: ''میری نمازیں اللہ کے ذمہ ہیں''؛ اس لئے کہ اللہ ہی نے تو ذمہ میں فرض کی ہیں، اس لئے موصوفہ بہن کو چاہئے کہ وہ رفتہ رفتہ قضا شدہ نمازیں پڑھنا شروع کردیں، زندگی میں جتنی بھی ادا کرسکیں اس کی کوشش جاری رکھیں، پھر بھی وفات تک کچھ نمازیں رہ جائیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے، ادائیگی کی کوشش کے بغیر معافی کی امید رکھنا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاویٰ ۱/۳۴۹، فقہی مقالات ۴/۱۵-۲۸، فتاوی دارالعلوم ۴/۳۳۰، کفایت المفتی ۳/۳۸۲-۳۸۴ دارالاشاعت، فتاوی حقانیہ ۳/۱۳۰ مکتبہ حقانیہ)

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ عن النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: من نسي صلا ۃ فلیصل إذا ذکر، لا کفارۃ لہا إلا ذلک، وأقم الصلاۃ لذکري.

(صحیح البخاري، کتاب مواقیت الصلاۃ / باب من نسي صلاۃً فلیصل إذا ذکرہا رقم: ۵۹۷)

قال المؤلف: دلالتہ علی وجوب القضاء ظاہرۃ، حیث دلَّ لفظ الأمر علیہ. (إعلاء السنن ۷/۱۴۱ بیروت)

من لا یدري کمیۃ الفوائت یعمل بأکبر رأیہ فإن لم یکن لہ رأي یقض

حتى يتيقن أنه لم يبق عليه شيء. (حاشية الطحطاوي على المراقي ٤٤٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قضاء عمری کرنے والا صاحبِ ترتیب کب بنے گا؟

سوال (۸۴۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی تمام نمازیں قضاء ہیں، اب وہ ان نمازوں کو یعنی قضاء عمری ادا کرنا چاہتا ہے، تو کس طرح ادا کرے گا؟ جس سے وہ صاحبِ ترتیب بن جائے؟ کیا اس کے اس طرح ادا کرنے سے ادا ہوجائے گی کہ مثلاً اس نے متعین کرلیا کہ میری فجر کی اتنی نمازیں قضا ہیں، ایسے ہی ظہر وغیرہ کی اتنے سارے وقتوں کی نمازیں متعین کرلی، پھر وہ اگر فجر کی تمام قضا نمازیں ایک ساتھ ادا کرنا چاہتا ہے، پھر اس کے بعد ظہر کی تمام نمازیں ادا کرے، پھر جب ظہر کی تمام نمازیں ادا کرلے، تو اسی طرح عصر، مغرب اور عشاء میں بھی ادا کرے، تو کیا اس طرح ادا ہونے سے وہ صاحبِ ترتیب ہوجائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جس دن وہ ساری قضا شدہ نمازیں ادا کرلے گا، اسی دن سے وہ از سرِ نو صاحبِ ترتیب ہوجائے گا، یعنی پچھلی ترتیب عود کرے گی؛ البتہ آئندہ ترتیب لازم ہوگی۔

وأما إذا قضى الكل فالظاهر أنه يلزمه ترتيب جديد فلا يقال: إنه عاد.

(شامي ٥٢٩/٢ زكريا)

اور قضا نمازوں کی ادائیگی کے لئے سوال میں ذکر کردہ طریقہ بھی اپنایا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: دار العلوم دیوبند ۳۳۴/۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۲/۲۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قضاء نماز جماعت کی شکل میں ادا کرنا؟

سوال (۸۴۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: چند حضرات سفر میں ہیں اور ان تمام حضرات کی نماز قضا ہو جاتی ہے، یہ لوگ اپنے مقام پر پہنچ کر اس نماز کو جو قضا ہوگئی تھی، جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، قضا نماز جماعت کی شکل میں ادا کی جاسکتی ہے یا فرداً فرداً ادا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورتِ مسئولہ میں جب سب لوگوں کی ایک ساتھ نماز قضا ہوئی ہے اور بعد میں سب اس کو ایک ساتھ مل کر ادا کریں، تو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بھی درست ہے۔ (مستفاد: امداد الاحکام ۲؍۲۸۲، فتاویٰ دار العلوم ۴؍۳۴۶-۳۶۲)

المستفاد: قال عبد اللّٰہ رضي اللّٰہ عنه: إن المشركين شغلوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن أربع صلاة یوم الخندق حتی ذهب من اللیل ما شاء اللّٰہ فأمر بلالاً، فأذن ثم أقام فصلی الظهر ثم أقام فصلی العصر ...... الخ. (سنن الترمذي ۱/ ۲۵ رقم: ۱۷۹)

حتی قضی الفوائت إن قضاها بجماعة فكان صلاة یجهر فیها یجهر فیها الإمام بالقراء ة، وإن قضاها وحده یتخیر بین الجهر والمخافة فالجهر أفضل. (الفتاویٰ الهندیة ۱/ ۱۲۱، شامي ۱/ ۳۹۱ کراچی، الفتاویٰ التاتارخانیة ۲/ ۴۵٤ رقم: ۲۹٦۹ زکریا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵؍۱۱؍۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

۸-۱۰؍سال کی قضاء نماز کس طرح پڑھیں؟

سوال (۸۴۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگرکسی شخص کو یہ معلوم ہے کہ ایک نماز چھوڑنے پر اتنا عذاب اور گناہ ہے؛ لیکن اس کے باوجود نماز میں سستی وکاہلی کرتا رہا، حتی کہ ۸-۱۰/سال اسی طرح گزار دئے، پھر خیال آیا کہ بہت گناہ ہوچکے ہیں، اوراب آخرت کی تیاری کی زیادہ فکر ہونے لگی، تو اپنی ان نمازوں کی قضا کس طرح سے کریں، جیسے ظہر کے وقت میں ظہر کی ہی قضاء ہوگی یا کسی بھی نماز کی قضاء کسی بھی وقت ہوسکتی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قضاء عمری کی آسان شکل یہ ہے کہ ہر نماز کی نیت اس طرح کرے کہ اس کے ذمہ میں جو پہلی یا آخری نماز فرض ہے وہ ادا کر رہا ہوں، اور کوئی بھی نماز کسی بھی وقت ادا کی جاسکتی ہے، بس مکروہ اوقات سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۷/۳۸۸-۴۰۳)

إذا كثرت الفوائت نوى أول ظهر عليه أو آخره. (شامي ٢/٧٦ كراچی)

إذا أراد أن يقضي الفوائت ذكر في فتاوى أهل سمرقند: أنه ينوي أول ظهر لله عليه، وكذلك كل صلاة يقضيها، وإذا أراد ظهراً آخر ينوي أيضًا أول ظهر عليه؛ لأنه لما قضى الأول صار الثاني أول ظهر لله عليه. (المحيط البرهاني ٢/٩٩-١٠٠ كوئٹه)

ثلاث ساعات لا تجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة، إذا طلعت الشمس حتى ترتفع، وعند الانتصاف إلى أن تزول، وعند إحمرارها إلى أن يغيب. (الفتاویٰ الهندية ١/٥٢، هداية ١/٨٤) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قضاء عمری کی نیت کس طرح کریں؟

سوال (۸۴۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: قضاءعمری کی نیت کس طرح کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قضاءعمری کی نیت اس طرح کریں کہ میرے ذمہ فجر کی جو سب سے پہلی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، یا اس طرح نیت کریں کہ میرے ذمہ فجر کی جو سب سے آخری نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، اسی طرح دیگر نمازوں کی نیت کرے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۷/ ۳۸۴، عزیز الفتاوی ۱/ ۳۴۹، مجموعہ رسائل اللکنوی رسالہ ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعہ رمضان ۲/ ۳۴۲ کراچی، الاشباہ والنظائر ۶۰، شامی زکریا ۲/ ۵۳۸)

وفي الدر: كثرة الفوائت نوى أول الظهر عليه أو آخره. (درمختار) وفي الشامية: فإذا أراد بتسهيل الأمر يقول: أول فجر مثلا فإنه إذا صلاه يصير ما يليه أولاً، أو يقول: آخر فجر، فإن ما قبله يصير آخراً، ولا يضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت. (درمختار مع الشامي، باب قضاء الفوائت / قبيل: باب سجود السهو ۲/ ۵۳۸ زكريا، كذا في الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/ ٤٥٤ رقم: ۲۹٦۸، مراقي الفلاح / باب قضاء الفوائت ۳٦۳ مصر) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/ ۷/ ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جب بلوغ کا وقت معلوم نہ ہو تو نماز کب سے قضا کرے؟

سوال (۸۴۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص جن کی پیدائش ۵/ ۷/ ۱۹۷۵ء میں ہوئی، اس نے ۱۷/ ۲/ ۱۹۹۲ء سے نماز پڑھنی شروع کی، اوران کے بالغ ہونے کا کوئی پتہ نہیں ہے کہ کب بالغ ہوا؟ اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس کو کتنے دن کی نماز قضا کرنی پڑے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب علاماتِ بلوغ کے بارے میں متعین طور پر

معلوم نہیں ہے کہ وہ کب ظاہر ہوئیں؟ تو پیدائش کے وقت سے پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم لگایا جائے گا، اور اس کے بعد سے جتنے دن کی اس نے نمازیں نہیں پڑھی ہیں، ان کی قضا لازم ہوگی۔

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عرضه يوم أحد وهو ابن أربع عشرة سنة فلم يجزني، ثم عرضني يوم الخندق وأنا ابن خمس عشرة فأجازني، قال نافع: فقدمت على عمر بن عبد العزيز وهو خليفة، فحدثته هٰذا الحديث فقال: إن هٰذا الحد بين الصغير والكبير، وكتب إلى عماله أن يفرضوا لمن بلغ خمس عشرة. (صحيح البخاري، الشهادات / باب بلوغ الصبيان ٣٦٦/١ رقم: ٢٥٩٠ ف: ٢٦٦٤، صحيح مسلم، الإمارة / باب سن البلوغ ١٣١/٢ رقم: ١٨٦٨)

يحكم ببلوغ الغلام بالاحتلام أو الإنزال أو الإحبال وببلوغ الجارية بالحيض أو الاحتلام أو الحبل فإن لم يوجد شيء من ذٰلک. وعندهما إذا تم خمس عشرة سنة فيهما وهو رواية عن الإمام وبه يفتىٰ. (ملتقى الأبحر ٤٤٤/٢) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کثیر فائتہ نمازوں کو خلافِ ترتیب قضاء کرنا؟

سوال (۸۴۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص پر بہت سی عمری قضاء نمازیں تھیں، اس نے قضاء نماز ادا کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے بغیر ترتیب کے تقریباً ڈیڑھ سال تک کی نمازیں ادا کرلی ہیں، تو کیا ان کی یہ نمازیں کافی ہوجائیں گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کثیر فائتہ نمازوں کی بالترتیب قضا ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا قضاء کی نیت سے جو ڈیڑھ سال کی نمازیں پڑھیں وہ معتبر ہوں گی، اور آئندہ قضا پوری کرنے کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اس طرح نیت کرے کہ میں فوت شدہ نمازوں میں سب سے پہلی یا سب سے آخری نماز پڑھتا ہوں۔

ولا يسقط الترتيب إلا بفوت ست صلوات، وصرح في المحيط بأنه ظاهر الرواية، وصححه الكافي. (شامي ۲/۵۲۷ زكريا)

وفي الكافي: ومن قضى الفوائت ينوي أول ظهر لله عليه أو اٰخر ظهر لله عليه احتياطاً. (الفتاویٰ الهندية ۲/۹۰، الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۴۴۵ رقم: ۲۹۳۰ زكريا) **فقط واللّٰہ** تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۳/۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیماری کی وجہ سے نماز قضا کرنا

سوال (۸۴۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میں دوسال سے جب بھی صبح کی نماز کے لئے اٹھتا ہوں تو مجھے متلی ہوجاتی ہے، اور طبعیت بگڑ جاتی ہے، اور میں جس روز صبح سویرے نہیں اٹھتا ہوں تو طبعیت ہشاش بشاش رہتی ہے، اور اس روز میں چاشت کے وقت اٹھتا ہوں اور وضو بنا کر صبح کی نماز قضا پڑھتا ہوں، ان دونوں حالات کو سامنے رکھ کر میں فیصلہ نہیں کر پاتا ہوں کہ فجر کی نماز ادا کے وقت اٹھ کر ادا کروں یا قضا کیا کروں، اس لئے یہ بتایا جائے کہ ایسی حالت میں اگر جواز بنتا ہے، یعنی خدا کے دربار عالی میں پکڑ نہ ہو تو قضا پر اکتفا کیا کروں؟ کیوں کہ صبح میں اٹھنے کے بعد نماز پڑھنے کے بعد پھر نیند نہ آتی ہے اور نہ دن بھر طبعیت سنبھلتی ہے اور نہ کسی کام کا رہتا ہوں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کسی حال میں چھوڑ نا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں نماز فجر ادا وقت میں پڑھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے اور بیماری کو دور کرنے کے لئے برابر علاج کیا جائے۔

الصلوات الخمس فريضة على المسلمين العاقلين البالغين من الرجال والنساء دون الحائض والنفساء في المواقيت المعروفة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳/۲ رقم: ۱۴۸۸ زكريا)

عن أبي قتادة بن ربعي رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: قال اللّٰه عزوجل: افترضت على أمتك خمس صلوات وعهدت عندي عهداً أن من حافظ عليهن لوقتهن أدخلته الجنة، ومن لم يحافظ عليهن فلا عهد له عندي. (سنن ابن ماجة ۱/۱۰۱ رقم: ۱۴۰۳، سنن أبي داؤد ۱/۶۱ رقم: ۴۳۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۳/۲/۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

انجکشن کے نشہ میں چھ سے زائد فوت شدہ نمازوں کا حکم

سوال (۸۴۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بسا اوقات بوتل میں ایسی اَدویہ شامل کی جاتی ہیں جس سے مریض کو بے ہوشی ہو جاتی ہے، یا آپریشن کے بعد ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں جن سے کم وبیش ۲۴/ گھنٹے یا اس سے زائد بے ہوشی ہوتی ہے، اور جب آپریشن میں دیتے ہیں تو اس میں بے ہوشی اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے، اور چھ نمازوں کا وقت اس بے ہوشی میں گذر جاتا ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ اس بے ہوشی میں جو نمازیں فوت ہوئی ہیں، ان کی قضا کرے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں فوت شدہ سب نمازیں قضا کی جائیں گی۔

ولو شرب البنج أو الدواء حتی ذهب عقله أكثر من يوم وليلة لا يسقط عند الشيخين رحمهما اللّٰه تعالیٰ. (الفتاویٰ الهندية ١٣٨/١)

زال عقله ببنج أو خمر أو دواء لزمه القضاء وإن طالت؛ لأنه بصنع العباد كالنوم. (درمختار مع الشامي / باب صلاة المريض ٥٧٤/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اَذان اور نماز کے درمیان متعدد قضا نمازیں پڑھنا؟

سوال (۸۵۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اذان کے بعد مسجد میں قضاء عمری پڑھ سکتے ہیں، بعد میں سنت اور فرض باجماعت ادا کرلیں، کیا یہ درست ہے؟ اگر درست ہے تو نماز کے ہر وقت میں ۲-۴-۶-۸-۱۰/ یا وقت کو دیکھ کر اس سے زیادہ قضاء عمری پڑھ سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان کے بعد جماعت کے وقت کو دیکھتے ہوئے قضاء کے لئے جتنا وقت بچ جائے اور اس میں جتنی قضا شدہ نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، پڑھ لینا جائز ہے۔

وجميع أوقات العمر وقت القضاء إلا الثلاثة المنهية، وهي الطلوع والاستواء والغروب، كما مر أي في أوقات الصلاة. (الدر المختار مع الشامي ٥٢٤/٢ زكريا، الفتاویٰ الهندية ٥٢/١ زكريا، هداية ٨٤/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا فجر کی سنتوں کی بھی قضاء لازم ہے؟

سوال (۸۵۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کی فجر کی صرف سنتیں چھوٹ گئی تھیں تو وہ اس کی قضا کرے گا یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چھوٹی ہوئی سنتوں کی تو قضا لازم نہیں؛ لیکن اشراق سے زوال کے درمیان ان کا پڑھنا افضل ضرور ہے؛ اس لئے موقع ہو تو اشراق کے وقت چھوٹی ہوئی سنتیں پڑھ لینی چاہئیں۔

عن قيس بن عمرو رضي الله عنه قال: راى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً يصلي بعد صلاة الصبح ركعتين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''صلاة الصبح ركعتان'' فقال الرجل: إني لم أكن صليت الركعتين التين قبلهما فصليتهما الآن، فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم. (سنن أبي داؤد ٢٤٠ رقم: ١٢٦٧ دار الفكر بيروت)

وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس بالإجماع، وأما بعد طلوع الشمس فكذلک عندهما، وقال محمد أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال. (شامي ٢/٢ ٥١ زكريا)

ومحمد رحمه الله يقول: أحب إلي أن يقضي وإن لم يفعل لا شيء عليه. (طحطاوي ٢٤٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۲؍۴؍۱۴۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا فجر میں سنت اور فرض دونوں کی قضاء پڑھنا ضروری ہے؟

سوال (۸۵۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: ہماری فجر کی نماز قضا ہوچکی، سورج نکلنے کو ہے، تو فرض وسنت کس طرح ادا کریں؟ دو رکعت نماز سنت فجر کی ادا کریں یا نہیں؟ اگر ادا کریں تو کس وقت ادا کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سورج بلند ہوجانے کے بعد اولاً دو رکعت سنت کی نیت سے پڑھیں اس کے بعد فجر کی نماز قضا پڑھیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من لم يصلّ ركعتي الفجر، فليصلهما بعد ما تطلع الشمس. (سنن الترمذي، الصلاة / باب ما جاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس ۱/۹٦ رقم: ٤۲۱)

وركعتا الفجر إذا فاتتا وحدهما بأن جاء رجل ووجد الإمام في صلاة الفجر، فدخل مع الإمام في صلاته، ولم يشتغل بركعتي أنها لا تقضي قبل طلوع الشمس ولا بعده قياساً، وهو قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ، وتقضى بعد طلوع الشمس استحساناً إلى وقت الزوال، وهو قول محمد، وإذا فاتتا مع الفرض، يقضي مع الفرض إلى وقت الزوال. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۳۰۲ رقم: ۲٤۹٤ زكريا)

إلا بفوتها مع الفرض إلى الزوال. (مراقي الفلاح) ولا بعد الزوال اتفاقاً أي على الصحيح، وقيل: يقضيها تبعاً بعده ولا يقضيها مقصوداً إجماعاً.

(طحطاوي على مراقي الفلاح ۲٤٦)

أي لا يقضي سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر يقضيها تبعاً لقضائه قبل الزوال. (شامي ۲/۵۱۲ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۹/۲/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی گئی نماز قضا شمار ہوگی یا اَدا؟

سوال (۸۵۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے ارادہ کیا تھا کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کروں گا، انشاء اللہ؛ لیکن فجر کے وقت نیند نہ ٹوٹی، جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سورج طلوع ہوگیا، اب فوراً زید نے نماز ادا کی، تو زید کی نماز ادا ہوگی یا قضا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر سورج نکلنے کے دوران نماز پڑھی ہے تو نماز واجب الاعادہ ہے، اور اگر بعد میں پڑھی ہے یعنی طلوع کے ۱۵-۲۰/ منٹ بعد تو نماز قضا شمار ہوگی۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد الفجر حتى تطلع الشمس الخ. (سنن الترمذي ۴۵/۱ رقم: ۱۸۳)

وكره تحريماً ...... مع شروق، وفي الشامي: أنه ما لم ترتفع الشمس قدر رمح فهي في حكم الطلوع. (شامي ۳۷۱/۱ كراچی، شامي ۳۰/۲ زكريا)

ولو طلعت الشمس في خلال الفجر تفسد فجره. (فتح القدير ۲۳۱/۱، الفتاویٰ الهندية ۵۲/۱، هداية ۸۴/۱، الفتاویٰ التاتارخانية ۴۱۱/۱ كراچی) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۲/۳/ ۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا رات ۱۲/ بجے کے بعد عشاء کی نماز قضاء ہوجاتی ہے؟

سوال (۸۵۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کبھی نماز عشاء اصل وقت پر نہ پڑھی جاسکے، اور کسی وجہ سے رات ۱۲/ بجے کے بعد فرصت ملے، تو کیا پھر عشاء کی نماز کو قضاء کی نیت سے پڑھنی ہوگی؟ کیوں کہ رات ۱۲/ بجے کے بعد دوسرا دن شروع ہوجاتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عشاء کا وقت صبح صادق تک رہتا ہے؛ لہٰذا صبح صادق سے پہلے تک عشاء کی نماز ادا کی نیت سے ہی پڑھی جائے گی؛ البتہ بلا عذر نصف رات کے بعد تک عشاء کی نماز کو مؤخر کرنا مکروہ ہے، اور اس سلسلے میں تاریخ عیسوی کے مطابق رات کے بارہ بجے سے اگلا دن شروع ہونے کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ابتداء وقت العشاء والوتر منه أي من غروب الشفق إلى قبيل طلوع الصبح الصادق لإجماع السلف. (شامي ۱۸/۲ زكريا)

ويستحب تاخير العشاء إلى ما قبل ثلث الليل وإلى نصف الأخير مكروه. (شامي ۲۵/۲ زكريا، شامي ۲۵/۲ بيروت، الفتاوىٰ الهندية ۸۳/۱، الفتاوىٰ التاتارخانية ۷/۲ رقم: ۱٤۹۹ زكريا)

عن عبيد بن جريح أنه قال لأبي هريرة رضي الله عنه: ما إفراط صلاة العشاء؟ قال: طلوع الفجر. (شرح معاني الآثار ۲۰٦/۱ رقم: ۹۲۸)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن للصلوة أولاً وآخراً ...... وإن أول وقت العشاء الآخرة حين يغيب الأفق، وإن آخر وقتها حين يتنصف الليل الخ. (سنن الترمذي ۳۹/۱ رقم: ۱۵۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳/۶/۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فجر کی جماعت کے بعد طلوعِ آفتاب سے پہلے فجر کی فوت شدہ سنت اَدا کرنا؟

سوال (۸۵۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عمر فجر کی نماز میں مسجد پہنچا، اور پہنچتے ہی جماعت شروع ہوگئی، عمر فجر کی سنتیں پڑھے بغیر

جماعت میں شامل ہوگیا، اورامام کے سلام پھیرنے کے بعد فوراً دورکعت سنت پڑھی، لوگوں نے کہا کہ دورکعت سنت تو طلوع آفتاب کے بعد پڑھنی چاہئے، مگر عمر نے کہا کہ امام کے سلام کے بعد فوراً دورکعت سنت بھی پڑھ سکتے ہیں۔ تو کیا عمر جو کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے یا غلط؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز فجر کے بعد سے سورج نکلنے تک کوئی سنت یا نفل پڑھنا جائز نہیں، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے؛ لہٰذا مذکورہ سوال میں عمر نے فجر کی فوت شدہ سنتیں جو نماز فجر کے فوراً بعد پڑھی ہیں وہ صحیح نہیں، ان سنتوں کو سورج نکلنے کے بعد اشراق کے وقت پڑھنا چاہئے تھا، اور فجر کی سنتیں نماز فجر کے بعد سورج نکلنے سے قبل پڑھنے کے جواز سے متعلق جو حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی جاتی ہے، وہ ثابت نہیں ہے، صحیح احادیث کے مقابلہ میں اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا صلاة بعد صلاة الصبح حتی تطلع الشمس، ولا صلاة بعد صلاة العصر حتی تغرب. (سنن أبي داؤد ١٨١/١ رقم: ١٢٧٦)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس. (سنن الترمذي ٩٦/١ رقم: ٤٢١)

عن محمد بن إبراهيم عن جده قيس رضي اللّٰه عنه قال: خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فأقيمت الصلاة فصليت معه الصبح، ثم انصرف النبي صلی اللّٰه علیه وسلم فوجدني أصلي، فقال: مهلاً يا قيس! أصلاتان معاً؟ قلت: يا رسول اللّٰه! إني لم أكن ركعت ركعتي الفجر، قال: فلا إذاً. قال الترمذي: وإسناد هٰذا الحديث ليس بمتصل الخ. (سنن الترمذي ٩٦/١)

وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس فكذٰلک عندهما، وقال محمد: أحب إلى أن يقضيهما إلى الزوال. (كما في الدرر، شامي ٢/٥١٢ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصر وفجر سے پہلے اور بعد میں نوافل وقضاء عمری پڑھنا؟

سوال (۸۵۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عصر اور فجر سے قبل وبعد نوافل اور قضاء عمری پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: عصر کی نماز سے قبل ہر طرح کی نماز پڑھنا درست ہے، اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے؛ البتہ سورج میں تغیر آنے سے قبل قضاء عمری پڑھ سکتے ہیں، اور فجر کے وقت میں عام نوافل پڑھنا مکروہ ہے، صرف سنت فجر فرض سے پہلے پڑھنے کی اجازت ہے؛ البتہ قضاء عمری پڑھ سکتے ہیں۔

وعن التنفل أي منع عن التنفل بعد صلاة الفجر والعصر لا عن قضاء فائتة. (البحر الرائق ١/٢٥١)

تسعة أوقات يكره فيها النوافل، وما في معناها إلا الفرائض ...... فيجوز فيها قضاء الفائتة ......، منها بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر ...... ومنها ما بعد صلاة الفجر قبل طلوع الشمس، هٰكذا في النهاية والكفاية ...... ومنها ما بعد صلاة العصر قبل التغير، هٰكذا في النهاية والكفاية. (الفتاویٰ الهندية ١/٥٢-٥٣)

يكره أن يتنفل بعد الفجر حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب، ولا بأس بأن يصلي في هذين الوقتين الفوائت. (هداية ١/٨٦، شامي ٢/٣٧٣ كراچی،

مجمع الأنہر ۱۱۱/۱ بیروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴/۴/۱۴۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھول کی وجہ سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے یا نہیں؟

سوال (۸۵۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہماری فجر کی نماز قضاء ہوگئی اور ہم نے ظہر کی نماز پڑھنی شروع کردی اور فجر کے فرض پڑھنے بھول گئے، ظہر کی نماز کے بعد یاد آیا، تو کیا ہم فجر کے فرض ظہر کی نماز کے بعد پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بھولنے کی وجہ سے ترتیب کا حکم ساقط ہوجاتا ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں ظہر کی نماز کے بعد قضاء شدہ فجر کی ادائیگی درست ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰه عنه عن النبي صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من نسی صلاة فلیصل إذا ذکر. (صحیح البخاري ۸٤/۱ رقم: ٥٨٩)

یسقط الترتیب إذا نسي الفائتة وصلی ما هو مرتب علیها. (شامي ٥٢٦/٢ زکریا)

في المجتبی: من جهل فریضة الترتیب لایجب علیه کالناسي، وهو قول جماعة من أئمة بلخ. وقال الشامي في هامشه: نقله قاضي خان في شرحه عن الحسن بن زیاد، وقال: وکثیر من المشائخ أخذوا بقوله، ومثله في التاتارخانیة

(منحة الخالق مع البحر الرائق / باب قضاء الفوائت ١٤٩/٢ رشیدیة) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۱۱/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

اذان کے بعد عورت کو حیض آگیا؟

سوال (۸۵۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: اگر اذان کے بعد کوئی عورت ناپاک ہوجائے، تو کیا اس نماز کی قضا لازم آئے گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اذان کے بعد کوئی عورت ناپاک ہوجائے تو اس نماز کی قضا اس پر لازم نہیں ہے۔

عن عبد الرحمٰن بن غنم أخبره قال: سألت معاذ بن جبل رضي اللّٰه عنه عن الحائض تطهر قبل غروب الشمس بقليل؟ قال: تصلي العصر، قلت: قبل ذهاب الشفق؟ قال: تصلي المغرب، قلت: قبل طلوع الفجر؟ قال: تصلي العشاء، قلت: فقبل طلوع الشمس؟ قال: تصلي الصبح، هٰكذا كان رسول اللّٰه عليه وسلم يأمرنا أن نعلم نساء نا. (سنن الدار قطني، الحيض / باب ما يلزم المرأة من الصلاة إذا طهرت من الحيض ۲۳۰/۱ رقم: ۸۵۷)

ثم المعتبر اٰخر الوقت عندنا، فإذا حاضت في اٰخر الوقت سقطت، وإن طهرت فيه وجبت. (مجمع الأنهر ۵۳/۲)

وإذا حاضت المرأة في آخر الوقت أو صارت نفساء وهو وقت لو كانت طاهرة يمكنها أن تصلي فيه أو لا يمكنها ذٰلک يسقط عنها فرض الوقت. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۴۸۳/۱ رقم: ۱۲۹۸ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴؍۴؍۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

کیا حرمین شریفین میں جمع بین الصلاتین پر عمل ہوتا ہے؟

سوال (۸۵۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حرم شریف مدینہ شریف میں ظہر وعصر میں نمازیں ایک ساتھ بھی پڑھی جاتی ہیں، اور مغرب عشاء کی نمازیں بھی ایک ساتھ پڑھتے ہیں، مگر ہندوستان میں پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے ایسا

کیوں؟اسلام کی بنیادی جگہ یہ عمل ہوتا ہے جس پر اعتراض نہیں، مگر ہندوستان میں ایسا کرنے کو غلط کہا جاتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن عزیز میں جو عمل ہوتا ہے صحیح ہے تو ہندوستان میں کس وجہ سے صحیح نہیں ہے؟ کس عالم دین نے ہندوستان میں کس وجہ سے اس عمل کو کرنے سے منع کیا ہے؟ اگر ایک ساتھ دو نمازیں پڑھی جائیں تو کیا ادا نہیں مانی جائیں گی یا غلط ہوں گی اور دوبارہ الگ پڑھنی پڑیں گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: حرمین شریفین میں ائمہ کرام کبھی بھی ظہر وعصر یا مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے نہیں پڑھاتے ہیں؛ بلکہ پورے سال ان مساجد میں ہر نماز اپنے مقررہ وقت پر باجماعت پڑھی جاتی ہے؛ لہٰذا سائل کا ان مساجد کا حوالہ دے کر ہندوستان والوں کو جمع بین الصلوٰتین کی تلقین کرنا محض ہٹ دھرمی ہے؛ البتہ عرب ممالک کے کچھ لوگ بعض جگہوں پر سفر یا کسی اور عذر کی وجہ سے مسجد کی جماعت سے ہٹ کر الگ سے جمع بین الصلاتین کرتے نظر آتے ہیں، حالاں کہ ان کا یہ عمل احادیثِ شریفہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے؛ کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے جمع بین الصلوٰتین حقیقی کی مخالفت صاف طور پر معلوم ہوتی ہے، اور جن روایتوں میں بظاہر جمع کا ذکر ہے اس سے جمع حقیقی مراد نہیں؛ بلکہ جمع صوری مراد ہے، اور جمع صوری کا مطلب یہ ہے کہ عذر کی وجہ سے مثلاً: ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو اول وقت میں اور مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا جائے؛ لہٰذا کسی بھی شخص کے لئے کسی بھی جگہ (عرفہ ومزدلفہ کے علاوہ) جمع حقیقی کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ [النساء: ۱۰۳]

عن ابن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر. (سنن الترمذي ۴۸/۱)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: صليت مع النبي صلى الله عليه

وسلم ثمانيا جميعا وسبعا جميعا، قلت يا أبا الشعثاء! أظنه أخر الظهر وعجل العصر وأخر المغرب وعجل العشاء، قال وأنا أظن ذٰلک. (صحيح مسلم ٢٤٦/١)

عن نافع قال أقبلنا مع ابن عمر حتى إذا كنا ببعض الطريق استصرخ – الحديث – حتى إذا كاد الشفق أن يغيب نزل فصلى المغرب، وغاب الشفق فصلى العشاء، وقال: هٰكذا كنا نفعل مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا جدبنا السير. (طحاوى شريف ٩٧/١)

و عن أبي قتادة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : ليس في النوم تفريط، إنما التفريط في اليقظة بأن يؤخر صلاة إلى وقت أخرىٰ. (طحاوى شريف ٩٨/١)

قلت : أرأيت هل يجمع بين الصلاتين إلا في عرفة وجمع، قال : لا يجمع بين صلاتين في وقت واحد في حضر ولا سفر ما خلا عرفة والمزدلفة. (المبسوط للشيباني / باب مواقيت الصلاة ١٤٧/١ المكتبة الشاملة)

قال أبو حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ: من أراد أن يجمع بين الصلا تين بمطر أو سفر أو غيره فليؤخر الأولىٰ منهما حتى تكون في آخر وقتها، ويعجل الثانية حتى يصليها في أول وقتها، فيجمع فيكون كل واحد منهما في وقتها ولا ينبغي. (الحجة على أهل المدينة / باب الجمع بين الصلا تين ١٥٩/١ المكتبة الشاملة)

ولأن هٰذه الصلوات عرفت مؤقتة بأوقاتها بالدلائل المقطوع بها من الكتاب والسنة المتواترة والإجماع، فلا يجوز تغييرها عن أوقاتها. (بدائع الصنائع / فصل شرائط أركان الصلاة ١٢٧/١ المكتبة الشاملة) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

املاه: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰ /۱۱ /۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

دورانِ سفر ایئر پورٹ، اور بس اسٹینڈ پر مغرب وعشاء میں جمع تقدیم کرنا

سوال (۸۶۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سعودیہ میں عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ سفر کے دوران اسی طرح ایئر پورٹ اور بس اسٹینڈ پر مغرب وعشاء کو مغرب کے وقت ہی میں جمع کرلیا جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر مقامی لوگوں کے ہم راہ اس کی نوبت آجائے، تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک سفر یا حضر کبھی بھی نمازوں میں جمع حقیقی کی اجازت نہیں ہے؛ لہٰذا اگر حنفی شخص سفر کررہا ہو اور اس کے ہمراہی غیر مسلک والے لوگ جمع بین الصلاتین کرنے لگیں تو حنفی شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی وقتیہ نماز پڑھ کر الگ ہوجائے، اور اگر کوئی اصرار کرے تو صاف معذرت کرلے کہ ہمارے نزدیک نمازوں کا اس طرح جمع کرنا درست نہیں ہے، اگر یہ بات کسی کو بری لگے، تو اس کی پرواہ نہ کرے؛ کیونکہ نماز کا مسئلہ بہت نازک ہے اور بے وقت نماز پڑھنے سے فریضہ ادا نہیں ہوتا، اس لئے آخرت کی جواب دہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر نماز اپنے وقت پر ہی ادا کرنے کی فکر کرے، اور احادیثِ شریفہ میں جن بعض روایات سے جمع بین الصلاتین کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے، ان میں بہت تاویل کی گنجائش ہے، ان تاویلات کی موجودگی میں اپنے فریضہ کو مشکوک بنانا دانش مندی نہیں ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ [النساء: ۱۰۳]

عن ابن عباس رضي اللّٰہ تعالیٰ عنهما عن النبي صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وآله وسلم قال: من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد أتی بابا من أبواب الکبائر.

(سنن الترمذي ۱/۴۸)

عن ابن عباس رضي اللّٰہ عنهما قال: صلیت مع النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا، قلت یا أبا الشعثاء! أظنه أخر الظهر وعجل العصر وأخر المغرب وعجل العشاء، قال وأنا أظن ذٰلک. (صحیح مسلم ۱/۲۴۶)

عن نافع قال أقبلنا مع ابن عمر حتى إذا كنا ببعض الطريق استصرخ – الحديث – حتى إذا كاد الشفق أن يغيب نزل فصلى المغرب، وغاب الشفق فصلى العشاء، وقال: هٰكذا كنا نفعل مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا جدبنا السير. (طحاوی شریف ۹۷/۱)

ولا يجمع بين الصلاتين في وقت إحداهما لا في سفر ولا في حضر ما خلا عرفة والمزدلفة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۱۳/۲ رقم: ۱۵۱٤)

وقال الحنفية: لا يجوز الجمع إلا في يوم عرفة للمحرم بالحج جمع تقديم بين الظهر والعصر ...... وفي ليلة المزدلفة جمع تاخير بين المغرب والعشاء. (الفقه الإسلامي وأدلته ۳۱۳/۲)

الحنفية قالوا: لا يجوز الجمع بين صلاتين في وقت واحد لا في السفر ولا في الحضر بأي عذر من الأعذار...... قال عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه: والذي لا إلٰه غيره ما صلى رسول اللّٰه ﷺ قط إلا لوقتها إلا صلاتين جمع بين الظهر والعصرفي عرفة وبين المغرب والعشاء بجمع أي بالمزدلفة. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل: ۲۷۱، شرح النووي على مسلم ٤۹۱)

قوله: "وعن الجمع بين الصلاتين في وقت بعذر" أي منع عن الجمع بينهما في وقت واحد بسبب العذر للنصوص القطعية بتعيين الأوقات فلا يجوز تركه إلا بدليل مثله، ولرواية الصحيحين قال عبد اللّٰه بن مسعود رضي اللّٰه عنه: والذي لا إلٰه غيره ما صلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صلاة قط إلا لوقتها إلا صلاتين جمع بين الظهر والعصر بعرفة وبين المغرب والعشاء بجمع. (البحر الرائق / الجمع بين الصلاتين في وقت بعذر ۲٦۷/۱ المكتبة الشاملة)

لا تجمع بين الصلاتين في وقت واحد إلا الظهر والعصر بعرفة،

والمغرب والعشاء بمزدلفة، وهو قول أبي حنيفة، قال محمد: بلغنا عن عمر بن الخطاب أنه كتب في الآفاق ينهاهم أن يجمعوا بين الصلاتين ويجزهم أن الجمع بين الصلا تين في وقت واحد كبيرة من الكبائر. (الموطأ لإمام مالك برواية محمد بن الحسن الشيباني ٨٢/١ المكتبة الشاملة) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/۱۰/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فدیہ کے مسائل

نماز کا فدیہ کتنا ہے؟

سوال (۸۶۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میری والدہ تقریباً چار سال سے کچھ ایسے عوارض میں مبتلا تھیں کہ ان کی نمازیں قضا ہوتی رہیں، اب میں ان کی نمازوں کا فدیہ دینا چاہتا ہوں، تو فدیہ کتنا ہوگا؟ چار سال سے پہلے کی نمازیں اگر کچھ قضا ہوئی ہوں تو وہ ہمارے علم میں نہیں، دوسری بات انہوں نے ترکہ چھوڑا ہے، کیا ہم وارثین اس ترکہ میں سے ان کی نمازوں کا فدیہ ادا کر سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک نماز کے بدلہ میں ایک صدقۂ فطر (۱؍کلو ۵۷۵؍گرام گیہوں) یا اس کی قیمت دی جاتی ہے، اور ایک دن میں وتر کو ملاکر ۶؍نمازوں کا فدیہ واجب ہوتا ہے، اسی اعتبار سے ۴؍سال کا حساب لگایا جائے، اور مرحومہ نے جب فدیہ کی وصیت نہ کی ہو، تو ان کے ترکہ میں سے فدیہ کی ادائیگی اسی وقت صحیح ہوگی جب کہ سارے ورثہ فدیہ دینے پر بخوشی راضی ہوں۔ (فتاوی محمودیہ ۷؍۳۸۸ ڈابھیل)

ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من برّ كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم، وإنما يعطى من ثلث ماله، وفي الشامي: فيلزمه ذلک من الثلث إن أوصى وإلا فلا يلزم الولي ذلک؛ لأنها عبادة فلابد فيها من الاختيار، فإذا لم يوص فات الشرط، فيسقط في حق أحكام

الدنيا للتعذر، وأما إذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد في الزيادات: إنـه يجزيه إنشاء اللّٰه تعالىٰ. (شـامي ٢/٣٣-٥٣٢ زكريا، كذا في البحر الرائق ٢/١٦٠ رشيدية، الفتاوىٰ الهندية ١/١٢٥ رشيدية)

مصـرف الـزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب ومسكين مـن لـه شـيء، وإن طـالـب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنيا، إذا فـرغ نفـسه لإفادة العـلم، واستفادته لعجزه عن الكسب. (درمختار مع الشامي ٣/٢٨٦ زكريا)

وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف. (شامي ٣/٣٨١ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۵/۱۲ھ

پچاس سال کی نمازوں کا فدیہ کتنا ہوگا؟

سـوال (۸۶۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک آدمی پر پچاس سال کی نمازیں اس کے ذمہ میں ہیں، اور اس کے ورثہ ان نمازوں کا فدیہ دینا چاہتے ہیں، تو ۵۰؍ سال کی نمازوں کا فدیہ کتنا ہوگا؟ اور اس فدیہ کی رقم کسی دارالعلوم میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پچاس سال کی نمازوں کا حساب اس طرح لگایا جائے گا کہ ہر دن وتر سمیت چھ نمازیں شمار ہوں گی، اور ایک نماز کے بدلہ میں ڈیڑھ کلو ۹۴ ؍ گرام ۶۴۰ ؍ ملی گرام گیہوں یا اس کی قیمت فدیہ میں دی جائے گی۔ (ایضاح المسائل ۹۸-۱۰۰)

اس اعتبار سے جب حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ پچاس سال کی نمازوں میں فدیہ کے گیہوں کی مقدار تقریباً ۱۷۰۱؍ سترہ سو ایک کوئنٹل گیہوں یا اس کی قیمت ہوگی، اور فدیہ کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر میت نے مال چھوڑا ہے اور فدیہ کی وصیت کی ہے، تو ایک تہائی مال میں

سے فدیہ کی ادائیگی ورثہ پر لازم ہے، اور اگر مال نہیں چھوڑا یا چھوڑا تو ہے؛ لیکن وصیت نہیں کی یا کم چھوڑا ہے، تو ایسی صورت میں ورثہ پر اس کی نمازوں کا فدیہ دینا لازم تو نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ دے دیں گے تو امید ہے کہ میت کا ذمہ ساقط ہو جائے گا، اور فدیہ کی رقم کسی بھی غریب مسکین کو دے سکتے ہیں، مدارس کے طلبہ پر بھی خرچ کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۳۸۸/۷ ڈابھیل)

أخرج ابن أبي شيبة عن عمر بن عبد العزيز في صدقة الفطر: نصف صاع عن كل إنسان أو قيمته نصف درهم. (مصنف ابن أبي شيبة ٥٠٨/٦ رقم: ١٠٤٧٠)

ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من برّ كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله، وفي الشامي: فيلزمه ذٰلک من الثلث إن أوصى وإلا فلا يلزم الولي ذٰلک؛ لأنها عبادة فلابد فيها من الاختيار، فإذا لم يوص فات الشرط، فيسقط في حق أحكام الدنيا للتعذر، وأما إذا لم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد في الزيادات: إنه يجزيه إن شاء اللّٰه تعالىٰ. (شامي ٥٣٢/٢-٥٣٣ زكريا، كذا في البحر الرائق ١٦٠/٢ رشيديه، الفتاوىٰ الهندية ١٢٥/١ رشيدية)

مصرف الزكاة هو فقير وهو من له أدنى شيء أي دون نصاب ومسكين من لا شيء له الخ……، وإن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة، ولو غنيا إذا فرغ نفسه لإفادة العلم، واستفادته لعجزه عن الكسب. (درمختار مع الشامي ٢٨٣/٣-٢٨٦ زكريا)

وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف. (شامي ٣٨١/٣ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۱/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بے ہوشی کی حالت میں فوت شدہ نمازوں کا فدیہ نہیں

سوال (۸۶۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: مرنے والی نے مرض الموت میں کل چودہ روز کی نماز نہیں پڑھی، ان میں سے آٹھ روز بے ہوش رہی، اب ان کی چودہ دن کی نمازوں کا کیا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چھ دن کی قضا نمازوں میں سے ہر نماز کے بدلہ صدقہ فطر کی مقدار فدیہ ادا کردینا چاہئے اور بے ہوشی کی حالت میں جو نمازیں چھوٹی ہیں مع وتر ان کی طرف سے فدیہ کی ادائیگی ضروری نہیں ہے۔

عن إبراهيم قال: كان يقول في المغمى عليه: إذا أغمي عليه يوم وليلة أعاد، وإذا كان أكثر من ذٰلک لم يعد. (المصنف لابن أبي شيبة ۱/۷۱ رقم: ٦٥٩١، المصنف لعبد الرزاق ۲/۳۱۷ رقم: ٤١٦٥)

ومن أغمي عليه خمس صلوات أو دونها قضا، وإن كان أكثر من ذٰلک لم يقض. (هداية ۱/۱٦۲)

وفدية كل صلاة ولو وتراً كصوم يوم. (تنوير الأبصار مع الشامي ۲/٤۲۷ كراچي، ۳/٤٠۹ زكريا)

الحاصل چھ دن کی ۳۶/نمازوں کا فدیہ ۵۶/کلو ۶۸۷/گرام ۴۰/ملی گرام بنتا ہے، فدیہ میں گیہوں یا اس کی قیمت دونوں ادا کرنا صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۳/۵/۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مرحوم شخص کی نماز روزوں کا فدیہ دینا

سوال (۸٦۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر ہم کسی مرحوم شخص کی نماز کا فدیہ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر دے سکتے ہیں تو کس حساب سے دیا جائے گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرحوم شخص نے اگر نماز کے فدیہ کی وصیت کی تھی، اور ترکہ بھی چھوڑا تھا، تو اس کے تہائی مال سے وصیت کے مطابق قضا شدہ نمازوں کا فدیہ دینا لازم ہوگا، اور اگر وصیت نہیں کی یا مال چھوڑا، تو اس کی طرف سے فدیہ کی ادائے گی لازم نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے اس کا فدیہ ادا کردے تو امید ہے کہ کافی ہوجائے گا، اور ایک نماز یا روزہ کا فدیہ ایک صدقۂ فطر ہوتا ہے، اور وتر ملاکر روزانہ چھ نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۷/۳۸۸-۴۰۳ ڈابھیل)

ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر إدراكهم عدة من أيام آخر، وفدى لزوماً عن الميت وليه كالفطرة بعد قدرته عليه، أي على قضاء الصوم، وفوته بوصيته من الثلث، وإن لم يوص وتبرع وليه به جاز إن شاء الله تعالى، ويكون الثواب للولي. (الدر مع التنوير على الشامي ٢/٤٢٤-٤٢٥ كراچی، شامي ٢/٥٢٣ زكريا، البحر الرائق ٢/١٦٠، الفتاویٰ الهندية ١/٣٨٨) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بیماری کے ایام میں فوت شدہ نماز روزہ کا حکم

سوال (٨٦٥): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص کی بیماری کی وجہ سے ان کے روزے اور نمازیں چھوٹ گئی ہیں، ان کی ادائیگی کس طرح ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حالتِ مرض میں جو نمازیں اور روزے چھوٹ گئے ہیں اس کے لئے اگر مرحومہ نے فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی ہے، تو ثلث مال سے ادا کرنا واجب ہے،

اور اگر وصیت نہیں کی ہے تو ادا کرنا مستحب ہے، اور فدیہ کی مقدار صدقہ فطر کی مقدار ہے، یعنی ہر روزہ اور نماز کے بدلے ایک کلو پانچ سو پچھتر گرام گیہوں یا اس کی قیمت کو ادا کرنا ہوگا۔ (فتاوی محمودیہ ۱۶/۴۲۱ میرٹھ، دار العلوم دیوبند ۴/۳۳۲، کفایت المفتی ۴/۱۲۸، ایضاح المسائل ۹۹)

إذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فأوصىٰ بأن تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله. (الفتاوىٰ الهندية ١/١٢٥، شامي ٢/٥٣٢ زكريا، طحطاوي على المراقي ٢٣٨) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۱/۶/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کی طرف سے بیماری میں چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ دینا؟

سوال (۸۶۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص کا انتقال ہوگیا، اب یاد آیا کہ بیماری کی وجہ سے روزے قضاء ہوگئے تھے، اگر اب ان کا فدیہ دینا چاہیں تو ایک روزے کا کتنا فدیہ ہوگا؟ جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ شخص کے روزے بیماری کی وجہ سے قضا ہوئے، اور مرتے دم تک اس کو اتنے دن صحت نہیں ہوئی کہ وہ روزوں کی قضا کرتا، تو شرعاً اس پر قضا واجب نہیں ہے، اور اگر موت سے قبل اتنے دنوں کے بقدر صحت ملی تھی؛ لیکن اس نے روزے نہیں رکھے، تو اس پر ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ لازم ہے، اور فدیہ میں نماز وروزہ کے بدلے صدقۃ الفطر کی مقدار ادا کرنا واجب ہوگا۔ (مستفاد از: فتاویٰ محمودیہ جدید ۷/۳۸۸-۴۰۳، فتاویٰ دار العلوم ۶/۳۰۳-۳۰۵، کتاب المسائل ۱/۵۳۴، ایضاح المسائل ۱۰۰، جواہر الفقہ ۱/۴۲۴)

وإن تعذر الإيماء برأسه وكثرت الفوائت بأن زادت على يوم وليلة سقط

القضاء عنه، وعليه الفتوى، وفي الشامية: لو مات ولم يقدر على الصلاة لم يلزمه القضاء حتى لايلزمه الإيصاء بها. (شامي ۹۹/۲ کراچی)

يعطى لكل صلاة نصف صاع من برّ كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم.

(درمختار مع الشامي ۷۲/۲ کراچی، البحر الرائق ۱۶۰/۲، الفتاویٰ الهندية ۷۳/۲)

لا قضاء للصوم على المريض والمسافر إذا ماتا قبل الصحة أو الإقامة.

(البحر الرائق، کتاب الصوم ۲۸۳/۲ کوئٹہ، ۴۹۵/۲ دار الکتاب دیوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/۳/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کی چھوٹی ہوئی نمازوں کا فدیہ

سوال (۸۶۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میت کی وصیت کے بغیر میت کی چھوٹی ہوئی نماز کا فدیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر دے سکتے ہیں تو کیا ایسے مدرسہ میں رسید کٹ سکتی ہے کہ جس مدرسہ میں تملیک نہیں ہوتی ہے، یا پھر کسی غریب کو دے سکتے ہیں اس طور پر کہ وہ صاحب نصاب ہوجائے، یا پھر کسی غریب کی شادی میں فدیہ کی رقم خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر میت نے وصیت نہ کی ہو اور سب وارثین فدیہ دینے پر راضی ہوں تو میت کے ترکہ سے فدیہ دینا درست ہے اسی طرح اگر کوئی وارث اپنی طرف سے اپنے ذاتی مال سے فدیہ دینا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن اگر وارثین فدیہ دینے پر راضی نہ ہوں تو ان پر جبر نہیں کیا جا سکتا ہے، اور یہ فدیہ کی رقم غریبوں پر خرچ کی جائے گی خواہ وہ کسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں، مدارس میں بھی خرچ کی جاسکتی ہے، لیکن ایسا مدرسہ جس میں شرعی ضابطہ کے مطابق مصارف میں صرف کرنے کا اہتمام نہ ہو ان میں یہ رقم نہیں دینی چاہئے۔

وإن لم يوص وتبرع به بعض الورثة جاز. (حلبى كبير ٥٣٥)

ويجوز إعطاء فدية صلوات وصيام أيام ونحوها، لواحد من الفقراء جملة. (مراقي الفلاح ٤٣٩ مكتبه شيخ الهند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

میت کی فروخت کردہ چیز کی قیمت سے اس کے فدیہ کی ادائیگی

سوال (۸۶۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میت کی زندگی میں میت کی اجازت کے بغیر میت کی ذی ثمن چیز بیچ دی گئی، پھر اس رقم کو میت کی چھوٹی ہوئی نماز کے فدیہ میں دینا چاہے تو کیا اس رقم کو بطور فدیہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: میت کی زندگی میں جو چیز فروخت کی گئی ہے اس کی محفوظ رقم میت کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ میں شامل ہوگی، اب اگر وارثین اپنی رضامندی سے فدیہ میں صرف کرنا چاہیں تو صرف کر سکتے ہیں۔

التركة مايتركه الميت من مملوكه شرعا كالأراضى المقبوضة والذهب والفضة مضروبتين، أو غير مضروبتين وغيرهما من مملوكه مما يتعلق به حقوق الورثة . (حاشيه شريفيه ٤)

وإن لم يوص وتبرع عنه وليه أو أجنبى جاز الخ . (مراقي الفلاح ٤٣٨ مكتبه شيخ الهند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۶/۱/۱۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا نماز روزہ کی طرح چلہ، چار مہینہ چھوٹنے سے بھی فدیہ دینا لازم ہے؟

سوال (۸۶۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے، اُن کے ذمہ چھ مہینے کی نمازیں ایک مہینے کے روزے اور ۶۵ رسال کی تبلیغ ودعوت باقی ہے، مثلاً چلہ چار مہینے میں جانا؛ لہٰذا میری اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں، مجھے ان تینوں چیزوں نماز روزہ، دعوت وتبلیغ کا کتنا فدیہ دینا ہوگا؟ کیوں کہ ہمارے یہاں کے مبلغین حضرات نے یہ بتایا ہے کہ جس طرح نماز روزہ فرض ہیں، اسی طرح دعوت وتبلیغ کے لئے چلہ میں جانا فرض عین ہے؛ لہٰذا مفتیانِ کرام سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ جلد سے جلد جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں؛ تاکہ بندہ فدیہ ادا کردے اور میرے والد کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں حساب لگا کر ہر ایک فرض نماز اور وتر اور ہر ایک روزہ کے بدلہ میں ایک صدقۂ فطر (ایک کلو ۵۷۵ گرام گیہوں یا اس کی قیمت) دے کر آپ والد صاحب کی طرف سے فدیہ ادا کردیں، تو ان شاء اللہ ان کا ذمہ بری ہوجائے گا، اور تبلیغی جماعت میں جو خاص انداز میں دین کی محنت کی جاتی ہے یہ بہت مفید ہے؛ لیکن یہ خاص ترتیب فرض عین نہیں ہے؛ بلکہ آدمی جماعت وغیرہ میں جائے بغیر بھی اگر دین کی کسی بھی انداز میں محنت کرے تو وہ اپنے ملی فریضہ سے سبک دوش ہوجائے گا، کسی کا یہ سمجھنا کہ دین کی دعوت اور محنت صرف چلہ اور چار مہینے میں منحصر ہے، اور یہ ایسا فرض ہے کہ اس کے ترک پر فدیہ دینا پڑے گا، یہ سب غلو پر مبنی باتیں ہیں، ایسی ناسمجھی کی باتیں کرکے جماعت وتبلیغ کو نقصان نہیں پہنچانا چاہئے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۹۹-۱۰۰)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: أمرنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم أن نؤدي زكاة صاع من طعام، وعن الصغير والكبير، والحر والمملوك، من أدى سلتا قبل منه وأحسبه، قال: ومن أدى دقيقاً قبل منه، ومن أدى سويقا قبل منه. (صحيح ابن خزيمة، كتاب الزكاة / باب إخراج السلت صدقة الفطر ۱۱۵۹/۲ رقم: ۲٤۱۵، مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الزكاة / في صدقة الفطر من قال: نصف صاع بر ۵۰۳/٦ رقم: ۱۰٤۵۰)

وفدية كل صلاة ولو وترا كما مر في قضاء الفوائت، كصوم يوم على المذهب – إلى قوله – يطعم عنه لكل يوم كالفطرة، ولوالجية. والحاصل أن ما كان عبادة بدنية، فإن الوصي يطعم عنه بعد موته عن كل واجب كالفطرة، والمالية كالزكاة، يخرج عنه القدر الواجب. (الدرالمختار ۳/٤۰۹-٤۱۰ زكريا)

لأن الفرض في الاصطلاح: عبارة عن حكم قطع بلزومه، وثبت بدليل قطعي لا شبهة فيه. (كذا في هامش الهداية للعلامة عبد الحئ اللكنويؒ ۱۷/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۶/۱۴۳۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فدیہ کی رقم متعدد فقیروں میں بانٹنا

سوال (۸۷۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مجھے کسی نے ملک سے باہر روپیہ اپنے روزوں کا فدیہ بھیجے، میں نے غریبوں کو کل رقم بانٹ دی، کسی کو ۱۰۰/ روپیہ، کسی کو ۵۰۰/ روپیہ، کسی کو ۱۰۰۰/ روپیہ، غرض اس طرح پوری رقم بانٹ دی، اب کسی نے بتایا کہ آپ کو تو ہر دن کے حساب سے بانٹنا تھا، میں بانٹ چکی ہوں، اب کیا کروں؟ کیا کوئی تدارک ہے؟ مجھے کوئی گناہ تو نہیں ہوگا، جب کہ میرے پاس اب ان کی کوئی رقم نہیں ہے، سب بانٹ دی۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: روزوں کے فدیہ کی صحت کے لئے فدیہ کی رقم کو ہر

دن کے حساب سے تقسیم کرنا اور بانٹنا لازم نہیں ؛ بلکہ اگر ساری رقم یک مشت دے دی جائے یا کچھ دن تاخیر سے دی جائے تو بھی روزوں کا فدیہ بلاشبہ ادا ہوجائے گا، بریں بنا آپ نے فدیہ کی جو رقم کم زیادہ کر کے تقسیم کردی ہے، وہ بلاشبہ ادا ہوگئی ہے، اس میں کسی قسم کا شبہ نہ کیا جائے ؛ البتہ اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ فدیہ کی مقدار (نصف صاع) یا اس کی قیمت سے کم کسی کو نہ دیا جائے، ورنہ وہ معتبر نہ ہوگا۔

ثم إن شاء أعطى الفدية في أول رمضان بمرة وإن شاء أخرها إلى آخره. (الفتاویٰ الهندية ۲۰۷/۱)

لكل يوم نصف صاع من بر أو قيمته بشرط دوام عجز الفاني ثم إن شاء أعطى في أول رمضان، وإن شاء أعطى في آخره، ولا يشترط في المدفوع إليه العدد. (طحطاوي على المراقي ٦٨٨)

لو دفع إلى فقير جملة جاز ولم يشترط العدد ولا المقدار لكن لو دفع إليه أقل من نصف صاع لم يعتد به وبه يفتىٰ. (شامي ٤٠٦/٣ زكريا)

ويجوز إعطاء فدية صلوات وصيام أيام ونحوها لواحد من الفقراء جملة. (طحطاوي على المراقي ٤٣٩ ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۶/۲۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز روزہ کے فدیہ کی رقم کہاں صرف کریں؟

سوال (۱۷۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کی اہلیہ کا انتقال ہوا زید اور اس کے ورثہ اس کے ایصالِ ثواب کے لئے اس کی قضا نمازیں اور روزوں کا فدیہ کا روپیہ مسجد یا مدرسہ میں لگا سکتے ہیں؟ فدیہ کا روپیہ یا غلہ کہاں صرف کیا جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: نماز روزہ کے فدیہ کی رقم مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں نہ لگائی جائے؛ بلکہ فقراء ومساکین اور نادار طلبہ پر خرچ کردیا جائے۔ (کفایت المفتی ۱۷۴/۴)

قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ [التوبة: ٦٠]

عن الثوري قال: لا يعطى زكاة ماله من يحبس على النفقة من ذوي أرحامه و ...... **لا بناء مسجد الخ.** (المصنف لعبد الرزاق ١١٣/٤ رقم: ٧١٧٠)

لا يصرف إلى بناء نحو مسجد وتحته في الشامي قوله: نحو مسجد كبناء القناطير والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج وكل مالا تمليك فيه. (شامي ٢٩١/٣ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١٨٨/١) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۸/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

وتر وتہجد

اکیلے عشاء پڑھنے والے کا وتر کی جماعت میں شریک ہونا؟

سوال (۸۷۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بالخصوص رمضان المبارک میں عشاء کے ۴؍فرض اگر جماعت سے ادا نہیں کئے، تو وتر کی نماز جماعت سے نہیں پڑھ سکتا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس شخص کی عشاء کی جماعت چھوٹ جائے تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، شریعت میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔

وإذا لم يصل الفرض مع الإمام قيل لا يتبعه في التراويح ولا في الوتر، وكذا إذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه في الوتر، والصحيح أنه يجوز أن يتبعه في ذٰلک کله. (صغيري ۲۱۰، بهشتی گوهر ۳۲/۱۱، امداد الاحکام ۲/۲۱۵-۲۱۷، امداد الفتاوی ۴۹۶/۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۲/۹/ ۱۴۱۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تہجد اور تراویح دونوں ایک نماز ہیں یا الگ الگ؟

سوال (۸۷۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تراویح اور تہجد نام کے فرق کے ساتھ ایک ہی نماز معلوم ہوتی ہے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے رمضان میں تراویح کے علاوہ تہجد ثابت نہیں ہے۔ چناں چہ حدیث عائشہؓ ما

کان ...... یزید الحدیث، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اس حدیث سے صرف نماز تہجد ہی مراد لیتے ہیں، مگر ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق بیک وقت دونوں ہی نمازوں پر ہوتا ہے، اور حدیث ابوذرؓ...... **حتی خشینا أن یفوتنا الفلاح.** " اور حدیث عبداللہ بن ابی بکرؓ **فنستعجل الخدم بالطعام مخافة فوت السحر مخافة الفجر،** اور حدیث سائب بن یزیدؓ **حتی کنا علی العصاء ...... فما کنا ننصرف الذي فروع الفجر** " ان تینوں ہی آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ ساری رات تراویح میں گذر جاتی تھی، تو پھر آخر تہجد کس وقت پڑھی جاتی تھی، اس کے علاوہ تراویح وتہجد میں یہ مشابہت بھی نظر آتی ہے کہ دونوں نمازوں ہی میں نماز وتر ان کے بعد پڑھی جاتی تھی، یہ اشتراک دونوں کے متحد ہونے پر دلیل ہے، احادیث وفقہ کی کتابوں میں نماز تراویح قیام شہر رمضان کے نام سے مذکور ہے، یہ نام کب اور کیوں اختیار کیا گیا؟ واضح فرمایئے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تہجد اور تراویح سے متعلق آمدہ تمام احادیث وآثار کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ شریعت کی نظر میں تہجد اور تراویح دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، دونوں کو ایک قرار دینا صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ:

الف: تہجد کی مشروعیت ابتداءِ اسلام میں بطور فرض ہوئی تھی، چناں چہ حضراتِ صحابہ اس کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ان کے پاؤں میں نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا؛ لیکن پھر اس کی فرضیت کا حکم ختم ہوگیا اور نفلی حیثیت برقرار رہی۔ سنن ابی داؤد کی درج ذیل حدیث اس پر روشنی ڈالتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حدثني عن قیام اللیل قالت: ألست تقرأ یآیها المزمل، قال: قلت بلی، قالت: فإن أول هٰذه السورة نزلت، فقام أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حتی انتفخت أقدامهم وحبس خاتمتها في السماء اثني عشر شهراً ثم نزل اٰخرها فصار قیام اللیل تطوعاً بعد فریضة. (سنن أبي داؤد ۱/۱۹۰)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ پہلے ہی سے رمضان اور غیر رمضان ہر زمانہ میں تہجد کا استحباب ثابت ہو چکا تھا، اور شوقین حضرات اس پر عامل بھی تھے، یہ ہجرت سے پہلے کی بات ہے، بعد میں جب ہجرت کے بعد رمضان المبارک کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو قیام رمضان یعنی تراویح کی مشروعیت کی بھی اطلاع دی، چناں چہ فرمایا:

إن اللّٰـه تبـارك وتعالیٰ فرض صيام رمضان عليكم وسَنَنتُ لكم قيامه. (سنن النسـائي، الصيام / باب ذكر اختلاف يحيیٰ بن أبي كثير ۳۰۸/۱ رقم: ۲۲۰۶ دار الفكر بيروت، السنن الكبریٰ للنسائي ۱۲۹/۳ رقم: ۲۵۳۱، سنن ابن ماجة ۹٤/۱ النسخة الهندية، مسند أحمد ۳۰۷/۲ رقم: ۱٦٦۱)

اب غور فرمایئے کہ اگر ''**سـنَـنتُ لكم قيامه**'' سے بھی تہجد ہی مراد لی جائے، تو یہ قول بالکل بے معنی ہوگا؛ کیوں کہ تہجد تو پہلے ہی سے نفل ہونے کی حیثیت سے مشروع چلی آرہی ہے، پھر اس کی سنیت کی خبر دینے کی کیا ضرورت تھی؟ لازماً یہ کہنا پڑے گا کہ اب آپ نے تہجد کے علاوہ کوئی اور عبادت مسنون قرار دی ہے، وہی تراویح ہے، جس کو'' قیام رمضان'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ۳٦۷)

ب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں آٹھ رکعت نماز تہجد کا ذکر ہے، وہ محقق علماء کی نظر میں نماز تہجد پر محمول ہے، حدیث یہ ہے:

مـا كـان رسـول اللّٰـه صلى الله عليه وسلم يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة الخ. (صحيح البخاري ۱٥٤/۱ رقم: ۱۱٤۷)

حدیث کے الفاظ خود بتلا رہے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی نظر اس نماز پر ہے، جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں پڑھی جاتی ہو اور وہ تہجد ہے تراویح نہیں ہے، اگر اس سے نماز تراویح مراد لی جائے اور اس کی رکعتیں صرف آٹھ قرار دی جائیں؟ (جیسا کہ غیر مقلدین کہتے ہیں) تو یہ بات خود حضرت عائشہؓ کی ان صریح احادیث کے خلاف ہوگی جن میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں دیگر مہینوں سے زیادہ عبادات انجام دیا کرتے

تھے۔ بہرحال حدیث عائشہ تہجد پر محمول ہے؛ لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا، کہ آپ نے رمضان کی راتوں میں تہجد کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھی ہی نہ ہو؛ بلکہ تراویح کے ساتھ تہجد کی نماز بھی مقررہ تعداد میں پڑھتے رہنے میں کوئی استبعاد نہیں ہے، جیسا کہ دیگر روایات سے ثابت ہے۔

ج:- حدیث عائشہؓ جس میں تین رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جماعت سے نماز پڑھانا مذکور ہے۔ وہ اہل تحقیق کے نزدیک تراویح پر ہی محمول ہے، اگر یہ تہجد کی نماز ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے دن یہ ارشاد نہ فرماتے کہ: **أني خشيت أن تفرض عليكم.**

(سنن أبي داؤد ۱/۱۹۵)

کیوں کہ تہجد کی فرضیت تو پہلے ہی منسوخ ہو چکی تھی، اب اس کی فرضیت کا خطرہ نہ تھا، معلوم ہوا کہ یہ دوسری نماز (تہجد کے علاوہ) تھی، جس کی فرضیت کا خطرہ تھا وہ تراویح ہے، اسی بات کو دیکھتے ہوئے امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس سنت کا باجماعت اہتمام فرمایا؛ کیوں کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کی فرضیت کا خطرہ باقی نہ رہا تھا۔

عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم صلي في المسجد فصلى بصلاته ناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة فلم يخرج إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما أصبح قال: قد رأيت الذي صنعتم فلم يمنعني من الخروج إليكم إلا أني خشيت أن تفرض عليكم وذلک في رمضان. (سنن أبي داؤد ۱/۱۹۵ رقم: ۱۳۷۳، سنن النسائي ۱/۲۳۸)

عن عبد الرحمن بن عبدٍ القاري أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله عنه ليلة في رمضان إلى المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلي الرجل لنفسه، ويصلي الرجل فيصل بصلاته الرهط، فقال عمر: إني أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل، ثم عزم فجمعهم على أبي بن كعب ......الخ. (صحيح البخاري / باب فضل من قام رمضان رقم: ۲۰۱۰، فتح الباری ۵/۴ ۳۱-۳۱۵ دار الكتب العلمية بيروت)

د: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ تیسرے دن سحری کے وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے رہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا سحری کے وقت خدام کو جلدی کھانا لانے کا حکم کرنا۔

نیز حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی روایت (جس میں صبح تک حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت تمیم داریؓ کے نماز تراویح پڑھانے کا ذکر ہے) سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ تراویح اور تہجد ایک ہی چیز ہیں؛ اس لئے کہ تہجد اخیر شب کی نماز کو کہا جاتا ہے، جو عموماً نیند سے بیدار ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے، اب اس خاص وقت میں جو بھی نفل نماز پڑھی جائے گی اس سے تہجد کا ثواب حاصل ہو سکتا ہے؛ اس لئے کہ مقصود حاصل ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے نماز کسوف کے ساتھ نماز چاشت کی نیت بھی کر لی جائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ۳۷۶)

علاوہ ازیں علامہ شامیؒ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو نماز بھی تہجد کے وقت میں ادا کی جائے گی اس سے تہجد کا ثواب مل جائے گا۔ فرماتے ہیں:

قلت والظاهر أن تقييده بالتطوع بناء على الغالب وأنه يحصل بأي صلاة كانت. (شامي ۲/۲٤ كراچی)

لیکن اس تداخل سے تراویح اور تہجد دونوں نمازوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔

عن أبي ذر رضي الله عنه قال: صمنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم رمضان فلم يقم بنا شيئًا ...... فلما كانت الثالثة جمع أهله ونساءه والناس، فقام بنا حتى خشينا أن يفوتنا الفلاح، قال: قلت ما الفلاح؟ قال: السحور، ثم لم يقم بنا بقية الشهر. (سنن أبي داؤد ۱/۱۹۵ رقم: ۱۳۷۵)

عن عبد الله رضي الله عنه قال: سمعت أبيًا يقول: كنا ننصرف في رمضان من القيام فنستعجل الخدم بالطعام مخافة فوت السحور، وفي أخرى: مخافة الفجر. (رواه مالك، مشكوٰة المصابيح / باب قيام شهر رمضان، الفصل الثالث ۱/۱۱۵)

عـن السـائب بن يزيد رضي اللّٰه عنه أنه قال: أمر عمر بن الخطاب أبي بن كـعـب وتـميـمًا الداري أن يقوما للناس بإحدى عشرة ركعة، قال: وكان القاري يـقرأ بالمئين حتى كنا نعتمد على العصي من طول القيام، وما كنا ننصرف إلا في فروع الفجر. (الموطأ لإمام مالك على أوجز المسالك ٣٩٥٣٩٣/١ المكتبة اليحيوية سهارنفور)

ہ:- حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی درج ذیل روایت سے بھی تراویح اور تہجد کا الگ الگ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

عـن قيـس بن طلق قال: زارنا أبي طلق بن علي في يوم من رمضان فأمسى بـنـا وقـام بـنـا تلك الليلة وأوتر بنا، ثم انحدر إلى مسجد فصلى بأصحابه حتى بقي الوتر، ثم قدم رجلاً فقال: أوتر بهم. (سنن النسائي ٢٤٧/١)

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے الگ الگ اوقات میں تراویح اور تہجد کی نمازیں پڑھیں، اسی طرح یہ بھی پتہ چلا کہ وتر کا حکم الگ سے مستقلاً ایک مرتبہ پڑھنے کا ہے، وہ تراویح یا تہجد کے تابع نہیں ہے؛ اس لئے اسے مشابہت اور اتحاد کا معیار نہیں بنایا جاسکتا۔

و:- حضراتِ فقہاء نے احادیثِ شریفہ سے استنباط کرتے ہوئے نماز تراویح کو ''قیام رمضان'' کے نام سے معنون فرمایا ہے؛ کیوں کہ احادیث میں: **سـنـنـت لكم قيامه، يا من قام رمضان إيماناً واحتساباً الخ** جیسے الفاظ وارد ہوئے ہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

وإنـمـا اختار هٰذه اللفظة أعني قيام شهر رمضان اتباعاً لحديث أبي هريرة رضـي الـلّٰـه عـنـه الذي أخرجه الجماعة أنه قال: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم يـرغب الناس في قيام رمضان من غير أن يأمر فيه بعزيمة، فيقول: من قام رمضان الخ. (عيني شرح الهداية ٨٦٦/١)

اور تہجد کے لئے صلوٰۃ اللیل کے الفاظ وارد ہیں۔

أفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل ثم غير خاف أن صلاة الليل المحثوث عليها هي التهجد. (شامي ٤٦٧/٢ زكريا، شامي ٢٤/٢ كراچی)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ……: وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل. (صحيح مسلم رقم: ١١٦٣، كذا في الترغيب والترهيب رقم: ٩١٣) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۹/۳/۱۴۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرمین شریفین میں حنفی حضرات وتر کس طرح پڑھیں؟

سوال (۸۷۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن خوش نصیب حاجیوں کو رمضان المبارک کا زمانہ حرمین شریفین میں گذارنے کا موقع میسر ہوتا ہے، وہ حسبِ ذیل مسائل سے دوچار ہوتے ہیں، ان میں علماء بھی ہوتے ہیں اور عوام بھی، حرمین شریفین میں وتر نماز کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہوتا ہے، حنبلی مسلک کے مطابق امام حرم دوسلام سے تین رکعت وتر عموماً پڑھتے ہیں، رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھی جاتی ہے، حنفی مصلیان اگر اپنی وتر کی نماز انفرادی طور پر پڑھتے ہیں، تو جماعت کے ثواب اور امام حرم کی مخصوص دعا سے محروم ہوجاتے ہیں، جب کہ حنفی مقتدیوں کا علیحدہ جماعت بنا کر نماز پڑھنا ممنوع ہے، تو پھر حنفی مصلیان وتر کس طرح پڑھیں؟

اس کے لئے عموماً تین طریقے اختیار کئے جاتے ہیں:

(۱) اسّی فیصد حنفی مصلی حنبلی مسلک کے طریقہ پر امام کی اقتداء کرتے ہوئے دوسلام سے تین رکعت پڑھتے ہیں، ایسی صورت میں حنفی حضرات کی نماز وتر صحیح ہوگئی یا قابلِ اعادہ ہے؟

(۲) بعض حنفی حضرات امام حرم کے ساتھ تین رکعت کی نیت باندھتے ہیں اور جب امام صاحب دورکعت کے بعد سلام پھیر دیتے ہیں، تو یہ حضرات اپنی تیسری رکعت انفرادی طور پر پڑھ کر پوری کرتے ہیں، اس طریقہ سے وتر کی نماز صحیح ہوگئی یا اعادہ کرنا ضروری ہوگا؟

(۳) ایک عالم صاحب نے یہ تدبیر بتلائی کہ امام کے ساتھ تین رکعت کی نیت کرو اور جب دو رکعت کے بعد امام سلام پھیر دے، تو حنفی مصلی سلام نہ پھیرے؛ بلکہ جب امام تیسری رکعت کی نیت باندھے تو اس کے ساتھ شریک ہوکر تیسری رکعت اور دعا قنوت و دعا میں شریک رہے۔

اس طریقہ میں دشواری یہ ہے کہ امام حرم تیسری رکعت کے رکوع کے بعد قنوت اور مختلف دعائیں پڑھتے ہیں، جب کہ حنفی مصلی کے لئے رکوع سے پہلے قنوت پڑھنا ہے، حنفی مصلی اب کیا کرے کہ اس کی نماز صحیح ہوجائے؟

حنبلی مسلک کے مطابق تین طریقے سے وتر پڑھ سکتے ہیں؛ لہٰذا گاہے گاہے امام حرم تین طریقوں پر عمل کرتے ہیں:

(۱) دو سلام کے ساتھ تین رکعات وتر مع دعا قنوت۔

(۲) امام حرم تین رکعات سورۂ فاتحہ ضم سورۃ کے ساتھ مسلسل پڑھتے ہیں، یعنی دو رکعت کے بعد قعدۂ اولیٰ نہیں کرتے اور تیسری رکعت میں قنوت نہیں پڑھتے، اور بغیر سجدۂ سہو کئے ہوئے نماز ختم کردیتے ہیں، ان کی نماز تو صحیح ہوتی ہے جب کہ حنفی مصلی کے لئے سجدۂ سہو واجب ہوگیا، تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اسے سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا، یا اقتداء امام میں بغیر سجدۂ سہو کے بھی اس کی نماز ہوگئی؟

(۳) امام حرم وتر کی تین رکعات دو سلام کے ساتھ پڑھتے ہیں، مگر اس طرح کہ تیسری رکعت میں رکوع کے بعد دعاء قنوت نہیں پڑھتے، اور قعدۂ اخیرہ میں بغیر سجدۂ سہو کئے ہوئے نماز پوری کرلیتے ہیں، اس صورت میں حنفی مصلی کیا کرے کہ نماز صحیح ہوجائے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حرمین شریفین بالخصوص حرمِ نبوی زادہما اللہ شرفاً وعظمۃً میں احناف کے لئے وتر باجماعت کا مسئلہ واقعی قابلِ توجہ ہے، فقہ کی تمام کتابوں میں ظاہر الروایۃ اور مفتی بہ یہی لکھا ہے کہ امام اگر وتر میں سلام سے فصل کرے، تو حنفی مقلد مقتدی کی نماز صحیح نہ ہوگی؛

لیکن حنفی مشائخ میں سے امام ابوبکر جصاص رازیؒ اس کو مجتہد فیہ قرار دے کر توسیع کی بات کہتے ہیں۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

وخلافاً لما قال الرازي: عن أنه يصح وإن فصله ويصلي معه بقية الوتر؛ لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده وهو مجتهد فيه كما لو اقتدى بإمام قد رعف، قلت: ومعنى كونه لم يخرج بسلامه أن سلامه لم يفسد وتره؛ لأن ما بعده يحسب من الوتر فكأنه لم يخرج منه، وهٰذا بناء على قول الهندواني. (شامي ٢/ ٤٤ زكريا، البحر الرائق ٣٩/٢ كوئٹه، معارف السنن ٤/ ١٧٠ أشرفي، فيض الباري ٢/ ٣٧٠ كوئٹه)

بریں بناء موجودہ زمانہ کی ضرورت اور حرمین شریفین کی صورتِ حال کو مدنظر رکھ کر مذہب کی اس ضعیف روایت کو اپنانے کی گنجائش ہے، اس روایت کو لینے کے بعد مزید کسی تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی، امام جس طرح پڑھائے ویسے ہی پڑھ لینی چاہئے، اس وقت جب کہ مسائل وجزئیات سے ناواقفیت عام ہے اور عبادات میں سستی کا رجحان ہے، اس لئے عوام کو کسی اور طریقے کی ترغیب دینا مضرت سے خالی نہیں ہے۔ علامہ محمد یوسف بنوریؒ تحریر فرماتے ہیں:

وبالجملة فمذهب الحنفية: أنه لا وتر عندهم إلا بثلاث ركعات بتشهدين وتسليم، نعم لو اقتدى حنفي بشافعي في الوتر وسلم ذٰلك الشافعي الإمام على الشفع الأول على وفق مذهبه، ثم أتم الوتر صح وتر الحنفي عند أبي بكر الرازي وابن وهبان. (معارف السنن للعلامة البنوري ٤/ ١٧٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرمین شریفین میں وتر کی نماز کا مسئلہ

سوال (۸۷۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جولوگ ماہِ رمضان میں عمرہ کی نیت سے جاتے ہیں وہ لوگ جب کہ حنفی ہیں، تو رمضان میں

حرم کے اندر وتر کی نماز امام کے پیچھے کیسے ادا کریں گے؟ کیا امام کی اتباع میں دو رکعت پر سلام پھیریں گے، اور پھر جب امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگا، تو یہ حنفی شخص بھی اسی طرح اس کی اتباع میں کھڑا ہوگا یا پھر یہ حنفی شخص امام کے پیچھے دو سلام کے ساتھ نہ پڑھ کر تنہا ایک سلام سے نماز وتر پڑھے گا؟ جو بھی حکم شرعی ہو اس کو واضح اور مدلل طور پر تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کے نزدیک اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ وتر کی تینوں رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں، اس لئے اگر بسہولت ممکن ہو تو حنفی شخص کو اپنے وتر بعد میں علیحدہ پڑھنی چاہئے؛ تاہم چوں کہ یہ ایک اجتہادی رائے ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک وتر دو سلاموں سے پڑھی جاتی ہے، اس لئے جہاں صف سے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہو اور امام کے ساتھ وتر پڑھنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو، جیسا کہ مسجدِ نبوی میں یہ صورت بکثرت پیش آتی ہے، تو ایسی حالت میں حنفی شخص کو ائمہ حرمین کے طریقہ کے مطابق ہی نماز وتر پڑھ لینی چاہئے، اس سے اس کی وتر ادا ہو جائے گی۔ (کتاب المسائل ۱/۴۱۰، انوار مناسک ۳۸۹)

لا يجوز اقتداء الحنفي بمن يسلم من الركعتين في الوتر، وجوّزه أبو بكر الرازيؒ ويصلي معه بقية الوتر؛ لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده وهو مجتهد فيه. (البحر الرائق ٢/٣٩ كوئٹه)

وبالجملة فمذهب الحنفية أنه لا وتر عندهم إلا بثلاث ركعات بتشهدين وتسليم، نعم لو اقتدىٰ حنفي بشافعي في الوتر وسلم ذٰلك الشافعي الإمام على الشفع الأول علىٰ وفق مذهبه ثم أتم الوتر صح وتر الحنفي عند أبي بكر الرازيؒ وابن وهبان. (معارف السنن ٤/ ١٧٠ أشرفي)

ولا عبرة بحال المقتدي وإليه ذهب الجصاص وهو الذي اختاره لتوارث السلف واقتداء أحدهم بالآخر بلا نكير مع كونهم مختلفين في الفروع وكان

شیخنا شیخ الهند محمود الحسنؒ أیضاً یذهب إلی مذهب الجصاصؒ. (فیض الباري للعلامة الکشمیري ۳/ ۳٥٤ کوئٹه ۲/ ۳۷۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وتر کو سنت سمجھ کر پڑھانے والے کے پیچھے واجب سمجھ کر پڑھنے والے کی اقتداء کرنا

سوال (۸۷٦): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حنبلی مسلک میں وتر کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے، بایں صورت سنت پڑھنے والے کے پیچھے وتر کی واجب نماز پڑھنے والے کی اقتداء صحیح ہوگی یا نہیں؟ الفقہ علی مذاہب الاربعہ میں یہ سب طریقے حنبلی مسلک کے وتر کی نماز کے لکھے ہوئے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وتر کی نماز حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک بھی سنت ہے، اور حضراتِ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ جو امام وتر کو سنت سمجھتا ہو اس کے پیچھے واجب سمجھنے والے کی نماز درست ہے۔

صح اقتداء متنفل بمتنفل ومن یری الوتر واجباً عن یراہ سنة. (درمختار ۲/ ۳۳۹ زکریا، البحر الرائق ۲/ ٤۰ کوئٹه)

لہٰذا وتر میں ائمہ حرمین شریفین کی اقتداء موجبِ اشکال نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۲۹ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رمضان میں نمازِ عشاء جماعت سے نہ پڑھنے والے شخص کا وتر کی امامت کرنا؟

سوال (۸۷۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: زید نے رمضان میں عشاء کی نماز باجماعت نہیں پڑھی، تنہا نماز پڑھی ہے، تو وہ وتر کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو بلاکراہت ہوگی یا مع الکراہت؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رمضان میں اگر کسی شخص کی صرف عشاء کی جماعت فوت ہوئی ہے اور وہ عشاء کی نماز تنہا ادا کرچکا، تو ایسی صورت میں حنفیہ کے صحیح مذہب کے مطابق یہ شخص بھی وتر کی جماعت کراسکتا ہے، اور اس کے پیچھے وتر کی نماز بلاکراہت درست ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۷/۱۶۲ ڈابھیل، فتاویٰ دارالعلوم ۴/۱۵۲)

بقي قضية التعليل في المسئلة السابقة بقولهم؛ لأنها تبع أن يصلي الوتر بجماعة في هٰذه الصورة؛ لأنها ليس بتبع التراويح ولا العشاء عند الإمام. (طحطاوي على الدر ۱/۲۹۷)

قال أبويوسف الباني: إذا صلى مع الإمام شيئا من التراويح، يصلي معه الوتر، وكذا إذا لم يدرك معه شيئا منها، وكذا ظهير الدين المرغيناني: لو صلى العشاء وحده، فله أن يصلي التراويح مع الإمام وهو الصحيح. (غنية المستملي شرح منية المصلي للحلبي الكبير ٤١٠، كذا في الفتاوى الهندية ۱/۱۱۷، والبحر الرائق ۲/۱۲۳) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۲۸/۵/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

جس نے عشاء جماعت سے نہ پڑھی ہو وہ تراویح اور وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے

سوال (۸۷۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ اگر کسی کو نماز عشاء جماعت سے نہ ملی ہو، تو وتر جماعت سے نہیں پڑھنا چاہئے، عمر کہتا ہے کہ سنت وفرض جماعت سے پڑھے گئے، تو وتر بھی جماعت سے پڑھے جاتے

ہیں، یہ علت ختم ہوگئی،تو وتر حسب معمول تنہا پڑھے جائیں، ایسی صورت میں واضح فرمایا جائے کہ صحیح کیا ہے؟ آیا کوئی سند اس امر کی پائی جاتی ہے کہ رمضان المبارک میں فرضوں کی جماعت ملے یا نہ ملے، بہرحال وتر جماعت سے پڑھے جائیں گے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح عشاء باجماعت نہ پڑھنے کی صورت میں تراویح کی جماعت میں شرکت جائز ہے،اسی طرح اپنی عشاء پڑھ کر وتر کی جماعت میں بدرجہ اولیٰ شرکت کی اجازت ہوگی، یہی موقف حنفیہ کے نزدیک راجح ہے۔ چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی صغیری شرح منیۃ المصلی میں تحریر فرماتے ہیں:

وإذا لم يصلی الفرض مع الإمام قيل لا يتبعه في التراويح ولا في الوتر وكذا إذا لم يصلي معه التراويح لا يتبعه في الوتر، والصحيح أنه يجوز أن يتبعه في ذٰلک كله. (صغيري ٢١٠)

إذا لم يصل الفرض مع الإمام لا يتبعه في الوتر، وقال أبويوسف الباني: إذا صلى مع الإمام شيئاً من التراويح يصل معه الوتر وكذا إذا لم يدرک شيئاً منها وهو الصحيح. (حلبي كبير ٤١٠ لاهور)

وفي القنية: صلى العشاء وحده فله أن يصلي التراويح مع الإمام ولو تركوا الجماعة في الفرض ليس لهم أن يصلوا التراويح جماعة؛ لأنها تبع للجماعة ولو لم يصل التراويح جماعة مع الإمام فله أن يصلي الوتر معه ثم ذكر بعده أنه لو صلى التراويح مع غيره له أن يصلي الوتر معه هو الصحيح. (البحر الرائق ٧٠/٢ كوئٹه، الفتاویٰ الهندية ١١٧/١، شامي ٤٩٩/٢ زكريا)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوگیا کہ شامی ۴۸/۲ کراچی نے صورتِ مسئولہ میں کراہت کا جو قول نقل کیا ہے وہ مرجوح ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۶/۹/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وتر کی تیسری رکعت میں جہری قرأت کرنا

سوال (۸۷۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں تراویح کے بعد وتر کی نماز جو جماعت سے ہوتی ہے اور تیسری رکعت میں جہراً جو قرأت کی جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وتر کا حکم نوافل کے مانند ہے، جن میں ہر رکعت میں قرأت فرض ہوتی ہے، اسی بنا پر وتر کی تینوں رکعتوں میں جہر وسر کا حکم یکساں ہوگا۔

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه قال: كان رسول اللّٰه يقرأ في الوتر بسبح اسم ربک الأعلى، وقل يأيها الكافرون، وقل هو اللّٰه أحد في ركعة ركعة. (سنن الترمذي ۱/۱۰۶ رقم: ٤٦١، سنن أبی داؤد ۱/۲۰۱ رقم: ۱٤۲۳)

كذا تستفاد من العبارة الشامية: علل الكراهة في الضياء والنهاية بأن الوتر نفل من وجه حتى وجبت القراءة في جميعها. (شامي ۲/٤۹ کراچی، ۲/۵۰۰ زکریا)

وفي الدر المختار: وتفرض القراءة عملاً في ركعتي الفرض وكل الوتر احتياطاً. (درمختار مع الشامي ۲/۲۹ کراچی، ۲/٤۷۳ زکریا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/۹/۱۴۱۳ھ

جس کو دعاء قنوت یاد نہ ہو تو وہ کیا پڑھے؟

سوال (۸۸۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جن مردوں یا عورتوں کو دعاء قنوت یاد نہیں ہے، اب نماز کی طرف توجہ شروع ہوئی ہے، اور دعا قنوت کو یاد کرنا شروع کر دیا ہے، مگر جب تک دعا قنوت یاد نہ ہو اس وقت تک کیا پڑھیں، اگر ہم نے مسجد میں نمازیوں کو بتایا کہ دعا قنوت یاد کرتے رہو اور جب تک دعا قنوت یاد نہ ہو اس وقت

تک ''ربنا آتنا الخ'' یا''اللّٰهم اغفر لي'' یا ''یارب یا رب الخ'' پڑھ لیا کرو؛ لیکن مفتی صاحب منع کرتے ہیں کہ اگر یہ بتاؤ گے، تو پھر دعا قنوت یاد نہیں کریں گے، ہم دار الافتاء سے رجوع کر رہے ہیں کہ اگر دعاء قنوت یاد نہ ہو تو کیا کریں؟

مفتی صاحب کی ہدایت ہے کہ مستحبات مجامع میں یا بہت سے نمازیوں میں مسجدوں میں نہ بتلایا کریں، کیا ہم اس ہدایت پر عمل کریں؟ چوں کہ ہمارا سارا علاقہ مسائل میں دار الافتاء شاہی ہی کی ہدایت پر عمل کرتا ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جن لوگوں کو دعاء قنوت یاد نہیں ہے وہ اگر ''ربنا آتنا'' یا کوئی اور دعا پڑھ لیں، تو واجب ادا ہو جائے گا؛ لیکن جو مسنون الفاظ قنوت میں منقول ہیں ان کی فضیلت حاصل نہ ہو سکے گی؛ اس لئے انہیں مسئلہ بتانے کے ساتھ ساتھ دعا قنوت یاد کرنے کی ترغیب دیتے رہنا چاہئے؛ لیکن اصل مسئلہ بتانے سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

عن أبي عبد الرحمن قال: علَّمنا ابن مسعود أن نقرأ في القنوت: اللّٰهم إنا نستعينک ونستغفرک ونُثني علیک الخیرَ ولا نکفرُک، ونخلعُ ونترکُ من یفجرک، اللّٰهم إیاک نعبد، ولک نصلي ونسجد، وإلیک نسعی ونحفد، نرجو رحمتک، ونخشی عذابک، إن عذابک الجِدَّ بالکفار محلق. (المصنف لابن أبي شیبة ٥١٨/٤ رقم: ٦٩٦٥)

عن إبراهیم قال: لیس في قنوت الوتر شيء مؤقتٌ، إنما هو دعاء واستغفار. (المصنف لابن أبي شیبة ٥١٩/٤ رقم: ٦٩٦٦)

ویسن الدعاء المشهور. (الدرالمختار علی الشامي ٤٤٢/٢ زکریا)

ومن لایحسن القنوت یقول: "ربنا آتنا في الدنیا حسنة الآیة، وقال أبو اللیث یقول: اللّٰهم اغفرلي یکررها ثلاثا، وقیل یقول: یا رب ثلاثا. (شامي ٤٤٣/٣

زكريا، البحر الرائق ٢/ ٤١ – ٤٢ كوئٹه) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وتر میں دعاء قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا؟

سوال (۸۸۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نور الایضاح، مراقی الفلاح، طحطاوی، درمختار، شامی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وتر کی نماز میں دعا قنوت پڑھ کر درود شریف پڑھنا مستحب ہے، زید ایک مستند مفتی ہے، یہ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ رکوع فرض ہے اگر دعا قنوت پڑھ کر درود شریف پڑھیں گے تو تاخیر لازم آئے گی؛ اس لئے دعا قنوت کے بعد درود شریف نہیں پڑھا جائے گا، اگر واقعی درود شریف پڑھنے سے تاخیر لازم آ کر پڑھنا منع ہے، تو پھر مستحب کیوں لکھا ہے، اس کی کیا توضیح ہے؟ ہم نے مفتی صاحب سے کہا کہ فتاویٰ رحیمیہ ۸ پر بھی حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب نے مستحب لکھا ہے، اس کے جواب میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ مفتی عبدالرحیم صاحب غیر مقلد تھے، اور اکابرین دار العلوم یا اکابرین شاہی کا بھی کسی کا اس مستحب پر عمل نہیں تھا، مفتی صاحب کے بقول؛ اس لئے دار الافتاء سے رجوع کر رہے ہیں، ہماری صحیح راہنمائی فرمائیں، اگر یہ عمل مستحب ہے تو ہم اس پر مستحب سمجھ کر عمل کریں یا نہ کریں؟ کیوں کہ ہم خود بھی دعا قنوت کے بعد مختصر درود شریف پڑھ لیتے ہیں، اور جب ہم اس کو مستحب سمجھتے ہیں، تو کبھی کبھی دوسروں کو بھی بتلا دیتے ہیں، تو کیا ہم ان مفتی صاحب کے کہنے سے پڑھنا چھوڑ دیں اور دوسروں کو بتانا چھوڑ دیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: درود شریف تو بجائے خود دعا ہے، اور وتر میں قنوت سے مراد مطلق دعا کرنا ہے، جس میں وجوب کی ادائیگی کے لئے کسی خاص دعا کی تخصیص نہیں؛ لہٰذا اگر دعا قنوت کے ساتھ درود شریف ملا لیا جائے، تو یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن قرار دیا جائے گا؛

کیوں کہ درود شریف شامل کرنے سے دعا کی قبولیت کی امید زیادہ ہو جاتی ہے، اسی لئے فقہاء نے دعا قنوت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کو مستحب لکھا ہے۔ بریں بناء عوام وخواص کو اس کی ترغیب دی جاسکتی ہے، اور صاحب فتاویٰ رحیمیہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے فتاویٰ رحیمیہ میں مسئلہ صحیح لکھا ہے، اور آں موصوف پر غیر مقلدیت کا الزام محض بہتان ہے، حضرت کا شمار ہندوستان کے معتبر اکابر مفتیان میں سے تھا۔

عن إبراهيم قال: ليس في قنوت الوتر شيء مؤقتٌ، إنما هو دعاء واستغفار. (المصنف لابن أبي شيبة ٥١٩/٤ رقم: ٦٩٦٦)

وقنوت الوتر وهو مطلق الدعاء. (الدر المختار) أي القنوت الواجب يحصل بأي دعاء كان. (شامي ١٦٣/٣ زكريا)

ومن لايحسن القنوت يقول: ربنا آتنا في الدنيا حسنة الآية، وقال أبو الليث يقول: اللّٰهم اغفرلي يكررها ثلاثا، وقيل يقول: يا رب ثلاثا. (شامي ٤٤٣/٣ زكريا)

وصلى اللّٰه على النبي. (نور الإيضاح) وفي الواقعات بعد ماذكر إختيار الفقيه أبي الليث: أنه يصلي قال: والمستحب في كل دعاء أن يكون فيه الصلاة على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم اللّٰهم صل على محمد وعلى آل محمد، فهٰذا يفيد أن كيفية الصلاة على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في القنوت بهذه الكيفية، ويشهد ما أخرجه النسائي بسند صحيح عن زيد بن خارجة، قال: سئلت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كيف الصلاة عليک؟ فقال: صلوا علي واجتهدوا في الدعاء، وقولوا: اللّٰهم صل على محمد وعلى آل محمد، وعنه صلى اللّٰه عليه وسلم الدعاء موقوف بين السماء والأرض لايصعد حتى يصلي عليّ، فلا تجعلوني كغمر الراكب صلوا عليّ في أول الدعاء وأوسطه وآخره، اختار الفقيه أبو الليث رحمه اللّٰه أنه يصلي في القنوت على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم.

(طحطاوي على مراقي الفلاح ٣٨١-٣٨٢)

وهل يصلي في آخر القنوت على النبي صلى الله عليه وسلم أم لا؟ قال الفقيه أبو الليث: يصلي؛ لأنها من جنس الدعاء الخ. قال ابن الهمام: ولا ينبغي أن يعدل عن هذا القول. (حلبي كبير ٤٢٢)

ويسن الدعاء المشهور يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم به يفتى.

(الدرالمختار على الشامي ٢/٤٤٢ زكريا، فتاوى رشيدية ٣٩٧) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۱/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعاءِ قنوت میں ”و نخلع و نترک من یفجرک“ کا مطلب

سوال (۸۸۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم روزانہ دعاءِ قنوت میں وعدہ کرتے ہیں: ”و نخلع و نترک من یفجرک“ اس کی وضاحت فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”و نخلع و نترک من یفجرک“ یہ جملہ خبریہ نہیں؛ بلکہ انشائیہ ہے؛ لہٰذا اس میں کذب کا احتمال نہیں ہے، دوسرے یہ کہ یہاں فجور سے مراد کفر ہے، اور ترک سے مراد مخالفت اعتقادی ہے۔ (امداد الفتاویٰ مع ہامشہ ۱/۴۵۷-۴۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۰/۱/۲۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں شریک ہونے والا قنوت نہیں پڑھے گا

سوال (۸۸۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید وتر کی جماعت میں قرأت کے موقع پر تیسری رکعت میں شامل ہوا، امام کے ساتھ دعاء

قنوت بھی پڑھ لی اور عمر تیسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا، تو یہ اپنی قنوت کس رکعت میں پڑھے؟ اور زید کو دوبارہ قنوت پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو شخص وتر کی تیسری رکعت کی قرأت میں شریک ہوا اور وہ شخص جو تیسری رکعت کے رکوع میں شریک ہوا، یہ دونوں بعد میں قنوت نہیں پڑھیں گے۔

المسبوق يقنت مع الإمام ولا يقنت بعده، كذا في المنية. فإذا قنت مع الإمام لا يقنت ثانياً فيما يقضي كذا في محيط السرخسي في قولهم جميعاً، كذا في المضمرات. وإذا أدركه في الركعة الثالثة في الركوع ولم يقنت معه فيما يقضي، كذا في المحيط. (الفتاویٰ الهندية ١/ ١١١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۰/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رکوع کے بعد دعاء قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کرنا؟

سوال (۸۸۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک کے مہینہ میں امام وتر کی نماز پڑھا رہا تھا، تیسری رکعت کے رکوع میں بغیر دعاء قنوت پڑھے چلا گیا، مقتدیوں نے لقمہ دیا، امام نے واپس آ کر دعاء قنوت پڑھی اور دوبارہ رکوع کیا اور سجدۂ سہو کر کے نماز مکمل کی، تو یہ نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز صحیح ہوگئی ہے۔

ومع هٰذا إن أعاد الركوع والقوم ما تابعوه في الركوع الأول وإنما تابعوه في الركوع الثاني أو على القلب لا تفسد صلاتهم. كذا في الخلاصة. (الفتاویٰ الهندية ١/ ١١١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۸/۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بھول سے دومرتبہ دعاءِ قنوت پڑھنا؟

سوال (۸۸۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید وتر کی نماز پڑھ رہا تھا، تیسری رکعت میں دعاءِ قنوت پڑھ کر رکوع میں جانا تھا، بھول سے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر پھر دوبارہ دعاءِ قنوت پڑھ لی، اور رکوع کر کے نماز مکمل کرلی۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہو جائے گا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کانوں تک دوبارہ ہاتھ اٹھانے اور دوبارہ دعاءِ قنوت پڑھنے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، اس لئے نماز درست ہوگئی، دوہرانے کی ضرورت نہیں۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۳/۴۵۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۸/۵/۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قنوتِ نازلہ کن حالات میں اور کب پڑھیں؟

سوال (۸۸۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قنوتِ نازلہ کن حالات میں پڑھی جاتی ہے؟ اور اس کی مدت کیا ہے؟ کیا مسلسل تین چار ماہ تک جاری رکھی جائے؟ اور قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت حنفی مقلد آدمی دعا کے لئے ہاتھ اٹھا سکتا ہے؟ کیا ہاتھ اٹھانا اس کے لئے مفسدِ صلوٰۃ ہوگا؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قنوتِ نازلہ نماز فجر میں اس وقت پڑھی جاتی ہے جب عام مسلمین کسی مشکل ومصیبت میں پڑجائیں، اور جب تک اس مصیبت میں گرفتار رہیں، قنوتِ نازلہ پڑھنا مسنون ہے، حنفی مقلد بوقتِ دعاءِ قنوت ہاتھ نہ اٹھائیں؛ بلکہ ہاتھ چھوڑے کھڑا رہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنہ قال: قنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

وسلم شهراً بعد الركوع في صلاة الصبح، يدعو على رعل وذكوان، ويقول: عصية عصيت اللّٰه ورسوله. (صحيح البخاري رقم: ٤٠٩٤، صحيح مسلم رقم: ٦٧٧، بحواله حاشية: إعلاء السنن ٩٥/٦ رقم: ١٧١٠ دار الكتب العلمية بيروت)

عن عاصم عن أنس رضي اللّٰه عنه إنما قنت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم (أي الفجر) شهراً يدعو على أناس، قتلوا أناساً من أصحابه، يقال لهم القراء. (صحيح البخاري رقم: ٣١٧٠، صحيح مسلم رقم: ٦٧٧، بحواله حاشية: إعلاء السنن ٩٥/٦ رقم: ١٧١١ دار الكتب العلمية بيروت)

وأما عند النوازل في القنوت في الفجر. (منحة الخالق مع البحر الرائق ٤٥/١)

وإن نزل بالمسلمين نازلة قنت الإمام في صلاة الجهر. (شامي ٤٤٩/٢ زكريا، البحر الرائق ٤٤/٢)

بل يقف ساكتا مرسلاً يديه. (سدر المستقى مع مجمع الأنهر ١٢٩/١، شامي ٤٤٨/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۲/۱۴۲۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قنوتِ نازلہ کن حالات میں پڑھنی چاہئے؟

سوال (۸۸۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قنوتِ نازلہ کن حالات میں پڑھنی چاہئے، موجودہ حالات میں قنوتِ نازلہ پڑھیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قنوتِ نازلہ عام مصائب اور غیر معمولی ہولناک حالات کے وقت پڑھنی مشروع ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہؓ سے سخت ترین مصائب میں قنوتِ نازلہ پڑھنا ثابت ہے، آج بھی جہاں کے مسلمان سخت مصائب میں مبتلا

ہوجائیں، انہیں قنوتِ نازلہ پڑھنی چاہئے۔ اس وقت یہاں کے حالات ایسے ہولناک نہیں ہیں کہ قنوتِ نازلہ کی ضرورت ہو۔

عن عاصم بن سليمان قلنا لأنس: إن قوماً يزعمون أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يزل يقنت في الفجر، فقال: كذبوا إنما قنت شهراً واحداً يدعو على حي من أحياء المشركين. (كذا في التلخيص الحبير ١/٩٣، بحواله: إعلاء السنن ٦/٩٦ رقم: ١٧١١)

ووفق شيخنا بين رواية الطحاوي عن أئمتنا أولا وبين ما حكى عنه شارح "المنية" بأن القنوت في الفجر لا يشرع لمطلق الحرب عندنا، وإنما يشرع لبلية شديدة تبلغ بها القلوب الحناجر والله أعلم، ولو لا ذٰلک للزم الصحابةؓ القائلين بالقنوت النازلة أن يقنتوا أبداً، ولا يتركوه يوماً، لعدم خلو المسلمين عن نازلة ما غالباً لا سيما في زمن الخلفاء الأربعة. (إعلاء السنن ٦/١١٦ بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۲۸/۱/۱۴۲۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرمین شریفین میں قیام اللیل اور تہجد کی نماز باجماعت پڑھنا؟

سوال (۸۸۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قیام اللیل کی نماز اکیسویں شب سے شروع ہوتی ہے، مؤذن صلوٰۃ اللیل کا اعلان کرتا ہے، اور بغیر اقامت کے امام صاحب نیت باندھ کر دو دو رکعت کر کے بارہ رکعات میں ایک پارہ قرآنِ کریم پڑھتے ہیں، پھر تین رکعت وتر پڑھتے ہیں، ڈیڑھ دو گھنٹے میں نماز پوری ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نفل کی جماعت کے لئے ہمارے تمام اکابر مفتیانِ کرام منع کرتے ہیں، بلا تداعی آدمی کے لئے جماعت کی اجازت دیتے ہیں، اس کے باوجود ہزاروں ہزار حنفی مسلک کے پیرو قرآنِ کریم سننے کے شوق میں باجماعت نماز تہجد یا قیام اللیل ادا کرتے ہیں، تو ان کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرمین شریفین میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تہجد کی جماعت (قیام اللیل) میں حنفی مقتدیوں کے لئے بھی شرکت کی گنجائش ہے؛ اس لئے کہ جو ائمہ امامت کرتے ہوں، ان کے مذہب میں وہ نماز مشروع ہے مکروہ نہیں ہے۔

الحنابلة قالوا: أما النوافل فمنها ما تسن فيه الجماعة وذٰلک: كصلاة الاستسقاء والتراويح والعيدين، ومنها ما تباح فيه الجماعة: كصلاة التهجد الخ. (الفقه على المذاهب الأربعة، الصلاة / حكم الإمام في صلاة الجمعة والجنازة والنوافل ۲۳۰ المكتبة العصرية بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۰/۲/۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

تہجد میں جماعت کے ساتھ قرآن سنانا؟

سوال (۸۸۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص رمضان المبارک میں قرآنِ کریم سنانا چاہتا ہے اور سامع بھی قرآن سنانا چاہتا ہے، تو اب سامع تہجد میں جماعت کرکے قرآنِ کریم سنانا چاہتا ہے، تو یہ اس کا تہجد میں جماعت کے ساتھ قرآن سنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور عشاء کے فوراً بعد بھی سنا سکتا ہے یا نہیں؟ یا تہجد میں بھی سنا سکتا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بلاتداعی امام کے علاوہ دو یا تین آدمیوں کی جماعت ہو تو بلاتکلف درست ہے، اور اگر اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو یہ جماعت مکروہ ہے، اور یہ دو تین آدمی کی جماعت تہجد میں بھی ہوسکتی ہے اور عشاء وتراویح کے بعد بھی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/۴۶۸-۴۶۷، فتاویٰ محمودیہ ۶/۳۹۲، ۱۲/۳۴۹، ۷/۱۱۱، فتاویٰ رشیدیہ ۳۵۴-۳۵۵)

عن أنس بن مالک أن جدّته مليكة دعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه

وسلم لطعام صنعته، – وفيه – فقام عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم، وصففت أنا واليتيم ورائه، والعجوز من ورائنا، فصلّى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين، ثم انصرف. (صحيح مسلم، المساجد / باب جواز الجماعة في النافلة ١/ ٢٣٤ رقم: ٦٥٨ بيت الأفكار)

واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه على ما تقدم ما عدا التراويح وصلاة الكسوف والاستسقاء. (كبيري ٤٣٢، ومثله في البحر الرائق ٢/ ٥٢، شامي ٢/ ٥٠٠ زكريا، بزازية ٤/ ٢٩)

قال شمس الأئمة الحلواني: إن اقتدىٰ به ثلاثة لا يكون تداعياً فلا يكره اتفاقاً، وإن اقتدىٰ به أربعة فالأصح الكراهة. (طحطاوي على المراقي ١٥٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱۴۲۱/۷/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رمضان میں تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا؟

سوال (۸۹۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حضراتِ حنفیہ کے نزدیک رمضان المبارک میں تہجد کی جماعت تداعی کے ساتھ مکروہ ہے، اور تداعی کی تفسیر یہ ہے کہ اس جماعت میں چار آدمی سے زیادہ شریک نہ ہوں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/ ۴۶۸-۴۷۶، فتاویٰ محمودیہ ۳۹۲/۱۶، ۳۴۹/۱۶، ۱۱۱/۷، فتاویٰ رشیدیہ ۳۵۴-۳۵۵، فتاویٰ رحیمیہ ۳۲۳/۴)

عن عتبان بن مالک رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم أتاه في منزله، فقال: أين تحب أن أصلي لک من بيتک؟ قال: فأشرت له إلى مكان، فكبر النبي صلى الله عليه وسلم وصففنا خلفه، فصلى ركعتين. (صحيح البخاري ١/ ٦٠ رقم: ٤٢٤)

أي يكره له لو على سبيل التداعي بأن يقتدي أربعة بواحد، وفي الشامي: تحت قوله: أربعة بواحد، أما اقتداء واحد بواحد أو إثنين بواحد فلا يكره، وثلاثة بواحد فيه خلاف. (درمختار مع الشامي ۲/ ۵۰۰ زكريا)

واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه على ما تقدم ما عدا التراويح وصلاة الكسوف والاستسقاء. (حلبي كبير ۴۳۲ لاهور، ومثله في البحر الرائق ۲/ ۵۲ كوئٹه، بزازية على الفتاوىٰ الهندية ۴/ ۲۹)

قال شمس الأئمة الحلواني: إن اقتدىٰ به ثلاثة لا يكون تداعياً فلا يكره اتفاقاً، وإن اقتدىٰ به أربعة فالأصح الكراهة. (طحطاوي على مراقي الفلاح ۱۵۶ كراچی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۸/۷/۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اہتمام کے ساتھ تہجد کی نماز جماعت سے پڑھنا؟

سوال (۸۹۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجدِ خواجگان، نظام کالونی ناندیڑ میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں نماز تہجد جماعت کے اہتمام کے ساتھ ادا کی گئی ہے، جب کہ پہلے اور دوسرے عشرہ میں تہجد کی نماز با جماعت ادا نہیں کی گئی، معلوم ہوا ہے کہ پچھلے سال بھی یہی عمل ہوا ہے۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز تہجد کے لئے مسجد میں اجتماع اور اہتمام کرنا کیا شریعت سے ثابت ہے؟

(۲) اگر ثابت ہے تو پھر اس کا ثبوت قرآن وحدیث کی روشنی میں ملتا ہے یا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین، اجماع محدثین یا قیاس شرعی سے ملتا ہے؟

(۳) نماز تہجد کے لئے مسجد میں اجتماع اور اہتمام صرف رمضان کے آخری عشرہ میں ہی کیوں رکھا گیا؟ پہلے اور دوسرے میں کیوں نہیں رکھا گیا؟

(۴) اگر شرعاً اس عمل کی ممانعت ہو اور صرف رمضان المبارک کی آخری ساعتوں کی فضیلت کو مدنظر رکھتے ہوئے زیادہ ثواب کی امید میں کیا گیا ہو، تو اس عمل کے کرنے سے ایک نئی مثال نظیر کا ارتکاب تو نہیں ہوا؟

(۵) اگر نئی مثال نظیر کا ارتکاب ہوا ہے، تو کیا محض ماہ رمضان کی برکتوں کی وجہ سے اس عمل کو معصیت کے دائرہ سے خارج سمجھ کر یہ عمل ہر مسجد میں جاری کیا جانا کیا مناسب ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہاء احناف کے نزدیک تین سے زائد مقتدی ہونے کی صورت میں تہجد یا کوئی بھی نفلی جماعت مکروہ ہے، اور اس مقصد سے باقاعدہ اجتماع اور تداعی کی اجازت نہیں ہے؛ لہٰذا عام مساجد میں یہ طریقہ رائج نہیں کرنا چاہئے۔

ولا التطوع بجماعة خارج رمضان، أي يكره ذلك لو على سبيل التداعي (درمختار) قلت: ويؤيده أيضاً ما في البدائع: من قوله إن الجماعة في التطوع ليست بسنة إلا في قيام رمضان. (درمختار مع الشامي ۲/ ۴۳ بيروت، ۲/ ۵۰۰ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۸/ ۱۰/ ۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سونے سے قبل نصف رات میں تہجد کی نماز پڑھنا؟

سوال (۸۹۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تہجد کی نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ اگر کوئی آدمی بغیر سوئے ہوئے نصف رات کے بعد تہجد کی نماز ادا کرلے، تو کیا یہ تہجد کی نماز ہوگی یا نہیں؟ مدلل بیان فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فقہ وحدیث کی بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد تہجد کی نیت سے پڑھی جانے والی نوافل تہجد ہی میں شمار ہوتی ہیں، نیز تہجد کا ثواب حاصل کرنے کے لئے پہلے سے سونا ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا مسئولہ صورت میں نصف شب کے بعد تہجد کی نماز ادا کرنے سے تہجد کی سنت کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔ (فتاوی دارالعلوم ۴/ ۳۰۵، ایضاح المسائل ۴۹، احسن الفتاوی ۳/ ۴۹۳، محمودیہ ۷/ ۲۳۴ ڈابھیل)

عن أیاس بن معاویة المزني رضي اللّٰہ تعالیٰ عنه أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و آله وسلم قال: لا بد من صلاة اللیل، ولو حلب شاة، وما کان بعد صلاة العشاء فهو من اللیل. (رواه الطبراني في الکبیر، کذا في الترغیب والترهیب، کتاب النوافل / الترغیب في قیام اللیل رقم: ۹۳۳)

وروی الطبراني مرفوعاً: لابد من صلاة بلیل ولو حلب شاة، وما کان بعد صلاة العشاء فهو من اللیل، وهٰذا یفید أن هٰذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم. (شامي ۲/ ٤٦٧ زکریا، تبیین الحقائق ۱/ ٤٦٢ زکریا)

والحدیث أخرجه الإمام الطبراني في المعجم الکبیر ۱/ ٢٤٥، وذکره الهیثمي في المجمع ۲/ ۲٥۲، هامش رد المحتار ۲/ ٤٠٦ دار إحیاء التراث العربي بیروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۵/ ۴/ ۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رمضان میں وتروں کے بعد جہراً اجتماعی دعا کرنا

سوال (۸۹۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں وتروں کے بعد جہراً اجتماعی دعا بعض جگہ کی جاتی ہے، تو یہ طریقہ

درست ہے یا نہیں؟ شرعی رہنمائی فرمائیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دعا میں اصل حکم اخفاء کا ہے، تاہم کسی خاص مصلحت سے جہر کی بھی گنجائش ہے؛ لیکن اس جہر کو ایسا لازم نہ سمجھا جائے کہ جہر نہ کرنے پر امام پر نکیر ہو یا اجتماعی دعا کا ایسا التزام ہو کہ اس میں شرکت نہ کرنے والوں کو ناگوار نظروں سے دیکھا جائے، جیسا کہ جنوب کے بہت سے علاقوں میں اس کا رواج ہے، تو التزام کی ایسی صورت میں پابندی سے جہری دعا سے منع کیا جائے گا، تاکہ لوگ غیر واجب کو واجب نہ سمجھنے لگیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ [الأعراف: ۵۵]

عن الحسن قال: لقد كان المسلمون يجتهدون في الدعاء وما يسمع لهم صوت إن كان إلا همسا بينهم وبين ربهم ...... وعن أبي موسىٰ الأشعري رضي اللّٰه عنه أنه صلى اللّٰه عليه وسلم قال لقوم يجهرون: أيها الناس! إربعوا على أنفسكم إنكم لاتدعون أصم ولا غائبا إنكم تدعون سميعا بصيرا، وهو معكم وهو أقرب إلى أحدكم من عنق راحلته، والمعنى إرفقوا بأنفسكم واقصروا من الصياح في الدعاء. (روح المعاني ۲۰۷/۵، الأعراف، رقم الآية: ۵۵، تفسير ابن كثير ۲۹۶/۲ دار السلام رياض)

والأمر بالإخفاء إنما هو شفقة لا لعدم جواز الجهر أصلاً. (تفسير مظهري للقاضي ثناء اللّٰه الباني فتي ۳۸۶/۳)

من أصر على أمر مندوب، وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة المفاتيح ۳۵۳/۲، كتاب المسائل ۳۱۹/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۳/۲/۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

قنوتِ نازلہ میں امریکہ کی ہلاکت کے لئے دعا کرنا

سوال (۸۹۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے جمعہ کے خطبہ میں یہ کلمات پڑھے: **اللّٰهم أهلکُ أمريكا كما أهلكتَ عادا وثمود** پڑھا عمر نے اعتراض کیا کہ یہ کلمات پڑھنا مناسب نہیں، کیوں کہ امریکہ میں مسلمان اور مدارس ومساجد بھی ہیں، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ملک کا نام لے کر کبھی بددعا نہیں کی ہاں قبیلہ کا نام لے کر کی ہے، اس لئے امریکہ کہہ کر بددعا کرنا مناسب نہیں، زید کہتا ہے کہ امریکہ سے مراد اربابِ حکومت ہے، حال ہی میں اہانت رسول ﷺ کے خلاف احتجاج ہوا علماء کرام کی زبان سے امریکہ ہائے ہائے کے نعرے سنے گئے، دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس عام علماء کرام نے لفظ امریکہ کہہ کر کے بددعائیں کیں، تو کیا لفظ امریکہ کہہ کر بددعاء کرنے سے امریکہ کے مسلمان بھی بددعا میں شامل ہوں گے یا اربابِ حکومت؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قنوت نازلہ میں امریکیوں کے لئے بددعا کرنے میں شرعاً حرج نہیں ہے، اور عرفی طور پر اس بددعا کے مصداق وہی لوگ ہیں جو مسلمانوں کے خلاف محاذ آراء ہیں؛ لہٰذا سوال میں ذکر کردہ الفاظ قنوتِ نازلہ میں پڑھنے سے نماز یا خطبہ میں کوئی خرابی نہیں آئی؛ البتہ اگر اعتراض سے بچنے کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کرے تو بہتر ہے۔

وبخلاف غير المعين كالظالمين والكاذبين فيجوز أيضا؛ لأن المراد جنس الظالمين، وفيهم من يموت كافراً فيكون اللعن لبيان أن هذا الوصف وصف الكافرين للتنفير عنه والتحذير منه، لالقصد اللعن على كل فرد من أفراد هذا الجنس. (شامی ۵/ ۴۹ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۳/۱۴۲۷ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

دعا قنوت کے آخر میں درود شریف پڑھنا

سوال (۸۹۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: وتر میں دعاء قنوت کے بعد رکوع سے پہلے درود شریف کا پڑھنا سنت ہے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دعا قنوت کے آخر میں درود شریف پڑھنا سنت سے ثابت ہے۔

عن الحسن بن علي رضي اللّٰه عنه قال: علمني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم هؤلاء الكلمات في الوتر: اللّٰهم اهدني فيمن هديت ...... وصلى اللّٰه على النبي محمد. (سنن النسائي، كتاب قيام الليل وتطوع النهار / باب الدعاء في الوتر رقم: ١٧٤٢)

ويسن الدعاء المشهور ويصلي على النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وبه يفتى. (شامی کراچی ٦/٢، شامی زکریا ٤٤٢/٢) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۶/۱۰/۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سنن ونوافل

دورکعت کی نیت سے چار رکعت نفل پڑھ لی؟

سوال (۸۹۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک شخص نفل نماز اوابین پڑھ رہا ہے، دورکعت کی نیت باندھی اور چار رکعت پڑھ لی، تو کیا دو رکعت نماز ہوجائے گی؟ یا دوبارہ دورکعت کی نیت کر کے الگ سے پڑھے؟ یا بھولے سے چار رکعت پڑھ لی تو چار رکعت نماز شمار ہوگی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اگر دورکعت پر قعدہ کرلیا ہے تو چاروں رکعتیں صحیح ہوجائیں گی، اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونا ہی نئی تحریمہ کے قائم مقام ہوگا، ازسرنو نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔

وإذا شرع في التطوع وأراد أن يصلي الركعتين، ثم بدأ له أن يصلي أربعاً بتسليمة واحدة جاز له ذٰلک، وفي الخلاصة: وينبغي أن يستفتح بثالثة النفل؛ لأن كل شفع من التطوع صلاة على حدة. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/۲۹۷ زکریا)

المستفاد من عبارة الشامية: فالقيام إلى الثالثة كالتحريمة المتبدأة، وإذا كان أول ما تحرم يتم شفعاً فكذا هٰذا. (شامي ۲/۵٤ کراچی، ۲/۵۰۷ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا صبح صادق کے بعد تہجد کی نیت سے پڑھی گئی نماز سنتِ فجر کے قائم مقام ہوسکتی ہے؟

سوال (۸۹۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: تہجد کی نیت سے دو رکعت پڑھیں بعد میں معلوم ہوا کہ صبح صادق ہوچکی تھی؛ اس لئے زید نے ان دو رکعتوں کو فجر کی سنت سمجھ لیا، حالاں کہ فجر کی سنت نہیں پڑھی ہے؛ لیکن امام صاحب نے (احسن الفتاوی ۴۹۲/۳) کی عبارت **''ولا ینوبان عن سنة الفجر علی الأصح''** (ردالمحتار ۳٤۸/۱) کے حوالہ سے فرمایا کہ یہ نفل ہی ہوگی، سنت الگ سے پڑھنا پڑیں گی، ہم نے آپ کی کتاب ''کتاب المسائل'' کا حوالہ ۴۴۹/۱ بھی دکھایا؛ لیکن مطمئن نہ ہوسکے، اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں، کیا فجر کی سنت الگ سے پڑھیں، یا یہی دو نفلیں سنت فجر کے قائم مقام ہوجائیں گی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو دو رکعت صبح صادق کے بعد تہجد کی نیت سے پڑھی جائیں وہ فجر کی سنت کے قائم مقام ہوجاتی ہیں؛ اس لئے کہ سنت وغیرہ کی صحت کے لئے مطلق نیت کافی ہوتی ہے؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں دوبارہ سنتِ فجر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، یہی راجح قول ہے، جس کا حوالہ کتاب المسائل میں دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف اگر نماز صبح صادق سے قبل شروع کی گئی تھی، اور درمیان میں صبح صادق ہوگئی، مثلاً چار رکعت کی نیت باندھی تھی، جس میں سے دو رکعت صبح صادق سے پہلے پڑھیں اور دو رکعت بعد میں پڑھیں، تو یہ دو رکعتیں فجر کی سنت کے قائم مقام نہ ہوں گی، اور احسن الفتاوی کی جس عبارت کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس کا تعلق اسی دوسرے مسئلہ سے ہے؛ اس لئے معلوم ہوا کہ کتاب المسائل اور احسن الفتاوی کی عبارتوں میں اصلاً کوئی تعارض نہیں ہے۔

ولو صلی رکعتین تطوعاً مع ظن أن الفجر لم یطلع، فإذا هو طالع أو صلی أربعاً فوقع رکعتان بعد طلوعه لا تجزیه عن رکعتیهما علی الأصح، تجنیس.

(درمختار) وفي الشامي: فيه أنه في التجنيس صحّح في المسئلة الأولى الإجزاء معللاً بأن السنة تطوع فتتأدى بنية التطوع، وصحح في الثانية عدمه معللا بأن السنة ما واظب عليها النبي صلى الله عليه وسلم، ومواظبته كانت بتحريمة مبتدأة، ولذا قال في النهر: وترجيح التجنيس في المسئلتين أوجه. (شامي ٢/٤٥٥ زكريا، احسن الفتاوی ٣/٤٩٢)

لو صلى ركعتين على ظن أنها تهجد بظن بناء الليل فتبين أنها بعد طلوع الفجر كانت عن سنة الفجر على الصحيح فلا يصليها بعده للكراهة. (الأشباه والنظائر ١٣٥ مكتبه فقيه الأمت ديوبند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

سنتِ مؤکدہ میں دو رکعت پر قعدہ نہ کرکے بھول سے ۴؍رکعت پڑھ لیں

سوال (۸۹۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سنتِ مؤکدہ پڑھتے ہوئے بھول سے قعدۂ اخیرہ نہ کیا اور اگلی رکعت کا بھی سجدہ کرلیا، کیا چار یا چھ رکعت مکمل کرکے آخر میں سجدۂ سہو کرلینے سے دو یا چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہوکر باقی نفلیں ہوجائیں گی، یا ساری نفلیں ہی ہوگئیں؟ یا سنتِ مؤکدہ دوبارہ پڑھیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس مسئلہ میں قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ سرے سے نماز ہی فاسد ہوجائے؛ اس لئے کہ سنن ونوافل میں ہر قعدہ فرض ہے؛ لیکن استحساناً تحریمہ کو باقی مان کر اخیر کی دو رکعتوں کو معتبر مانا گیا ہے، اب اگر دو رکعت سنت کی نیت باندھی تھی اور قعدہ چھوڑ کر ۴؍رکعت پر سلام پھیرا، تو چوں کہ صرف دو رکعت سنت کی پڑھی گئی؛ اس لئے سنت دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة، والحال أنه لم يقعد على رأس الركعتين، منها قدر التشهد تجزي الأربع عن تسليمة واحدة أي عن ركعتين عند أبي حنيفة وأبي يوسف وهو المختار، واختاره الفقيه أبوجعفر وأبوبكر محمد بن الفضل قال قاضي خان: وهو الصحيح لأن القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع، فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً كما هو قول محمد وزفر وهو القياس، وإنما جاز على قول أبي حنيفة وأبي يوسف استحساناً فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول، وبالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمه بالقعدة فجاز عن تسليمة واحدة. (حلبي كبير ۴۰۸)

وسجد للسهو لتاخير القعود. (درمختار ۵۵۱/۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۰/۲/۱ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعت کھڑی ہونے کے بعد آنے والا شخص سنت فجر کہاں پڑھے؟

سوال (۸۹۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: فجر کی جماعت کھڑی ہوجانے کے بعد کوئی باہر سے آیا ہوا شخص فجر کی سنت اندرونِ مسجد یا اندرونِ مسجد سے باہر صحن میں ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ﴾ کے حکم سے سنت پڑھنے والا امام صاحب کی قرأت کی آواز سننے پر فجر کی سنت سے باز رہے گا؟ جب کہ جماعت ملنے کی پوری امید ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کی جماعت شروع ہونے کے بعد سنتِ فجر مسجد سے باہر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر باہر کوئی جگہ نہ ہو تو مسجد کے اندر ستون اور دیوار کی آڑ میں پڑھ سکتے ہیں، یا اگر مسجد کے دو حصے ہوں تو دوسرے حصہ میں سنت پڑھنے کی گنجائش ہے؛

اگرچہ وہاں امام کی قرأت کی آواز آ رہی ہو؛ البتہ صف کے پیچھے بالکل مل کر سنت پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/۴۶۱)

عن أبي الدرداء أنه كان يدخل المسجد، والناس صفوف في صلاة الفجر، فيصلي الركعتين في ناحية المسجد، ثم يدخل مع القوم في الصلاة.

(شرح معاني الآثار، الصلاة / باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلاة الفجر ۱/۴۸۷ رقم: ۲۱٦٤ دار الكتب العلمية بيروت)

فإن لم يكن على باب المسجد موضع للصلاة يصليها في المسجد خلف سارية من سوارى المسجد وأشدها كراهة أن يصليها مخالطًا للصف مخالفاً للجماعة ......؛ لكن فيها إذا كان للمسجد موضعان والإمام في أحدهما. ذكر المحيط أنه قيل لا يكره. (شامي ۲/٥٦ كراچى، شامي ۲/٥۱۱ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ۲/۳۰٤ رقم: ۲٥۰۰ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱۱/۱۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعت شروع ہونے کے بعد اگر خارجِ مسجد جگہ نہ ہو تو فجر کی سنت کہاں پڑھیں؟

سوال (۹۰۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: مسجد میں جماعت کھڑے ہوجانے کے بعد سنتیں پڑھنا کیسا ہے؟ بالخصوص فجر کی سنتیں کہ وہ مؤکد ترین سنتیں ہیں، اور اگر مسجد میں خارجِ مسجد کوئی جگہ ادائیگی سنت کے لئے نہ ہو، تب کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ نیز مسجدِ صغیر اور مسجدِ کبیر کی تشریح بھی ضرور فرمادیں۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کی سنتیں نہایت مؤکد ہیں، اگر فجر میں امام کے

ساتھ تشہد میں شرکت کی امید ہو، تو فجر کی سنتیں ادا کرلینی چاہئیں۔ (احسن الفتاویٰ ۳؍ ۳۵۷)

اب اگر مسجد سے خارج جگہ ہوتو وہاں پڑھ لیں، خارج جگہ نہ ہو، مگر مسجد کے ۲؍ حصے ہوں، تو جس حصہ میں جماعت نہ ہورہی ہو وہاں پڑھ لیں، اور مسجد کا ایک ہی حصہ ہو تو کسی ستون کے پیچھے پڑھ لیں، بشرطیکہ جماعت کی صفیں وہاں تک نہ پہنچتی ہوں، اور سنت کی جگہ اور فرض کی جگہ میں واضح فرق ہو۔

والحاصل أن السنة في سنة الفجر أن يأتي بها في بيته أو عند باب المسجد إن أمكنه ذٰلک، وإن لم يمكنه ذٰلک ففي المسجد الخارج أو في الداخل إن كان هناک مسجدان، وإن كان المسجد واحداً فخلف أسطوانة ونحو ذٰلک كالعمود والشجرة وما أشبها في كونها حائلاً والإتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروه. (حلبي كبير، غنية المستملي في شرح منية المصلي ٣٩٦ لاهور، درمختار مع الشامي ٥٦/٢ كراچی، شامي ٥١١/٢ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ٣٠٤/٢ رقم: ٢٥٠٠ زكريا)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ فرض جماعت سے مل کر اس طرح سنتیں ادا کرنا مکروہ ہے کہ فرض وسنت کا امتیاز نہ رہے، اور ظاہراً فرض کی مخالفت لازم آئے؛ تاہم اس طرح سنتیں پڑھنے کی ایک گونہ اجازت ہے کہ فرض وسنت میں امتیاز قائم رہے۔

اس سے یہ حکم مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مسجد بڑی ہو (جس کی مقدار فقہاء نے مربع ۴۰؍ ہاتھ لکھی ہے۔ (طحطاوی ۱۸۸) اور درمیان میں کوئی ستون وغیرہ بھی نہ ہو، تو اس کے پچھلے کنارہ پر دروازہ کے قریب سنتیں پڑھی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ فرض کی صفیں وہاں تک نہ پہنچتی ہوں۔ حلبی کبیر کی درج ذیل عبارت: **أو عند باب المسجد إن أمكنه ذٰلک.** (حلبي كبير ٣٩٦ لاهور) سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۶/۲/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صحن میں نماز ہونے کی صورت میں مسجد کے اندر اور اندر نماز ہونے کی صورت میں مسجد کے باہر سنتِ فجر پڑھنا

سوال (۹۰۱): -کیا فرماتے ہیں علماءدین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کشادہ مسجد جس کے دو حصے ہیں: (۱) اندرونی حصہ (۲) بیرونی حصہ۔ اندرونی حصہ میں نماز فجر ہورہی ہے، ایک شخص آتا ہے اور اندرونی حصہ میں جماعت سے الگ اپنی فجر کی سنتیں ادا کرتا ہے، جب کہ بیرونی حصہ (صحن) میں فجر کی نماز ہورہی ہے، اور ان دونوں حصوں کے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں ہے، دونوں حصے کھلے ہوئے ہیں؛ البتہ اندرونی حصہ پر صرف ٹین شیڈ پڑا ہوا ہے، تو ان دونوں صورتوں میں اس کی سنت ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہوگی یا تحریمی؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس حصہ میں جماعت ہورہی ہے، وہاں سنتِ فجر ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، خاص طور پر جماعت کی صفوں کے قریب جا کر پڑھنا اور برا ہے۔

والإتيان بها خلف الصف غير حائل مكروه، ومخالطاً للصف كما يفعله كثير من الجهلاء أشد كراهة لما فيه من مخالفة الجماعة. (حلبي كبير ۳۹٦، شامي ۵۷/۲ کراچی، البحرالرائق ۱۳۱/۲ کوئٹہ)

سوال میں جو صورت ذکر کی گئی ہے، اس میں اندرونی اور بیرونی حصہ میں کوئی حائل نہیں؛ لہٰذا دونوں جگہ کا حکم یکساں ہے؛ اس لئے جماعت کے وقت وہاں سنت پڑھنا مطلقاً مکروہِ تحریمی ہوگا، ہاں اگر کوئی مسجد ایسی ہو جس کا اگلا اور پچھلا حصہ الگ الگ ہو، تو باہر نماز ہونے کی صورت میں اندر، اور اندر نماز ہونے کی صورت میں باہر سنت پڑھنا جائز ہوگا۔

وإن لم يمكنه ذلک ففي المسجد الخارج إن كانوا يصلون في الداخل أو في الداخل إن كانوا في الخارج إن كان هناک مسجدان صيفي وشتوي. (حلبي كبير / فصل في النوافل ۳۷۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۵/۱۴۲۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فجر کی چھوٹی ہوئی سنت کب پڑھیں؟

سوال (۹۰۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہم مسجد اس وقت پہنچے کہ جماعت بالکل ختم ہونے کو ہے اور ہم سنت کو چھوڑ کر فرض جماعت میں شریک ہوگئے، تو ہم فجر کی سنت کس وقت ادا کریں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی صورت میں فجر کی سنت اشراق کے وقت سے زوال کے وقت کے درمیان پڑھ لینی چاہئے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآله وسلم: من لم يصل ركعتي الفجر فليصليهما بعد ما تطلع الشمس.

(سنن الترمذي ۹٦/۱، حلبي كبيرى ۳۹۷ لاهور)

قال محمدؒ: أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال كما في الدر، قيل: هٰذا قريب من الاتفاق. (شامي ۵۱۲/۲ زكريا، بدائع الصنائع ۲۸۹/۱، مجمع الأنهر ۱٤۲/۱ بيروت)

وإن خاف أن تفوته الركعتان جميعا لو اشتغل بالسنة يدخل مع القوم في صلاتهم ثم يقضي الركعتين على مكانه. (الفتاوىٰ التاتارخانية ۳۰۸/۲ رقم: ۲۵۱۱ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۱۹/۲/۱۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جماعت کے بعد طلوعِ شمس سے پہلے فجر کی سنتیں ادا کرنا؟

سوال (۹۰۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کوئی شخص مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب فجر کی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوچکی تھی، اور سنت پڑھنے کا کچھ موقع بھی نہیں ملا تھا، اس نے سنت چھوڑ کر جماعت سے نماز فرض ادا کرلی، بعد

میں اس نے سنت ادا کی، کیا فجر کی سنت فرض کے بعد ادا کرنے کی گنجائش ہے؟ اگر ہے تو قرآن وسنت سے واضح فرمائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فجر کی فرض نماز کے بعد کوئی سنت یا نفل پڑھنا مکروہ ہے، مذکورہ شخص نے فرض کے بعد چھوٹی ہوئی سنت پڑھ کر ایک فعل مکروہ کا ارتکاب کیا ہے، اسے چاہئے تھا کہ وہ چھوٹی ہوئی سنت سورج نکلنے کے بعد اشراق کے وقت ادا کرتا۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من لم يصل ركعتي الفجر فليصليهما بعد ما تطلع الشمس. (سنن الترمذي ۹٦/۱، حلبي كبير ۳۹۷ لاهور)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة إلا ركعتي الصبح". (رواه البيهقي، إعلاء السنن ۹٤/۷، البيهقي في السنن الكبرىٰ ٤۸۳/۲)

عن عبد اللّٰه بن موسىٰ قال: "جاء نا ابن مسعود والإمام يصلي الصبح فصلى ركعتين إلى سارية ولم يكن صلى ركعتي الفجر". (رواه الطبراني والطحاوي وابن أبي شيبة وغيرهم مع اختلاف كبير بينهم، إعلاء السنن ۸٥/۷-۸٦، مجمع الزوائد ۷۸/۲)

عن أبي عثمان الأنصاري قال: "جاء عبد اللّٰه بن عباس والإمام في صلاة الغداة ولم يكن صلى ركعتين فصلى عبد اللّٰه بن عباس الركعتين خلف الإمام ثم دخل معهم". (شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي، أبواب الصلاة، باب الرجل يدخل المسجد والإمام الخ، وفي إعلاء السنن ۸٥/۷ إسناده حسن صحيح)

ولا يقضيها إلا بطريق التبعية (درمختار) قال الشامي تحت قوله: ولا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ، أي لا يقضي سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفجر،

فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال، وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس، فكذلك عندهما، وقال محمد: أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال. (شامي ۲/۲ ۵۱ زکریا، شامي ۵۷/۲ کراچی، بدائع الصنائع ۲۸۹/۱ زکریا، آثار السنن ۳۸۲/۲ دار الایمان، العرف الشذي علی هامش الترمذي ۹۷/۱، فتاوی دارالعلوم ۲۱۵/٤)

اور فجر کی چھوٹی ہوئی سنتیں سورج نکلنے سے پہلے پڑھنے کے متعلق جواز کی جو حدیث پیش کی جاتی ہے، وہ ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

عن محمد ابن إبراهيم عن جده قيس قال: خرج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فأقيمت الصلاة، فصليت معه الصبح، ثم انصرف النبي صلى اللّٰه عليه وسلم فوجدني أصلي، فقال مهلاً يا قيس! أصلاتان معاً، قلت: يا رسول اللّٰه! إني لم أكن ركعت ركعتي الفجر، قال: فلا إذن، قال الترمذي: وإسناد هٰذا الحديث ليس بمتصل، محمد ابن ابراهيم لم يسمع من قيس. (سنن الترمذي ۹٦/۱)

قلت: وسيأتي أن الحديث لم يثبت فلا يكون حجة على أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ. (مرقاة المفاتيح ۱۲۰/۳) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۷/۸/۸ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فجر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنتوں کو ترک کر کے جماعت میں شامل ہونا؟

سوال (۹۰۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بعض نمازی حضرات ایسے ہیں کہ فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد فجر کی سنت نہیں پڑھتے، وہ کہتے ہیں کہ جب فرض شروع ہوگئے تو سنت کیوں پڑھیں؟ فرض کا درجہ تو سنت سے

زیادہ ہے، اور وہ فجر کی سنت پڑھے بغیر جماعت میں شریک ہوجاتے ہیں، اور فجر کی جماعت کے فوراً بعد ہی سنتوں کی نیت باندھ لیتے ہیں، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر فجر کی جماعت شروع ہوجائے اور مسجد میں جماعت کی جگہ سے فاصلہ پر مثلاً برآمدہ میں یا کسی کنارے پر نماز پڑھنے کا انتظام ہو، تو ایسی صورت میں اگر فرض نماز کا قعدۂ اخیرہ ملنے کی امید ہو، تو اولاً فجر کی سنت ادا کی جائے گی، اس کے بعد فرض نماز میں شرکت ہوگی؛ البتہ اگر پوری فرض نماز کی جماعت چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو، تو اب سنت ترک کردی جائے گی، اور اشراق کے بعد زوال سے پہلے پہلے اس کی قضا کی جائے گی، اور سورج نکلنے سے پہلے سنتوں کی قضا نہ ہوگی۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ سوال میں جن لوگوں کا عمل اس کے خلاف لکھا گیا ہے، وہ شریعت کے حکم کے خلاف ہے، انہیں درج بالا تفصیل کے مطابق اپنی اصلاح کرنی لازم ہے۔

عن أبي عثمان النهدي قال: كنا نأتي عمر بن الخطاب رضي الله عنه قبل أن نصلي الركعتين قبل الصبح، وهو في الصلاة، فنصلي الركعتين في آخر المسجد، ثم ندخل مع القوم في صلاتهم. (شرح معاني الآثار ١/ ٤٨٧)

وإذا خاف فوت ركعتي الفجر لاشتغاله بسنتها تركها لكون الجماعة أكمل وإلا بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب، وقيل التشهد واعتمده المصنف. والشرنبلالي تبعاً للبحر لا يتركها. (درمختار) وفي الشامية: وأما إذا فاتت وحدها فلا تقضي قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما، وقال محمد رحمه الله أحب إلي أن يقضيها إلى الزوال. (شامي ٢/ ٥١٠-٥١٢ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/ ٣٠٨ رقم: ٢٥١١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۸/۹/۱۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

فرض نماز شروع ہوتے ہی نفل نماز توڑنے کا کیا حکم ہے؟

سوال (۹۰۵): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کہا جاتا ہے کہ فرض نماز شروع ہوجائے تو نفل نماز فوراً توڑ کر فرض میں شامل ہوجانا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟ اور یہ کس حدیث سے ثابت ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر فرض نماز شروع ہوجائے اور آدمی پہلے سے نفل یا سنت میں مشغول ہو، تو نماز توڑنے کا حکم کسی حدیث میں ثابت نہیں ہے؛ البتہ یہ حکم ضرور ہے کہ جلد از جلد دو رکعت پوری کرکے سلام پھیر کر نماز میں شامل ہوجائے۔

اور جس روایت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جب فرض نماز شروع ہوجائے تو کوئی نماز نہ پڑھیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو نماز شروع کر رکھی ہے اسے بیچ میں توڑ ہی دیا جائے؛ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ از سرنو کوئی نماز نہ شروع کی جائے، اور اس میں بھی بعض دیگر دلائل کی بنیاد پر فجر کی نماز مستثنیٰ ہے، کہ اس میں نماز شروع ہونے کے باوجود سنتِ مؤکدہ پڑھنے کا حکم ہے، بشرطیکہ نماز کے بالکل فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها. (سنن الترمذي ۹۴/۱-۹۵، سنن أبي داؤد ۱۷۹/۱، مشكوٰة المصابيح رقم: ۱۱۶۳، صحيح مسلم رقم: ۷۲۵)

عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان لا يدع أربعا قبل الظهر وركعتين قبل الغداة. (صحيح البخاري ۱۵۷/۱ رقم: ۱۱۸۲، سنن أبي داؤد رقم: ۱۲۵۳، سنن النسائي رقم: ۱۷۵۸)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل. (سنن أبي داؤد رقم: ۱۲۵۸)

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم لم يكن على شيء من النوافل أشد معاهدة منه على الركعتين قبل الصبح. (صحيح البخاري ١/١٥٦ رقم: ١١٦٩، صحيح مسلم ١/٢٥١ رقم: ٧٢٤، سنن أبي داؤد رقم: ١٢٥٤)

عن عائشة رضي اللّٰه تعالیٰ عنها قالت: ما رأيت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في شيء من النوافل أسرع منه إلى الركعتين قبل الفجر. (صحيح مسلم ١/٢٥١ رقم: ٧٢٤)

وعن عبد اللّٰه بن أبي موسى رضي اللّٰه عنه قال: جاء نا ابن مسعود والإمام يصلي الصبح فصلى ركعتين إلى سارية ولم يكن صلى ركعتي الفجر. (رواه الطبراني ورجاله موثقون، مجمع الزوائد ٢/٧٥)

وعن أبي موسى رضي اللّٰه عنه قال: أقيمت الصلاة فتقدم عبد اللّٰه بن مسعود إلى أسطوانة في المسجد فصلى ركعتين ثم دخل يعني في الصلاة. (رواه الطبراني في الكبير ورجاله ثقات، مجمع الزوائد ٢/٧٥)

عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: إذا اقيمت الصلاة فلا صلاة إلا المكتوبة. (سنن الترمذي ١/٩٦)

والنهي متوجه إلى المشروع في غير تلك المكتوبة لمن عليه تلك المكتوبة، وأما إتمام المشروعة قبل الإقامة فضروري لا اختياري فلا يشمله النهي. (فتح الملهم ٢/٢٧٠)

فيها النهي الصريح عن افتتاح نافلة بعد إقامة الصلاة سواء كانت راتبة كسنة الصبح والظهر والعصر أو غيرها، وهٰذا مذهب الشافعي، وقال أبوحنيفة وأصحابه: إذا لم يكن صلى ركعتي سنة الصبح صلاهما بعد الإقامة في المسجد ما لم يخش فوت الركعة الثانية. (نووي على صحيح مسلم ٤٩٥)

ثم إن الأئمة كلهم اتفقوا على عدم التطوع راتبة أو غيرها عند الإقامة في

الظهر والعصر والمغرب والعشاء، واختلفوا في راتبة الفجر من الركعتين ......، وقد اجتمعت في راتبة الفجر أمور تجتمع في غيرها: الأول: صحة الأحاديث الخاصة في فضيلة ركعتي الفجر من شدة تعاهده صلى الله عليه وسلم عليهما وعدم تركهما سفرا وحضرا ''ثم من الحث الشديد والترغيب في أدائهما حتى ورد لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل''. (معارف السنن ٤/٧٢-٧٤)

ركعتان قبل صلاة الصبح هما أقوىٰ السنن، فلهذا لا يجوز أن يؤديهما قاعدا أو راكبا بدون عذر ......، وإذا قامت الجماعة لصلاة الصبح قبل أن يصليها فإن أمكنه إدراكها بعدصلاتهما فعل وإلا تركهما وأدرك الجماعة......، ولا يجوز له أن يصلي أية نافلة إذا أقيمت الصلاة سوى ركعتي الفجر. (الفقه على المذاهب الأربعة مكمل: ١٨٥)

وأما إذا شرع في النفل ثم أقيمت للفرض هو قائم في الركعة الأولىٰ لا يقطع بالإجماع، ولكن يتم ذٰلک الشفعة ويدخل في الفرض. (الفتاوىٰ التاتاخانية ٢/٣١٢ رقم: ٢٥٢٣ زكريا)

والشارع في نفل لا يقطع مطلقا ويتمه ركعتين (درمختار) ثم اعلم أن هٰذا كله حيث لم يقم إلى الثالثة: أما إن قام إليها وقيدها بسجدة، ففي رواية النوادر يضيف إليها رابعة ويسلم، وإن لم يقيدها بسجدة، قال في الخانية: يذكر في النوادر، واختلف المشائخ فيه، قيل: يتمها أربعا، ويخفف القراءة، وقيل: يعود إلى القعدة ويسلم، وهذا أشبه. (الدرالمختار مع الشامي ٢/٥٠٦-٥٠٧ زكريا)

وبيان الدفع أن الجماعة وإن كانت مطلوبة واجبة لكن عارض وجوبها حرمة القطع فسقط الوجوب. (شامي ٢/٥٠٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۷/۱۱/۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

کیا ظہر سے پہلے پڑھی گئیں دو رکعتیں بعد کی سنتوں کے قائم مقام ہوسکتی ہیں؟

سوال (۹۰۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص ظہر کی نماز میں ایسے وقت مسجد میں پہنچا کہ چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھنے کا وقت نہیں ہے؛ البتہ دو رکعت سنت نمازی نے پڑھ لی اور جماعت کے بعد چار رکعت سنت پڑھ لی، پھر دو رکعت نفل پڑھی، تو سوال یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھی گئیں دو رکعت بعد کی دو رکعت سنتوں کے قائم مقام ہوگئیں؟ یا ان کو الگ سے پڑھنا چاہئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں ظہر سے پہلے جو دو رکعت پڑھی گئی، وہ نفل شمار ہوگی، انہیں ظہر کے بعد کی دو رکعت سنتوں کا قائم مقام نہیں قرار دیا جاسکتا ہے؛ تاہم مذکورہ شخص نے ظہر کے بعد چھوٹی ہوئی چار سنتوں کی ادائیگی کے بعد جو دو رکعت نفل کی نیت سے پڑھی ہے وہی بعد کی سنتِ مؤکدہ کی ادائیگی کے لئے کافی ہے؛ اس لئے کہ سنت کی ادائیگی نفل کی نیت سے بھی صحیح ہوجاتی ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر، صلاهن بعدها. (سنن الترمذي ٩٧/١)

وسن مؤكداً أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها بتسليمة، فلو بتسليمتين لم تنب عن السنة. (شامي ٤٥١/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۲۴/۴/۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظہر سے پہلے چار رکعت سنت چھوڑنا

سوال (۹۰۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: میں نے جماعت میں مکہ سے آنے والے کوظہر کی چار رکعت سنت چھوڑتے دیکھا، پوچھنے پر وہ کچھ نہیں بولے، صرف اتنا کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفل ثابت ہے، سنت کا ذکر نہیں ہے، اور پانچوں نمازیں ۱۲؍رکعت نفل یعنی زائد از فرض کی تاکید ہے، یہ بات میں نے ایک رسالہ میں پڑھی ہے، کیا اس کا یہ قول صحیح ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پورے دن میں فرض کے علاوہ بارہ رکعت پڑھنا جن میں ظہر سے پہلے کی چار رکعت بھی شامل ہیں، سنتِ مؤکدہ ہیں؛ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی کے ساتھ ان کو ادا فرمایا ہے؛ لہٰذا بلاعذر چھوڑنا درست نہیں ہے، اور احادیث میں سنت پر نفل کا بھی اطلاق ہوتا ہے، اس لئے سوال میں ذکر کردہ تاویل ناقابلِ قبول ہے۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من ثابر علی ثنتي عشرة رکعة من السنة بنی اللّٰه له بیتًا في الجنة: أربع رکعات قبل الظهر، ورکعتین بعدها، ورکعتین بعد المغرب، ورکعتین بعد العشاء، ورکعتین قبل الفجر. (سنن الترمذي ١/٩٤ رقم: ٤١٤، سنن ابن ماجة رقم: ١١٤٠) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۶/۲۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظہر سے پہلے سننِ مؤکدہ نہ پڑھنا؟

سوال (۹۰۸): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص قبل الظہر سننِ مؤکدہ نہ پڑھ سکے، تو بعد الظہر وہ سننِ مؤکدہ رہتی ہیں یا نوافل ہوجاتی ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ظہر کے بعد بھی وہ سننِ مؤکدہ سمجھی جائیں گی، ظاہر

مذہب یہی ہے۔

ثم یأتي بها علی أنها سنة في وقته إلی الظهر الخ (در مختار) وهو اتفاق علی أنها سنة. (شامي ۲/۵۱۳ زکریا)

فالحاصل أن ظاهر المذهب أنها تقع سنة باتفاقهم. (کذا في الکبیري ۳۸۱، حاشیة الطحطاوي علی المراقي الفلاح ۲۳۹ دار الکتاب) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲۵/ ۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظہر کی سننِ قبلیہ کو بعد میں پڑھنا؟

سوال (۹۰۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ظہر کی پہلی چار سنتیں جو مؤکدہ ہیں، جماعت میں شرکت کی وجہ سے نہیں پڑھیں، اب نماز فرض ادا کرنے کے بعد ان کو ادا کیا گیا۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ وہ چار سنتیں جو بعد میں پڑھی گئیں ہیں، کیا سنت ہی رہیں گی یا نفل ہوں گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ظہر کی چار سنتیں جو جماعت کے بعد پڑھی گئی ہیں، وہ سنت ہی کہی جائیں گی؛ کیوں کہ وہ اپنے وقت میں ہی ادا کی جا رہی ہیں، طحطاوی میں ہے:

وأما سنة الظهر القبلیة إذا صلیت بعده فإطلاق القضاء علیها مجاز علی کل حال؛ لأنها مفعولة في وقتها. (طحطاوي علی المراقي ۲۳۹، حلبي کبیر ۳۸ لاهور) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲/۲۱/ ۱۴۱۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جمعہ کے بعد کی سنتیں

سوال (۹۱۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: جمعہ کی فرض نماز کے بعد پہلے ۴؍سنتیں ادا کی جائیں یا دو سنتیں ادا کی جائیں؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ پہلے ۴؍سنتیں ادا کی جائیں، خلاصہ تحریر فرمائیں، کتنی ادا کی جائیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جمعہ کی نماز کے بعد اولاً ۴؍سنتیں ادا کریں، ان کی تاکید زیادہ ہے، اور اس کے بعد دو رکعت مزید پڑھ لیں تو زیادہ بہتر ہے، یہی امام ابویوسفؒ کی رائے ہے؛ تاکہ سب روایتوں پر عمل ہوجائے۔

عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ عليه وآله وسلم: إذا صلی أحدكم الجمعة فليصل بعدها أربعاً. (صحيح مسلم / باب الصلاة بعد الجمعة رقم: ۸۸۱)

عن سالم عن أبيه أن النبي صلی اللّٰه عليه وسلم كان يصلي بعد الجمعة ركعتين. (صحيح مسلم رقم: ۸۸۲، صحيح البخاري رقم: ۹۳۷)

ومنها أربع بعدها؛ لأن النبي صلی اللّٰه عليه وسلم كان يصلي بعد الجمعة أربع ركعات يسلم في آخرهن. (مراقي الفلاح) وفي الطحطاوي: ثم عند أبي يوسف يصلي أربعاً ثم اثنتين، كذا في الحدادي. (طحطاوي علی مراقي الفلاح / فصل في بيان النوافل ۲۱۳ قديمي كتب خانه كراچی، ۳۸۹ المكتبة الأشرفية ديو بند) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۲؍۲؍۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

جمعہ کے بعد کی چار رکعت سنتیں مؤکدہ ہیں یا دو؟

سوال (۹۱۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: قبل صلوٰۃ جمعہ چار رکعت وبعد صلوٰۃ جمعہ چار رکعت وبعدہٗ دو رکعت بقول زید یہ ساری سنتیں مؤکدہ ہیں، اور بقول سعد فقط دو رکعت سنتِ مؤکدہ ہے، حضرت ارشاد فرمائیں کس کا قول صحیح ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عام کتبِ فقہ میں جمعہ کے بعد ۴؍ رکعتوں کو سنتِ مؤکدہ لکھا ہے؛ لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چھ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، یعنی اولاً چار رکعت اس کے بعد دو رکعت، عام طور پر حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر عمل کیا جاتا ہے، اور صرف دو رکعت سنت والاقول راجح نہیں ہے۔

عن أبي عبد الرحمٰن قال: قدم علينا ابن مسعود رضي اللّٰه، فكان يأمرنا أن نصلي بعد الجمعة أربعاً، فلما قدم علينا عليٌّ أمرنا أن نصلي ستا، فأخذنا بقول علي، وتركنا قول عبد اللّٰه، قال: كان يصلي ركعتين، ثم أربعاً. (مصنف ابن أبي شيبة ۱۱۷/٤ رقم: ٥٤١٠)

عن عبد اللّٰه بن حبيب قال: كان عبد اللّٰه يصلي أربعاً، فلما قدم علي صلّى ستاً: ركعتين وأربعاً. (مصنف ابن أبي شيبة ۱۱۷/٤ رقم: ٥٤١١)

وقال أبو يوسفؒ: يصلي أربعاً قبل الجمعة وستاً بعدها، وفي الكرخي محمد مع أبي يوسفؒ. وفي المنظومة: مع الإمام، ثم عند أبي يوسفؒ يصلي أربعًا ثم اثنين. (طحطاوي ۳۱۳ کراچی)

وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها بتسليمة. (درمختار ٤٥١/٢ زکريا)

والأفضل أن يصلي أربعاً ثم ركعتين للخروج عن الخلاف. (غنية المستملي ۳۷۳، مجمع الأنهر ١٣٠/١ بيروت، أحسن الفتاویٰ ٤٨٦/٣) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۴/۹/۱۴۱۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

ظہر، مغرب، عشاء اور وتروں کے بعد نوافل کا ثبوت

سوال (۹۱۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: بعد نماز ظہر، مغرب، عشاء اور بعد نماز وتر دو دو رکعتیں نفل نماز جو پڑھی جاتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں یا نہیں؟ خاص کر وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے تھے یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ظہر، مغرب، عشاء اور وتر کے بعد نوافل اور سنتیں پڑھنا اَحادیث سے ثابت ہے، وتر کے بارے میں مسلم شریف ۱/۲۵۴، نسائی شریف ۱/۲۵۰ اور طحاوی شریف ۱/۳۰۲ وغیرہ میں روایتیں موجود ہیں، دیگر نمازوں کے متعلق بھی تفصیلی روایتیں ثابت ہیں۔

عن أبي سلمة قال: سألت عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها عن صلاة رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآله وسلم، فقالت: كان يصلي ثلاث عشرة ركعة يصلي ثمان ركعات ثم يوتر ثم يصلي ركعتين وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع الخ. (صحیح مسلم ۱/۲٥٤)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من ثابر على ثنتي عشرة ركعة من السنة بنى اللّٰه له بيتًا في الجنة: أربع ركعات قبل الظهر، وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء، وركعتين قبل الفجر. (سنن الترمذي ۱/۹٤ رقم: ٤١٤، سنن ابن ماجة رقم: ۱۱٤۰) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہٗ ۱/۷/۱۴۱۴ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عصر کی چار سنتوں کی نیت تھی، دو پر سلام پھیر دیا؟

سوال (۹۱۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کسی شخص نے نماز عصر کی سنتوں کی نیت باندھی، اور دو رکعت پڑھی تھی کہ اتنے میں جماعت کھڑی ہوگئی، تو اس نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جماعت میں شامل ہوگیا، اب یہ جو دو رکعت رہ گئی تھی اس کی قضا کرے یا نہیں؟ حالاں کہ اس نے چار رکعت کی نیت کی تھی۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نفل نمازوں میں ہر شفعہ (دو رکعت) مستقل الگ نماز کی حیثیت رکھتا ہے، بریں بنا صورتِ مسئولہ میں عصر کی سنتوں میں دو رکعت پر سلام پھیرنے کی صورت میں بعد میں کوئی قضا وغیرہ لازم نہ ہوگی۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: صلاة الليل والنهار مثنى مثنى. (سنن أبي داؤد ١٨٣/١ رقم: ١٢٩٥)

فحيث كانت المتون على ظاهر الرواية من أنه لا يلزمه بالشروع في السنن إلا ركعتان لم تكن في حكم صلاة واحدة من كل وجه ولم يكن في التسليم على الركعتين إبطالاً لها. (شامي / باب إدراك الفريضة ٥٤/٢ كراچی، شامي ٥٠٧/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۴/۱۱/۳۰ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب سے قبل دو رکعت پڑھنا

سوال (۹۱۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کتاب کا سرورق اور صفحات کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں ارسال کر رہا ہوں، دو احادیث جن پر صحیح کا نشان لگا ہوا ہے، تشریح طلب ہیں، برائے مہربانی غور وخوض فرما کر خط کشیدہ الفاظ کی اور دونوں حدیثوں کی تشریح فرمائیں۔

حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے دو حدیثیں صحیح اس کے بارے میں گذر چکی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھا کرو، اور تین مرتبہ ارشاد فرمایا، پھر فرمایا جس کا جی چاہے۔ (بخاری)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مغرب سے قبل دو رکعت نماز پڑھنے کی حدیث صحیح اور ثابت ہے؛ لیکن اس کے مقابلے میں بہت سی ایسی روایتیں بھی ہیں جن سے اس وقت نماز فرض سے قبل کسی نماز کے نہ پڑھنے کا پتہ چلتا ہے، اور اکابر صحابہ کا عمل بھی نہ پڑھنے کا رہا ہے۔

عن أبي شعيب عن طاؤوس قال: سئل ابن عمر رضي اللّٰه عنهما عن الركعتين قبل المغرب، فقال: ما رأيت أحداً على عهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يصليهما، ورخص في الركعتين بعد العصر. (سنن أبي داؤد رقم: ١٢٨٤، إعلاء السنن ٥٩/٢ دار الكتب العلمية بيروت، عمدة القاري ٢٤٦/٧، حاشية صحيح البخاري ١٥٨/١)

اس لئے دونوں صحیح روایتوں کو سامنے رکھنے سے یہ بات نکل کر آتی ہے کہ نماز مغرب سے قبل نفل پڑھنا فی نفسہ جائز ہے؛ البتہ اگر وہ نماز مغرب میں تاخیر کا ذریعہ بن جائے تو مکروہ ہوگی، اور چوں کہ اس کی عام اجازت دینے میں مغرب میں تاخیر کا اندیشہ غالب ہے؛ اس لیے فقہاء اس وقت نفل سے منع کرتے ہیں، گویا کہ کراہت کا حکم عوارض کی وجہ سے ہے، فی نفسہٖ وقت کے اعتبار سے کراہت نہیں ہے۔

وقال العلامة العثماني تحت هٰذا الحديث: رجاله رجال الجماعة إلا شعيباً وهو محتج به، فالحديث إذن حسن الإسناد، وهو يدل على نفي التنفل قبل المغرب، وهو مذهب الحنفية كما قال في ''الفتاویٰ الهندية'' ٣٢/١ تسعة أوقات يكره فيها النوافل وعد منها: ما بعد غروب الشمس قبل صلاة ......الخ، والكراهة تنزيهية كما في رد المحتار تحت قول الدر: وقبل صلاة المغرب لكراهة المغرب لكراهة تأخيره إلا يسيراً ما نصه: قوله: إلا يسيراً أفاد أنه ما دون صلاة ركعتين بقدر جلسة، وقدمنا أن الزائد عليه مكروه تنزيهًا ما لم تشتبك النجوم. (مستفاد: إعلاء السنن ٥٩/٢-٦٠، العرف الشذي ٩٨/١) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفر لہ ۱۶/۱۰/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

گھروں میں خواتین کا مغرب کی اذان کے بعد تحیۃ الوضوء پڑھنا؟

سوال (۹۱۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ہمارے گھروں کی بعض خواتین مغرب کی اذان کے بعد مغرب کے فرض سے پہلے ۲؍رکعت تحیۃ الوضوء پڑھ لیتی ہیں، جیسا کہ ظہر عصر اور عشاء کی نمازوں کا وضو کر کے پڑھتی ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اسی طرح اگر مغرب کی نماز کے لئے عورت نے وضو بنایا، تو کیا وہ مغرب کے فرض سے پہلے تحیۃ الوضوء پڑھ سکتی ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز مغرب میں تعجیل افضل ہے؛ لہٰذا خواتین کو چاہئے کہ وہ نمازِ مغرب سے پہلے تحیۃ الوضوء پڑھنے کا معمول نہ بنائیں؛ بلکہ اگر وضو کے بعد فوراً مغرب کی فرض پڑھیں گی، تو تحیۃ الوضوء کا ثواب ضمناً مل جائے گا؛ تاہم ان کے لئے فرض سے پہلے تحیۃ الوضوء پڑھنا ناجائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ غروب آفتاب ہوتے ہی مکروہ وقت ختم ہو چکا ہے، اب کوئی بھی نماز پڑھنا اصولاً مکروہ نہیں۔

عن حماد بن أبي سليمان أنه سأل إبراهيم النخعي عن الصلاة قبل المغرب، قال: فنهاه عنها، وقال: إن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وأبا بكر رضي اللّٰه عنه وعمر رضي اللّٰه عنه لم يكونوا يصلونها. (رواه محمد في كتاب الآثار، نصب الراية للزيلعي ۲۸۷/۱، بحواله: إعلاء السنن ۶۳/۲-۶۴ رقم: ۵۲۰ دار الكتب العلمية بيروت)

قلت: وجه قولهم بالكراهة أن الأحاديث في هٰذا الباب متعارضة، فقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: ''صلوا المغرب لفطر الصائم وبادروا طلوع النجم''. (رواه أحمد) ولفظه عند الطبراني: ''صلوا صلاة المغرب مع سقوط الشمس''. وقوله صلى اللّٰه عليه وسلم: "لا تزال أمتي على الفطرة ما صلوا المغرب قبل طلوع النجم''. (رواه أحمد والطبراني في الكبير) وغيره من الأحاديث الدالة

علـى تـأكيـد التعـجيل في المغرب تقتضي كراهة التنفل قبلها لما فيه من مظنة التأخير، وقد أجمعت الأمة على أن التعجيل فيها سنة. (إعلاء السنن ۲/ ۶۱ بيروت)

ويستـحـب تـعـجيـل الـمـغـرب هـو بأن لا يفصل بين الأذان والإقامة إلا بجلسة خفيفة أو سكتة. (فتح القدير ۱/ ۲۲۷ بيروت، هداية ۱/ ۸۶)

قال في الحلية: لو اشتغل داخل المسجد بالفريضة غير ناو للتحية قامت تـلـك الـفـريضة مقام تحية المسجد لحصول تعظيم المسجد، كما في البدائع وغيره. (شامي ۲/ ۴۵۹ زكريا)

وانـظـر هل تنوب عنهما صلاة غيرهما كالتحية أم لا؟ ثم رأيت في شرح لباب المناسك: أن صلاة ركعتي الإحرام سنة مستقلة كصلاة استخارة وغيرها مـمـا لا تنوب الفريضة منابها، بخلاف تحية المسجد وشكر الوضوء، فإنه ليس لهـما صلاة على حدة كما حققه في الحجة. (شـامي، باب الوتر والنوافل/ قبيل مطلب: سنة الوضوء ۲/ ۴۶۴ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/ ۲/ ۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

رمضان المبارک میں مغرب کی اذان کے بعد تحیۃ الوضوء یا تحیۃ المسجد پڑھنا

سـوال (۹۱۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں عموماً دس بارہ منٹ کا وقفہ اذان اور نماز مغرب میں ملتا ہے، اگر کوئی صاحب اس درمیان تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد یا ویسے ہی ۲؍ نفل پڑھنا چاہے، تو کیا پڑھ سکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الـجـواب وبالله التوفيق: اگر مغرب کی نماز میں دیر ہو، تو مسئولہ صورت میں

مغرب سے قبل تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد پڑھنا بلاکراہت جائز ہے؛ کیوں کہ یہ نفل نماز تاخیر مغرب کا سبب نہیں بن رہی ہے۔

ثم الثابت بعد هٰذا هو نفي المندوبية، وأما ثبوت الكراهة فلا، إلا أن يدل دليل آخر. (فتح القدير ۱/ ٤٤٦ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۲/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

بنگلہ والی مسجد میں مغرب کی اذان کے بعد دو نفل پڑھنا؟

سوال (۹۱۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: بنگلہ والی مسجد نظام الدین دہلی میں بعض مرتبہ مغرب کی اذان کے بعد نماز کھڑی ہونے تک اتنا وقت مل جاتا ہے کہ دو نفل کوئی پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، بعض ساتھی پڑھ لیتے ہیں، کیا اگر اتنا وقت مل جائے تو دو رکعت پڑھ لینے میں کوئی حرج تو نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مسجد میں مغرب کی نماز اور اذان میں کچھ وقفہ کا معمول ہو، تو وہاں نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ثم الثابت بعد هٰذا هو نفي المندوبية، وأما ثبوت الكراهة فلا، إلا أن يدل دليل آخر. (فتح القدير ۱/ ٤٤٦ دار الفكر بيروت) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۵/۲/۱۴۳۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

حرمین شریفین میں مغرب کی اذان کے بعد دو نفل پڑھنا؟

سوال (۹۱۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حرمین شریفین میں عموماً مغرب کی اذان کے بعد جماعت کھڑی ہونے تک اتنا وقت مل جاتا

ہے کہ آدمی ۲؍نفل پڑھ سکتا ہے، ہمارے بعض ساتھی اس وقفہ میں ۲؍نفل پڑھ لیتے تھے، یہ سمجھ کر کہ حرم میں گزارنے کے مختصر ایام مل رہے ہیں، اس لئے چند دن یہ نفل پڑھ لیا کریں، کبھی نہ بھی پڑھتے تھے، بعض ساتھی نہیں پڑھتے تھے، بیٹھے رہا کرتے تھے، یہی حال ہماری خواتین کا بھی رہتا تھا، اگروہ مغرب میں حرمین شریفین میں ہوتی تھیں۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اس وقفہ میں کوئی مرد یا عورت اگر نفل پڑھ لے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ پڑھنے والوں پر نکیر یا نہ پڑھنے پر نکیر کر سکتے ہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سورج غروب ہونے کے بعد وقت مکروہ ختم ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اس وقت کوئی بھی فرض یا نفل پڑھی جاسکتی ہے؛ البتہ حنفیہ کے نزدیک نماز مغرب سے قبل نفل پڑھنا مستحب اور پسندیدہ نہیں ہے؛ تاکہ فرض میں تاخیر نہ ہو؛ لہٰذا اگر کسی شخص کے نفل پڑھنے سے فرض نماز میں تاخیر نہ ہو، جیسا کہ حرمین شریفین میں ہوتا ہے، یا بہت اختصار کے ساتھ کوئی شخص نفل ادا کرے، تو اس پر نکیر نہیں کی جائے گی۔

قال الكمال ابن الهمام رحمه اللّٰه تعالىٰ: ثم الثابت بعد هذا هو المندوبية، أما ثبوت الكراهة فلا، إلا أن يدل دليل آخر، وما ذكر من استلزم تاخير المغرب فقد قدمنا القنية استثناء القليل، والركعتان لا تزيد على القليل إذا تجوز فيها . (فتح القدير ١/٤٤٦)

وقبل صلوة مغرب للكراهة تاخيره إلا يسراً . (درمختار ٢/٣٥)

تنبيه: يجوز قضاء الفائتة، وصلوة الجنازة، وسجدة التلاوة في هٰذا الوقت بلا كراهة . (شامي ٢/٣٥ بيروت، العرف الشذي ١/٩٨) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۶/۱۰/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

مغرب سے قبل سنتیں پڑھنے پر تشدد اختیار کرنا درست نہیں

سوال (۹۱۹): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سعودی عرب میں عام طور مغرب سے قبل سنتوں کا معمول ہے، اور وقت بھی دیا جاتا ہے، بعض مرتبہ متشدد لوگ زبردستی کھڑا کردیتے ہیں، ایسے وقت کیا کرنا چاہئے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: افضل یہ ہے کہ عام دنوں میں مغرب کی اذان کے بعد نماز ادا کرنے میں جلدی ہی کی جائے؛ اس لئے کہ اس درمیان کوئی اور نماز مسنون نہیں ہے؛ لیکن ایسی جگہ جہاں مغرب کی اذان اور نماز کے درمیان فصل کرنے کا معمول ہو، اور جماعت جلدی قائم کرنے میں اپنا کوئی اختیار نہ ہو، تو غروب کے بعد کا یہ وقت اپنی ذات کے اعتبار سے نفل نماز کے لئے مکروہ نہیں ہے، اس لئے اگر موقع ہو تو اس وقت دو رکعت نماز نفل کی نیت سے پڑھنے کی گنجائش ہوگی؛ لیکن اس بارے میں تشدد درست نہیں ہے۔

عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه قال: صلیت الرکعتین قبل المغرب علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: قلت لأنس أراکم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، قال: نعم، رآنا فلم یأمرنا ولم ینهانا. (سنن أبي داؤد ۱۸۲/۱)

سمعت مرثد بن عبد اللّٰہ قال: أتیت عقبة بن عامر الجهني رضي اللّٰہ عنه فقلت: ألا أعجبک من أبي تمیم یرکع رکعتین قبل صلاة المغرب، فقال عقبة إنا کنا نفعله علی عهد رسول اللّٰہ قلت: فما یمنعک الآن؟ قال الشغل. (صحیح البخاري ۱۵۸/۱ رقم: ۱۱۷۱)

قال أبو أیوب لعقبة: أما سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: لا تزال أمتي بخیر أو قال: علی الفطرة ما لم یؤخروا المغرب إلی أن تشتبک النجوم. (سنن أبي داؤد ۶۰/۱، سنن ابن ماجة ۴۱۸)

فأما المغرب فيكره تاخيرها إذا غربت الشمس. (الفتاویٰ التاتارخانية ۲/ ۱۱ زکریا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۳۰/ ۱۰/ ۱۴۳۴ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عشاء میں سننِ مؤکدہ کتنی رکعات ہیں؟

سوال (۹۲۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عشاء کی نماز میں کل رکعتیں سنتِ مؤکدہ وتر ونوافل سمیت کتنی ہیں؟ اور ان کو ادا کرنے کی ترتیب کیا ہے؟ نیز **وکذا الأربع بعد العشاء وأربع بعدها، منية المصلي. وندب أربع قبل العصر والعشاء وبعده.** (نور الایضاح) کے مطالب کیا ہیں؟ اور چار رکعتیں بعد العشاء غیر مؤکدہ کیا وتر کے بعد کی نفل نماز کو بھی شامل ہیں؟ (کیا چار غیر مؤکدہ بعد العشاء نفل بعد الوتر کو بھی شامل تو نہیں) یا نفل بعد الوتر الگ سے ثابت ہیں؟ سنتِ مؤکدہ اور نفلوں کے درمیان خفیف سا فرق عشاء کی نماز میں اگر محسوس ہو، تو اس کو بھی واضح کر دیجئے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عشاء کے بعد دو رکعت سنتِ مؤکدہ اور چار رکعت غیر مؤکدہ ہیں، اس میں وتر کے بعد کی نفل شامل نہیں ہیں؛ بلکہ وتر کے بعد کی دو رکعت نفل الگ سے ثابت ہیں۔

عن عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها قالت: ما صلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم العشاء قط، فدخل علي إلا صلى أربع ركعات أو ست ركعات الخ. (سنن أبي داؤد / باب الصلاة بعد العشاء رقم: ۱۳۰۳)

حدثنا محمد بن مثنى ...... عن أبي سلمة قال: سألت عائشة رضي اللّٰه تعالىٰ عنها عن صلاة رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وآله وسلم، فقالت: كان يصلي ثلاث

عشرة ركعة يصلي ثمان ركعات، ثم يؤتر ثم يصلي ركعتين و هو جالس. (صحيح مسلم ۲۵٤/۱، سنن الترمذي ۹٤/۱)

وأما التطوع قبل العشاء فإن تطوع قبلها بأربع ركعات فحسن والتطوع بعدها ركعتان وإن تطوع بعدها بأربع فهو أفضل، وسن مؤكدة – إلى قوله – وركعتان قبل الصبح وبعد الظهر والعشاء ...... ويستحب أربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسليمة، وإن شاء ركعتين بحديث الترمذي. (شامي مع درمختار ٤٥١/۲–٤٥۲ زكريا، الفتاویٰ التاتارخانية ۳۰۰/۲ رقم: ۲٤۸۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۴/۱/۲۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عشاء سے پہلے چار رکعات سنتوں کا حکم

سوال (۹۲۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: نفل پڑھو تو ثواب ہے، نہ پڑھو تو عذاب بھی نہیں، کیا نماز عشاء سے پہلے کی چار سنتیں چھوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عشاء سے قبل کی چار سنتیں چھوڑنے میں کوئی گناہ نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ مستحبات میں سے ہیں، اور مستحب کے کرنے پر ثواب ملتا ہے، اور نہ کرنے پر گناہ نہیں ہوتا۔

وفي الهداية: وأربع قبل العشاء وأربع بعدها، وإن شاء ركعتين. (الفتاویٰ التاتارخانية ۳۰۰/۲ زكريا)

ويستحب أربع قبل العصر والعشاء. (شامي ٤٥۲/۲ زكريا)

وحكمه الثواب على الفعل وعدم اللوم على الترك. (شامي ۲٤٦/۱ زكريا)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۷/۶/۱۴۳۲ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عشاء سے قبل کی چار سنت کس حدیث سے ثابت ہیں؟

سوال (۹۲۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: عشاء سے پہلے چار رکعت سنتِ غیر مؤکدہ کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ کون سی حدیث ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عشاء سے قبل کی سننِ غیر مؤکدہ سے متعلق کوئی روایت خصوصیت سے مروی نہیں ہے؛ البتہ حضرت عبداللہ بن مغفل رحمہ اللہ کی روایت: بین کل أذانین صلاۃ (یعنی ہر اذان وتکبیر کے درمیان نماز ہے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو) کے عموم سے عشاء سے قبل بھی دو یا چار رکعت پڑھنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے، فقیہ الاحناف علامہ ابراہیم حلبیؒ فرماتے ہیں:

وأما الأربع قبلها فلم يذكر في خصوصها حديث، لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل أنه عليه الصلاة والسلام قال: بين كل أذانين صلاة بين كل أذانين صلاة، ثم قال في الثالثة: لمن شاء، فهٰذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب، لكن كونها أربعاً ليمشي على قول أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالىٰ؛ لأنها الأفضل عنده، فيحمل عليها لفظ الصلاة حملاً للمطلق على الكامل ذاتاً ووصفاً. (حلبي كبير ٣٨٥، الفتاویٰ التاتارخانية ٢/ ٣٠٠ رقم: ٢٤٨٩ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۰/۱۰/۱۴۲۹ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

وتر کے بعد دو نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

سوال (۹۲۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: رمضان المبارک میں تراویح کے بعد واجب وتر پڑھ کر دو رکعت نفل نماز کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''امداد الفتاویٰ'' میں غیر معذور کے لئے وتر کے بعد کی نوافل کھڑے ہوکر پڑھنے کو افضل لکھا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ۱/۴۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۵/۱۲/۳ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صلوٰۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنے کا حکم

سوال (۹۲۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صلوٰۃ التسبیح جماعت سے پڑھی جاسکتی ہے؟ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنا جائز نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور سلفِ صالحین کسی سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۷/۵۳ ڈابھیل)

ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان (درمختار) ويؤيده أيضاً ما في البدائع من قوله: إن الجماعة في التطوع ليست بسنة إلا في قيام رمضان ......الخ. (الدر المختار، باب الوتر والنوافل / مطلب في كراهة الاقتداء في النفل ۲/ ۵۰۰ زكريا، كذا في البحر الرائق ۲/ ۵۲ كوئٹه)

والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة. (حاشية الطحطاوي على المراقي ٣٨٦، حلبي كبير ٤٣١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۲۳/۱۱/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

صلوٰۃ التسبیح کو دو- دو رکعت کرکے پڑھنا؟

سوال (۹۲۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صلوٰۃ التسبیح کو دو- دو رکعت کرکے پڑھنے کا حکم کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعت ایک سلام سے ادا کرنا جائز ہے، اسی طرح دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنا بھی جائز اور درست ہے؛ تاہم بہتر یہی ہے کہ ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھیں؛ تاکہ تسبیح کی مقررہ مقدار ۳۰۰/ پوری ہوجائے، اور اگر دو دو رکعت کرکے پڑھیں، پھر بھی مذکورہ مقدار پوری کرنے کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۴/۲۱۵)

وهي أربع بتسليمة أو بتسليمتين. (شامي ٢/٤٧١ زكريا)

وقيل: يصلي في النهار بتسليمة، وفي الليل بتسليمتين، وقيل: الأولىٰ أن يصلي مرة بتسليمة وأخرىٰ بتسليمتين. (بذل المجهود ٢/٢٧٦ سهارنفور، ٥/٥٢٩ بيروت) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۴۳۳/۵/۱۱ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کسوف میں سرا اولیٰ ہے یا جہر؟

سوال (۹۲۶): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: سورج گرہن کی نماز میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک سرا اور صاحبینؒ کے یہاں جہر ہے،

مفتی بہ اور معمول بہ قول کونسا ہے؟ اور طول قرأت سر میں کیوں کر ممکن ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نماز کسوف میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سراً قرأت کا حکم ہے؛ لیکن حضرت امام ابویوسفؒ کے نزدیک جہراً قرأت کی بھی گنجائش ہے، اس لئے نماز کسوف میں اگر جہراً قرأت کرلی جائے؛ تاکہ مقتدیوں کو اکتاہٹ نہ ہو، تو بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن سمرة بن جندب رضي الله عنه قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في كسوف لا نسمع له صوتًا. (سنن الترمذي ١٢٦/١، سنن أبي داؤد رقم: ١١٨٤، سنن ابن ماجة ٨٩/١ رقم: ١٢٦٤، المستدرك للحاكم ٤٩١/٢ رقم: ١٢٤٢)

عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: صليت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلاة الكسوف فلم أسمع منه فيها حرفا من القرآن. (مسند أحمد بن حنبل ٢٩٣/١ رقم: ٢٧٧٣)

ولا جهر، وقال أبو يوسف: يجهر وعن محمد روايتان. (شامي ٦٢/٣ زكريا، ٦٣/٣ بيروت، الفتاوىٰ التاتارخانية ٦٥٨/٢ رقم: ٣٥٢٤ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۱۷/۸/۱۸ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نماز کسوف میں جہری قرأت کرنا؟

سوال (۹۲۷): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: صلوٰۃ کسوف میں امام کو قرأت جہری کرنی چاہئے یا سری؟ یہاں گڑھی میں سرّی نماز ہوئی اور کانٹھ میں جہری ہوئی، اس پر لوگوں میں اختلاف ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حنفیہ کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ نماز کسوف سراً پڑھی جائے،

یہی اولیٰ ہے، اور حضراتِ صاحبینؒ کے نزدیک جہراً بھی پڑھی جاسکتی ہے، جن لوگوں نے جہر پر عمل کیا ان کی نماز بھی صحیح ہوگئی۔

عن سمرة بن جندب رضي اللّٰه عنه قال: صلى بنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم في كسوف لا نسمع له صوتًا. (سنن الترمذي ١٢٦/١، سنن أبي داؤد رقم: ١١٨٤، سنن ابن ماجة ٨٩/١ رقم: ١٢٦٤، المستدرك للحاكم ٤٩١/٢ رقم: ١٢٤٢)

عن ابن عباس رضي اللّٰه عنهما قال: صليت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صلاة الكسوف فلم أسمع منه فيها حرفا من القرآن. (مسند أحمد بن حنبل ٢٩٣/١ رقم: ٢٧٢٣)

عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم صلى صلاة الكسوف وجهر بالقراءة. (سنن الترمذي ١٢٦/١)

ويخفى عند أبي حنيفةؒ، وقالا: يجهر، وعن محمد مثل قول أبي حنيفةؒ ...... أما الإخفاء والجهر فلهما رواية عائشة رضي اللّٰه عنها أنه صلى اللّٰه عليه وسلم جهر فيها، ولأبي حنيفة رواية ابن عباس وسمرة بن جندب رضي اللّٰه عنهما والترجيح قد مرّ من قبل كيف وأنها صلاة النهار، وهي عجماء. (هداية مع شرحه البناية ١٤٤/٣ نعيمية ديوبند)

ولا جهر في القراءة فيما عنده خلافاً لهما. وفي الطحطاوي: الصحيح قول الإمام كما في المضمرات. (طحطاوي على المراقي ٢٩٨، ٥٤٥ أشرفي ديوبند)

ولا جهر. (درمختار) وقال أبو يوسف يجهر، وعن محمد روايتان. جوهرة. (درمختار مع الشامي / باب الكسوف ١٨٢/٢ كراچی، ٦٧/٣ زكريا، الفتاوىٰ التاتارخانية ٢٥٨/٢ رقم: ٣٥٢٤ زكريا) **فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ ۱۰/۶/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللّٰہ عنہ

نماز استسقاء اور اس کے شرائط

سوال (۹۲۸): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: آج کل یو پی کے بعض علاقوں میں بارشیں نہیں ہورہی ہیں، بادل آتے ہیں؛ لیکن برسے بغیر منتشر ہوجاتے ہیں، پہاڑوں پر بارشیں ہورہی ہیں، جس کی وجہ سے ندیوں میں پانی نظر آتا ہے؛ لیکن تالاب کا پانی خشک ہورہا ہے، کھیتوں میں پانی کی سخت ضرورت ہے، تو ایسی صورت میں نماز استسقاء کا اہتمام کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ نماز استسقاء کی کیا شرائط ہیں؟ انہیں تفصیل سے بیان کیا جائے۔

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حسبِ تحریر سوال یو پی کے جن بعض علاقوں میں بارشوں کی سخت کمی ہے، اور تالاب خشک ہورہے ہیں، اور کھیتیوں میں سینچائی کی سخت ضروت ہے، دریاؤں اور ندیوں کا پانی ناکافی ثابت ہورہا ہے، تو ایسے علاقوں میں نماز استسقاء پڑھنا درست ہے، اور نماز استسقاء کے جواز کی بنیادی شرط بھی یہی ہے کہ پانی کی ایسی قلت ہوجائے کہ مخلوقِ خدا پریشان ہو اور کھیتیاں خشک ہوجائیں، تو ایسے حالات میں نماز استسقاء پڑھنا مشروع ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ۸/۷۷۴ ڈابھیل، کتاب المسائل ۱/۵۰۵)

عن عائشة رضي اللّٰه عنه قالت: شكا الناس إلى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قحوط المطر فأمر بمنبرٍ فوضع له في المصلّٰى، ووعد الناس يومًا يخرجون فيه. قالت عائشة: فخرج رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حين بدأ حاجِبُ الشمس فقعدعلى المنبر، فكبّر صلى اللّٰه عليه وسلم وحمد اللّٰه عزوجلّ ثم قال: إنكم شكوتم جدب دياركم واستئخار المطر عن إبّان زمانه عنكم وقد أمركم اللّٰه عزوجل أن تدعوه ووعدكم أن يستيجب لكم. ثم قال: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ …… ثم رفع يديه، فلم يزل في

الـرفـع حتـى بـدا بيـاض إبـطيه، ثم حوَّل إلى الناس ظهره، وقلَّب أو حوَّل رداءه وهـو رافـع يـديـه، ثم أقبل على الناس ونزل فصلّٰى ركعتين......الخ. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة / باب رفع اليدين في الاستسقاء ١٦٥ رقم: ١١٧٣ دار الفكر بيروت)

وشرعاً طلب إنزال المطر بكيفية مخصوصة عند شدة الحاجة، بأن يحبس المطر ولم يكن لهم أودية وآبار وأنهار يشربون منها، ويسقون مواشيهم وزرعهم أو كان ذٰلک إلا أنه لا يكفي. (شامي ٣/٧٠ زكريا، الفتاوىٰ الهندية ١/١٥٤)

وإنما يكون الاستسقاء في موضع لا تكون لهم أودية ولا أنهار وآبار يشربون منها ويسقون مواشيهم أو زروعهم، أو تكون ولا يكفى لهم ذٰلک، فأما إذا كانت لهم أودية وآبار وأنهار، فإن الناس لا يخرجون إلى الاستسقاء؛ لأن الاستسقاء إنما يكون عند شدة الضرورة والحاجة. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٢/٦٦٥ رقم: ٣٥٣٣ زكريا) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۵/۱۱/۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

عاشوراء کے دن خاص نماز کا اہتمام کرنا؟

سوال (۹۲۹): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: کیا شریعت نے یوم عاشوراء میں کوئی نماز با جماعت پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ اور کتنی رکعت کا دیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عاشوراء کے دن کوئی خاص نماز ثابت نہیں ہے؛ البتہ اس دن روزہ رکھنے کا حکم ہے۔

أخرج مسلم عن أبي قتادة ...... طرفه هٰذا: صيام يوم عرفة احتسب على اللّٰه أن يكفر السنة التي قبله والسنة التي بعده، وصيام يوم عاشوراء احتسب

علی اللّٰہ أن یکفر السنة التي قبله. (صحیح مسلم ۳۶۷/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۷/۴/۱۴۱۶ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

استخارہ کرکے عمل نہ کرنا؟

سوال (۹۳۰): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید نے استخارہ کرنے کے بعد عمل نہیں کیا، اس کا یہ فعل شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟ دنیوی اور اخروی اس پر کیا حکم لاگو ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: استخارہ میں صرف قلبی رجحان کی بات ہوتی ہے، کوئی شرعی واضح دلیل ممانعت یا تاکید کی سامنے نہیں آئی، اس لئے اس کے خلاف کرنا زیادہ سے زیادہ خلافِ اولیٰ کہا جاسکتا ہے، اس سے زیادہ بظاہر اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ مشائخ مذہب کا استخارہ کے موقع پر **ینبغي أن یجتنب** جیسے ہلکے الفاظ استعمال کرنا اسی طرف مشیر ہے۔

فإن رأی في منامه بیاضًا أو خضرة فذلک الأمر خیر، وإن رأی فیه سوادًا أو حمرة فهو شر، ینبغي أن یجتنب. (شامي ۴۷۱/۲ زکریا، امداد الفتاویٰ ۵۹۹/۱) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۳/۱۴۱۵ھ
الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

”اِجْعَلُوْا فِيْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلاتِکُمْ“ میں کون سی نماز مراد ہے؟

سوال (۹۳۱): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایک حدیث ہے:

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اجعلوا في بيوتكم من صلاتكم ولا تتخذوها قبوراً. (مشكوة المصابيح ٦٩)

مثال کے طور پر کسی گاؤں کے مکتب میں پندرہ بیس اساتذہ پڑھاتے ہیں، یا اسی طرح کوئی بڑا ادارہ ہے جس میں کافی اساتذہ خدمت دین میں مشغول ہیں، اور یہ بات بالکل صاف ہے، اور بدیہی ہے کہ علماء عوام کے لئے اور اساتذہ اپنے طلبہ کے لئے مشعلِ راہ ہوتے ہیں، طلبہ اپنے اپنے اساتذہ کو دیکھ کر اپنی زندگی کو سنوارتے ہیں، لہٰذا اب سوال یہ ہے کہ حدیث مذکور کون سی نماز کے بارے میں ہے؟ (فرائض، سنن، یا نوافل کے بارے میں) گاؤں کے اور اسی طرح دارالعلوم کے بعض اساتذہ صرف فرائض مسجد میں ادا کرتے ہیں، اور سنن وغیرہ اپنے اپنے گھروں میں پڑھتے ہیں، اور دلیل میں حدیث مذکور پیش کرتے ہیں، کیا یہ استدلال درست ہے؟ اساتذہ کے لئے سنن وغیرہ کہاں پڑھنا افضل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ حدیث کا تعلق سنن ونوافل سے ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہی تھا کہ فرائض باجماعت مسجد میں ادا فرماتے تھے، اور سنن ونوافل اپنے حجرۂ مبارکہ میں پڑھا کرتے تھے، اس لئے سنن وغیرہ اپنے اپنے کمروں میں پڑھنے کے اہتمام پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں۔

تاہم فقہاء نے یہ لکھا کہ اگر کوئی مصلحت ہو، مثلاً یہ کہ گھر میں نماز پڑھنے سے خشوع وخضوع باقی نہیں رہے گا، یا اور کوئی مصلحت درپیش ہو، تو مسجد میں بھی سنن ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح اگر اساتذہ مدرسہ طلبہ کی تربیت کے لئے مسجد میں سنن ادا کریں، تو اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/ ۲۸۶، فتاویٰ رحیمیہ ۳/ ۲۷۳)

قوله: ''من صلاتكم'' قال القرطبي: من للتبعيض، والمراد النوافل بدليل ما رواه مسلم من حديث جابر مرفوعاً إذا قضى أحدكم الصلاة في مسجده

فليجعل لبيته نصيباً من صلا ته. (فتح الباري، الصلاة / باب كراهية الصلاة في المقابر ٦٩٦/١ تحت رقم: ٤٣٢ دار الكتب العلمية بيروت، ومثله: في عمدة القاري ١٨٧/٤، ومرقاة المفاتيح ٢٠٣/٢، والحديث عند مسلم برقم: ٧٧٨)

قوله: "والأفضل في النفل" شمل مابعد الفريضة، وما قبلها لحديث الصحيحين عليكم بالصلاة في بيوتكم، فإن خير صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة وتمامه في شرح المنية، وحيث كان هذا أفضل يراعى ما لم يلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبيته، أو كان في بيته مايشغل بَالهُ ويقلل خشوعه، فيصليها حينئذٍ في المسجد؛ لأن أعتبار الخشوع أرجح. (شامي / مطلب في الكلام على حديث النهي عن النذر ٤٦٤/٢ زكريا، الفتاویٰ الهندية ١١٣/١ بيروت، البحر الرائق ٥٠/٢ كراچی)

وأما السنن التي بعد الفرائض فلا بأس بالإتيان بها في مسجده في المكان الذي يصلي فيه الفريضة. (الفتاویٰ التاتارخانية ٣٠٥/٢ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۲۷/۲/۱۴۲۷ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا

سوال (۹۳۲): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا نفل نماز کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ نیز فجر کی سنتوں میں قیام کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: نفل نماز کسی عذر کے بغیر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؛ البتہ بیٹھ کر بلا عذر پڑھنے کی صورت میں کھڑے ہونے کے مقابلہ میں نصف ثواب ملے گا۔

عن عائشة رضي اللّٰه عنها قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم

يصلي ليلاً طويلاً قائماً وليلا طويلاً قاعداً، فإذا صلى قائماً ركع قائماً، وإذا صلى قاعداً ركع قاعداً. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة / باب في صلاة القاعد ۱۸۳ رقم: ۹۵۵ دار الفكر بيروت)

عن عمران بن حصين رضي الله عنه أنه سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن صلاة الرجل قاعداً، فقال: "صلا ته قائماً أفضل من صلاته قاعداً، وصلاته قاعداً على النصف من صلاته قائماً، وصلاته نائماً على النصف من صلاته قاعداً.

(سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة / باب في صلاة القاعد ۱۸۲ رقم: ۹۵۱ دار الفكر بيروت)

ويجوز التطوع قاعداً بغير عذر. (حلبی کبیر ۲۷۰)

ويتنفل قاعداً مع قدرته على القيام ابتداءً وبناءً...... وقد حكى فيه إجماع العلماء إلى ما قال، وروي البخاري عن عمران بن حصين مرفوعاً: من صلى قائما فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم ......، وأما إذا صلاه مع عجزه فلا ينقص ثوابه عن ثوابه قائما. (البحر الرائق ۶۲/۲، مراقي الفلاح على الطحطاوي: ۳۲۷)

من صلى قائماً فهو أفضل ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم ومن صلىٰ نائماً فله نصف أجر القاعد. (حلبی کبیر ۲۷۰، هداية / باب النوافل ۳۰۸/۱ مكتبة البشریٰ کراچی)

البتہ سننِ مؤکدہ بالخصوص فجر کی سنت بلا عذر بیٹھ کر نہ پڑھی جائیں۔

فلا تجوز صلاتها قاعداً ولا راكباً اتفاقاً بلا عذر على الأصح، لما روى الحسن عن أبي حنيفة لو صلى سنة الفجر قاعداً بلا عذر لا يجوز. (درمختار مع الشامي ۴۵۴/۲ زكريا)

يستثنى منه الفجر فإنّها لاتصح قاعداً بلاعذر. (حلبی کبیر ۲۷۰، طحطاوي على مراقي الفلاح / فصل في صلاة النفل جالساً ۳۲۷ مصر) *فقط واللہ تعالیٰ اعلم*

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۶/۷ھ

نفل نماز میں دورانِ نماز ٹیک لگانا

سوال (۹۳۳): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر نفل نماز کھڑے ہوکر شروع کی تھی پھر تھکاوٹ کی وجہ سے ٹیک لگالی تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر نفل نماز کھڑے ہوکر شروع کی تھی پھر تھکاوٹ کی وجہ سے ٹیک لگالی تو کوئی حرج نہیں؛ لیکن بلا عذر خواہ مخواہ ٹیک لگا کر نماز پڑھی تو یہ بے ادبی کی بنا پر مکروہ ہے۔

أخرج ابن أبي شيبة عن الحسن أنه كان يكره أن يعتمد الرجل على الحائط في صلاة المكتوبة إلا من علة، ولم ير به في التطوع بأساً. (مصنف ابن أبي شيبة / باب في الرجل يعتمد على الحائط وهو يصلي ۵۵۱/۳ رقم: ۴۹۰۷)

وإن افتتح التطوع قائماً ثم أعيي أي كل وتعب فلا بأس له أن يتوكأ أي يعتمد على عصاً أو على حائطٍ أو نحو ذٰلک أو يقعد؛ لأنه عذر فيجوز، ولا يكره اتفاقاً أما لواتكأ بغير عذر فإنه يكره اتفاقاً لما فيه من إساءة الأدب. (حلبي كبير ۲۷۱، الفتاویٰ الهندية ۱/ ۱۳۶)

وللمتطوع الإتكاء على شيء كعصا وجدار مع الإعياء أي التعب بلا كراهية وبدونه يكره. (درمختار مع الشامي ۲/ ۵۷۲ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱/۱۰/۱۴۲۲ھ

نفل نماز کچھ کھڑے ہوکر اور کچھ بیٹھ کر پڑھنا

سوال (۹۳۴): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص کھڑے ہوکر نماز شروع کرے پھر درمیان نماز وہ بیٹھ جائے، یا نماز بیٹھ کر شروع

کرے پھر درمیان نماز کھڑا ہو جائے تو دورانِ نماز ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا اس عمل سے نماز خراب تو نہیں ہوگی؟ نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کوئی شخص نفل نماز کھڑے ہوکر شروع کرے اور بعد میں بیٹھ جائے، یا بیٹھ کر شروع کرے پھر کھڑے ہوکر پڑھنے لگے، تو اس طرح بھی نماز درست ہے؛ لیکن جب کھڑے ہوکر شروع کرے تو بہتر ہے کہ بلا عذر نہ بیٹھے۔

أخرج البخاري عن عائشة أم المؤمنين أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يصلي جالسا، فيقرأ وهو جالس، فإذا بقي من قراء ته نحو من ثلاثين أو أربعين آية قام، فقرأها، وهو قائم، ثم ركع ثم سجد، يفعل في الركعة الثانية مثل ذٰلک. (صحيح البخاري ١٥٠/١ رقم: ١١١٩)

وإذا افتتح التطوع قائماً، ثم أراد أن يقعد من غير عذر فله ذٰلک عند أبي حنيفة استحساناً، وقالا: لا يجزيه، وهو القياس. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٣٨٩/٢-٣٩٠ رقم: ٢٤٤٦ زكريا)

أما القعود بغير عذرٍ بعد الافتتاح قائماً فيجوز عند أبي حنيفةؒ الخ، وأما لو افتتحها قاعداً ثم قام في أول ركعةٍ أو فيما بعدها وأتمّها قائماً فلا خلاف في جوازه لما صحَّ عنه عليه السلام أنه كان يفتتح التطوع قاعداً فيقرأ ورده حتى إذا بقي عشر آيات ونحوها قام الخ. (الجوهرة النيرة ١٠٦/١) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۲/۱۰/۱ھ

گھوڑے اور کار پر بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا؟

سوال (۹۳۵): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں کہ: گھوڑے پر بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے؟ خواہ گھوڑا جس سمت چلے علی ہذا القیاس، کیا کار میں بیٹھے بیٹھے بھی اسی طرح نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ خواہ کار جس سمت چلے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: گھوڑے یا کار میں بیٹھے بیٹھے اشارہ سے نفل نماز پڑھنا جائز ہے؛ لیکن فرض یا واجب نماز اس طرح پڑھنے سے ادا نہ ہوگی۔ (مستفاد: کتاب المسائل ۲۶۹)

عن جابر بن عبد اللّٰه الأنصاري رضي اللّٰه عنه قال: رأيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم في غزوة أنمار يصلي على راحلته، متوجِّها قبل المشرق متطوعًا.

(صحيح البخاري، المغازي / باب غزوة أنمار ٥٩٣/٢ رقم: ٣٩٩١ ف: ٤١٤٠)

عن جابر بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: رأيت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي وهو على راحلته النوافلَ في كل وجه، ولكنه يخفض السجدتين من الركعة يؤمي إيماءً. (صحيح ابن حبان / فصل في الصلاة على الدابة ٣٣٤/٣ رقم: ٢٥٢١)

عن ابن عمر رضي اللّٰه عنهما قال: كان النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يصلي على راحلته تطوعاً حيثما توجهت به، وهو جاء من مكة إلى المدينة، ثم قرأ ابن عمر هٰذه الآية: ﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ﴾ وقال ابن عمر: في هٰذا نزلت هٰذه الآية. (سنن الترمذي، التفسير / من سورة البقرة ١٢٥/٢ رقم: ٣١٣٤)

وأما في النفل فتجوز على المحمل والعجلة مطلقا. (تنوير الأبصار) أي سواء كان واقفة أو سائرة على القبلة أو لا، قادر على النزول أو لا، طرف العجلة على الدابة أولا. (تنوير الأبصار على الرد المحتار ٤٩١/٢-٤٩٢ زكريا)

ويتنفل المقيم راكبا خارج المصر موميا إلى أي جهة توجهت دابته.

(تنوير الأبصار على الدر المختار ٤٨٦/٢)

ويجوز التطوع على الدابة في الصحراء مسافر كان أو مقيما أينما توجهت به. (الفتاوىٰ التاتارخانية ٥٣٨/٢ رقم: ٣٢٣٠ زكريا)

واعـلـم أن مـا عـدا الـنـوافـل مـن الفرض والواجب بأنواعه لا يصح على الدابة . (شامي / مطلب في الصلاة على الدابة ۲/ ٤۸۸ زكريا) **فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

املاہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ ۱۴۳۲/۵/۵ھ

الجواب صحیح: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

استخارہ کرنے کا طریقہ

سوال (۹۳۶): - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: حدیث شریف کی روشنی میں بتائیں کہ استخارہ کسے کہتے ہیں؟ اور جب کسی بندہ کو دینی یا دنیاوی کوئی ضرورت پیش آئے، یا کوئی معاملہ خرید وفروخت، عقد نکاح وغیرہ کرنا چاہے، اور اس کی اچھائی برائی یا خیر وشر کو معلوم کرنا ہو تو شریعت میں اس کا کیا طریقہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جب کسی شخص کو کوئی اہم معاملہ درپیش ہو اور وہ یہ طے نہ کر پا رہا ہو کہ اس کو اختیار کرنا بہتر رہے گا یا نہیں؟ تو اسے چاہئے کہ استخارہ کرے۔ استخارہ کے معنی خیر طلب کرنے کے آتے ہیں، یعنی اپنے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے خیر اور بھلائی کی دعا کرے۔ اور اس کا طریقہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ بتلایا ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھی جائے، اس کے بعد پوری توجہ کے ساتھ یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلاَ أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَیْرٌ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ، أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ، وَإِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ أَوْ قَالَ عَاجِلِ أَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ. قَالَ وَیُسَمِّیْ

حَاجَتَهٗ. (صحيح البخاري رقم: ١١٦٦، سنن الترمذي ٤٠٨، سنن أبي داؤد ١٥٣٨)

ترجمہ:- اے اللہ! میں آپ کے علم کے ذریعہ خیر کا طالب ہو، اور آپ کی قدرت سے طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں، اور آپ کے فضلِ عظیم کا سائل ہوں، بے شک آپ قادر ہیں اور میں قدرت نہیں رکھتا، اور آپ کو علم ہے کہ میں لاعلم ہوں، اور آپ چھپی ہوئی باتوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اے اللہ! اگر آپ علم کے مطابق یہ کام (یہاں اس کام کا تصور کرے) میرے حق میں دینی، دنیوی اور اخروی اعتبار سے (یا فی الحال اور انجام کار کے اعتبار سے) بہتر ہے، تو اسے میرے لئے مقدر فرمائیے، اور اسے میرے حق میں آسانی کر کے اس میں مجھے برکت سے نوازے، اور اگر آپ کو علم ہے کہ یہ کام (یہاں کام کا تصور کرے) میرے حق میں دینی، دنیوی اور اخروی اعتبار سے (یا فی الحال اور انجام کے اعتبار سے) برا ہے تو اس کو مجھ سے اور مجھے اس سے ہٹادے اور جس جانب خیر ہے وہی میرے لئے مقدر فرمادے، پھر مجھے اس عمل سے راضی کردے۔

دعا پڑھتے ہوئے جب هٰذا الأمر پر پہنچے تو دونوں جگہ اس کام کا دل میں دھیان جمائے جس کے لئے استخارہ کررہا ہے یا دعا پوری پڑھنے کے بعد اس کام کو ذکر کرے۔ دعا کے شروع اور اخیر میں اللہ کی حمد وثناء اور درود شریف بھی ملالے، اور اگر عربی میں دعا نہ پڑھی جاسکے تو اردو یا اپنی مادری زبان میں اسی مفہوم کی دعا مانگے۔

ومنها ركعة الاستخارة عن جابر بن عبد الله قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا الاستخارة في الأمور كلها ...... الخ. رواه الجماعة إلا مسلمًا. شرح المنية ...... ويسمى حاجته قال ط: أي بدل قوله هٰذا الأمر قلت: أو يقول بعده وهو كذا وكذا ...... وفي الحلية: ويستحب افتتاح هٰذا الدعاء وختمه بالحمدلة والصلاة. (الدر المختار مع الشامي / باب الوتر والنوافل ٢/ ٤٧٠ زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ

۱۴۳۶/۳/۴ھ

صلوٰۃ الحاجہ اور اس کا شرعی طریقہ

سوال (۹۳۷): -کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: احادیثِ شریفہ کی روشنی میں بتائیں کہ صلوٰۃ الحاجہ کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

باسمہٖ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب کسی شخص کو کوئی اہم ضرورت درپیش ہو تو اس کے لئے نماز حاجت پڑھنا مستحب ہے۔ حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی ضرورت مانگنی ہو یا کسی آدمی سے اس کی کوئی ضرورت وابستہ ہو تو اس کو چاہئے کہ اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور نبی اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر درود پڑھے، بعد ازاں یہ دعا مانگے'':

لا اِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، أَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لا تَدَعْ لِيْ ذَنْباً إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلا هَماً إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضىً إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ. (سنن الترمذي رقم: ۴۷۹)

علامہ شامیؒ نے ''تجنیس'' کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ نماز حاجت عشاء کے بعد چار رکعت ہیں، جس کی ترتیب ایک مرفوع حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور آیت الکرسی تین مرتبہ پڑھی جائے، اور مابقیہ تین رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص اور معوذتین ایک ایک مرتبہ پڑھے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نماز پڑھی تو ہماری ضرورتیں پوری ہوگئیں۔

وأمـا فـى التـجنيس وغيره فذكر أنها أربع ركعات بعد العشاء، وإن فى الحديث المرفوع يقرأ فى الأولىٰ الفاتحة مرة وآية الكرسى ثلا ثاً وفي كل من الثلاثة البـاقية يـقرأ الفاتحة والإخلاص والمعوذتين مرة مرة كن له مثلهن من ليـلة الـقـدر . قـال مشـائـخنا: صلينا هذه الصلاة فقضيت حوائجنا الخ. (شامي ٤٧٣/٢ زكريا)

کتبہ: احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۳/۴ھ